شمعِ رسالتؐ کے تیس پروانے رض

www.KitaboSunnat.com

طالب ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیس پروانے شمع رسالت ﷺ کے

www.KitaboSunnat.com

طالب الہاشمی

البدر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

www.KitaboSunnat.com

☆ نام کتاب	تیس پروانے شمع رسالتؐ کے
☆ مصنف	طالب ہاشمی
☆ ناشر	عبدالحفیظ احمد
☆ اشاعت	سترھویں مارچ 2008ء
☆ مطبع	علی اعجاز پرنٹرز لاہور
☆ ہدیہ	300/- روپے

24381
طالب ہاشمی

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹-بی ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر 17048

البدر پبلی کیشنز اردو بازار-لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

	مضمون	صفحہ
ا	مقدمہ.....مولانا ماہر القادریؒ	۵
ب	آہ مولانا ماہر القادریؒ طالب ہاشمی	۹
ج	تہدیہ	۱۷
د	بلاکشانِ اسلام کا رجز ساقی جاوید	۱۸
ر	پیش لفظ مؤلف	۱۹
۱	حضرت زیدؓ بن حارثہ محبوبِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)	۲۳
۲	حضرت زبیرؓ بن العوام حواریِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)	۴۵
۳	حضرت مقدادؓ بن عمرو (الاسود)	۶۷
۴	حضرت مصعبؓ بن عمیر	۸۳
۵	حضرت ابوذر غفاریؓ۔خلیل رسولؐ	۹۶
۶	حضرت سلمان الخیر فارسیؓ	۱۱۵
۷	حضرت ابن اُم عبد۔فقیہ الامت	۱۳۳
۸	حضرت حذیفہؓ بن الیمان۔ صاحب السر	۱۵۳
۹	حضرت خبابؓ بن الارت۔ سادس الاسلام	۱۶۹
۱۰	حضرت عتبہؓ بن غزوان	۱۷۹
۱۱	حضرت عثمانؓ بن مظعون	۱۹۳
۱۲	حضرت صہیبؓ رومی۔نعم العبد	۲۰۷
۱۳	حضرت ابوعبداللہ سالمؓ	۲۱۷
۱۴	حضرت طفیل ذو النورؓ	۲۲۵
۱۵	حضرت سعدؓ بن معاذ۔صدیق انصار	۲۳۵
۱۶	حضرت ابوایوب انصاریؓ میزبانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)	۲۵۳
۱۷	حضرت خبیب انصاریؓ۔بلیع الارض	۲۷۷
۱۸	حضرت اُسیدؓ بن حضیر اشہلی۔ نعم الرجل	۲۹۵
۱۹	حضرت مثنیؓ بن حارثہ	۳۱۳
۲۰	حضرت ضرارؓ بن ازور اسدی۔ ضیغم اسلام	۳۴۲
۲۱	حضرت عدیؓ بن حاتم طائی	۳۶۲
۲۲	حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی	۳۷۴
۲۳	حضرت صخرؓ بن حرب۔سپہ سالارِ قریش	۳۹۱
۲۴	حضرت سعیدؓ بن عامر	۴۲۴
۲۵	حضرت سہیلؓ بن عمرو۔خطیب قریش	۴۳۲
۲۶	حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری خطیبِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)	۴۵۰
۲۷	حضرت عمیرؓ بن سعد۔یکتائے زمانہ	۴۶۰
۲۸	حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری	۴۷۰
۲۹	حضرت ابوطلحہ زیدؓ بن سہل انصاری	۴۸۷
۳۰	حضرت ابوقتادہ حارثؓ بن ربعی	۵۰۰
	کتابیات	۵۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسمائے صحابہؓ بلحاظِ حروفِ تہجی

	مضمون	صفحہ
	الف	
۱	حضرت ابن اُمِ عبد۔ فقیہ الامت	۱۳۳
۲	حضرت ابوایوب انصاریؓ	۲۵۳
۳	حضرت ابوذر غفاریؓ۔ خلیل رسولؐ	۹۶
۴	حضرت ابوطلحہ زیدؓ بن سہل انصاری	۴۸۷
۵	حضرت ابوقتادہ حارثؓ بن ربعی	۵۰۰
۶	حضرت اُسیدؓ بن حضیر اشہلی۔ نعم الرجل	۲۹۵
	ث	
۷	حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری	۴۵۰
	ج	
۸	حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی	۳۷۴
	ح	
۹	حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ۔ صاحب السر	۱۵۳
	خ	
۱۰	حضرت خبابؓ بن الارت۔ سادس الاسلام	۱۶۹
۱۱	حضرت خبیب انصاریؓ۔ بلیع الارض	۲۷۷
	ز	
۱۲	حضرت زبیرؓ بن العوام۔ حواریِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)	۴۵
۱۳	حضرت زیدؓ بن حارثہ۔ محبوبِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)	۲۳
	س	
۱۴	حضرت سالمؓ ابوعبداللہ	۲۱۷
۱۵	حضرت سعدؓ بن معاذ۔ صدیق انصار میزبانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)	۲۳۵
۱۶	حضرت سعیدؓ بن عامر	۴۲۴
۱۷	حضرت سلمان الخیر فارسیؓ	۱۱۵
۱۸	حضرت سہیلؓ بن عمرو۔ خطیب قریش خطیبِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)	۴۳۲
	ص	
۱۹	حضرت صخرؓ بن حرب۔ سپہ سالارِ قریش	۳۹۱
۲۰	حضرت صہیبؓ رومی۔ نعم العبد	۲۰۷
	ض	
۲۱	حضرت ضرارؓ بن ازور اسدی۔ ضیغم اسلام	۳۴۲
	ط	
۲۲	حضرت طفیل ذوالنورؓ	۲۲۵
	ع	
۲۳	حضرت عتبہؓ بن غزوان	۱۷۹
۲۴	حضرت عثمانؓ بن مظعون	۱۹۳
۲۵	حضرت عدیؓ بن حاتم طائی	۳۶۲
۲۶	حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری	۴۷۰
۲۷	حضرت عمیرؓ بن سعد۔ یکتائے زمانہ	۴۶۰
	م	
۲۸	حضرت مثنیٰؓ بن حارثہ	۳۱۳
۲۹	حضرت مصعبؓ بن عمیر	۸۳
۳۰	حضرت مقدادؓ بن عمرو (الاسود)	۶۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

www.KitaboSunnat.com

مُقدّمہ

از–مولانا ماہر القادری صاحب مدیر ”فاران“ کراچی

اس بات کو تین ساڑھے تین برس ہوئے ہوں گے، جناب طالب ہاشمی کا پہلا مقالہ ماہنامہ ”فاران“ میں اشاعت کے لیے موصول ہوا، والد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ خط کی عبارت پڑھنے سے پہلے لکھنے والے کی خوش خطی کو دیکھ کر ہی ذہن اچھا اثر قبول کرتا ہے۔ یہی صورت طالب ہاشمی صاحب کے مضمون کے ساتھ پیش آئی۔ ان کے نستعلیق خط کو دیکھ کر ہی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ حرفوں کے شوشوں اور دائروں کی نوک پلک درست، نقطے ٹھیک طرح لگے ہوئے! پھر اُن کا مقالہ جو پڑھا تو دل باغ باغ ہو گیا اور اُن کے لیے دل سے دعائیں نکلیں! میں نے اُن کے مضمون کی رسید بھیجتے ہوئے لکھا کہ اس نوازشِ بے طلب کا دلی شکریہ! اس کرمفرمائی کا سلسلہ جاری رکھیے۔

اس وقت سے ماہِ اپریل ۸۷ء تک کے ”فاران“ کی قریب قریب ہر اشاعت میں کسی نہ کسی صحابیٔ رسولؐ پر اُن کا مقالہ پابندی کے ساتھ چھپتا رہا ہے اور یہ محنت و ریاضت اور کرمفرمائی ”بے اجر و بے مزد“

”اِنْ اَجْرِیَ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی“ کے پیمبرانہ قول و اصول کی اِتّباع و تقلید......

فجزاہ اللّٰہ خیر الجزا۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقدس حالات اور جناب طالب ہاشمی کا خامۂ عنبر شمامہ اور قلمِ حقیقت رقم، ہر صفحہ ایمان و یقین کی پھلواری بن گیا کہ جس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ سے قاری کا مشامِ جاں معطر ہو جائے ؎

محسوس یہ ہوا کہ گلستاں میں آ گئے

طالب ہاشمی کے مقالات کی پذیرائی کا یہ عالم کہ ''فاران'' پڑھنے والوں کی پسندیدگی اور تحسین وستائش کے خطوط آنے لگے، بعض حضرات نے لکھا بلکہ اصرار کیا کہ مکتبہ ''فاران'' سے یہ ایمان افروز مقالے کتابی شکل میں چھپنے چاہئیں مگر میں کس کس کو بتاتا کہ مکتبہ ''فاران'' میرے سفرنامہ (کاروانِ حجاز) کے تین ایڈیشن چھاپ کر جامد ہو گیا!

طالب ہاشمی کے بعض مقالے پاکستان اور ہندوستان کے رسالوں میں ''فاران'' کا حوالہ دیے بغیر نقل ہوئے۔ مقصود ''فاران'' کی پبلسٹی نہیں بلکہ خیر وصدقات کی نشر واشاعت تھی، اس لیے راقم الحروف نے کسی ایک رسالہ کو بھی اس سلسلہ میں کوئی شکایت آمیز خط نہیں لکھا۔

''فاران'' میں جو مضمون بھی چھپتا ہے، میں اسے پورے غور وتوجہ کے ساتھ پڑھتا ہوں اور جہاں قلم لگانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اس جسارت سے باز نہیں آتا۔ جناب طالب ہاشمی کے مضامین میں بہت ہی کم اس تصرّف کی نوبت آئی۔ یہ ان کی عالی ظرفی ہے کہ راقم الحروف کے ''دخل در معقولات'' کو گوارا فرما لیا۔ ایک دو بار ایسا بھی ہوا کہ اس تصرّف میں خود مجھ سے تسامُح ہو گیا۔

جہاں تک صحتِ کتابت کا تعلق ہے ''فاران'' میں کتابت کی غلطیوں کے سبب ہاشمی صاحب سے معذرت خواہ اور نادم رہا ہوں۔ اس کتاب نے ان کوتاہیوں کی تلافی کر دی۔

جناب طالب ہاشمی نے ان مقالات میں اردو تراجم سے نہیں بلکہ عربی کی اصل کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان کی زبان شگفتہ، قلم منجھا ہوا اور اسلوبِ نگارش بے حد دلچسپ، سادہ اور عام فہم ہے۔ اُن کے قلم اور دل ودماغ میں کوئی ژولیدگی نہیں، انہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سلجھی ہوئی طبیعت پائی ہے۔ اس لیے تحریر میں بھی سلجھاؤ پایا جاتا ہے۔ جہاں "اِطناب" ہے وہاں قاری اکتاہٹ محسوس نہیں کر سکتا اور جہاں ایجاز ہے وہاں طبیعت گھٹن اور انقباض کی بجائے انشراح وانبساط محسوس کرتی ہے۔

جناب طالب ہاشمی متعدد تذکروں کے مصنف ہیں مگر انہوں نے خاص طور سے صحابہ کرامؓ کے حالات اور سوانح حیات میں خاصی تحقیق وتفحص اور احتیاط سے کام لیا ہے اور فنِ تاریخ میں باریک بینی اور ژرف نگاہی کا ثبوت دیا ہے۔ فتنۂ معاصرت بری بلا ہے آج چاہے ان کی تاریخ نگاری کا کما حقّہٗ اعتراف نہ کیا جائے مگر مستقبل کے اربابِ علم ونظر طالب ہاشمی کو بلند پایہ مؤرِخ تسلیم کریں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات میں روایتوں کا اختلاف بھی انہوں نے پوری دیانت کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔ کہیں کہیں کسی روایت کو ترجیح بھی دی ہے اور اختلاف کی توجیہ بھی کر دی ہے۔ "انساب" سے انہیں خاصی دلچسپی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے نسب نامے رقم کرنے میں طالب ہاشمی نے خاصی ریسرچ کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے بعد صحابہ کرام (متعنا اللّٰہ باذ کارھم) کے سوانح حیات تقدیسِ فکر اور تزکیۂ نفس کے لیے سب سے زیادہ مفید اور کار آمد ہیں، ان کے مطالعہ سے تعلق باللہ اور عشقِ رسول محکم ومتحرک ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت ہمارے ایمان کی دلیل ہے اور ان نفوسِ قدسیہ سے بغض نفاق کی نشانی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد صحابہ کرامؓ نے اللہ کے دین کی جس خلوص ودردمندی کے ساتھ خدمت، حفاظت اور اشاعت کی' اس کا اعتراف ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ نفوسِ قدسیہ اُمّتِ اسلامیہ کے محسنین ہیں۔ اُن کے احسان کو بھلانے اور اسے مسخ کرنے کی کوشش دلوں کو نہیں چہروں کو بھی مسخ کر دیتی ہے۔

کسی نبی اور رسول کو حضور خاتم النّبیّین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے صحابہؓ کی طرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاں نثار حواری اور ساتھی نہیں ملے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر صحابی اپنی ذات میں آیتِ الٰہی تھا۔ کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول اللہ انہی عظیم رِجالِ کار کے واسطہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ آسمانِ صداقت کے یہ وہ روشن ستارے ہیں جنہیں دیکھ کر اُمّت کے سفینہ کے لیے منزلِ مقصود کا رُخ متعیّن ہوتا ہے۔

جناب طالب ہاشمی کے حصہ میں بہت بڑی سعادت آئی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے تیس صحابہؓ کے حالات یکجا کر کے ایک ایسا مرقّع تیار کیا ہے جس کے مطالعہ ومشاہدہ سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔

"تیس پروانے شمعِ رسالت کے" اس دَور کی قابلِ قدر اور بلند پایہ کتاب ہے جو آغاز سے اختتام تک افادیت سے لبریز ہے جس میں عبادت ومعاملات بھی ہیں، حکمت واخلاق بھی ہے اور جہاد وسرفروشی کا پیغام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبول بنائے اور نئی نسل کو استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ماہر القادری

مدیر "فاران" کراچی

۱۷۔ اپریل ۱۹۷۸ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آہ مولانا ماہر القادریؒ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ماہر القادریؒ ہماری بزمِ علم وادب کا لعلِ شب چراغ تھے۔ ساتھ ہی وہ اسلام کے ایک جری سپاہی اور دین واخلاق کے ایک پُرجوش مبلغ تھے۔ سرورِ کائنات ﷺ اور آپؐ کے جاں نثاروں سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ اسی محبت اور عقیدت کے پیشِ نظر جب میں نے ان سے اس کتاب کا مقدمہ لکھنے کی استدعا کی تو انہوں نے بلا تامل اس کی ہامی بھر لی، لیکن کسے معلوم تھا کہ شمعِ رسالتؐ کے پروانوں کے حضور ان کا یہ خراجِ عقیدت فی الحقیقت ان کے سفرِ آخرت کا مقدمہ ثابت ہوگا۔ انہوں نے بڑے ذوق وشوق سے یہ مقدمہ ۱۷- اپریل ۱۹۷۸ء کو رقم کیا اور اس کے ٹھیک چوبیس دن بعد ارضِ حجاز کے شہر جدّہ میں ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء کو تین بجے صبح بعمر ۷۱ سال اپنے خالقِ حقیقی کے حضور پہنچ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

ہر ذی نفس کو اپنے وقتِ مقررہ پر ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے۔ نہ ایک لمحہ پیچھے اور نہ ایک لمحہ پہلے...... قانونِ قدرت یہی ہے۔

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ

اس لیے یہ کہنا تو جائز نہیں کہ مولانا ماہر القادری کی موت بے وقت تھی لیکن اس کو مرگِ ناگہاں ضرور کہا جا سکتا ہے...... وہ ایک کامل الفن شاعر اور نقاد، تحریک ادبِ اسلامی کے قائد، زبان وبیان کی نزاکتوں کے بہت بڑے رمز شناس، صحافت اور ادب کے میدان کے شہسوار اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک عظیم انسان، عاشقِ رسولؐ اور محبِّ صحابۂ کرامؓ وسلفِ صالحین تھے۔ ان کی ناگہانی موت سے پاکستان کے علمی ادبی اور دینی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ شاید ہی کبھی پُر ہو سکے۔ ان کی اچانک موت نے شعروادب کی محفلوں کو اجاڑ ڈالا ہے اوران کے دوستوں اور مدّاحوں کی زندگی کو جس طرح بے کیف کر دیا ہے اس کو احاطۂ تحریر میں لانا ممکن ہی نہیں۔ ان سطور کا مقصد مولانا ماہرالقادریؒ کے سوانح حیات بیان کرنا نہیں اور نہ ان کے محاسن وکمالات پر گفتگو ہے بلکہ ان کی عظیم بوقلموں شخصیت کے دوتین پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہے۔

کوئی چالیس برس ہوئے راقم الحروف نے پہلی بار مولانا ماہرالقادری کا نام اُس وقت سنا جب ایک جلسے میں کسی صاحب نے ان کے یہ نعتیہ اشعار مسحورکُن لَے کے ساتھ پڑھے۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اس پر جو اُمّت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا
سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت اوجِ دارائی
سلام اس ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

یہ اشعار اتنے اثرانگیز تھے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں بے اختیار عشقِ رسولؐ کے جذبات مَوج زن ہو گئے اس کے ساتھ ہی شاعر "ماہرالقادری" کا نام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل پر نقش ہو گیا، یہ ان سے تعلقِ خاطر کی ابتدا تھی اور پھر زمانے نے اپنے کئی اوراق الٹ دیے یہاں تک کہ افقِ عالم پر مملکتِ خداداد پاکستان کا ظہور ہوا۔

یوں تو مولانا ماہر القادری نے ایک بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے ۱۹۴۷ء سے پہلے ہی ملک گیر شہرت حاصل کر لی تھی لیکن ان کی شخصیت کے اصلی جوہر اس وقت کھلے جب انہوں نے پاکستان آ کر ۴۹ء میں کراچی سے ماہنامہ ''فاران'' نکالا۔ فاران نے پاکستان کے دینی اور علمی و ادبی حلقوں کو چونکا دیا۔ جناب ماہر القادری اس میں سربلندیِ اسلام کے ایک بے باک علمبردار، شرک اور بدعت کے شدید دشمن اور اردو زبان کے نہایت مخلص شیدائی کی حیثیت سے نمودار ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے دینی اور علمی و ادبی حلقوں میں اتنا بلند مقام حاصل کر لیا کہ لوگ ان کی زبان سے سَنَد پکڑتے تھے اور اپنی شعری و نثری تخلیقات پر ان کی فاضلانہ رائے کے منتظر رہتے تھے۔ عملی زندگی میں بھی وہ ایک سچے مسلمان تھے۔ ان کی زندگی، استغنا، شرافتِ نفس، خوش خُلقی، صداقت شعاری، وفا کیشی، سادگی اور منکسر المزاجی کا بہترین نمونہ تھی۔ سرورِ کونین ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کی محبت اور عقیدت ان کے رگ و ریشے میں رچی ہوئی تھی۔ ۱۹۶۸ء کا ذکر ہے کہ اس وقت کے صدر شعبۂ فارسی سندھ یونیورسٹی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کے نام ان کے کسی جاننے والے نے جبل پور (بھارت) سے ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ

''۲ دسمبر بروز پیر میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے۔ روزہ کی حالت میں دوپہر کو قدرے آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا، اتفاق سے اس روز گھر میں بچوں کا شور و غل نہ تھا، نیند لگ گئی۔ تقریباً دو بجے دوپہر کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضور پُر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ایک بزرگ اور ہیں جن کو میں پہچان نہ سکا، حضور پُر نورؐ نے ہماری طرف مخاطب ہو کر یہ دریافت فرمایا کہ کچھ دن سے ماہر القادری نظر نہیں آئے، ان سے کہہ دینا کہ کیا وہ ہمارے ساتھ حوضِ کوثر پر نہیں چلیں گے؟ یہ جملہ فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے اور اس کے بعد ہی میں بیدار ہو گیا۔ قلب و دماغ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو تاثرات تھے ان کا اظہار کس طرح کیا جائے؟ اس سے قلم عاجز ہے"۔

مکتوب الیہ (ڈاکٹر صاحب) نے یہ خط مولانا ماہر القادری کو بھیج دیا۔ اس خط کو پڑھ کر ان پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ ان الفاظ کے سانچے میں ڈھل گئی:۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل، حضور پُرنور کی توجہ اور اپنی قسمت پر جتنا فخر و ناز کروں کم ہے، یہ گنہگار تو اس کرمِ خاص کے ہرگز قابل نہ تھا مگر حضور رحمۃ للعالمین کی رحمت بیحد و بیکراں ہے۔ اس ابرِ کرم کے چھینٹے مجھ سے عاصی اور کمینہ غلام پر بھی پڑ گئے

قاصد رسید و نامہ رسید و خبر رسید
اے دل بگو ترا بکدا می کنم نثار

خدا کرے اس غلامِ بارگاہ کی حالت ایسی ہو جائے

ہر شام کہ می خواہم بریادِ تو می خواہم
ہر صبح کہ برخیزم از عشقِ تو برخیزم

حضورؐ رحمۃ للعالمین ہیں، سراجِ منیر ہیں، بشیر و نذیر ہیں، مصطفیٰؐ و مجتبیٰؐ ہیں، شافعِ روزِ محشر اور ساقیٔ کوثر، صاحبِ قابَ قوسَین اور صاحبِ خیرِ کثیر ہیں۔ جس دل میں حضورؐ کی محبت نہیں اس دل کو خدا کا اقرار بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ حضورؐ احمدؐ و محمدؐ ہیں کہ زمین و آسمان میں میرے آقا و مولا کی مدح و ثناء کی جاتی ہے۔ حضور ﷺ کی اطاعت عین دین اور اصل حق ہے۔

کسیکہ خاکِ درش نیست خاک برسرِ اُو

شاہراہِ مغفرت، منزلِ نجات، جادۂ سعادت، راہِ راست اور صراطِ مستقیم اسی کا نام ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم نظر آتے ہیں...... عشقِ رسولؐ مسلمان کی سب سے بڑی متاع اور طاقت ہے، یہی طاقت و توانائی ملّت کی زندگی اور بیداری اور حرکت کا باعث ہے۔

تری ذات سے محبت، ترے حکم کی اطاعت
ہماری زندگی کا مقصد، یہی اصل دین وایمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضورؐ صاحبِ خُلقِ عظیم ہیں، سرکار کا اسوۂ حسنہ انسانیت کا آخری معیار ہے۔ حضورؐ کی اطاعت ہی سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ حضورؐ کی مقدس زندگی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی تمام کمالات وصفات کی جامع ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضورؐ سے بے نیاز ہو کر خدارسی کا تصور اور بخشش ونجات کی امید خام خیالی اور غلط اندیشی ہے..... حضورؐ کی ذات بشریت اور عبدیت کی معراج اور انسانیت وعبدیت کا منتہائے کمال ہے۔

غالب ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

(''فاران'' جنوری ۱۹۶۹ء) www.KitaboSunnat.com

یہ تحریر مولانا کے عشقِ رسولؐ پر دال ہے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ان کی محبت وعقیدت کا کسی قدر اندازہ اس کتاب کے مقدمہ سے کیا جا سکتا ہے۔ شاید یہ رحمتِ دوعالمؐ اور آپؐ کے جاں نثاروں سے بے پایاں محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلانے سے پہلے دیارِ حبیبؐ میں پہنچا دیا۔

مولانا کو برمنگھم (برطانیہ) میں ہونے والی سیرت کانفرنس میں شریک ہونے کا دعوت نامہ موصول ہوا تھا۔ یہ دعوت انہوں نے قبول کر لی تھی اور فاران کے تین مہینے کے شمارے پیشگی مرتب کر لیے تھے (اس ضمن میں انہوں نے راقم الحروف سے بھی تین مضمون بااصرار لکھوائے تھے) اسی دوران میں انہیں جدّہ کے سفارت خانۂ پاکستان کی طرف سے دعوت موصول ہوئی کہ وہ ۱۱ مئی کو سفارت خانہ کے زیرِ اہتمام ہونے والے مشاعرہ میں شریک ہوں۔ مولانا نے یہ دعوت بھی بصد مسرّت قبول کر لی۔ جدّہ روانہ ہونے سے پہلے ۸ اور ۹ مئی ۷۸ء کو انہوں نے اپنے بعض احباب کو خطوط بھیج کر اپنے سفر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اطلاع دی۔ راقم الحروف کے نام اپنے خط (مورخہ ۸ مئی) میں لکھا:

"میں نومئی کو جدّہ جا رہا ہوں۔ وہاں سفارت خانۂ پاکستان کے زیرِ اہتمام مشاعرہ ہے۔ تین ہفتہ دیارِ حبیب میں حاضری رہے گی۔ الحمدللہ علیٰ احسانہ"

اپنے ایک نہایت ہی پیارے دوست جناب حبیب احمد صدیقی صاحب کو اپنے خط (مورخہ ۹ مئی) میں لکھا:

"میں نومئی کو جدّہ جا رہا ہوں، وہاں ۱۱ مئی کو سفارت خانۂ پاکستان کے زیرِ اہتمام مشاعرہ ہے۔ تین ہفتے کے قریب دیارِ قدس میں حاضری رہے گی۔ سعادت ہی سعادت، رحمت ہی رحمت ع کلاہِ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید"

اسی خط میں انہوں نے یہ شعر بھی لکھا:

زندگی آج تک تو تھی رنج وخوشی کی دھوپ چھاؤں
اب ہے بہ فیضِ قربِ دوست حاصلِ عمرِ جاوداں

گویا وہ رنج وخوشی کی دھوپ چھاؤں کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہنا چاہتے تھے۔

۱۰ مئی ۸ے۹۱ء کی صبح کو وہ جدّہ ایئرپورٹ پر اترے، وہاں سے سیدھے مکّہ معظّمہ پہنچ کر عمرہ ادا کیا اور عصر کے بعد جدّہ تشریف لے گئے تاکہ ۱۱ مئی کے مشاعرے میں شریک ہونے کی تیاری کریں۔

۱۱ مئی کو مشاعرے کا پہلا دَور سوا دس بجے شب شروع ہوا اور ساڑھے بارہ بجے ختم ہو گیا۔ اب ۱۲ مئی جمعۃ المبارک کا آغاز ہو چکا تھا، ایک گھنٹہ کے وقفہ کے بعد مشاعرہ کا دوسرا دَور شروع ہوا۔ مولانا نے اس میں "کراچی نامہ" کے عنوان سے اپنی نظم سنائی۔ اس کے بعد وہ نعت سنانا چاہتے تھے لیکن سٹیج سیکرٹری نے یہ کہہ کر روک دیا کہ تیسرا دَور نعتوں کا ہو گا۔ نعت اسی میں پیش کریں۔ چنانچہ ماہر صاحب اپنی نشست پر چلے گئے۔ دوسرے دَور کے آخری شاعر ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اپنا کلام سناتے ہوئے جب یہ شعر پڑھا ؎

"بہشت میں بھی ملا ہے مجھے عذابِ شدید
یہاں بھی مولوی صاحب ملے ہیں ہمسائے"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو مولانا ماہر القادریؒ تڑپ کر اپنی نشست سے اٹھے، مائک پر پہنچ کر حفیظ صاحب کے شانے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:

"یہ صاحب غلط جگہ پہنچ گئے"

یہ فرما کر اپنی نشست پر اطمینان سے بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ ملک الموت نے انہیں ان کے مولائے اعلیٰ سے ملا دیا۔ وفات کے بعد مولانا کی میت کو جدّہ ہسپتال کے برف خانہ میں رکھ دیا گیا۔ اس اثناء میں حکومتِ سعودی عرب سے مکّہ معظّمہ میں ان کی تدفین کی اجازت لے لی گئی۔ ۱۲ مئی جمعۃ المبارک کو نمازِ عصر کے ساتھ سفارت خانہ کی ایمبولینس گاڑی میں ماہر صاحب کی میت مکہ معظّمہ کے مدرسۂ صولتیہ میں پہنچائی گئی، وہیں مسنون طریقہ پر غسل دیا گیا اور تکفین کی گئی۔ بہت سے اصحاب نے ان کے جسم اور کفن کو عطر اور خوشبو سے معطّر کیا۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ ماہر صاحب کے چہرے کا سکون اور ہلکی سی مسکراہٹ دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ عاشقِ رسولؐ بڑے اطمینان اور مسرّت سے اپنے خالق کے حضور جا رہا ہے۔ نمازِ مغرب سے آدھ گھنٹہ قبل جنازہ روانہ ہوا۔ اس میں پاکستانی اور دوسرے مسلمانوں کی کثیر تعداد شامل تھی۔ نمازِ مغرب سے قبل حرم شریف میں ان کی طرف سے سو طواف ہو گئے۔ شرکاءِ جنازہ کی زبان پر کلمۂ طیّبہ جاری تھا۔ جنت المعلیٰ کے جس احاطے میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور کئی دوسرے مشاہیر علماء و صلحاء آسودۂ خواب ہیں، ماہر صاحب کو بھی اسی احاطے میں تلاوت اور ذکر کی فضا میں آہوں اور آنسوؤں کے ساتھ سپردِ خاک کر دیا گیا...... اللہ اکبر' کون مسلمان ہے جو ایسی موت اور ایسی آرام گاہ پر رشک نہ کرے؟ ان کے سفرِ آخرت کی روداد پڑھ کر میرے کان غیب سے مولانا ماہر القادری کی زبانِ مجاز سے یہ الفاظ سنتے ہیں:

يٰلَيْتَ قَوْمِىْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِىْ رَبِّىْ وَجَعَلَنِىْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (یٰسین)

(اے کاش کہ میری قوم جانتی کہ اللہ نے مجھے بخشا اور ان میں داخل کیا جن پر اس کا کرم ہوا ہے)

راقم الحروف سے مولاناؒ کو جو تعلقِ خاطر تھا اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بس اسی قدر کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ مولانا میرے مربی اور محسن تھے اور میرے ساتھ ان کے تعلقِ خاطر کی بنیاد، آقائے دو جہاں ﷺ اور صحابہء کرامؓ سے محبت، اسلام کو سر بلند دیکھنے کے جذبے اور اردو زبان سے گہرے لگاؤ پر قائم تھی۔ میں نے آج تک دین واخلاق اور اردو زبان کی جو تھوڑی بہت خدمت کی ہے، اس میں مولانا کی حوصلہ افزائی کا بھی بڑا دخل ہے۔ مولانا سے میری مراسلت کا آغاز جنوری ۶۳ء میں ہوا، افسوس کہ مراسلت کا یہ سلسلہ ۸ مئی ۱۹۷۸ء کو ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

مولانا سے خط کتابت کے باوجود مجھے عرصہ تک فاران کے لیے کوئی مضمون بھیجنے کی ہمت نہ پڑی۔ ان کی قد آور ادبی شخصیت کی ہیبت کے سامنے قلم بے بسی محسوس کرتا تھا۔ آخر جی کڑا کر کے پہلا مضمون اوائل ۱۹۷۵ء میں مولانا کو بھیج ہی دیا، اس مضمون کو پڑھ کر مولانا نے جو اثر قبول کیا اس کی کیفیت انہوں نے اپنے مقدمہ میں بیان کر دی ہے۔ اس کے بعد وہ مجھ سے اپنی وفات تک فاران کے لیے بالالتزام مضمون لکھواتے رہے۔ میرے پاس مولاناؒ کے سو خطوط محفوظ ہیں، اللہ نے توفیق دی تو ان کو جلد ہی منظرِ عام پر لانے کی کوشش کروں گا۔

مولانا ماہر القادریؒ کی دلآویز شخصیت کی یاد آخر دم تک ان کے دوستوں اور مداحوں کے دلوں میں جاگزیں رہے گی اور وہ زبانِ حال سے پکارتے رہیں گے۔

اے کہ بودی تو جانِ محفلِ ما
دُور رفتی مگر نہ از دلِ ما

بارِ الہا! تو مولانا ماہر القادری کی قبر کو روشن کر دے، اس پر رحمت کے پھول برسا اور مولانا کو جنّتُ الفردوس میں جگہ عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

دل فگار

طالب ہاشمی

۸ ستمبر ۱۹۷۸ء جمعۃ المبارک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہدیہ

اُن

مقدس ہستیوں کے نام

جنہوں نے

شہادتِ حق کی پاداش میں

طوق وسلاسل کو خندہ پیشانی سے گوارا کیا

دار و رسن کی آزمائش کو ہنس کر دعوت دی

تلواروں کی دھاروں پر رقصِ بسمل کیا

وطنِ عزیز اور مال واولاد کو خوشدلی سے خیرباد کہا

غرض کوئی ایسی مصیبت نہ تھی جو انہوں نے اللہ کی راہ میں نہ اٹھائی

اور

پھر

اُن شاہین نوجوانوں کے نام

جنہوں نے

نہ صرف پاکستان بلکہ روئے زمین پر

اسلام کو غالب کرنے کا عزم کرلیا ہے

الٰہی

ان کو سوزِ صدیق ؓ، دلِ مرتضیٰ ؓ، روحِ بلال ؓ اور فقرِ بوذر ؓ و سلمان ؓ عطا کر

اور اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرما۔

آمین ثم آمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَلاکشانِ اسلام کا رجز

تقدیس کو لے کر بڑھتے ہیں ایمان کو لے کر بڑھتے ہیں
ہم دار و رسن کے دیوانے قرآن کو لے کر بڑھتے ہیں
اے وقت گزرتے ہیں تیرے دامن کو لہو سے سینچ کے ہم
اے موت سلامی دیتے ہیں تجھ کو بھی سنائیں کھینچ کے ہم
ترجیح اجل کو دیتے ہیں بے سوزِ محبّت جینے پر!
ہم زہر کے خُم پی جاتے ہیں آتے ہیں کبھی جو پینے پر
مقتل کی طرف اب جاتے ہیں اے موت ترے لب چُوم کے ہم
لے جامِ شہادت پیتے ہیں، ساقی کی ادا پہ جُھوم کے ہم
ہم شمعِ یقیں کے پروانے شعلوں سے محبّت کرتے ہیں
اے زیست ہماری راہ سے ہٹ ہم موت کی عزّت کرتے ہیں
قرآن کی عظمت یاد رکھو، قرآن اصولِ ہستی ہے
کچھ اہلِ یقیں ہی سمجھے ہیں، یہ بابِ قبولِ ہستی ہے

(ساقیؔ جاوید)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o

دنیا والوں کے نام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام وادیٔ غیر ذی زرع میں مبعوث ہونے والے خیر الخلائق، فخرِ موجودات، سیّد المرسلین، رحمتِ دو عالم جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی معرفت آج سے چودہ سو برس پہلے ریگ زارِ عرب میں سنایا گیا۔ مبارک تھیں وہ ہستیاں جنہوں نے ہادیٔ برحق کی آواز پر لبیک کہا، خود ساختہ معبودوں کی غلامی سے نکل کر ایک حقیقی خدا کی غلامی اختیار کی اور تمام نفسانی خواہشات کو ٹھکرا کر اور ہر قسم کے فسق وشرک کا جُوا اتار پھینکنے کے بعد صرف حکومتِ الٰہی قائم کرنے کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ قبولِ اسلام سے پیشتر جو لوگ پرلے درجے کے پسماندہ وحشی اور جاہل تھے اور جن کے شرک کا یہ عالم تھا کہ راستے میں چار پتھر مل جاتے تو تین سے استنجا کر لیتے اور ایک کو معبود بنا لیتے۔[1] انہوں نے ایک ایسی قلیل مدت میں دنیا کی عظیم سلطنتوں کے تخت الٹ دیے کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ان کی کامیابی کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ انہوں نے ربِّ اکبر کی حکومت کو قائم کرنے اور اسی میں زندہ رہنے کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیا۔ ان کی زندگی اور موت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے تھی۔ سفر اور حضر،

---

[1] مسند دارمی میں لکھا ہے کان الرجل فی الجاھلیۃ اذا سافر حمل معہٗ اربعۃ ثلثۃ یقدر بھا والرابع یعبدہٗ یعنی عرب کی جاہلیت کا یہ حال تھا کہ کہیں مسافرت میں چار پتھر راستے سے اٹھا لیے۔ تین پتھروں سے استنجا کر لیا اور چار میں سے ایک کو معبود بنا لیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلوت اور جلوت، جنگل اور پہاڑ، صحرا اور دریا، جنگ اور امن غرضکہ کوئی موقع اور وقت ایسا نہ تھا جس میں انہوں نے نہایت استقامت، دیانت، خلوص اور پاکبازی کے ساتھ خدا کی رسّی کو مضبوطی سے نہ پکڑے رکھا ہو۔ انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے احکام کی بجا آوری میں اپنی تمام خواہشات کو رد کر دیا اور خداوندِ حقیقی کے اس انعام کو پالیا جس کا اس نے اپنے پیغام میں وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد جُوں جُوں زمانہ گزرتا گیا مسلمان قوم سینکڑوں انقلابات سے دوچار ہوئی۔ اس کے عروج وزوال کی داستانیں اپنے اندر عبرت وموعظت کا عظیم سامان پنہاں رکھتی ہیں۔ ہندوستان پر تقریباً آٹھ سو سال تک مسلمانوں نے بڑے شکوہ سے حکومت کی۔ ہسپانیہ میں ساڑھے سات سو برس تک مسلمانوں کے اقبال کا آفتاب نصف النّہار پر رہا۔ صقلیہ (سسلی SICILY) پر تین صدیوں تک پرچمِ اسلام لہراتا رہا۔ خلافتِ روم (TURKISH EMPIRE) صدیوں تک ایک عظیم الشان طاقت بنی رہی۔ دنیا کے تاریک ترین اور دور دراز گوشوں کو بھی مسلمانوں نے اپنے علم اور تہذیب سے منور رکھا۔ لیکن چشمِ فلک نے کچھ اور نظارے بھی دیکھے۔ وہ خطّہ ہائے زمین جن پر اولوالعزمانِ اسلام نے صدیوں تک اپنے فضل وکمال اور جاہ وجلال کا عَلَم بلند رکھا اور محض قوّتِ ایمانی کے بل پر بڑی مہیب طاغوتی طاقتوں کو نیچا دکھایا، وہ بالآخر انہی کے فرزندوں کے لیے تنگ ہو گئے۔ ہندوستان کے مسلمان آگ اور خون کے ایک ایسے ہولناک طوفان سے گزرے جسے دیکھ کر بڑے بڑے سنگدل خون کے آنسو رو دیے اور انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ سپین اور سسلی کے مسلمانوں کو اس طرح نکالا گیا یا ختم کیا گیا کہ آج تک وہاں کے چپہ چپہ پر رفیع الشان محلات، پرشکوہ مساجد اور دوسری بیمثل عمارات مسلمانوں کی عظمت وشوکت پر نوحہ خواں ہیں اور مسلمانوں کی صورت تک کو ترس رہی ہیں۔ خلافتِ روم بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں منقسم ہو گئی اور سلطنتِ یہود مسلمانانِ عالم کے سینے میں خنجر کی طرح پیوست ہو گئی۔ زمانۂ حاضر میں ہندوستان اور فلسطین کے مسلمانوں پر جو قیامت گزری وہ نوعیت کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی ہولناک اور زہرہ گداز ہو لیکن تاریخ میں عدیم المثال نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس سے پیشتر کئی موقعوں پر مسلمان بہیمیت، درندگی اور سفاکی کے ہولناک طوفانوں سے گزر چکے ہیں۔ صلیبی جنگوں (CRUSADES) میں یورپ کے "مہذّب" مسیحی سپاہیوں نے مسلمانوں پر وہ ظلم توڑے کہ آج عیسائی مؤرّخ بھی شرم کے مارے سر جھکا لیتے ہیں۔ خواتین کی عصمت دری' حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرنا، بچوں کو نیزوں پر اچھالنا، ضعیفوں اور اپاہجوں کو بیدردی سے قتل کرنا، تندرست مسلمانوں کو بلند میناروں سے گرا کر، آگ میں جلا کر اور دوسری اذیتیں دے دے کر مارنا عام باتیں تھیں۔ صلیب کے جھنڈے تلے ان لوگوں نے ایسے ایسے گناہوں کا ارتکاب کیا کہ ارض و سما کانپ اٹھے۔ ملز (MILLS) اور وان سبل (VON SYBEL) عیسائی مؤرخین اعتراف کرتے ہیں کہ عیسائی افواج کے کیمپوں میں مسلمانوں کا گوشت دن دہاڑے بکتا تھا۔ عروس البلاد بغداد کو جب تاتاریوں نے تاخت وتاراج کیا تو سولہ لاکھ مسلمان اس بے دردی سے ذبح کر ڈالے کہ آج قلم کو ان کے حالات قلمبند کرنے کا یارا نہیں ہے۔ سعدیؒ شیراز اس سانحۂ جانگداز پر پکار اٹھے۔

آسماں را حق بُود گر خوں ببارد بر زمیں

یہ سب کچھ کیوں ہوا اس کا جواب بڑا طویل اور جگر خراش ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمان اپنا کردار کھو بیٹھے۔ موت ان کی نظر میں ہلاکت بن گئی۔ جہاد فی سبیل اللہ اور فقر و عشق ان کے لیے قصۂ پارینہ بن گئے۔ نتیجہ ظاہر۔ برّ کوچک ہند کے مسلمانوں کی غفلت اور بے حسی بھی اس انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ اگر بروقت ایک رجلِ عظیم کو خبردار نہ کر دیتا تو آج یقیناً ان کی حالت سپین اور سسلی کے مسلمانوں سے مختلف نہ ہوتی۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں مسلمان آگ اور خون کے دریاؤں سے گزرے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک رفیع الشّان نعمت سے بھی نوازا یعنی افقِ عالم پر ایک ایسی مملکت کا ظہور ہوا جو محض دینِ حق کی سربلندی کی خاطر قائم ہوئی۔ احیائے اسلام کے لیے پاکستان دنیا بھر کے مسلمانوں کی آخری امید گاہ ہے۔ گزشتہ اور موجودہ دور میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ پاکستان کا بچہ بچہ ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر دینِ حق کی سربلندی کے لیے کفن بردوش ہو جائے۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الّا اللّٰہ کی صحیح تفسیر بن جائے اور نہ صرف پاکستان بلکہ روئے زمین پر اسلام کو غالب کرنے کا عزم لے کر اٹھے۔

صحابۂ کرامؓ اور صلحائے اُمت کے حالات پڑھنے اور ان کا چرچا کرنے سے دلوں کا تزکیہ ہوتا ہے اور اس کتاب کی تالیف کا مقصد بھی یہی ہے۔ اس میں تیس صحابۂ کرامؓ کے حالات بیانیہ انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ ان میں سے بیشتر مضامین ملک کے کئی وقیع رسائل مثلاً ''فاران'' کراچی، ''ضیائے حرم'' لاہور، ''محفل'' لاہور، ''محدّث'' لاہور، ''سیارہ ڈائجسٹ'' لاہور وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں اور علمی حلقوں میں بے حد پسند کیے گئے ہیں۔

ان نفوسِ قدسیہ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شان استقامت وعزیمت کیا ہے۔ شیوۂ تسلیم ورضا کیا ہے اور مقامِ فقر وعشق کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان مردانِ حق کے تذکرے پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہمیں بھی ان کے نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب ہوتی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس ناچیز محنت کو قبول فرمائے اور اسے میرا وسیلۂ نجات بنائے۔ فرطِ ذوق وشوق میں اگر ادب واحترام کی حدود کہیں نظر انداز ہوگئی ہوں تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے معاف فرمائے اور قارئین سے التجا ہے کہ میری بے احتیاطیوں اور کوتاہیوں سے مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح ہو سکے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

المذنب۔ راجی شفاعت وغفران

طالب ہاشمی لاہور

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۸ء بمطابق یکم اپریل ۱۹۷۸ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زیدؓ بن حارثہ محبوبِ رسولﷺ

(۱)

رسولِ اکرم ﷺ کی رحلت کے سالہا سال بعد ایک دن فاروقِ اعظمؓ کے جلیل القدر فرزند حضرت عبداللہؓ نے مسجد نبوی کے ایک گوشے میں ایک نوجوان کو دیکھا جس کی پیشانی نورِ سعادت سے ایسی درخشاں تھی کہ ضعیف العمر عبداللہؓ کو بے اختیار اس کی طرف کشش پیدا ہوئی۔ پاس ہی عبداللہؒ بن دینار بیٹھے تھے، ان سے پوچھا۔ ''یہ نوجوان کون ہے؟ اے کاش! یہ میرے پاس آئے''۔

ایک شخص بولا، ''ابوعبدالرحمٰن کیا آپ اسے نہیں جانتے، یہ زیدؓ کا پوتا محمدؒ بن اُسامہؓ ہے''۔ حضرت عبداللہؓ بن عُمرؓ نے یہ سُن کر تعظیم سے گردن جھکا لی اور ہاتھوں سے زمین کریدنے لگے! پھر فرمایا:

> ''اگر رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھتے تو (اس کے باپ اور دادا کی طرح) اس کو بھی محبوب رکھتے''۔

اتنا کہتے کہتے ان کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ اس وقت ان کو محمدؒ کے دادا زیدؓ بن حارثہ سے سیّدنا محمد بن عبداللہ ﷺ کی محبت اور زیدؓ بن حارثہ کی اپنے آقا سے والہانہ شیفتگی یاد آ گئی۔ اسی یاد نے انہیں بے قرار کر دیا۔ زیدؓ بن حارثہ وہی تو تھے جو سرورِ کونین ﷺ کے محبّ بھی تھے اور محبوب بھی۔ جن کی زندگی کے بے شمار لیل و نہار رحمتِ عالم ﷺ کی خدمت میں گزرے تھے جن کے متعلق حضورؐ نے فرمایا تھا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں زید کا وارث ہوں اور زید میرا وارث ہے''۔

جو کبھی فرزندِ رسول (ابنِ محمدؐ) کے نام سے مشہور تھے۔ اسی لیے تو ان کی اولاد کو دیکھ کر بڑے بڑے رفیع المرتبت صحابہؓ از خود رفتہ ہو جاتے تھے اور انہیں جناب رسالت مآب ﷺ کا وہ مقدس زمانہ یاد آ جاتا تھا۔ جب زیدؓ نے اپنا سب کچھ عشقِ حبیبؐ کی نذر کر دیا تھا۔

(۲)

یمن کے ایک معزز قبیلہ بنو قضاعہ (بنو کلب) کے رئیس حارثہ بن شراحیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے خوب نوازا تھا۔ قبیلہ طے بنو معن کی ایک نیک سیرت خاتون سعدیٰ بنتِ ثعلبہ اس کی رفیقۂ حیات تھی۔ اولاد بھی اللہ تعالیٰ نے دے رکھی تھی اور مال و دولت کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ میاں بیوی اور تین بچوں اسماء جبلہ اور زید پر مشتمل یہ چھوٹا سا کنبہ ہنسی خوشی سے دن گزار رہا تھا کہ یکا یک ہوا کا رخ بدل گیا۔ سعدیٰ ایک دفعہ اپنے آٹھ سالہ فرزند زید کو ساتھ لے کر ایک قافلے کے ہمراہ اپنے والدین کے گھر جا رہی تھی کہ راستے میں بنی قین بن جسر کے لوگوں نے قافلے پر چھاپا مارا۔ مال و اسباب کے علاوہ سعدیٰ کے لختِ جگر کو بھی ان سے چھین لیا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اپنے نورِ بصر کے یوں چھن جانے سے بدنصیب ماں کی دنیا اندھیر ہو گئی وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور اس کی فریاد اور نالوں سے زمین و آسمان کا کلیجا پھٹا جاتا تھا[1]۔ جب حارثہ کو اپنے فرزندِ دلبند کے اغوا ہونے کی خبر ملی تو بدنصیب باپ وفورِ رنج والم سے دیوانہ ہو گیا۔ قریہ قریہ اور کوچہ کوچہ زید زید پکارتا پھرتا تھا۔ صحرا، جنگل پہاڑ سب چھان مارے لیکن زید کا کھوج نہ ملنا تھا نہ ملا۔ فراقِ پسر میں دیوانہ باپ چرند پرند، شجر و حجر ہر ایک سے التجا کرتا تھا کہ للہ میرے

---

[1] ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت زیدؓ کے اغوا کے وقت ان کی والدہ سعدیٰ وفات پا چکی تھیں۔ وہ اپنے دو فرزندوں جبلہ اور زید اور بیٹی اسماء کو اپنے ساتھ ان کے ننھیال لے گئی تھیں۔ جب سعدیٰ فوت ہو گئیں تو حارثہ، اسماء اور جبلہ کو اپنے پاس لے گئے۔ لیکن زیدؓ نانا کے پاس ہی رہے۔ کچھ مدت کے بعد بنو فزارہ نے قبیلہ طے پر چھاپا مارا اور منجملہ دوسرے مال و اسباب اور آدمیوں کے زیدؓ کو بھی اغوا کر کے لے گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرزند کا کچھ تو پتا دو۔ لُو کے جاں سوز تھپیڑوں اور نسیمِ سحری کے روح پرور جھونکوں سے بھی اس کی یہی التجا تھی کہ خدا کے لیے میرے نورِ نظر کا پتا لاؤ۔ بیٹے کے فراق میں اس کے کہے ہوئے نوحے زبان زدِ خلائق ہو گئے تھے۔ وہ جب اپنے یوسفِ گم گشتہ کے لیے یہ نوحہ پڑھتا تھا تو دوست تو دوست دشمن بھی رو دیتے تھے۔

"میں زید کے لیے رویا پیٹا لیکن معلوم نہیں وہ کہاں گیا۔

نہ معلوم وہ زندہ ہے کہ امید کا دیا روشن رکھوں یا اس نے جامِ اجل پی لیا۔

بخدا میں بار بار پوچھتا بھی ہوں پھر بھی نہیں جانتا کہ تو نرم زمین کی پہنائیوں میں غرق ہو گیا یا تجھے پہاڑ نگل گیا۔

کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تیری واپسی کبھی ممکن ہے (تجھے کیا معلوم کہ) تیری واپسی سے میری دنیا آباد ہو جائے گی۔

طلوعِ شمس مجھے اس کی یاد دلاتا ہے اور غروبِ آفتاب پھر اس کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

بادِ بہاری کے جھونکے اس کے فراق کی آگ کو بھڑکا دیتے ہیں۔ آہ میں کتنے رنج والم میں مبتلا ہوں۔

اے فرزند! میں تیری تلاش میں دنیا کا کونہ کونہ چھان ماروں گا۔ اس جستجو سے عمر بھر نہ تھکوں گا یہاں تک کہ اونٹ تھک جائے۔

یا مجھ پر موت وارد ہو جائے۔ ہر انسان فانی ہے اگرچہ سرابِ اُمیّد نے اسے دھوکا دے رکھا ہو۔

میں قیس اور عمرو کو وصیت کرتا ہوں، پھر یزیدؓ[1] کو اور اس کے بعد جبل (جبلہ) کو کہ وہ زید کی تلاش جاری رکھیں"۔

بے شمار لیل ونہار یونہی گزر گئے۔

---

[1] یزید اور جبلہ، زیدؓ کے سوتیلے بھائی تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)

دوسری طرف حارثہ بن شراحیل کے یوسفِ گم گشتہ کے لیے قدرت نے وہ مراتب مقدر کر رکھے تھے کہ جن کے لیے فرشتے بھی ترستے تھے۔

زیدؓ کو رہزن، والدہ کی شفیق گود سے جدا کر کے عکاظ کے بازار میں لے گئے۔ وہاں اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے انہیں چار سو درہم میں خرید لیا اور مکہ آ کر اپنی پھوپھی کی نذر کر دیا۔ جب سرورِ عالم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو آپؐ نے ان کے ہاں زیدؓ کو دیکھا۔ اس نوجوان لڑکے کے خصائل و اطوار آپؐ کو اس قدر پسند آئے کہ آپؐ نے انہیں حضرت خدیجہؓ سے مانگ لیا۔ اس طرح اس بلند اقبال نوجوان کو پندرہ برس کی عمر میں ایک ایسی مقدس ہستی کی بارگاہ میں غلامی کی سعادت نصیب ہوئی جو نویدِ مسیحا اور دعائے خلیل تھی۔ ایسے غلام کی خوش بختی کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ زیدؓ کی نیک سیرت اور بے پناہ خلوص نے انہیں حضورؐ کی شفقت اور الطاف کا مَورِد بنا دیا۔ زیدؓ کو بھی حضورؐ سے ایسی محبت ہو گئی کہ انہیں جمالِ حبیبؐ کی زیارت کے بغیر ایک لمحہ چین نہ پڑتا تھا۔

(۴)

اسی زمانے میں ایک سال بنو کلب کے چند آدمی حج کے لیے مکّہ آئے۔ بنو قضاعہ اور ان لوگوں کی قرابت داری تھی۔ ایک دن وہ حارثہ بن شراحیل کا وہ نوحہ جو اس نے اپنے بیٹے کے فراق میں کہا تھا بڑی پرسوز آواز میں پڑھ رہے تھے کہ زیدؓ کا ادھر سے گزر ہوا۔ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ بنو کلب کے لوگوں کی نظر بھی ان پر پڑی۔ انہوں نے فوراً پہچان لیا کہ حارثہ کا گم گشتہ فرزند یہی ہے۔ زیدؓ کو قریب بلا کر نام اور دوسرے حالات دریافت کیے تو ان کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اب انہوں نے زیدؓ کو ان کے والد کی داستانِ غم سنائی اور انہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ لیکن زیدؓ عشقِ رسولؐ کے اس مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں ماں باپ عزیز و اقارب سب کی محبت ان کے سامنے ہیچ تھی۔ انہوں نے بنو کلب کے حاجیوں سے کہا:-

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میرے بزرگو اور بھائیو! براہِ کرم میرے غمزدہ خاندان کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ گو میں ان سے دور ہوں لیکن اپنی قوم سے محبت کرتا ہوں۔ میں خانۂ کعبہ میں مشعرِ حرام کے قریب رہتا ہوں اس غم کو بھول جاؤ جس نے تمہیں رنجور کر رکھا ہے اور اونٹوں کی طرح چل کر دنیا کی خاک نہ چھانو۔ خدا کا شکر ہے کہ میں بنی معد کے ایک معزز خاندان میں ہوں جو پشت ہا پشت سے ذی عزت ہے''۔

(۵)

جب ان حاجیوں نے واپس جا کر حارثہ بن شراحیل کو اس کے گم شدہ فرزند کے متعلق خبر دی اور اس کا پیغام پہنچایا تو مایوس اور غمزدہ باپ کو فرطِ مسرّت سے غش آ گیا۔ ہوش آیا تو اپنے بھائی کعب اور دوسرے بیٹے جبلہ کو ساتھ لے کر فوراً مکّہ کی راہ لی۔ دنوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کی اور سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں پہنچ کر بے اختیار رونا شروع کر دیا...... سالہا سال سے اپنے نورِ بصر سے بچھڑا ہوا باپ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور سسکیاں بھرتے ہوئے رحمتِ عالم ﷺ کی خدمت میں یوں عرض پیرا ہوا:۔

''اے صاحبِ قریش، اے ابنِ عبدالمطّلب، اے حرم کے متولّی، اے غریبوں کے والی، اے مصیبت زدوں کے دست گیر، میں ایک دلفگار مصیبت زدہ شخص ہوں۔ خدا کے لیے میرے لختِ جگر کو مجھ سے ملا دو۔ اور مجھے اجازت دو کہ اسے اپنے ساتھ لے چلوں۔ اس کی آزادی کے لیے میں اپنی ساری متاع دینے کو تیار ہوں''۔

حضورؐ نے غمزدہ باپ کی ڈھارس بندھائی اور پوچھا:۔

''تمہارا لختِ جگر کون ہے؟''

اس نے کہا، ''زید''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضورؐ نے فرمایا، ''جو زید پسند کرے وہی مجھے منظور ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ میں کوئی فدیہ لیے بغیر اس کو تمہارے حوالے کر دوں گا اور اگر وہ میرے ساتھ رہنا چاہے تو میں ایسا نہیں کہ اسے زبردستی اپنے سے جدا کروں''۔

چنانچہ فیصلہ کے لیے زیدؓ کو بلایا گیا۔ انہوں نے ایک ہی نظر میں اپنے باپ، چچا اور بھائی کو پہچان لیا لیکن حضورؐ کے اجلال اور پاسِ ادب سے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ حضورؐ نے پوچھا:۔

''زید جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں؟''

انہوں نے عرض کیا: ''جی ہاں، یہ میرے والد ہیں، یہ چچا اور یہ میرا بھائی ہے''۔

حضورؐ نے فرمایا، ''اٹھو اور ان کو سلام کرو''۔

زید حکم پاتے ہی اٹھے اور ان سب سے ملے۔ اس موقع پر ہجر و فراق کا مارا ہوا باپ اپنے کھوئے ہوئے ''لختِ جگر'' کو سینے سے چمٹا کر اس قدر رویا کہ ڈاڑھی اور کپڑے تر ہو گئے۔ یہ ایسا رِقت انگیز منظر تھا کہ دیکھنے والے بھی آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکے۔ جب جذبات ذرا سکون پذیر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا:

''زید! یہ تمہارے باپ اور چچا تمہیں لینے آئے ہیں، میری طرف سے تمہیں پورا اختیار ہے، اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہو تو شوق سے جا سکتے ہو''۔

حضرت زیدؓ نے فوراً جواب دیا:

''میرے آقا آپؐ کی ذاتِ گرامی پر میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ ﷲ مجھے اپنے قدموں سے جدا نہ کیجیے''۔

یہ سن کر حارثہ بن شراحیل ششدر رہ گئے۔ انہوں نے زیدؓ سے کہا:۔

''زید افسوس تم آزادی، باپ، چچا، بھائی، خاندان اور وطن پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو''۔

زید بولے:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"میرے آقا مجھ پر اس قدر مہربان ہیں کہ حقیقی والدین بھی اپنی اولاد کے حق میں اتنے رحیم وشفیق نہیں ہوتے۔ اس لیے میں ان کی غلامی کو ہزار آزادیوں پر ترجیح دیتا ہوں"۔

حضرت زیدؓ کا جواب سن کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مسرور ہوئے کہ آپؐ نے اسی وقت انہیں آزاد کر دیا۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر خانۂ کعبہ میں تشریف لے گئے اور قریش کے مجمعِ عام کے سامنے اعلان فرمایا:۔

"لوگو! گواہ رہنا کہ زید آج سے میرا فرزند ہے، میں اس کا وارث ہوں اور یہ میرا وارث ہوگا"۔

حارثہ، کعب اور جبلہ نے حضورؐ کی یہ شفقت دیکھی تو فرطِ مسرت سے بیخود ہو گئے۔ آپؐ کی دریا دلی اور کریم النفسی کا شکریہ ادا کیا اور خوش وخرم اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ حضرت زیدؓ کو بہت پہلے اپنا متبنیٰ بنا چکے تھے۔ جب زیدؓ کے والد اور چچا مکہ آئے تو حضورؐ نے زیدؓ کو فرزند بنانے کے اعلان کی محض تجدید فرمائی۔ اس واقعہ کے بعد لوگ حضرت زیدؓ کو "زید بن محمدؐ" کہنے لگے۔

حضرت زیدؓ کے جذبۂ عشقِ رسول کو ایک دردمند شاعر (مولانا ضیاء احمد بدایونی) نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے:۔

زبدۂ حلقۂ اربابِ وفا حضرت زیدؓ — تھے جو مشہور پسرِ خواندہ شاہِ ابرارؐ
متفق ہو کے جنہیں کرتے ہیں سب اہلِ سیر — اوّلیں حلقہ بگوشانِ رسالت میں شمار
ہیں یہی جن کو کیا نام سے قرآن میں یاد — حق نے منجملہ اصحابِ رسولِ مختارؐ
اپنے ماں باپ سے بچپن میں بچھڑ کر اک دن — سرِ بازار بکے صورتِ یوسفِ ناچار
لے کے پھر خدمت سلطانِ دو عالمؐ کے لیے — کر دیا نذر خدیجہؓ نے انہیں آخرِ کار
باپ نے یوسفِ گم گشتہ کی پائی جو خبر — دل کو دم بھر نہ رہا صورتِ یعقوبؑ قرار
آئے مکہ میں کہا حال شہِؐ والا سے — ہوا ارشاد کہ خود زید ہیں اس میں مختار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزمائش تھی یہ کچھ ایسی کٹھن جس کے سبب — اک عجب کشمکش صعب میں تھی جانِ نزار
اک طرف باپ کی کلفت سے تھی خاطر مغموم — اک طرف آپکی اُلفت سے تھی فطرت سرشار
عقل کہتی تھی کہ راحتِ دنیا منظور — عشق کہتا تھا کہ اس راہ میں راحت ہے عار
عقل کہتی تھی مبارک ہو تجھے مسندِ گل — عشق کہتا تھا گوارا ہے مجھے بسترِ خار
تھام کر دامنِ سرکارؐ کو آخر یہ کہا
لاکھ آزادیاں اک تیری غلامی پہ نثار

(۶)

اوپر جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ بعثت سے پہلے کے ہیں۔ رحمتِ عالم ﷺ جب منصبِ نبوت پر سرفراز ہوئے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی کرّم اللہ وَجہہٗ کے ساتھ حضرت زیدؓ کو بھی یہ عظیم شرف حاصل ہوا کہ وہ کسی شک اور تردّد کے بغیر فوراً حضورؐ پر ایمان لے آئے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زیدؓ ایمان لائے لیکن وہ غلام نہیں تھے بلکہ حضورؐ مدتوں پہلے انہیں آزاد کر چکے تھے اس لیے قبولِ اسلام میں تقدّم کی فضیلت میں وہ مذکورہ تینوں بزرگوں کے برابر کے شریک ہیں۔[1]

حضورؐ نے اپنے محبوب چچا شیرِ خدا حضرت حمزہؓ سے ان کا بھائی چارا یعنی رشتۂ مواخاۃ قائم کرا دیا تھا۔ یہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ جب کسی غزوے میں جاتے تو حضرت زیدؓ کو اپنا وصی بنا کر جاتے تھے۔ دونوں کے تعلق خاطر کا اندازہ صحیح بخاری کی اس روایت سے کیا جا سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد حضورؐ مکہ سے روانہ ہوئے تو حضرت حمزہؓ کی لڑکی اُمامہؓ "یا عم یا عم" کہتی ہوئی

---

[1] امام زہریؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ما علمنا احدًا اسلم قبل زید بن حارثہ (ہم کو معلوم نہیں کہ زیدؓ بن حارثہ سے پہلے کوئی اور اسلام لایا ہو) گویا وہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت زیدؓ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں لیکن جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علی کرّم اللہ وجہہ اور حضرت زیدؓ چاروں کو تقدم فی الاسلام کا شرف حاصل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوڑیں۔ حضرت علیؓ نے انہیں اٹھا لیا اور پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے سپرد کیا کہ یہ تمہاری بنتِ عم ہے۔ اس پر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت زیدؓ بن حارثہ نے بارگاہِ نبوت میں دعویٰ کر دیا کہ اُمامہؓ ان کی تولیت میں آنی چاہیے۔ حضرت جعفرؓ فرماتے تھے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی حقیقی خالہ (اسماء بنتِ عمیس) میرے نکاح میں ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ بھی اُمامہؓ کے ابنِ عم ہونے کی بنا پر استحقاق ظاہر کرتے تھے لیکن حضرت زیدؓ کہتے تھے "ابنة اخی" (وہ میرے بھائی کی لڑکی ہے) سرورِ عالم ﷺ نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا کیونکہ ان کے گھر اُمامہؓ کی حقیقی خالہ تھیں۔

رحمتِ عالمؐ حضرت زیدؓ کو حقیقی بیٹے کی طرح چاہتے تھے اس لیے وہ لوگوں میں "حِبُّ رسولِ اللہ" کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ حضرت زیدؓ پر سرورِ کون و مکاںؐ کی بے پناہ شفقت بلا وجہ نہیں تھی۔ فی الحقیقت یہ جلیل القدر شخصیت بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔ ان کے بے حد و نہایت خلوص، حضورؐ سے والہانہ شیفتگی، اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی راہ میں جان قربان کرنے کے انمٹ جذبہ نے انہیں بارگاہِ نبوت میں درجۂ محبوبیت عطا کر دیا تھا۔ مکّی اور مدنی زندگی میں کوئی مصیبت اور سختی ایسی نہ تھی جس میں حضرت زیدؓ نے اپنے آقاؐ کا ساتھ نہ دیا ہو۔ نبوّت کے چوتھے سال جب سرورِ عالمؐ نے حکمِ الٰہی کے مطابق دعوتِ حق کو آشکار کر دیا اور مختلف قبائلِ عرب کو علانیہ حق کی طرف بلانا شروع کیا تو لات و عُزّیٰ کے پجاریوں کی آتشِ غضب بھڑک اٹھی اور انہوں نے پرستارانِ حق پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ اس پُر آشوب دَور میں چشمِ فلک نے کئی بار دیکھا کہ سرورِ عالم ﷺ کسی قبیلے میں تبلیغِ حق کے لیے جا رہے ہیں اور آپؐ نے اونٹنی پر اپنے پیچھے حضرت زیدؓ کو بٹھا رکھا ہے۔ اگر حضورؐ پا پیادہ تشریف لے جا رہے ہیں تو زیدؓ بھی آپؐ پر نثار ہو جانے کا جذبہ دل میں لیے ساتھ ساتھ ہیں۔

نبوّت کے دسویں سال ماہِ شوّال میں سرورِ عالم ﷺ حضرت زیدؓ کو ساتھ لے کر قبیلہ بنو بکر میں تشریف لے گئے لیکن انہوں نے آپ کی پذیرائی نہ کی، پھر آپؐ نے قبیلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قحطان میں قدم رنجہ فرمایا انہوں نے بھی معاندانہ رُویّہ اختیار کیا۔ وہاں سے آپؐ طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے سرداروں عبدِ یالیل بن عمرو، مسعود بن عمرو اور حبیب بن عمرو کو دعوت حق دی۔ یہ تینوں بھائی سخت بداخلاقی سے پیش آئے۔ علامہ ابنِ سعد اور ابن جریر طبری کا بیان ہے کہ ان تینوں نے حضورؐ کو بڑے ناشائستہ اور بھونڈے جواب دیے۔ عبدِ یالیل نے کہا ''خدا نے تمہیں نبی بنا کر اپنے ہاتھ سے کعبہ کا غلاف پرزے پرزے کر دیا ہے''۔ مسعود نے یوں ''گلفشانی'' کی، ''کیا تمہارے سوا خدا کو کوئی اور آدمی نہیں ملا جسے نبی بناتا''۔ حبیب نے کہا ''اگر تم واقعی نبی ہو تو تمہارے خلاف زبان ہلانا سوءِ ادب ہے اور اگر تم خدا پر افترا پردازی کر رہے ہو تو تم اس قابل ہی نہیں کہ تم کو اپنا مخاطب بناؤں۔ بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے چلتے بنو''۔ ان لوگوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ طائف کے لونڈوں اور اوباشوں کو ہشکار دیا کہ وہ آپؐ کو خوب ستائیں۔ شیطان کے ان چیلے چانٹوں نے حضورؐ کے دس روزہ قیام طائف کے دوران میں ایسا ہلڑ مچایا کہ خدا کی پناہ۔ حضورؐ جس طرف تشریف لے جاتے یہ پیچھے پیچھے تالیاں پیٹتے، آوازے کستے، گالیاں بکتے اور کلوخ اندازی کرتے۔ حضرت زیدؓ اپنے آپ کو حضورؐ کی ڈھال بنا لیتے اور ان کی یہی کوشش ہوتی کہ جو پتھر آئے وہ آقاؐ کے جسم اطہر پر پڑنے کے بجائے ان کو لگے لیکن جب چاروں طرف سے پتھراؤ ہو رہا ہو تو زیدؓ کہاں تک حضورؐ کی حفاظت کر سکتے تھے۔ حضورؐ بھی زخمی ہو جاتے تھے اور زیدؓ بھی۔ دسویں دن ان بدبختوں نے شقاوت کی انتہا کر دی۔ رحمتِ عَالمؐ شدید زخمی ہو گئے اور آپؐ کا جسدِ اطہر خون میں نہا گیا۔ حضرت زیدؓ بھی زخموں سے نڈھال ہو گئے۔ مجبور ہو کر آپؐ نے شہر سے باہر انگوروں کے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ رؤسائے مکّہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کی ملک میں تھا۔ باغ میں آ کر اوباشوں سے پیچھا چھوٹا تو حضرت زیدؓ نے اپنی چادر سے حضورؐ کے جسمِ اطہر سے خون صاف کیا اور پھر اپنے زخم صاف کیے۔ باغ میں کچھ دیر قیام کے بعد حضورؐ نے حضرت زیدؓ کے ساتھ مکّہ کو معاودت فرمائی۔ حضرت زیدؓ نہ صرف سفر و حضر میں سرورِ عَالم ﷺ کے ساتھ رہتے تھے بلکہ وہ حضورؐ کی خوشنودی کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہیں جانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے تھے۔ ہجرت سے چند سال پہلے ایک دفعہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ ''جو شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہے اسے اُمّ ایمنؓ سے نکاح کرنا چاہیے''۔ اُمّ ایمنؓ حضورؐ کی آیا تھیں، آپؐ ان کی بے حد تعظیم فرماتے تھے اور فرطِ محبت سے انہیں ''میری ماں'' فرمایا کرتے تھے۔ حضرت زیدؓ نے حضورؐ کی خوشنودی کی خاطر فوراً حضرت اُمّ ایمنؓ سے نکاح کرلیا۔ حالانکہ وہ عمر میں ان سے کہیں بڑی تھیں۔

حضرت اُمّ ایمنؓ کے بطن سے حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ حضرت زیدؓ اور اُمّ ایمنؓ سے تعلق خاطر کی بنا پر حضورؐ حضرت اُسامہؓ سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ وہ بھی ''حِبُّ رسولِ اللہ'' کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

سرورِ عالم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تو حضرت زیدؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور بہ اختلافِ روایت حضرت کلثومؓ بن ہدم انصاری یا حضرت سعدؓ بن خیثمہ انصاری کے مہمان ہوئے۔ جب حضورؐ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو آپؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت زیدؓ کو حضرت ابورافعؓ اور عبداللہ بن اُریقط کے ہمراہ اپنے اہل وعیال لانے کے لیے مکّہ روانہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت فاطمۃ الزّہراؓ، حضرت اُمِّ کلثومؓ، اُمّ المومنین حضرت سودہؓ بنتِ زمعہ، حضرت عبداللہؓ بن ابوبکرؓ، حضرت اُمِّ رومانؓ، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت اسماء بنتِ ابوبکرؓ نے انہی اصحاب کے ساتھ مکّہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ غزوۂ بدر کے بعد حضورؐ کے حکم کے مطابق حضرت زیدؓ پھر مکّہ گئے اور آپؐ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ واپس آئے۔

(۷)

ہجرت کے پانچ ماہ بعد سرورِ عالم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مؤاخاۃ قائم فرمائی تو حضرت زیدؓ بن حارثہ کو قبیلہ عبدالاشہل کے رئیس حضرت اُسیدؓ بن حُضَیر انصاری کا اسلامی بھائی بنایا۔ وہ بھی بڑے رتبہ کے صحابی تھے اور انصار کے سابقون اوّلون میں سے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ہجری میں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنتِ جحش کا نکاح حضرت زیدؓ سے کر دیا۔ حضرت زینبؓ کا مہر حضورؐ نے حضرت زیدؓ کی طرف سے خود ادا کیا۔ اس نکاح سے پہلے حضرت زیدؓ خاندانِ نبوت کے ایک فرد کی حیثیت سے سرورِ عالمؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ اب حضورؐ نے انہیں علیحدہ مکان میں بسایا اور خانہ داری کے لیے ضروری سامان عطا فرمایا۔ حضرت زینبؓ تقریباً ایک سال تک حضرت زیدؓ کے نکاح میں رہیں لیکن خاندانی و نسبی عدم توازن اور طبائع کی ناموافقت کے سبب میاں بیوی میں نباہ نہ ہو سکا۔ حضرت زیدؓ نے بار بار دربارِ نبوت میں حضرت زینبؓ کے مزاج کی سختی کی شکایت کی یہاں تک کہ ان کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضورؐ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا، ارشاد ہوا: اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (سورہ احزاب: ۳۷) یعنی تم اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو (نہ چھوڑو) اور خدا سے ڈرو۔

حضرت زیدؓ اس وقت تو خاموش ہو گئے لیکن میاں بیوی میں شکر رنجی بڑھتی ہی گئی جب تعلقات انتہائی کشیدہ ہو گئے تو حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو حضورؐ نے منشائے الٰہی کے مطابق حضرت زیدؓ ہی کی معرفت اپنے نکاح کا پیغام حضرت زینبؓ کو بھیجا۔ انہوں نے حضرت زینبؓ کو یہ پیغام دیا تو وہ بولیں:-

"جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہ آئے میں کچھ نہیں کہہ سکتی"۔

اس کے معاً بعد یہ حکم نازل ہوا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (سورۃ احزاب: ۳۷)	پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس (مطلّقہ خاتون) کا نکاح تم سے کر دیا

اس طرح حضرت زینبؓ بنتِ جحش اُمّہاتُ المومنین میں داخل ہو گئیں۔ اس نکاح پر منافقین، یہود اور مشرکین نے حضورؐ کو بدنام کرنے کے لیے طوفانِ عظیم برپا کر دیا۔ ان کی شر انگیزی کی بنیاد یہ تھی کہ محمدؐ تو بہو سے نکاح کو حرام قرار دیتے ہیں لیکن خود انہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے بیٹے زیدؓ کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ ان لوگوں کی فتنہ پردازی کا جواب بارگاہِ خداوندی سے یوں دیا گیا:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (احزاب:۴۰)	(لوگو) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو حکم دیا گیا:۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (سورۃ احزاب:۵)	منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔

اس حکم کے بعد لوگ حضرت زیدؓ کو ''زیدؓ بن محمدؐ'' کے بجائے زیدؓ بن حارثہ کہنے لگے اور جاہلیت کا یہ خیال ہمیشہ کے لیے باطل ہو گیا کہ منہ بولا بیٹا بھی حقیقی بیٹے کی طرح ہوتا ہے۔

(۸)

حضرت زیدؓ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو اُن کا شوقِ جہاد ہے۔ شجاعت وبسالت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور راہِ حق میں سر کٹانے کا جذبہ ہر وقت ان کے سینے میں موجزن رہتا تھا۔ وہ ایک ماہر تیر انداز اور مشّاق تیغ زن تھے۔ ہجرت کے بعد غزوات وسرایا کا سلسلہ شروع ہوا تو بدر سے مُوتہ تک تمام غزوات میں حضرت زیدؓ نے بڑی پامردی کے ساتھ دادِ شجاعت دی۔ غزوہ مُریسیع میں چونکہ سرورِ عالمؐ نے انہیں مدینہ مُنوّرہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اس لیے اس میں شریک نہ ہو سکے۔

مشہور غزوات میں شرکت کے علاوہ حضرت زیدؓ کو باختلاف روایت سات یا نو فوجی مہمّوں (سرایا) کی قیادت کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں سے چند لڑائیوں کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ سریّہ قردہ

یہ سریّہ نجد کے ایک چشمہ ''قردہ'' کے قریب باختلاف روایت جُمادی الاُخریٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲ ہجری یا ۳ ہجری میں پیش آیا۔ حضرت زیدؓ کی قیادت میں مسلمانوں نے دشمن کو عبرتناک شکست دی اور بہت سے اونٹ، مال واسباب کے علاوہ دشمن کے ایک سردار فرات بن حیان عجلی کو گرفتار کرلیا۔

۲۔ سریۂ جموم (یا جموح)

ربیع الثانی ۶ ہجری میں سرورِ عالم ﷺ نے حضرت زیدؓ کو بنی سُلیم کے مقابلے کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ لوگ مدینہ مُنوّرہ سے چار منزل کے فاصلے پر ایک نخلستان جموم میں رہتے تھے۔ حضرت زیدؓ نے بنو سُلیم کی خاطر خواہ سرکوبی کی۔ مالِ غنیمت میں بہت سے اونٹ اور بکریاں ہاتھ لگیں۔ ان کے علاوہ دشمن کے بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر کے مدینہ لائے۔

۳۔ سریۂ عیص

جُمادی الاولیٰ ۶ ہجری میں حضورؐ کو خبر ملی کہ قریش کا ایک قافلہ سامان سے لدا پھندا شام سے واپس آ رہا ہے۔ آپؐ نے حضرت زیدؓ کو ایک سَو ستّر سواروں کے ساتھ اس قافلے کو روکنے کا حکم دیا۔ حضرت زیدؓ نے اس قافلے کو عیص کے مقام پر جا گھیرا اور سب اہلِ قافلہ کو گرفتار کر کے مدینہ مُنوّرہ لے آئے۔ مالِ غنیمت میں چاندی کا بہت سا سامان ہاتھ آیا۔ قیدیوں میں حضورؐ کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص بھی تھے۔ انہوں نے حضرت زینبؓ کی پناہ حاصل کر کے رہائی پائی۔ حضورؐ نے ان کا سارا مال بھی واپس کر دیا۔

۴۔ سریۂ طرف

طرف مدینہ مُنوّرہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر بجانبِ عراق ایک چشمہ تھا۔ جُمادی الاُخریٰ ۶ ہجری میں حضورؐ نے ایک دشمن قبیلے کی سرکوبی کے لیے حضرت زیدؓ کو وہاں بھیجا۔ دشمن کو مقابلے پر آنے کی ہمت نہ پڑی اور وہ حضرت زیدؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی بھاگ گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔سریہ حسمیٰ

سریہ طرف کے فوراً بعد حضورؐ نے حضرت زیدؓ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بنی جذام کی سرکوبی کے لیے حسمیٰ روانہ فرمایا۔ان لوگوں نے حضرت دِحیہ کلبیؓ کو قسطنطنیہ کی سفارت سے واپس آتے وقت لوٹ لیا تھا اور وہ قرار واقعی سزا کے مستحق تھے۔حضرت زیدؓ نے اس مہم میں بڑی احتیاط اور تدبّر سے کام لیا۔وہ دن کو اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑوں میں چھپ جاتے تھے اور رات کو سفر کرتے تھے یہاں تک کہ حسمیٰ پہنچنے تک دشمن کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔حضرت زیدؓ نے اچانک حملہ کر کے ان کی خوب گوشمالی کی۔ بنوجذام کا سردار ہنید بن عوض اپنے بیٹے سمیت مارا گیا۔مالِ غنیمت میں ایک ہزار اونٹ پانچ ہزار بھیڑ بکریاں اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔حضرت زیدؓ نے یہ سب حضرت زیدؓ بن رفاعہ کے ہاتھ سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں بھیج دیے۔جس وقت مالِ غنیمت مدینہ منوّرہ پہنچا اتفاق سے بنوجذام کے ایک سر برآوردہ آدمی ابو یزیدؓ بن عمرو دربارِ نبوّت میں موجود تھے۔چونکہ وہ پہلے ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے اس لیے حضورؐ کو ان کا بہت لحاظ تھا۔جب انہوں نے اپنے قبیلے والوں کی سفارش کی تو رحمتِ عالم ﷺ نے تمام قیدی چھوڑ دیے اور سارا مالِ غنیمت بھی واپس کر دیا۔

۶۔سریۂ اُمّ قرفہ فزاریہ (یا سریۂ وادی القریٰ)

رمضان المبارک ۶ ہجری میں حضرت زیدؓ ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کی طرف جا رہے تھے کہ وادی قریٰ کے مقام پر بنوفزارہ کے ایک گروہ نے قافلہ پر چھاپہ مارا اور سامانِ تجارت لوٹ لیا۔حضرت زیدؓ کے ساتھ مسلمانوں کی بہت قلیل جمعیت تھی اسے فزاری رہزنوں کے ہاتھوں سخت اذیّت اٹھانی پڑی۔حضرت زیدؓ بڑی مشکل سے جان بچا کر مدینہ منوّرہ پہنچے اور سارے واقعات رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیے۔ بنوفزارہ کے لوگ اس سے پہلے بھی ڈکیتی اور رہزنی کی کئی وارداتیں کر چکے تھے۔اب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضورؐ نے ان کی گوشمالی کے لیے حضرت زیدؓ کو فوج کا ایک مضبوط دستہ دے کر بھیجا وہ بڑی احتیاط سے دن کو چھپتے اور رات کو سفر کرتے ہوئے یکایک بنوفزارہ پر جا پڑے۔ فزاریوں کو مقابلے کی ہمت نہ پڑی اور وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے البتہ ان کی حکمران اُمّ قرفہ بنتِ ربیعہ بن بدر اور اس کی بیٹی کو مسلمانوں نے گرفتار کرلیا۔ حضرت زیدؓ واپس مدینہ منورہ آئے تو سرورِ عالم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تشریف فرما تھے۔ اُمّ المومنینؓ کا بیان ہے کہ زیدؓ نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ ﷺ جس حالت میں تھے فوراً اسی حالت میں باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضورؐ کی چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ آپؐ نے جوشِ مسرت میں زیدؓ کو اپنی بغل میں لے لیا۔ ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر دیر تک زید سے اس مہم کے حالات دریافت فرماتے رہے۔

۷۔ غزوۂ موتہ

یہ غزوہ جمادی الاولیٰ ۸ ہجری میں پیش آیا۔ سرورِ عالم ﷺ نے حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی کو دعوت اسلام کا خط دے کر حاکمِ بُصریٰ کے پاس بھیجا تھا۔ وہ دمشق کے قریب مُوتہ کے مقام پر پہنچے تو بقاء کے رئیس شُرَحْبِیل بن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا۔ (ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حارثؓ حاکمِ بُصریٰ کو خط پہنچا کر واپس آرہے تھے)

سفیر کا قتل ایک سنگین اور قبیح جرم تھا۔ حضورؐ نے اس کا انتقام لینے کے لیے تین ہزار مجاہدین کا لشکر روانہ فرمایا۔ اس لشکر کا امیر حضورؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو مقرر فرمایا۔ حضورؐ نے تھوڑی دور تک مجاہدین کی مُشایعت فرمائی اور ان کو رخصت کرتے وقت فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب امیر لشکر ہوں گے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ قیادت سنبھالیں گے۔ علّامہ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ اس موقع پر حضرت جعفرؓ نے (جو حضرت علی کرّمَ اللہ وَجْہَہٗ کے حقیقی بھائی اور حضورؐ کے ابنِ عمّ تھے) عرض کیا:۔

"یارسول اللہؐ مجھے یہ امید نہ تھی کہ آپ زیدؓ کو مجھ پر امیر بنائیں گے"۔

سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس بات کو جانے دو۔ تم نہیں جانتے کہ اللہ کے نزدیک بہتر کیا ہے''۔

یہ لشکر مُوتہ پہنچا تو عیسائیوں کا ٹڈی دل اپنے حلیف قبائل سمیت مقابلے کے لیے امڈ آیا۔ اس کی مجموعی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ تاہم مسلمان اللہ کے بھروسے پر اس مہیب طاغوتی قوت سے بھڑ گئے۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی جس میں حضرت زیدؓ نے کمال درجے کی استقامت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اپنے ساتھیوں کو جوش دلانے کے لیے وہ دور تک دشمن کی صفوں میں گھستے چلے گئے اور کُشتوں کے پُشتے لگا دیے۔ عین اس وقت جب لڑائی اپنے شباب پر تھی حضرت زیدؓ کے سینے میں ایک نیزہ لگا اور وہ شہید ہو کر نیچے گر گئے۔ حضرت جعفرؓ نے آگے بڑھ کر علَمِ اسلام تھام لیا۔ کافی دیر دادِ شجاعت دینے کے بعد جب وہ بھی رتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے تو حضرت عبداللہ بنؓ رواحہ نے قیادت سنبھالی جب وہ بھی شہید ہو گئے تو حضرت خالدؓ بن ولید نے علَم ہاتھ میں لیا اور مجاہدین کو مجتمع کر کے دشمن پر ایسے تابڑ توڑ حملے کیے کہ اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مظفر و منصور مدینہ منورہ واپس آئے۔

محدثین اور ارباب سیر و مغازی نے اس سلسلہ میں یہ روایت تواتر کے ساتھ نقل کی ہے کہ عین اس وقت جب مُوتہ کے میدان میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے درمیان مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ یکا یک آپؐ نے فرمایا:۔

''زیدؓ شہید ہوئے اور اب جعفرؓ نے علم سنبھالا ہے، جعفرؓ بھی شہید ہو گئے اور اب علَم عبداللہؓ بن رواحہ کے ہاتھ میں ہے۔[1] وہ بھی جنّت کو سدھارے اور اب اس شخص نے علَم ہاتھ میں لیا ہے جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے''۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے میدانِ جنگ کا نقشہ حضورؐ کے سامنے کر دیا تھا۔ جبریل امینؑ

---

[1] ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضورؐ نے کھڑے ہو کر پہلے ان تینوں بزرگوں کی خوبیاں بیان فرمائیں پھر آپؐ نے فرمایا اے اللہ زید کو بخش دے، اے اللہ زید کو بخش دے، اے اللہ زید کو بخش دے، اے اللہ جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کو بخش دے۔ (طبقات ابنِ سعد)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کو پل پل کی خبریں پہنچا رہے تھے۔ صورتِ واقعہ کچھ بھی ہو اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مجاہدین کے لوٹنے سے بہت پہلے حضورؐ نے حضرات زیدؓ، جعفرؓ اور عبداللہؓ بن رواحہ کی شہادت کی خبر مسلمانوں کو دے دی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے جس وقت مسلمانوں کو یہ خبر سنائی تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ علامہ ابنِ اثیرؒ نے اُسُدُ الغابہ میں لکھا ہے کہ اس موقع پر حضورؐ نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے۔

اِخوانی ومُونِسَائِیْ وَمُحَدِّثَائِیْ

(یہ میرے بھائی، میرے مونس اور مجھ سے بات چیت کرنے والے تھے)

حضرت خالدؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ حضرت زیدؓ کی (کمسن) صاحبزادی نے باپ کی شہادت کی خبر سنی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اسے دیکھ کر حضورؐ پر بھی گریہ طاری ہو گیا اور آپؐ اس قدر روئے کہ آواز رک گئی۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ نے حیران ہو کر پوچھا "یا رسول اللہ یہ کیا ہے"۔ فرمایا:-

"یہ جذبہ محبت ہے جو ہر مُحِبّ کے دل میں اپنے محبوب کے لیے ہوتا ہے"۔

(۹)

حافظ ابنِ حجرؒ نے لکھا ہے کہ شہادت کے وقت حضرت زیدؓ بن حارثہ کی عمر پچپن برس کی تھی۔ (کتاب الاصابہ) دوسری طرف طبقات ابنِ سعد میں حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی یہ روایت درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے والد سے عمر میں دس برس بڑے تھے۔ اگر طبقات کی روایت درست تسلیم کی جائے تو شہادت کے وقت حضرت زیدؓ کی عمر ۵۱۔۵۲ سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے حضرت زیدؓ کا حلیہ اس طرح بیان کیا ہے۔ قد پست، ناک چپٹی اور رنگ گہرا گندمی تھا۔ (اصابہ)

علامہ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت زیدؓ کا رنگ کھلا ہوا گندمی تھا۔ (اُسُدُ الغابہ)

حضرت زیدؓ نے اپنی زندگی میں پانچ نکاح کیے۔ ازواج کے نام یہ ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- حضرت اُمِّ ایمنؓ
۲- حضرت زینبؓ بنتِ جحش (جو بعد میں اُمُّ المؤمنین بنیں)
۳- اُمِّ کلثومؓ بنتِ عقبہ بن ابی مُعیط (یہ حضورؐ کی پھوپھی زاد بہن اروٰی بنتِ کریز کی دختر تھیں۔ حضرت عثمانؓ ان کے سوتیلے بھائی تھے۔)
۴- درّہؓ بنتِ ابی لہب (یہ حضورؐ کی بنتِ عم تھیں)
۵- ہندؓ بنتِ عوّام، (یہ حضورؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حضرت زبیرؓ بن عوّام ان کے حقیقی بھائی تھے اور اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ان کی حقیقی پھوپھی تھیں۔)

حضرت زیدؓ کے کل تین اولادیں ہوئیں۔ حضرت اُمّ ایمنؓ کے بطن سے حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ اور اُمّ کلثومؓ سے زید بن زید اور رقیہ بنتِ زیدؓ۔

حضرت اُسامہؓ کو سرورِ عالم ﷺ کے محبوب ترین صحابی بننے کا شرف حاصل ہوا۔ زید نے ایام حضانت میں وفات پائی اور رقیہ نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی گود میں پرورش پاکر (بچپن ہی میں) قضا کی۔

(۱۰)

حضرت زیدؓ بن حارثہ آسمانِ فضائل کا مہرِ عالم تاب ہیں۔ وہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن پاک میں آیا ہے اور اس فضیلت میں کوئی ان کا شریک و سہیم[۱] نہیں۔ ان کے صحیفۂ اخلاق میں حُبِّ رسولؐ، وفا شعاری، شوقِ جہاد، ذوقِ عبادت، فقر وغنا اور انکسار وتواضع کے ابواب سب سے نمایاں ہیں۔ اپنے اخلاقِ حمیدہ اور جذبۂ فدویت کی بدولت انہیں بارگاہِ رسالت میں درجۂ محبوبیت حاصل ہوگیا تھا اور وہ حِبُّ النبی ﷺ کے لقب سے مشہور ہوگئے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی تھیں کہ:-

"ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی لڑائی میں حضرت زیدؓ کو بھیجا ہو اور انہیں اس لشکر کا قائد نہ بنایا ہو۔ اگر وہ حضورؐ کی رحلت کے وقت زندہ

---

۱ "ابن محمدؐ" کے شرف سے محرومی کی تلافی اس طرح کی گئی کہ قرآن میں حضرت زیدؓ کا نام آیا اور یہ شرف کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں ہوا۔ (ماہر القادری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے تو آپؐ انہی کو اپنا جانشین بناتے"۔

اسی طرح حضرت سلمہؓ بن اکوع سے روایت ہے کہ "میں سات لڑائیوں میں حضرت زیدؓ کے ساتھ شریک ہوا میں نے دیکھا کہ ہر لڑائی میں حضورؐ نے حضرت زیدؓ کو فوج کا سپہ سالار بنایا"۔

حضرت زیدؓ کو سرورِ عالم ﷺ اپنے خاندان کا ایک رکن متصور فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص ان کی شان میں کوئی نا ملائم بات کہہ دیتا تو حضورؐ کو بہت رنج ہوتا۔ ایک دفعہ بعض لوگوں نے حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ کے نسب میں طعن کرنا شروع کر دیا۔ (محض اس بناء پر کہ حضرت زیدؓ کا رنگ گندمی تھا اور حضرت اُسامہؓ کا سیاہ) حضورؐ تک یہ باتیں پہنچتی تھیں تو آپؐ کو ملال ہوتا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ "اسی زمانے میں ایک دن رسول اللہ ﷺ نہایت شاداں وفرحاں گھر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کا روئے انور جوشِ مسرّت سے چمک رہا تھا۔ آتے ہی فرمایا، عائشہؓ جانتی ہو ابھی ابھی مجزز مدلجی (مشہور قیافہ شناس) آیا تھا۔ اس وقت زیدؓ اور اُسامہؓ دونوں ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے' صرف دونوں کے پاؤں چادر سے باہر تھے' مجزز نے دونوں کے پاؤں دیکھتے ہی کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے پیدا ہیں"۔

اس موقع پر حضورؐ کی خوشی کی وجہ یہ تھی کہ قیافہ شناس نے حق کی تصدیق کی تھی جس سے حاسدوں کی زبان بند ہو گئی تھی ورنہ عام حالات میں ایسے لوگوں کی بات حجت نہیں ہوتی اور نہ حضورؐ نے منجموں، کاہنوں اور قیافہ شناسوں کی باتوں پر یقین کرنا پسند فرمایا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں صحابہؓ کے وظائف مقرر کیے تو اپنے فرزند عبداللہؓ کا وظیفہ اڑھائی ہزار اور حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ کا تین ہزار مقرر کیا۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا:-

"میں تمام غزوات میں اُسامہ کے دوش بدوش رہا اور آپ بھی کسی لڑائی میں اُسامہ کے والد زید سے پیچھے نہیں رہے پھر میرا وظیفہ آپ نے اُسامہ سے کم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیوں مقرر کیا ہے؟''

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''جانِ پدر تم ٹھیک کہتے ہو لیکن رسول اللہ ﷺ اُسامہ کو تم سے اور اُسامہ کے باپ کو تمہارے باپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے''۔

حضرت زیدؓ اور ان کے فرزند اُسامہؓ سے حضورؐ کی محبت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جنگِ مؤتہ کے بعد حضورؐ نے شہداء کا انتقام لینے کے لیے ایک لشکر تیار فرمایا۔ اگرچہ اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عُمر فاروقؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اور حضرت قتادہؓ بن نعمان جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے لیکن حضورؐ نے اٹھارہ سالہ اُسامہؓ کو اس لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ بعض لوگوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا تو آپؐ شدتِ علالت کے باوجود سرِ اقدس پر پٹی باندھے حجرے سے باہر تشریف لائے اور منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ دیا۔ اس میں ارشاد فرمایا:

''مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں سے بعض لوگوں نے اُسامہ کی سرداری پر اعتراض کیا ہے۔ لوگو میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے تم لوگ اُسامہ کے باپ زید کو سردارِ فوج بنانے پر اعتراض کر چکے ہو۔ خدا کی قسم زید ہر طرح سیادت کے لائق تھا اور وہ مجھے بے حد محبوب تھا اور اس کے بعد اُسامہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے''۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سالہا سال رحمتِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور ذاتِ رسالتِ مآب (ﷺ) نے خود ان کی تربیت فرمائی تھی۔ اس لیے وہ دین اور دنیا کے ہر معاملے میں حضورؐ کا اِتباع کرتے تھے۔ ہمیشہ پیوند لگے اور کھردرے کپڑے پہنتے، اپنی جوتیوں کی خود مرمت کر لیتے، غذا میں بالعموم جو کی روٹی ہوتی تھی جسے دودھ یا پانی میں بھگو کر خوشی خوشی کھا لیتے، کسی شخص نے کہا۔

''ابواُسامہ! آپ اتنا گھٹیا لباس پہنتے ہیں؟'' حضرت زیدؓ نے اس کے جواب میں فرمایا:-

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہماری عزت وتوقیر تو بس اسلام سے ہے، قیمتی لباس سے کیا ہوتا ہے"۔

حضرت زیدؓ اگرچہ ایک کامیاب فوجی افسر اور دور اندیش سپہ سالار تھے۔ لیکن میدانِ جنگ میں ایک عام سپاہی اور ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا۔ ان کے اندر اس جذبہ کی نمود نہیں دیکھی گئی کہ میں فوج کا سردار ہوں اور دوسرے لوگ میرے ماتحت سپاہی ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن عامر کہتے ہیں کہ حضرت زیدؓ کسی سفر (یا مہم) پر جاتے تو اپنے لیے کبھی خیمہ نہ لگاتے بلکہ دھوپ کے وقت ایک چادر کسی درخت یا جھاڑی پر ڈال کر اسی کے سائے میں آرام کر لیتے۔ اپنے ساتھیوں کو بھی سخت کوشی اور سادگی کی ہدایت فرماتے۔ اگر ساتھیوں کو پانی کی ضرورت ہوتی تو خود پانی بھر کر لاتے۔ ایک دن ایک پڑاؤ پر اپنے کندھے پر پانی سے بھری ہوئی مشک لا رہے تھے، میں نے کہا،

"اے امیر! یہ مجھے دے دیجیے۔" فرمایا، "تمہیں اللہ تعالیٰ جزا دے یہ کام میں خود ہی کروں گا تاکہ میرے دل ودماغ میں امارت کی بو نہ پیدا ہو جائے"۔

فقر وغنا کا یہ عالم تھا کہ گھر میں ایک پرانے بوریے اور چند معمولی برتنوں کے سوا کوئی سامان نہ تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی انتہائے سادگی پر تعجب کا اظہار کیا تو فرمایا:

"اس گھر کی آرائش سے کیا فائدہ جس سے بہت جلد رخصت ہونا ہے"۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ، کو عبادتِ الٰہی سے خاص شغف تھا، رات کو بہت کم سوتے اور زیادہ وقت نماز میں گزارتے۔ نمازِ تہجد کا ساری عمر التزام رہا۔ آخر شب میں اپنے ساتھیوں کو بھی نماز کے لیے جگا دیتے، خشیت الٰہی سے اکثر اشکبار رہتے۔ مہمانوں کی بے حد تواضع کرتے، مسکینوں، غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور حاجت مندوں کی خدمت فرض سمجھ کر کرتے۔ پوری زندگی خشیت الٰہی، اطاعت ومحبت نبوی، عبادت وتقویٰ اور خدمتِ خلق کی آئینہ دار تھی...... یہی وہ اوصاف وخصائل تھے جنہوں نے زیدؓ کو خیر الخلائق، رحمتِ عالم محبوبِ خدا ﷺ کا محبوب بنا دیا تھا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زبیرؓ بن العوّام ...... حواریِ رسولؐ

(۱)

بعثت کے ابتدائی زمانے کا ذکر ہے کہ ایک دن مکّہ میں ایک وحشت اثر خبر پھیل گئی۔اس منحوس خبر نے پرستارانِ حق کو سخت اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ ابھی ابو طالب زندہ ہیں اور بنو ہاشم کی تلواریں کند نہیں ہو گئیں ...... یہ خبر صحیح تھی یا محض افواہ تھی، اس کے بارے میں کوئی بھی یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ محمد ﷺ کو مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے اور کچھ کا کہنا تھا کہ حضورؐ شہید کر دیے گئے ہیں۔ بنو ہاشم سخت غیظ و غضب کے عالم میں تھے، وہ اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ بنو اسد کے ایک نوعمر لڑکے کے کانوں میں بھی اس خبر کی بھنک پڑ گئی۔ سولہ سال کی عمر کے اس کشیدہ قامت اور قوی الجثہ نوجوان کو رحمتِ عالم ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ وہ تھوڑی ہی دیر پہلے قیلولہ کرنے اپنے گھر آیا تھا۔ یہ خبر سنتے ہی تڑپ کر اٹھا، کھونٹی سے تلوار اتار کر اس کا نیام زمین پر پٹک دیا اور شمشیر بکف مکّہ کی گلیوں میں کود گیا۔ اس کا رُخ مکّہ کے بالائی حصے میں واقع سرورِ عالمؐ کے کاشانۂ اقدس کی جانب تھا۔ اس وقت جوشِ غضب سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا اور وہ نہایت تیزی سے گلیاں طے کر رہا تھا۔ جلد ہی وہ حضورؐ کے کاشانۂ مبارک پر پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اس کی مسرت کی انتہا نہ رہی کہ مہبطِ وحی و رسالتؐ خیر و عافیت کے ساتھ یہاں رونق افروز ہیں۔ حضورؐ شمشیر بکف نوجوان کو دیکھ کر متبسم ہو گئے اور فرمایا، ''کیوں بھائی خیر تو ہے اس وقت تم شمشیرِ برہنہ سونت کر کیسے آ رہے ہو؟''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوان نے عرض کیا: ''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے سنا تھا کہ آپ کو دشمنوں نے گرفتار کرلیا ہے یا شاید آپ شہید کردیے گئے ہیں''۔

ارشاد ہوا: ''اچھا تو یہ بات ہے اور اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟''

نوجوان نے بے ساختہ عرض کیا: ''یارسول اللہ خدا کی قسم میں اہلِ مکہ سے لڑ مرتا''۔

اس کا جواب سن کر رحمتِ عالمؐ کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی۔ آپؐ نے اس نوجوان کے جذبۂ فدویت کی تحسین فرمائی اور اس کے حق میں دعائے خیر کی بلکہ اس کی تلوار کو بھی دعا دی کہ یہ پہلی تلوار تھی جو راہِ حق اور رسول برحق کی حمایت میں بلند ہوئی۔ رسول اللہؐ کے عاشق صادق یہ نوجوان بنو اسد کے گلِ سرسبد سیدنا حضرت زبیرؓ بن العوام تھے۔

(۲)

سیّدنا حضرت ابوعبداللہؓ زبیر بن العوّام (بن خویلد بن اسد بن عبدالعُزّٰی بن قُصَیّ) تاریخِ اسلام کی ایک مہتم بالشّان شخصیت ہیں۔ ان کو بارگاہِ نبوت سے ''حوارِیِ رسول'' کا لقب عطا ہوا۔ اور سرورِ کائناتؐ نے اپنی زبان مبارک سے انہیں جنت کی بشارت دی۔ اس طرح وہ اصحاب عشرہ مبشرہ میں شمار ہوئے۔ ان کی جلالتِ قدر کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا عمر فاروقؓ انہیں ارکانِ دین میں سے ایک رکن قرار دیا کرتے تھے۔ (اصابہ ابنِ حجرؒ) حضرت زبیرؓ کو ذاتِ رسالت مآبؐ سے کئی نسبتیں حاصل تھیں۔

۱۔ وہ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ اس طرح حضورؐ ان کے ماموں زاد بھائی تھے۔

۲۔ اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضرت زبیرؓ کی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے سرورِ عالمؐ حضرت زبیرؓ کے پھوپھا تھے۔

۳۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ بنتِ ابوبکر صدیقؓ حضرت زبیرؓ سے بیاہی گئی تھیں۔ اس نسبت سے وہ سرورِ کائنات کے ہم زلف تھے۔

۴۔ حضرت زبیرؓ کا سلسلۂ نسب قُصَیّ بن کلاب پر رسولِ اکرمؐ کے سلسلۂ نسب سے مل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔اس طرح وہ حضورؐ کے ہم جدّ تھے۔

حضرت زبیرؓ ہجرتِ نبوی سے تقریباً اٹھائیس سال قبل پیدا ہوئے۔بچپن ہی میں سایۂ پدری سے محروم ہوگئے۔چچا نوفل بن خویلد نے اپنی سرپرستی میں ان کی پرورش کی۔ حضرت زبیرؓ کی والدہ حضرت صفیہؓ بڑی شجاع اور شیر دل خاتون تھیں۔چنانچہ وہ حضرت زبیرؓ سے سخت محنت ومشقت کا کام لیتیں اور وقتاً فوقتاً زجروتوبیخ اور زدوکوب سے بھی گریز نہ کرتیں۔نوفل بن خویلد ایک دن بھتیجے کو ماں کے ہاتھوں پٹتا دیکھ کر بے تاب ہوگئے اور حضرت صفیہؓ کو سختی سے روکا کہ اس طرح تم بچے کو مارڈالوگی۔انہوں نے بنو ہاشم سے بھی کہا کہ وہ صفیہ کو بچے پر سختی کرنے سے روکیں۔جب اس بات کا چرچا عام ہوا تو حضرت صفیہؓ نے لوگوں کے سامنے یہ رجز پڑھا۔

من قال البغضه فقد كذبانما اضربه لكي يلب

جس نے یہ کہا کہ میں اس (زبیر) سے بغض رکھتی ہوں اس نے غلط کہا، میں اس کو اس لیے پیٹتی ہوں کہ عقلمند ہو۔

ويهزم الجيش وياتي السلب ...... الخ

اور فوج کو شکست دے اور مالِ غنیمت حاصل کرے

حافظ ابنِ حجرؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کو لڑکپن میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آگیا۔انہوں نے ایسی ضرب لگائی کہ اس شخص کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔لوگوں نے حضرت صفیہؓ سے شکایت کی تو انہوں نے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ تم نے زبیر کو کیسا پایا بہادر یا بزدل؟

غرض ماں کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ حضرت زبیرؓ بڑے ہوکر ایک دلاورِ صف شکن اور ضیغمِ شجاعت بنے۔

(۳)

حضرت زبیرؓ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے تھے جس پر آفتابِ اسلام کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعاعیں دعوتِ حق کی ابتداء ہی میں پڑنے لگی تھیں۔ ان کی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اسلام کی خاتونِ اوّل تھیں، والدہ حضرت صفیہؓ بھی عہدِ نبوت کے آغاز ہی میں مشرف بہ ایمان ہوگئی تھیں، ناممکن تھا کہ نورِ اسلام ان کے نہاں خانۂ دل کو منور نہ کرتا چنانچہ انہوں نے سولہ برس کی عمر ہی میں دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ بعض مؤرخین نے اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر چوتھا یا پانچواں لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ سابقون اوّلون میں وہ ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ جب تک وہ اسلام نہیں لائے تھے اپنے چچا کی شفقتوں کا مرجع تھے لیکن جونہی انہوں نے دعوتِ حق قبول کی چچا کا رویہ بدل گیا اور اس نے ان پر سخت مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں ابوالاسود سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیرؓ کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ دیتے، آگ سلگا کر اس کی دھونی دیتے اور کہتے کہ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آ۔ لیکن زبیرؓ ہر بار یہی کہتے۔ "ہرگز نہیں ہرگز نہیں اب میں کبھی کافر نہ ہوں گا"۔

جب چچا کی ایذا رسانی حد سے بڑھ گئی تو حضرت زبیرؓ نے سرورِ عالمؐ کے ایما پر حبش کی ہجرت اختیار کی۔ کچھ عرصہ وہاں گزار کر مکّہ واپس آ گئے اور تجارت کا شغل اختیار کیا۔ کچھ مدت بعد خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ اس وقت حضرت زبیرؓ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے ہوئے تھے۔ جب وہ شام سے مکّہ کی طرف واپس آ رہے تھے تو رسولِ اکرمؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ حسنِ اتفاق سے راستہ میں حضرت زبیرؓ کو ان سے شرفِ نیاز حاصل ہوگیا۔ اس موقع پر انہوں نے حضورؐ اور صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں کچھ سفید کپڑے ہدیۃً پیش کیے اور پھر مکّہ تشریف لے گئے۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد انہوں نے اپنی والدہ حضرت صفیہؓ اور بیوی حضرت اسماءؓ بنتِ ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ کو ہجرت کی اور کچھ مدت قباء میں قیام پذیر رہے۔ وہیں اہجری میں (اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۲ ہجری میں) حضرت اسماءؓ کے بطن سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ان کی ولادت سے پہلے کئی ماہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہ ہوئی تھی اس لیے یہودِ مدینہ نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور ان کا سلسلۂ نسل منقطع کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بے حد مسرت ہوئی اور انہوں نے فرطِ انبساط میں اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے کہ دشت وجبل گونج اٹھے۔ مسلمانوں کو زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ اس ولادتِ باسعادت نے یہودیوں کے دجل وتلبیس کا پردہ چاک کر دیا تھا۔

سرورِ عالمؐ نے مدینہ میں مہاجرین اور انصار کے مابین عقدِ مواخاۃ قائم فرمایا تو حضرت زبیرؓ کے اسلامی بھائی حضرت سلمہؓ بن سلامہ بنِ وقش قرار پائے۔ وہ اَوس کے خاندان بنوعبدالاشہل کے ایک معزز رکن تھے اور بیعت عقبۂ کبیرہ کے شرکاء میں سے تھے۔ قیام مدینہ کے ابتدائی چند سالوں میں حضرت زبیرؓ کی معاش کا انحصار زراعت پر رہا۔ رسولِ اکرمؐ نے انہیں بنونضیر میں ایک نخلستان اور ایک دوسری جگہ کچھ زمین عطا فرمائی تھی۔ ان کی آمدنی واجبی سی تھی اس لیے بڑی تنگدستی سے گزر ہوتی تھی۔ بعد میں انہوں نے زراعت کے ساتھ تجارت بھی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی برکت دی اور وہ نہایت آسودہ حال ہو گئے۔

(۴)

ہجرت کے بعد غزوات ومشاہد کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت زبیرؓ نے ہر معرکے میں کمال درجے کی استقامت اور بے جگری سے دادِ شجاعت دی۔ کئی موقعوں پر خود ذاتِ رسالت مآبؐ نے ان کی شجاعت اور جذبۂ فدویت کی برملا تعریف وتحسین فرمائی۔ شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰؓ انہیں اشجع العرب کہا کرتے تھے۔ حق وباطل کا معرکۂ اوّل بدر کے میدان میں برپا ہوا تو حضرت زبیرؓ کی شمشیر خاراشگاف دشمن کی صفوں پر برقِ بے اماں بن کر گری اور انہیں درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ جدھر جھک پڑتے تھے دشمن کا دل بادل کائی کی طرح پھٹ جاتا۔ اس دن ان کے سر پر زرد عمامہ تھا۔ حضورؐ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"آج مسلمانوں کی مدد کے لیے ملائکہ بھی زرد عمامے باندھ کر آسمان سے اترے ہیں"۔

حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ عین ہنگامۂ کارزار میں ایک جنگجو مشرک ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر للکارا:۔

"کوئی ہے جو میرے مقابلے پر آئے"۔

حضورؐ نے ایک صحابیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، "کیا تو اس کے مقابلہ کے لیے جاتا ہے؟" انہوں نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں"۔

اسی اثناء میں سرورِ عالمؐ کی نظر حضرت زبیرؓ پر پڑی جو قریب ہی بیٹھے تھے اور جوشِ غضب سے کسمسا رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، "اے ابنِ صفیہؓ کھڑے ہو جاؤ اور اس مشرک کے مقابلے پر جاؤ"۔ حضرت زبیرؓ شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور اس سے گتھم گتھا ہو گئے۔ دونوں بڑے شہ زور تھے اور ایک دوسرے کو ٹیلے سے نیچے گرانے کی کوشش کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا "ان دونوں میں سے جو پہلے گرے گا وہ مارا جائے گا"۔ پھر آپؐ نے حضرت زبیرؓ کے حق میں دعا فرمائی۔ چند ہی لمحے بعد دونوں لڑھکتے ہوئے نیچے اس طرح گرے کہ مشرک نیچے تھا اور حضرت زبیرؓ اس کے اوپر اور پھر پلک جھپکنے کی دیر میں حضرت زبیرؓ نے اپنی تلوار سے مشرک کی گردن اڑا دی۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ کا مقابلہ قریش کے نامی بہادر عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق خود حضرت زبیرؓ نے اس مقابلہ کا حال ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"بدر کے دن میرا سامنا عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوا۔ وہ سرتاپا لوہے میں غرق تھا۔ صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں۔ اس کی کنیت "ابوذات الکرش" تھی۔ اس نے للکار کر کہا، میں ہوں ابوذات الکرش۔ میں نے اپنی برچھی سے اس پر حملہ کیا اور تاک کر اس کی آنکھ میں برچھی ماری، وہ مر گیا"۔

جب حضرت زبیرؓ ابوذات الکرش کو ہلاک کر چکے تو اپنی برچھی کو اس کی لاش پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاؤں اڑا کر بڑی مشکل سے اس طرح نکالا کہ برچھی کا پھل مڑ گیا۔ سرورِ کائناتؐ نے یہ برچھی حضرت زبیرؓ سے مانگ لی اور تا وفات اپنے پاس رکھی۔ حضورؐ کی رحلت کے بعد حضرت زبیرؓ نے اس برچھی کو واپس لے لیا لیکن ان سے حضرت صدّیقِ اکبرؓ نے مانگ لی۔ پھر یہ برچھی فاروقِ اعظمؓ کے قبضہ میں آئی۔ فاروقِ اعظمؓ کے بعد حضرت زبیرؓ نے یہ برچھی پھر واپس لے لی تھی لیکن امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ ذوالنورین نے ان سے طلب کر لی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ برچھی آلِ علیؓ کے پاس پہنچی۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے لے لی اور تا زندگی اپنے پاس رکھی۔

حضرت زبیرؓ کی جو تلوار بدر کے میدان میں چمکی وہ بھی اس برچھی کی طرح یادگار بن گئی۔ بدر کے دن حضرت زبیرؓ نے از خود رفتگی کے عالم میں یہ تلوار اس طرح چلائی کہ اس میں دندانے پڑ گئے۔ اس تلوار میں چاندی کا کام تھا۔ حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد یہ تلوار ان کے جلیل القدر فرزند حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے قبضہ میں آئی۔ صحیح بخاری میں حضرت عُروہؒ بن زبیرؓ سے یہ روایت ہے کہ عبداللہؓ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ عبدالملک بن مروان اموی نے مجھے بلا کر پوچھا:-

"اے عروہ کیا تم زبیرؓ کی تلوار کو پہچانتے ہو؟"

میں نے کہا: "ہاں"

عبدالملک نے پوچھا: "اس کی نشانی کیا ہے؟"

میں نے کہا "بدر کے دن اس میں دندانے پڑ گئے تھے"۔

عبدالملک نے کہا: "ہاں سچ کہتے ہو اس میں لشکروں کی مڈ بھیڑ سے دندانے پڑے ہوئے ہیں"۔

پھر اس نے یہ تلوار مجھے دے دی۔

عروہؒ کے فرزند ہشام کا بیان ہے کہ عروہؒ کے بعد اس مقدس تلوار کے متعلق آلِ زبیرؓ میں مناقشت پیدا ہوئی۔ ہم نے باہم اس کی قیمت تین ہزار درہم لگائی اور ہم میں سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نے اس کو لے لیا۔ کاش میں نے اس تلوار کو لے لیا ہوتا۔

غزوۂ بدر میں حضرت زبیرؓ کو تلوار کے (باختلافِ روایت) ایک یا دو زخم کاندھے پر آئے۔ ایک زخم اتنا شدید تھا کہ اس کے مندمل ہونے پر وہاں گڑھا سا بن گیا۔ حضرت عروہؒ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ میں بچپن میں اس گڑھے میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا۔

غزوۂ اُحد میں حضرت زبیرؓ ان چودہ ثابت قدم صحابۂ کرامؓ میں سے ایک تھے جو شروع سے اخیر تک سرورِ عالم ﷺ کی سپر بنے رہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ حافظ ابنِ کثیرؒ نے یونس بن اسحاقؒ سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن طلحہ بن ابی طلحہ مشرکین کا علمبردار تھا۔ اس نے میدانِ جنگ میں آ کر مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔ حضرت زبیرؓ دوڑتے ہوئے اس کی طرف گئے اور جست لگا کر اس کے اونٹ پر سوار ہو گئے پھر اس کو زمین کی طرف دھکیل کر اونٹ سے گرا دیا اور اپنی تلوار سے اس کو ذبح کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کی تعریف فرمائی اور فرمایا:-

"ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔ اگر زبیر اس کے مقابلے کے لیے نہ نکلتا تو میں خود اس کے مقابلے پر جاتا"۔ (البدایہ والنہایہ)

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے طلحہ کو نہیں بلکہ اس کے بیٹے کلاب بن طلحہ کو قتل کیا تھا اور طلحہ بن ابی طلحہ کے قاتل حضرت علیؓ مرتضیٰ تھے۔ بہر حال میدانِ اُحد میں حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے مشرکین کا ایک نامی جنگجو ضرور قتل ہوا۔

اثنائے جنگ میں ایک موقع پر سرورِ عالم ﷺ نے اپنی شمشیر مقدس نیام سے کھینچی اور فرمایا:

"کون ہے جو آج اس کا حق ادا کرے؟"

حضرت زبیرؓ اور حضرت ابودجانہ انصاریؓ نے تین مرتبہ اس خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ بالآخر حضورؐ نے یہ تلوار حضرت ابودجانہؓ کو عطا فرمائی۔ تاہم حضرت زبیرؓ کا جذبۂ فدویت تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لیے محفوظ رہ گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری میں حضرت عُروہ بن زبیرؒ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اُحد میں زخم لگے اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپؐ نے اس خیال سے کہ کہیں وہ پلٹ نہ پڑیں۔ فرمایا، "کون ان کے تعاقب میں جاتا ہے؟" صحابہ میں سے ستر آدمی اس کام کے لیے آمادہ ہوئے ان میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عروہؓ کی زبانی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول منقول ہے کہ آیت اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ان صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل میں غزوۂ اُحد کے بعد مشرکین کا تعاقب کیا۔ ان میں حضرت زبیرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔

(۵)

۵ ہجری میں فرزندانِ توحید کو خندق کی پُر صُعُوبت جنگ پیش آئی۔ اس موقع پر مشرکین کا ایک سیلابِ عظیم مدینہ مُنوّرہ پر حملہ آور ہوا۔ سرورِ کائنات نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر اس لشکر کا مقابلہ کیا۔ مشرکین کا محاصرہ تقریباً تین ہفتے جاری رہا۔ اس دوران میں اگرچہ کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی لیکن فریقین میں وقتاً فوقتاً جھڑپیں ہوتی رہیں۔ حافظ ابنِ کثیرؒ نے "البدایہ" میں ابنِ اسحاق کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ غزوۂ احزاب کے دوران میں ایک دن نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی نے اپنی لشکر گاہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا۔ حضرت زبیرؓ جھپٹ کر اس کے مقابل ہوئے اور اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس موقع پر ان کی تلوار میں ایک دندانہ پڑ گیا۔ نوفل کو جہنّم واصل کرنے کے بعد حضرت زبیرؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے واپس آئے۔

انی امرء احمی واحتمی عن النبی المصطفی الامّی

(میں وہ شخص ہوں جو اپنی بھی حفاظت کرتا ہوں اور نبی مصطفیٰ امّی کی بھی حفاظت کرتا ہوں)

یہود بنی قریظہ اور مسلمانوں میں باہم خیر سگالی کا معاہدہ تھا لیکن جنگِ خندق کے موقع پر یہودیوں کی نیت بدل گئی اور وہ مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپنے کے منصوبے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنانے لگے۔ اہلِ حق کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ حضورؐ کو ان غداروں کے فاسد عزائم کا علم ہوا تو آپؐ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا۔ ''کون بنی قریظہ کی خبر لاتا ہے؟''

حضرت زبیرؓ نے بڑھ کر عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ میں جاتا ہوں''۔

سرورِ عالمؐ نے تین مرتبہ اپنے الفاظ دہرائے اور تینوں مرتبہ حضرت زبیرؓ نے اپنے آپ کو اس پُرخطر کام کے لیے پیش کیا۔ حضورؐ ان کے جذبہٗ فدویت سے بہت خوش ہوئے۔ صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے اس موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے:۔

''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے''۔

صحیح بخاری ہی میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ غزوۂ احزاب میں عمر بن ابی سلمہ اور میں عورتوں کے ساتھ کر دیے گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ زبیر گھوڑے پر سوار دو یا تین مرتبہ بنی قریظہ کی طرف گئے اور واپس آئے۔ جب (شام کو) میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا، ابا جان میں نے آپ کو (بنی قریظہ کی طرف) جاتے دیکھا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا:۔

''بیٹا! تم نے مجھے دیکھا تھا؟''

میں نے کہا ''ہاں'' حضرت زبیرؓ نے فرمایا:۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کون بنو قریظہ کی خبر لاتا ہے میں گیا جب واپس آیا تو حضورؐ نے میرے لیے اپنے ماں باپ جمع کیے اور فرمایا فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ'' (میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں)

اکثر اہلِ سیر کا بیان ہے کہ ''فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ'' کے الفاظ لسانِ رسالتؐ سے حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے سوا کسی اور کے لیے نہیں نکلے۔

جنگ خندق کا یہ انجام ہوا کہ بائیس دن کے محاصرے کے بعد کفار آسمانی آفات اور مسلمانوں کی غیر معمولی استقامت کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶)

غزوۂ احزاب کے فوراً بعد حضرت زبیرؓ غزوۂ بنی قریظہ میں شریک ہوئے اور پھر ذیقعدہ ۶ ہجری میں بیعت رضوان کا عظیم شرف حاصل کیا۔ اواخر ۶ ہجری یا شروع ۷ ہجری میں خیبر کی جنگ پیش آئی تو اس میں بھی حضرت زبیرؓ نے کمال درجے کی جانبازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ مؤرخ ابنِ ہشام کا بیان ہے کہ جب رئیس خیبر مرحب حضرت علیؓ مرتضٰی کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کا قوی ہیکل اور جنگجو بھائی یاسر غضب ناک ہو کر میدان میں آیا۔ حضرت زبیرؓ اس کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ ان کا قد وقامت یاسر کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ آج یاسر کے ہاتھ سے نہیں بچیں گے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ بھی حضورؐ کے ساتھ مدینے سے آئی تھیں، انہوں نے بے قرار ہو کر حضورؐ سے عرض کیا:

"یارسول اللہ آج میرا جگر گوشہ شہید ہوگا"۔

سرورِ عالمؐ نے فرمایا:

"نہیں ان شاء اللہ وہ دشمن پر غالب آئے گا"۔ چنانچہ تھوڑی دیر کی لڑائی کے بعد حضرت زبیرؓ نے یاسر کو قتل کر دیا۔

(۷)

۸ ہجری میں جب دس ہزار "قدوسیوں" کا لشکر مکّہ میں فاتحانہ داخل ہوا تو اس موقع پر حضرت زبیرؓ کو یہ امتیاز حاصل ہوا کہ وہ مہاجرین کے علمبردار مقرر ہوئے اور خاص علَمِ نبوی انہیں تفویض کیا گیا۔ صحیح بخاری میں حضرت عُروہ بن زبیرؓ سے فتح مکّہ کے بارے میں روایت ہے کہ:-

"ایک فوج آئی جس کی تعداد دوسرے تمام دستوں سے کم تھی۔ اس میں رسول اللہ اور اصحاب تھے اور علَمِ نبوی زبیرؓ بن العوام کے پاس تھا"۔

صحیح مسلم میں ہے کہ فتح مکّہ کے دن حضرت زبیرؓ اسلامی لشکر کے میسرہ کے سردار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ لیکن اکثر اہلِ سیر نے بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ سب سے آخری اور سب سے چھوٹے دستے میں تھے۔ رحمتِ عالمؐ بھی اسی دستے میں رونق افروز تھے۔ مؤرّخ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ فتح مکّہ کے بعد جب ہر طرف امن وسکون ہوگیا تو حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ بن الاسود کندی اپنے گھوڑوں پر سوار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس موقع پر انہیں یہ عظیم سعادت نصیب ہوئی کہ سرورِ عالم ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کے چہروں سے گرد صاف کی۔

؎ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

فتح مکّہ کے بعد حنین کا خونیں معرکہ پیش آیا۔ حضرت زبیرؓ نے اس معرکہ میں بھی اپنی شجاعت وبسالت کے خوب جوہر دکھائے۔ ایک موقع پر بہت سے مشرکین ایک گھاٹی سے نکل کر دفعۃً حضرت زبیرؓ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت زبیرؓ تنِ تنہا اس جرأت اور استقامت کے ساتھ لڑے کہ کفار کا منہ پھر گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ حنین کے بعد حضرت زبیرؓ نے طائف اور تبوک کے غزوات میں شرکت کی۔ پھر حجۃ الوداع میں انہیں سرورِ عالمؐ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

(۸)

۱۱ ہجری میں سرورِ کائنات نے رحلت فرمائی تو حضرت زبیرؓ پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا اور انہوں نے شکستہ دل ہو کر عزلت گزینی اختیار کر لی۔ شروع شروع میں خلافت کے معاملے میں انہوں نے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہٗ کی حمایت کی (حالانکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے خسر تھے) لیکن پھر ان کا خیال بدل گیا اور کچھ دنوں کے بعد انہوں نے جمہور مسلمین کی طرح حضرت صدیقِ اکبرؓ کی بیعت کر لی۔ دو تین سال انہوں نے نہایت خاموشی سے گزارے، لیکن فاروقِ اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں ان کے خون نے جوش مارا اور وہ اپنے کم سن فرزند عبداللہ کو ساتھ لے کر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے شام پہنچ گئے۔ اس وقت شام کی فیصلہ کُن جنگ یرموک کے میدان میں لڑی جا رہی تھی۔ حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبیرؓ نے اس جنگ میں حیرت انگیز جرأت و بسالت کا مظاہرہ کیا۔ صحیح بخاری میں ان کے فرزند عروہؓ سے روایت ہے کہ ''اصحابِ رسولؐ نے جنگِ یرموک میں زبیرؓ سے کہا، آپ شدّت کیوں نہیں کرتے تاکہ ہم بھی شدّت کریں۔ انہوں نے کہا، اگر میں شدّت کروں گا تو تم جھوٹے ثابت ہوگے (یعنی میرا ساتھ نہ دے سکو گے) لوگوں نے کہا، ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضرت زبیرؓ نے کفار پر (ایک شدید) حملہ کیا اور ان کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے آگے نکل گئے لیکن ان کا ساتھ کوئی مسلمان نہ دے سکا۔ جب واپس آنے لگے تو کُفّار نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھے پر دو زخم لگائے۔ ان کے درمیان ایک اور ضرب تھی جو بدر میں لگی تھی۔ میں بچپن میں ان ضربوں (کے گڑھوں) میں اپنی انگلیاں داخل کر کے کھیلا کرتا تھا''۔ یہ صرف ایک واقعہ ہے۔ واقدی، طبری اور کئی دوسرے مؤرّخین نے جنگِ یرموک میں حضرت زبیرؓ کی جانبازی اور شجاعت کے کئی اور واقعات بھی بیان کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس خونیں جنگ کے ابطالِ خاص میں تھے۔

فتحِ شام کے بعد مجاہدینِ اسلام نے حضرت عمروؓ بن العاص کی قیادت میں مصر پر چڑھائی کی اور وہاں کے مشہور شہر فسطاط کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ فسطاط کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور مجاہدین کی تعداد بہت قلیل تھی۔ اسی لیے حضرت عمرو بن العاصؓ نے امیر المؤمنین سے مدد مانگ بھیجی۔ فاروق اعظمؓ نے چار ہزار فوج حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت مقدادؓ بن اسود کندی اور حضرت مَسلَمہؓ بن مخلد کی سرکردگی میں روانہ کی اور حضرت عمروؓ کو لکھا کہ ''ان میں سے ہر افسر ایک ہزار سوار کے برابر ہے اس لیے اس فوج کو آٹھ ہزار سمجھنا''۔ مصریوں کا دفاع اس قدر مضبوط تھا کہ اس فوج کے پہنچنے کے باوجود قلعہ سات ماہ تک فتح ہونے میں نہ آیا۔ ایک دن حضرت زبیرؓ کو سخت جوش آیا اور وہ سیڑھی لگا کر شمشیر بدست قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ چند اور مجاہدین نے بھی ان کا ساتھ دیا اور فصیل پر پہنچ کر ایک فلک شگاف نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ نیچے کی فوج نے بھی نعرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگانے شروع کر دیے۔ عیسائی سراسیمہ ہو گئے، اسی اثناء میں حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا، اس کے ساتھ ہی تمام اسلامی لشکر اندر گھس آیا۔ عیسائیوں نے ہتھیار پھینک دیے اور امان طلب کی۔ حضرت عمروؓ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور فسطاط پر اسلامی علَم لہرا دیا۔

فسطاط کی فتح کے بعد حضرت زبیرؓ نے سکندریہ کی تسخیر میں نمایاں حصہ لیا۔ سکندریہ کا قلعہ اپنے زبردست انتظامات کی وجہ سے ناقابلِ تسخیر متصوّر ہوتا تھا۔ اسلامی فوجیں مدت سے اس کا محاصرہ کیے پڑی تھیں۔ آخر ایک دن حضرت زبیرؓ اور مسلمہؓ بن مخلد نے فوج کے چند مضبوط دستے اپنے ہمراہ لیے اور اس زور شور سے حملہ کیا کہ دشمن کے لیے اطاعت قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

(۹)

۲۳ ہجری میں سیدنا فاروقِ اعظمؓ نے جامِ شہادت پیا۔ آپ نے اپنی شہادت سے پہلے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے نام مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے وصیت کی کہ رسول اللہ ﷺ ان چھ بزرگوں سے آخر وقت تک راضی رہے تھے۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ ان چھ میں سے ایک کو میرے بعد منصبِ خلافت پر فائز کیا جائے۔ ان سب نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو اپنا حَکَم بنایا۔ انہوں نے ہر شخص سے انفرادی رائے لینے کے بعد حضرت عثمانؓ کے حق میں فیصلہ دیا۔ حضرت زبیرؓ نے اس انتخاب کو فوراً تسلیم کر لیا۔ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس موقع پر حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کے حق میں رائے دی تھی لیکن کثرتِ آراء حضرت عثمانؓ کے حق میں تھی چنانچہ انہوں نے مجلس شوریٰ کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت زبیرؓ نے پھر گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ہر قسم کے ہنگاموں سے کنارہ کش ہو گئے لیکن عامۃ المسلمین میں ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثر ورسوخ کا یہ عالم تھا کہ ایک بار حضرت عثمانؓ شدتِ نکسیر کی وجہ سے حج سے معذور ہو گئے (بلکہ زندگی ہی سے مایوس ہو گئے) تو لوگوں کے مطالبہ پر انہوں نے حضرت زبیرؓ کو امیر حج اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اس موقع پر انہوں نے قسم کھا کر لوگوں سے یہ بھی کہا کہ بے شک زبیرؓ تم لوگوں میں بہتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب تھے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

۳۵ھ ہجری میں مفسدین نے مدینہ منورہ پر اپنی حکومت قائم کر لی اور بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ اس نازک موقع پر حضرت زبیرؓ نے اپنے بڑے فرزند عبداللہؓ کو بارگاہِ خلافت کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ لیکن ایک دن باغی دوسری طرف سے دیوار پھلانگ کر کاشانۂ خلافت میں داخل ہو گئے اور امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ ذوالنورین کو نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالا۔ حضرت زبیرؓ کو امیر المؤمنین کی مظلومانہ شہادت سے سخت صدمہ پہنچا۔ ادھر مفسدین کی شقاوتِ قلبی کا یہ عالم تھا کہ وہ امیر المؤمنین کی تجہیز و تکفین کے بھی روادار نہ تھے۔ آخر حضرت زبیرؓ اور چند دوسرے مسلمانوں نے جان پر کھیل کر حضرت عثمانؓ شہید کی تجہیز و تکفین کی۔ پھر رات کے وقت پوشیدہ طور پر حضرت زبیرؓ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور مضافات مدینہ میں حشِ کوکب کے مقام پر انہیں سپردِ خاک کر دیا۔

حضرت عثمانِ غنیؓ کی شہادت کے بعد سیدنا علی مرتضیٰؓ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ ان کے عہدِ خلافت کے اوائل ہی میں حالات و واقعات نے کچھ ایسی صورت اختیار کی کہ قصاصِ عثمانؓ کے سلسلے میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے مقابلے میں اصلاح کا عَلم بلند کر دیا۔ حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور کئی دوسرے صحابہ اُمّ المؤمنینؓ کے پرجوش حامیوں میں تھے۔ دوسری طرف امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰؓ کے ساتھ بھی جلیل القدر صحابہ کی ایک کثیر تعداد تھی۔ جمادی الاخریٰ ۳۶ھ ہجری کو اپنے وقت کے بہترین انسانوں کے مابین جمل کی انتہائی افسوسناک لڑائی پیش آئی۔ مستدرکِ حاکم کی روایت کے مطابق لڑائی کے آغاز سے پہلے سیدنا علی مرتضیٰؓ تنہا گھوڑے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے اور حضرت زبیرؓ کو پکار کر کہا:۔

''ابو عبداللہ۔ کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے رسول اللہؐ کے سامنے سے گزرے تھے۔ حضورؐ نے تم سے سوال کیا تھا، کیا تم علی کو دوست رکھتے ہو؟ جب تم نے اثبات میں جواب دیا تو حضورؐ نے فرمایا تھا، ایک دن تم ناحق علی سے لڑو گے''۔

حضرت زبیرؓ نے جواب دیا: ''ہاں مجھے یاد آ گیا''۔

حضرت علیؓ تو یہ بات یاد دلا کر اپنے لشکر میں واپس چلے گئے لیکن حضرت زبیرؓ کے دل کی دنیا بدل گئی۔ وہ اسی وقت میدانِ جنگ سے کنارہ کش ہو کر بصرہ روانہ ہو گئے۔ ایک شخص عمرو بن جرموز نے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کا تعاقب کیا۔ حضرت زبیرؓ نے بصرہ پہنچ کر اپنے غلاموں کو سامان و اسباب کے ساتھ روانہ ہونے کی ہدایت کی اور خود بصرہ کی آبادی سے دور نکل آئے۔ اس وقت ابنِ جرموز گھوڑا دوڑا کر ان کے قریب پہنچا اور پوچھا۔ ''ابو عبداللہ آپ نے قوم کو کس حال میں چھوڑا؟''

حضرت زبیرؓ: ''لوگ ایک دوسرے کا خون بہانے پر تُلے ہوئے تھے''۔

ابنِ جرموز: ''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

حضرت زبیر: ''مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور اب میں اس ہنگامے سے کنارہ کش ہو کر کسی طرف نکل جانا چاہتا ہوں''۔

ابنِ جرموز نے کہا تو چلیے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ کچھ دور جانے کے بعد ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت زبیرؓ نماز پڑھنے کے لیے ٹھہر گئے۔ ابنِ جرموز نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھوں گا۔

حضرت زبیرؓ نے فرمایا: ''مَیں تمہیں امان دیتا ہوں کیا تم بھی میرے حق میں ایسا ہی کرو گے؟''

ابنِ جرموز نے کہا: یقیناً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عہد و پیمان کے بعد دونوں گھوڑوں سے اتر کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت زبیرؓ جونہی سجدے میں گئے عمرو بن جرموز نے غداری کر کے ان کی گردن پر تلوار کا وار کیا اور حواریٔ رسول کا سرِ اقدس تن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد وہ حضرت زبیرؓ کی زرہ تلوار اور سر لے کر امیر المؤمنین علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسے توقع تھی کہ امیر المؤمنین اس کام کو سراہیں گے، لیکن شیرِ خدا نے حضرت زبیرؓ کی تلوار پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا:-

"اس تلوار نے بار بار رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے دشمنوں کے دَل بادَل ہٹائے۔ اے ابنِ صفیہؓ کے قاتل! تجھے جہنم کی بشارت ہو"۔

کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر ابنِ جرموز نے مایوسی کے عالم میں یہ شعر کہے ؎

اَتَیْتُ عَلِیًّا بِرَاْسِ الزُّبَیْرِ — اَرْجُوْ لَدَیْہِ بِہِ الزُّلْفَہ
فَبَشَّرَ بِالنَّارِ اِذْ جِئْتُہٗ — فَبِئْسَ الْبَشَارَۃُ وَالتُّحْفَہ

(ترجمہ: میں علیؓ کے پاس زبیرؓ کا سر لے کر حاضر ہوا، مجھے اس کام سے ان کے تقرب کی امید تھی، جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے جہنم کی بشارت دی۔ سو کیسی بری بشارت اور کیسا برا تحفہ ہے۔)

شہادت کے وقت حضرت زبیرؓ کی عمر چونسٹھ برس کی تھی۔ اپنی جائے شہادت وادی السباع ہی میں دفن کیے گئے۔ اس المیہ سے چند سال پہلے حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ کے درمیان بعض اسباب کی بنا پر علیحدگی ہو چکی تھی لیکن جب ان کی شہادت کی خبر حضرت اسماءؓ نے سنی تو فرطِ الم سے نڈھال ہو گئیں اور بے اختیار ان کی زبان پر یہ مرثیہ جاری ہو گیا:-

غدرا بن جرموز بفارس بهمة — يوم الهياج وكان غير معدد
يا عمرو لو نبهتهُ لوجدته — لا طائشاً رعش الجنان ولا اليد
تكلتك امك ان قتلت لمسلما — حلت عليك عقوبة المتعمد

(درمنثور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ابنِ جرموز نے لڑائی کے دن ایک عالی ہمّت شہسوار سے غدّاری کی اور غدّاری بھی ایسی حالت میں کہ وہ نہتا اور بے سرو سامان تھا۔

اے عمرو اگر تو اس کو پہلے سے خبردار کر دیتا تو اس کو ایسا شخص پاتا کہ نہ اس کے دل میں خوف ہوتا اور نہ ہاتھ میں لرزہ۔

تیری ماں تجھ پر روئے تو نے ایک مسلمان کو (ناحق) قتل کیا۔ تجھ پر ضرور اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ (بقول ابنِ اثیر یہ اشعار حضرت عاتکہؓ بنتِ زید نے کہے تھے)

(۱۰)

حضرت زبیرؓ نے اپنی زندگی میں مختلف اوقات میں سات شادیاں کیں۔ ازواج کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت اسماءؓ بنتِ ابوبکر صدّیقؓ

۲۔ حضرت اُمِّ خالدؓ بنتِ خالدؓ بن سعید بن عاص

۳۔ ربابؓ بنتِ انیف

۴۔ زینبؓ بنتِ مرثد

۵۔ حضرت اُمِّ کلثومؓ بنتِ عقبہ

۶۔ حلالؓ بنتِ قیس

۷۔ عاتکہؓ بنتِ زید بن عمرو بن نفیل

صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اپنے پیچھے چار بیویاں، نو لڑکے اور نو لڑکیاں چھوڑیں۔ لڑکوں میں حضرت عبداللہؓ، عروہؒ، منذرؒ (جو حضرت اسماءؓ کے بطن سے تھے) اور مُصعَبؒ (جو ربابؓ بنتِ انیف کے بطن سے تھے) اپنی اسلامی اور علمی خدمات کی بناء پر ہمہ گیر شہرت کے مالک ہوئے۔

حضرت زبیرؓ کا قد اتنا طویل تھا کہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو پاؤں زمین سے چھو جاتے، رنگ گندمی، بدن چھریرا، سر پر گھنے بال، ڈاڑھی ہلکی (یعنی اس میں بال کم تھے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرورِ عالمؐ نے حضرت زبیرؓ کو نواحِ مدینہ میں کچھ زمین عطا فرمائی تھی جسے وہ خود آباد کرتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد حضورؐ نے انہیں بنو نضیر کا ایک نخلستان عطا فرمایا۔ صدیقِ اکبرؓ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے حضرت زبیرؓ کو مقامِ جرف میں ایک جاگیر عطا کی۔ ان کے بعد حضرت عمرِ فاروقؓ نے انہیں عقیق میں ایک سرسبز قطعۂ زمین دیا۔ بدری صحابی ہونے کی وجہ سے انہیں حکومت کی جانب سے معقول وظیفہ ملتا تھا۔ وقتاً فوقتاً مالِ غنیمت سے بھی کافی حصہ مل جاتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تجارت میں بے حد برکت عطا کی تھی۔ اس طرح وہ اغنیا کی صف میں شامل ہو گئے تھے۔ زمین کے علاوہ مختلف مقامات پر ان کے پندرہ مکانات بھی تھے (گیارہ مدینہ میں، دو بصرہ میں، ایک کوفہ میں اور ایک مصر میں) شہادت کے وقت ان کی غیر منقولہ جائداد کی قیمت کا تخمینہ پانچ کروڑ دو لاکھ درہم کیا گیا۔ لیکن اپنی بے مثال فیاضی اور سخاوت کی بدولت وہ بائیس لاکھ درہم کے مقروض ہو گئے تھے۔ شہادت کے بعد یہ قرض ان کی جائداد سے ادا کیا گیا۔

سیّدنا حضرت زبیرؓ فضائل ومناقب کے آسمان کے مہرِ درخشندہ ہیں، ہر وہ شرف اور اعزاز جو دورِ رسالت کے کسی مسلمان کا طُرّۂ افتخار ہو سکتا تھا انہیں حاصل ہوا۔ ان کے تقدّم فی الدّین کی یہ شان تھی کہ سولہ برس کی عمر میں اس وقت لوائے حق کو تھاما جب ایسا کرنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف تھا، اسی پُر آشوب دَور میں سب سے پہلے سیّد الانامؐ کی حمایت میں تلوار بلند کی، راہِ حق میں ہر قسم کے مصائب سہے، دو ہجرتوں کی سعادت حاصل کی۔ بدر سے تبوک تک ہر غزوے میں حیرت انگیز پامردی اور سرفروشی کا ثبوت دیا۔ راہِ حق میں اتنے زخم کھائے کہ جسم کا کوئی ظاہری اور پوشیدہ حصہ ایسا نہ تھا جو زخموں کے نشان سے خالی ہو، حواریِٔ رسولؐ کا عظیم الشّان لقب حاصل کیا، بیعت رضوان سے سعادت اندوز ہوئے۔ لسانِ رسالتؐ سے جنّت کی نوید پائی۔ جہادِ شام ومصر میں عدیم المثال شجاعت وشہامت کا مظاہرہ کیا۔ جامِ شہادت پیا تو وہ بھی اس شان سے کہ سر سجدے میں اور زبان پر تکبیر۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زبیرؓ کا چمن اَخلاق بھی رنگا رنگ کے پھولوں سے آراستہ تھا۔ انفاق فی سبیلِ اللہ زُہدوتقوٰی، خشیتِ الٰہی، عبرت پذیری، ایثار اور امانت داری اس چمن کے سب سے خوش رنگ پھول تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اپنے تمام (پندرہ کے پندرہ) مکانات راہِ حق میں صدقہ (وقف) کر دیے تھے۔ اسی طرح بیہقیؒ نے مغیث بن سمیؒ سے اور ابو نعیمؒ نے سعید بن عزیزؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو ان کو یومیہ خراج ادا کرتے تھے (یعنی وہ جو کام کرتے تھے اس کی اجرت کا مقررہ حصہ حضرت زبیرؓ کو دیتے تھے) حضرت زبیرؓ اس تمام رقم کو فوراً خیرات کر دیتے تھے اور اپنے گھر میں اس طرح داخل ہوتے تھے کہ ان کے پاس ایک درہم بھی نہ ہوتا تھا۔

حضرت زبیرؓ کی دیانت اور امانت کا اس قدر شہرہ تھا کہ لوگ نہ صرف اپنا مال و متاع ان کے پاس امانت رکھتے تھے بلکہ اپنی وفات کے وقت انہیں اپنی اولاد اور مال کا محافظ بنانے کی آرزو کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف جیسے جلیل القدر صحابہؓ نے انہیں اپنا وصی بنایا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ پر قرض اس لیے ہو گیا تھا کہ لوگ ان کے پاس مال لے کر آتے تھے اور امانتاً رکھا دیتے تھے۔ زبیرؓ کہتے تھے کہ یہ امانت نہیں بلکہ سلف ہے کیونکہ مجھے اس کے ضائع (خرچ) ہو جانے کا خوف ہے۔

زُہدوتقوٰی اور خشیتِ الٰہی کا یہ عَالم تھا کہ ہر بات میں سُنّتِ نبوی کا اِتباع کرنے کی کوشش کرتے تھے اور معمولی سے معمولی واقعہ پر خوفِ خدا سے کانپ اٹھتے تھے۔ قرآن حکیم کی کوئی ایسی آیت سنتے جس میں قیامت کا ذکر ہوتا تو لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ حضرت زبیرؓ اگرچہ حواریٔ رسول تھے اور سالہا سال تک فیضانِ رسالت سے خوشہ چینی کی تھی لیکن کمالِ اِتّقا کے باعث وہ بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کی قلّتِ روایت کا سبب اس طرح بیان کیا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے زبیرؓ سے کہا، میں آپ کو رسول اللہ سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنتا۔ جس طرح فلاں اور فلاں حدیث بیان کرتے ہیں۔ فرمایا، میں نے حضورؐ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑا لیکن آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو مجھ پر جھوٹ بولے (مجھ سے کوئی غلط بات منسوب کرے) اس کا ٹھکانا جہنم ہے''۔

حضرت زبیرؓ سے کل اڑتیس حدیثیں مروی ہیں ان میں سے بھی اکثر کا تعلقِ اَخلاق سے ہے۔

فاروقِ اعظمؓ نے اپنی شہادت سے پہلے جن چھ بزرگوں کو خلافت کے لیے نامزد فرمایا ان میں حضرت زبیرؓ بھی تھے لیکن انہوں نے اپنے سراپا ایثار ہونے کا ثبوت یوں دیا کہ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہہٗ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور جب مجلسِ شوریٰ نے حضرت عثمان ذُوالنّورَینؓ کے حق میں فیصلہ دیا تو انہوں نے بلا چون و چرا حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی۔

حضرت زبیرؓ صحیح معنوں میں مردِ مومن تھے اور کسی شخص کو اچانک یا دھوکے سے قتل کرنا کسی حالت میں جائز نہیں سمجھتے تھے۔ مُسندِ احمد بن حنبل میں ہے کہ جب انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ دعوت اصلاح کا علم بلند کیا تو کسی شخص نے ان سے کہا کہ آپ کا ایماء ہو تو علیؓ کو قتل کر ڈالوں۔ بولے، تم یہ کام کیسے کرو گے؟ علیؓ کے پاس تو زبردست فوج ہے۔ اس نے کہا کہ میں علیؓ کی فوج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے شریک ہو جاؤں گا اور کسی وقت موقع پا کر ان کی گردن اڑا دوں گا۔ فرمایا، ہرگز نہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ''ایمان قتلِ ناگہانی کی زنجیر ہے اس لیے کوئی مومن کسی کو اچانک قتل نہ کرے''۔

حضرت زبیرؓ کی جلالت قدر کا اندازہ اس قصیدہ سے بھی کیا جا سکتا ہے جو ایک موقع پر شاعرِ رسول اللہ ﷺ حضرت حسانؓ بن ثابت نے ان کی شان میں موزوں کیا اور اس میں حضرت زبیرؓ کے فضائل نہایت بلیغ پیرائے میں بیان کیے۔ اس قصیدے کے چند

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشعار ملاحظہ ہوں۔

اَقَامَ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ وَهَدْیِهٖ
حَوَارِیُّهٗ وَالْقَوْلُ بِالْفِعْلِ یُعْدَلُ

وہ نبی ﷺ کے عہد اور سُنّت پر قائم رہے۔ وہ حضورؐ کے حواری ہیں اور عمل ہی سے سچ سمجھا جاتا ہے۔

هُوَ الْفَارِسُ الْمَشْهُوْرُ وَالْبَطَلُ الَّذِیْ
یَصُوْلُ اِذَا مَا كَانَ یَوْمٌ مُحَجَّلُ

وہ ایسے مشہور شہسوار اور بہادر ہیں کہ جو اس دن حملہ کرتے تھے جب لوگ (جنگ کے) خوف سے چھپتے پھرتے تھے۔

لَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ قُرْبٰی قَرِیْبَةٌ
وَمِنْ نُصْرَةِ الْاِسْلَامِ مَجْدٌ مُّؤَثَّلُ

ان کو رسول اللہ ﷺ سے قرابتِ قریبہ حاصل تھی اور یہ وہی ہیں جن سے اسلام کو نصرت حاصل ہوئی۔

فَكَمْ كُرْبَةٍ ذَبَّ الزُّبَیْرُ بِسَیْفِهٖ
عَنِ الْمُصْطَفٰی وَاللّٰهُ یُعْطِیْ وَیُجْزِلُ

چنانچہ بہت سے مصائب زبیرؓ نے اپنی تلوار سے (محمد) مصطفیٰ (ﷺ) سے دور کیے اور اللہ بہت عطا اور بخشش کرنے والا ہے۔

اِذَا كَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا الْحَرْبُ حَشَّهَا
بِاَبْیَضَ سَبَّاقٍ اِلَی الْمَوْتِ یُرْقِلُ

جب لڑائی اپنی آگ روشن کرتی تھی تو وہ شمشیر بدست موت کی طرف دوڑتے تھے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مقدادؓ بن عمرو (الاسود)

(۱)

"یارسول اللہ ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہہ دیں، فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (تو اور تیرا رب جا کر لڑے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں) ہم تو کہتے ہیں چلیے جدھر آپ کا ربّ آپ کو حکم دے رہا ہے اس طرف چلیے۔ اُس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ہماری جان ہے اور جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، ہم آپ کے دائیں لڑیں گے اور بائیں لڑیں گے، آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے واللہ جب تک ہم میں سے ایک آنکھ بھی گردش کرتی ہے آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے"۔

حق و باطل کے معرکۂ اوّل .... بدر الکبریٰ پر روانہ ہونے سے پہلے ایک دراز قد اور تنومند شخص جن کے سر پر گھنے بال اور چہرے پر نہایت موزوں ڈاڑھی ان کی وجاہت کو دوبالا کر رہی تھی، بڑے جوش اور وارفتگی کے عالم میں یہ الفاظ سرورِ عالمؐ کی خدمت میں کہہ رہے تھے اور فرطِ مسّرت سے حضورؐ کا روئے انور چمک رہا تھا...... ان جملوں نے صرف رحمتِ عالمؐ ہی کو مسرور نہیں کیا تھا بلکہ اس موقع پر موجود شمعِ رسالت کے سبھی پروانوں کے خون کو گرما دیا تھا، جوشِ شجاعت سے ان کے چہرے سرخ ہو گئے تھے اور بازوؤں کی مچھلیاں پھڑکنے لگی تھیں اور پھر جب سرورِ کونینؐ نے ان صاحب کے لیے دعائے خیر فرمائی تو ہر ایک کو رشک آنے لگا کہ کاش یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہوتے۔ سینۂ تاریخ پر نقوشِ جاوداں بن کر ثبت ہو جانے والے یہ لافانی الفاظ کہنے کی سعادت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینِ حق کے جس سرفروش کو نصیب ہوئی وہ ابوالاسود مقدادؓ بن عمرو تھے۔ جذبۂ فدویت کے اس بے مثال مظاہرہ نے انہیں تمام صحابۂ کرامؓ کی نظروں میں بڑا محبوب و محترم بنا دیا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرمایا کرتے تھے:۔

"غزوۂ بدر میں مقداد کی معیت نصیب ہونا مجھے اس قدر محبوب ہے کہ دنیا بھر کی نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو کمسنی کے باعث بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، فرمایا کرتے تھے:

"کاش میں بدر میں شریک ہونے کے قابل ہوتا اور یہ الفاظ میری زبان سے نکلتے"۔

(۲)

کتب سیر میں حضرت مقدادؓ کا پورا نام چار طریقوں سے درج ہے، مقداد بن عمرو بہراوی، مقداد بن عمرو کندی، مقداد بن اسود الکندی الحضرمی اور مقداد بن الاسود قرشی الزہری۔

"بہراوی"[۱] انہیں اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کا وطن بہراء تھا یا بروایتِ دیگر ان کا تعلق قبیلہ بہراء بن عمرو سے تھا جو قضاعہ کی ایک شاخ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مقدادؓ کی ولادت سے پہلے ان کے قبیلہ کے ایک شخص نے کسی ہمسایہ قبیلے کا ایک آدمی قتل کر ڈالا تھا۔ چنانچہ مقدادؓ کے والد عمرو بن ثعلبہ قصاص کے خوف سے اپنے مرز بوم کو چھوڑ کر کندہ چلے گئے جو حضرِ موت (یمن) کے اضلاع میں سے ایک شہر تھا۔ یہاں کندی خاندان کی حکومت تھی۔ عمرو بن ثعلبہ نے بنو کندہ سے حلیفانہ تعلقات قائم کر لیے اور ایک کندی خاتون سے شادی کر لی۔ حضرت مقدادؓ اسی خاتون کے بطن سے کندہ میں پیدا ہوئے اور وہیں جوان ہوئے۔ اسی نسبت سے انہیں کندی اور حضرمی کہا جاتا ہے۔ حضرت مقدادؓ کا عنفوانِ شباب تھا کہ بنو کندہ کے ایک بااثر آدمی ابی شمر بن حجر الکندی سے ان کا جھگڑا ہو گیا۔ مقدادؓ بڑے شہ زور جوان تھے۔ انہوں نے اپنی تلوار کے

---

[۱] پورا شجرۂ نسب یہ ہے: مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد البہرادی (یا بہرانی یا نہرانی)۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وار سے ابی شمر کو گھائل کر دیا اور خود اپنے خاندان سمیت بھاگ کر مکہ چلے گئے جہاں اسود بن عبد یغوث قرشی الزُہری سے حلیفانہ تعلقات قائم کر کے اس کی پناہ حاصل کر لی۔ جلد ہی وہ اپنی شہ زوری، شجاعت اور پسندیدہ اطوار کی بدولت اسود بن عبد یغوث کے منظور نظر بن گئے اور اس نے انہیں اپنا متبنّٰی بنا لیا۔ اسی مُتبنّیت کی بنا پر وہ مقداد بن الاسود (قرشی الزُہری) مشہور ہو گئے۔ قیاس غالب یہی ہے کہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآءِهِمْ (لوگوں کو ان کے باپ کی نسبت سے بلایا کرو) کے حکم کے نزول کے بعد ان کو مقداد بن عمرو ہی کہا جاتا ہوگا۔ لیکن تعجب ہے کہ متعدد روایات میں ان کا نام "مقداد بن الاسود" ہی آیا ہے۔ ان کی کنیت بالاتفاق "ابوالاسود" تھی۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی کبھی حضورؐ خود انہیں "ابوالاسود" کہہ کر بلاتے تھے۔

(۳)

مکّہ میں حضرت مقدادؓ کے قیام کو تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ اسلام کا غلغلہ بلند ہوا۔ نوجوان مقداد کو اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہری کے ساتھ فطرت سعید بھی عطا کی تھی۔ جونہی دعوت توحید کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی۔ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اس پر لبیک کہا اور آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر اپنا ہاتھ سرورِ عالمؐ کے دست مبارک میں دے دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بظاہر دعوتِ توحید کی کامیابی محال نظر آتی تھی اور فرزندان توحید کی ایک مختصر جماعت مشرکین کے ہولناک مظالم اور جفا کاریوں کا شکار بنی ہوئی تھی۔ مقدادؓ غریب الدیار تھے لیکن سینے میں فولاد کا دل رکھتے تھے۔ آزمائش کی بھٹی میں مردانہ وار کود پڑے اور استقامت و ایثار کے ایسے چراغ روشن کیے جو اَبد الآباد تک فروزاں رہیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ اُن سات مسلمانوں میں سے ایک تھے جنہوں نے سب سے پہلے ساقیٔ کوثر کے دستِ اقدس سے بادۂ توحید پیا۔ لیکن متعدد دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت پرستارانِ حق کا حلقہ اس سے زیادہ وسیع ہو چکا تھا۔ بہر صورت ان کے قدیم الاسلام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ قبولِ اسلام کے بعد دوسرے سابقینِ اسلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرح وہ بھی مشرکین کے پنجۂ ظلم و جفا کے اسیر ہو گئے۔ جب کُفّار کی سختیاں حد سے بڑھ گئیں تو حضورؐ کے ایماء پر حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ تمام اہلِ سیر نے حبشہ کی ہجرت ثانیہ کے ۸۳ مہاجرینِ ذکور میں ان کا نام خصُوصیّت سے لیا ہے۔ حبشہ میں ایک عرصہ تک غریب الوطنی کی زندگی گزارنے کے بعد مکّہ واپس آئے۔ اس وقت مسلمانوں کو ہجرت مدینہ کی اجازت مل چکی تھی اور وہ مسلسل ترکِ وطن کر کے مدینہ جا رہے تھے۔ حضرت مقدادؓ اور ان کے ایک ساتھی حضرت عتبہؓ بن غزوان کے راستے میں کچھ ایسی رکاوٹیں حائل ہو گئیں کہ وہ عرصہ تک مدینہ کا عزم نہ کر سکے یہاں تک کہ سرورِ عالمؐ بھی ہجرت کر کے مدینہ مُنوّرہ تشریف لے گئے۔ یہ روایت علّامہ ابنِ اثیر صاحبِ ''اُسُدُ الغابہ'' کی ہے۔ طبقات ابنِ سعد کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مقدادؓ حضورؐ سے پہلے مدینہ آ گئے تھے۔ اور حضرت کلثومؓ بن ہدم کے ہاں قیام کیا تھا۔ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ شوال ۱ھ ہجری میں دو سو آدمیوں پر مشتمل مشرکین مکّہ کا ایک متجسس فوجی جتھا عکرمہ بن ابی جہل (یا بروایتِ دیگر ابوسفیان) کی قیادت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت مقدادؓ اور حضرت عتبہؓ بن غزوانؓ بھی کسی حیلے سے اس جتھے میں شامل ہو گئے۔ رسولِ اکرمؐ کو مشرکین کی نقل و حرکت کی اطلاع ملی تو آپؐ نے حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کی سرکردگی میں ساٹھ مجاہدین کی ایک جماعت مشرکین سے نبرد آزما ہونے کے لیے بھیجی۔ تاریخ میں یہ واقعہ سریۂ رابغ کے نام سے مشہور ہے۔ مشرکین مسلمانوں سے لڑے بھڑے بغیر گشت لگا کر واپس چلے گئے البتہ حضرت مقدادؓ اور عتبہؓ موقع پا کر مسلمانوں سے جا ملے اور انہی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(۴)

www.KitaboSunnat.com

ہجرت کے ابتدائی ایام حضرت مقدادؓ نے بڑی عسرت سے گزارے۔ رحمتِ عالمؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ نے حضرت مقدادؓ اور ان جیسے دو اور مفلوک الحال مہاجروں کی کفالت کا بار خود اٹھا لیا۔ صحیح مسلم میں حضرت مقدادؓ کی زبانی منقول ہے کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایک دفعہ مجھ پر اور میرے دو ساتھیوں پر بڑا سخت وقت آیا۔ ہم سخت عسرت میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ ایک وقت کی روٹی کے لیے بھی ترستے تھے۔ جب مسلسل فاقوں تک نوبت پہنچی تو ہم نے صحابہؓ سے درخواست کی کہ وہ ہمارے کفیل بن جائیں لیکن کسی نے ہماری (مستقل) کفالت کی ہامی نہ بھری (کہ اس وقت سب اپنے اپنے حال میں مبتلا تھے) بالآخر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی حالت بیان کی۔ حضورؐ ہم تینوں کو اپنے گھر لے گئے۔ (مُسنَدِ احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق حضورؐ نے انہیں اپنے میزبان حضرت کلثومؓ بن ہدم کے گھر میں جگہ دی[1] اس وقت حضورؐ کے پاس صرف تین (یا بروایتِ دیگر چار) بکریاں تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان کا دودھ پیا کرو۔ چنانچہ ہم ان بکریوں کا دودھ دوہ کر پی لیتے اور رسول کریم ﷺ کا حصہ رکھ چھوڑتے۔ حضورؐ رات کو تشریف لاتے پہلے ہمیں آہستگی سے سلام کرتے اس طرح کہ جو سوتا ہو وہ جاگ نہ پڑے اور جو جاگتا ہو وہ سن لے۔ پھر آپؐ مسجد میں جا کر نماز پڑھتے۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر تشریف لاتے اور اپنے حصے کا دودھ نوش فرماتے۔ ایک دن میں اپنے حصے کا دودھ پی چکا تو شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضورؐ اپنا بہت سا وقت انصار کے ہاں گزارتے ہیں وہ آپؐ کی خدمت میں اشیائے خورونوش ہدیۃً پیش کرتے ہوں گے۔ آپ ان کو تناول فرماتے ہوں گے اور آپ کو اس دودھ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ چنانچہ یہی تصور کر کے میں سارا دودھ پی گیا اور حضورؐ کے لیے کچھ بھی باقی نہ رکھا لیکن دودھ پینے کے بعد خیال آیا کہ ممکن ہے حضورؐ بھوکے ہوں اور جب اپنے حصے کا

---

[1] اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مقدادؓ نے اس وقت ہجرت کی جب حضورؐ قبا میں مقیم تھے۔ یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا لیکن حضرت مقدادؓ کی ہجرت شوال ۱ ہجری میں تسلیم کی جائے تو پھر وہ واقعہ جو حضرت مقدادؓ نے بیان کیا ہے شوال ۱ ہجری میں اس کے بعد مدینہ میں پیش آیا ہوگا۔ صحیح مسلم کی روایت میں اس واقعہ کے زمانے کی صراحت نہیں کی گئی لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہر صورت حضرت مقدادؓ کی ہجرت کے ابتدائی ایام میں پیش آیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دودھ نہ پائیں تو مجھے بددعا دیں اس طرح میرا دین اور دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے۔ یہ خیال آتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں سخت بے چین ہو گیا۔ کسی پہلو قرار نہ آتا تھا۔ اتنے میں حضورؐ تشریف لائے۔ معمول کے مطابق نرم آواز میں سلام کیا۔ پھر نماز پڑھی اس کے بعد دودھ کا برتن دیکھا تو وہ خالی تھا۔ حضورؐ نے آسمان کی طرف دیکھا، میں سمجھا کہ بس آپ میرے لیے بددعا کریں گے اور میں برباد ہو جاؤں گا لیکن یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ بددعا کے بجائے رحمتِ عالم ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔ ''الٰہی جس نے مجھے کھلایا اسے کھلا اور جس نے مجھے سیراب کیا اسے سیراب کر''۔ اب میں چادر لپیٹ کر اس ارادے سے اٹھا کہ ان بکریوں میں جو سب سے زیادہ فربہ ہو اس کو ذبح کروں اور اس کا گوشت بھون کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کروں لیکن تینوں بکریوں کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں اب میں نے ایک برتن کو ہاتھ میں لیا اور اللہ کا نام لے کر اس میں دودھ دوہنا شروع کیا۔ جب وہ بھر گیا اور اس پر جھاگ نظر آنے لگی تو میں نے یہ دودھ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا، ''کیا تم اپنا حصہ پی چکے'' میں نے عرض کیا ''آپ پی لیجیے''۔

حضورؐ نے کچھ دودھ پی کر باقی کا مجھے عنایت فرمایا۔ میں نے عرض کی۔ ''یارسول اللہؐ آپ پی لیجیے''۔ حضورؐ نے دوبارہ دودھ پیا لیکن برتن میں کچھ دودھ پھر بھی موجود رہا۔ آپؐ نے یہ مجھے عنایت فرمایا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپؐ خوب سیر ہو چکے ہیں اور یہ آپؐ کی دعا کی برکت ہے کہ دودھ ختم نہیں ہوا اور آپؐ نے اپنی دعا کی برکت میں مجھے بھی شامل کر لیا ہے۔ میں فرطِ مسرّت سے بے خود ہو گیا اور اس قدر ہنسا کہ زمین پر گر پڑا۔ حضورؐ نے پوچھا ''ابوالاسود یہ کیا ہے؟'' میں نے واقعہ عرض کیا تو حضورؐ نے فرمایا ''یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی، تم نے اپنے دونوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھیوں کو کیوں نہ جگایا کہ وہ بھی اس دودھ سے سیراب ہوتے"۔

(۵)

رمضان ۲ ہجری میں غزوۂ بدر پیش آیا۔ لڑائی پر روانہ ہونے سے پہلے سرورِ عالمؐ نے مدینہ منوّرہ میں صحابۂ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ اس موقع پر سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرِ فاروقؓ نے ولولہ انگیز تقریریں کیں۔ ان کے بعد حضرت مقدادؓ نے وہ جانبازانہ اور مخلصانہ الفاظ کہے جو اوپر درج ہو چکے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس کل ستّر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑے کے سوار حضرت حارثہؓ بن سراقہ انصاری خزرجی تھے اور دوسرے کے حضرت مقدادؓ۔ بدر پہنچ کر حضرت حارثہؓ حوض سے پانی پی رہے تھے کہ ایک مشرک (بقولِ بعض حبان بن العرقہ) نے تاک کر تیر مارا جو ان کے گلے میں پیوست ہو گیا اور انہوں نے لڑائی کا آغاز ہونے سے قبل ہی جنت کی راہ لی۔ ان کی بیوہ ماں حضرت رُبیّعؓ بنتِ نضر کو (جو حضرت انسؓ بن مالک کی پھوپھی تھیں) اپنے سعادت مند فرزند سے بے پناہ محبت تھی۔ غزوہ سے واپسی پر وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

"یارسول اللہ میں اپنے اطاعت گزار یتیم فرزند پر دیوانہ وار فدا تھی۔ اگر وہ جنت میں گیا ہے تو خیر ورنہ آپ دیکھیں گے کہ میں اپنا کیا حال بناتی ہوں"۔

حضورؐ نے فرمایا:

"جنّت کیا حارثہ کو تو اللہ تعالیٰ نے جنّت الفردوس عطا کی ہے"۔

حضرت رُبیّعؓ کے لبوں پر بے اختیار تبسم آ گیا اور کہنے لگیں:

"بخٍ بخٍ یا حارثہ یعنی واہ واہ اے حارثہؓ"۔

حضرت حارثہؓ کی شہادت کے بعد کفار کے ایک سو زرہ پوش سواروں کے مقابلے میں حضرت مقدادؓ میدانِ بدر کے تنہا شہسوارِ اسلام تھے۔ وہ گھڑ سواری، قدر اندازی، نیزہ بازی اور تیغ زنی میں کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بعد میں ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزار شجاعانِ عرب کے برابر مانے گئے۔ ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو انہوں نے اپنی شہسواری اور نیزہ بازی کے وہ کرتب دکھائے کہ دشمن ہراساں ہوگیا۔ جدھر جھک پڑتے تھے مشرکین کی صفوں میں تہلکہ پڑ جاتا تھا۔ غرض انہوں نے لڑائی سے پہلے جو عہد سرورِ کائنات سے باندھا تھا اپنی جانبازی سے اسے پورا کر دکھایا۔

جنگ بدر کے بعد حضرت مقدادؓ نے اُحد، احزاب اور تمام دوسرے مشہور غزوات میں بھی نہایت پامردی اور استقلال سے حقِ شجاعت ادا کیا۔ اس سلسلہ میں غزوۂ ذی قرد یا غابہ میں ان کی نمایاں کارکردگی کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ربیع الاوّل ۶ ہجری میں عینیہ بن حصن فزاری نے مدینہ سے چند میل دُور ذی قرد کے قریب غابہ کی چراگاہ پر چھاپا مارا اور گلہ بان حضرت ذرؓ بن ابوذر غفاریؓ کو شہید کر کے حضورؐ کی بیس شیر دار اونٹنیاں ہانک کر لے چلا۔ مشہور صحابی حضرت سلمہؓ بن الاکوع اور حضرت رباحؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق سے گھوڑے پر سوار وہاں آ نکلے۔ حضرت سلمہؓ ایک ماہر تیر انداز اور بڑے سبک رفتار تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ دیکھا تو حضورؐ کی محبت اور غیرتِ دینی نے انہیں ازخود رفتہ کر دیا۔ پہلے تو ایک قریبی ٹیلے پر چڑھ کر مدینے کی طرف منہ کر کے تین مرتبہ "یا صباحاہ" کا نعرہ لگایا، پھر حضرت رباحؓ کو گھوڑے پر سوار کر کے حضورؐ کو اطلاع دینے کے لیے مدینے کی طرف روانہ کیا اور خود اکیلے ہی درختوں کی آڑ لے کر چھاپا ماروں پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کر دی۔ یہاں تک کہ وہ اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد مدد لے کر پھر آ دھمکے اور حضرت سلمہؓ کی زندگی سخت خطرے میں پڑ گئی۔ ادھر اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی حضورؐ نے مسلمانوں کو لٹیروں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت سب سے پہلے جو تین جانباز اپنے گھوڑے دوڑاتے موقع واردات پر پہنچے وہ حضرت محرز بن نضلہ الملقب بہ اخرم اسدیؓ، حضرت ابوقتادہ انصاریؓ اور حضرت مقدادؓ بن عمرو تھے۔ حضرت اخرمؓ درّانہ آگے بڑھتے چلے گئے اور عبدالرحمٰن فزاری کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ ان کے پیچھے حضرت ابوقتادہؓ تھے۔ انہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے نیزے سے عبدالرحمٰن کو جہنم واصل کر کے اسی وقت حضرت اخرمؓ کا بدلہ لے لیا۔ عین اسی وقت حضرت مقدادؓ بھی ابوقتادہؓ اور سلمہؓ سے آن ملے۔ اب ان تینوں جانبازوں نے غارت گروں کو اپنے نیزوں کی نوکوں پر رکھ لیا۔ اسی اثنا میں حضورؐ کے بھیجے ہوئے کچھ اور سوار بھی پہنچ گئے۔ بدطینت لٹیروں نے اب بھاگنے ہی میں اپنی عافیت دیکھی لیکن مجاہدین نے سورج غروب ہونے تک ان کا تعاقب جاری رکھا۔ رات کو واپس ذی قرد پہنچے تو وہاں رسولِ اکرم ﷺ کو پانچ سو مسلح مجاہدین کی جمعیت کے ساتھ موجود پایا۔ حضورؐ نے حضرت سلمہؓ، ابوقتادہؓ، مقدادؓ اور دوسرے مجاہدین کی جانبازی پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اسی سال حضرت مقدادؓ کو بیعتِ رضوان میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

(۶)

عام الوفود یعنی ۹ ہجری میں عرب کے کونے کونے سے بارگاہِ نبوت میں سفارتیں آنی شروع ہوگئیں۔ ان میں سے اکثر وفود قبولِ اسلام کے لیے حاضر ہوئے البتہ بعض احکامِ شریعت سیکھنے کے لیے اور کچھ ملکی یا دنیاوی اغراض کے لیے بھی آئے۔ اسی زمانے میں بہراء سے بھی ایک وفد مدینہ پہنچا۔ یہ لوگ حضرت مقدادؓ کے ہم قبیلہ اور ہم وطن تھے۔ اس لیے سیدھے ان کے ہاں پہنچے۔ حضرت مقدادؓ نے انہیں اہلاً وسہلاً ومرحبا کہا ...... آرام سے بٹھایا اور پھر ان کے لیے حیش تیار کرایا۔ حیش ایک لذیذ عربی کھانا ہے جو کھجور اور ستو اور گھی ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ اہلِ وفد نے یہ کھانا بڑے شوق سے کھایا۔ حضرت مقدادؓ نے اس میں سے کچھ ایک پیالے میں رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؐ نے اس میں سے بقدرِ ضرورت تناول فرما کر وہ پیالہ واپس فرما دیا۔ اب مقدادؓ دونوں وقت وہی پیالہ مہمانوں کے سامنے رکھتے وہ خوب سیر ہو کر کھاتے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ حیش بچ رہتا۔ ایک دن انہوں نے حیران ہو کر حضرت مقدادؓ سے پوچھا:

''ہم نے تو سنا تھا کہ تم لوگوں کی خوراک جو اور کھجوریں ہیں لیکن جو کھانا تم مسلسل کئی روز سے ہمیں کھلا رہے ہو یہ اتنا لذیذ اور عمدہ ہے کہ ہمیں گھر میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی بہت کم میسر آتا ہے۔ آخر تم یہ کیسے مہیّا کرتے ہو"۔

حضرت مقدادؓ نے فرمایا: "دوستو میں ناچیز کس قابل ہوں یہ تو میرے آقا محمد ﷺ کی برکت ہے کہ حضورؐ کی انگشت ہائے مبارک اس کھانے کو چھو چکی ہیں"۔

یہ سنتے ہی وفد کے اراکین بیک زبان پکار اُٹھے۔ "بیشک محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"

اس کے بعد یہ لوگ چند دن اور مدینہ منوّرہ میں ٹھہرے۔ اسلام قبول کر کے قرآن اور احکامِ شریعت سیکھے اور پھر اپنے وطن کو مراجعت کی۔ ۱۰ ہجری میں حضرت مقدادؓ نے حجۃ الوداع میں سرورِ عالمؐ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔

رسولِ اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد انصارؓ و مہاجرینؓ مسئلہ خلافت طے کرنے کے لیے سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے تو حضرت مقدادؓ ان چند صحابہ میں تھے جنہوں نے خلافت کے لیے حضرت علی کرّم اللہ وجہٗ کے حق میں رائے دی تاہم جب جمہور مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا تو انہوں نے بھی کچھ عرصہ بعد اختلاف کرنے والے اکثر دوسرے بزرگوں کی طرح صدیقِ اکبرؓ کی بیعت کر لی۔

(۷)

عہدِ فاروقی میں حضرت عمروؓ بن العاص نے مصر پر لشکر کشی کی تو مصریوں نے بڑے لاؤ لشکر اور ساز و سامان کے ساتھ مسلمانوں کی قدم قدم پر مزاحمت کی۔ حضرت عمروؓ کے پاس بہت کم فوج تھی انہوں نے دربارِ خلافت سے کمک مانگی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان کا پیغام ملتے ہی چار ہزار سپاہی اور چار افسران کی مدد کے لیے روانہ کر دیے اور ساتھ ہی لکھا کہ ان افسروں میں ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ یہ افسر حضرت زبیرؓ بن العوّام، حضرت مقدادؓ بن عمرو، حضرت عبادہؓ بن صامت اور حضرت مسلمہؓ بن مخلد تھے۔ اس کمک کے پہنچنے سے حضرت عمروؓ بن العاص کو زبردست تقویت پہنچی اور مسلمانوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں سرزمین مصر پر پرچم اسلام لہرا دیا۔ اس مہم کے دوران میں حضرت مقدادؓ اور دوسرے افسروں نے جس غیر معمولی عزم و ہمت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مورّخین نے اس کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ مصر جانے سے پہلے حضرت مقدادؓ نے جہادِ شام میں بھی حصہ لیا تھا۔ علامہ ابنِ کثیرؒ نے جنگ یرموک میں شریک ہونے والے مشاہیر صحابہ میں حضرت مقدادؓ کا نام خصوصیت سے لیا ہے، اور "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ آغازِ جنگ سے پہلے وہ سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کی تلاوت کرنے والے قُرّاء میں سے تھے۔

(۸)

بارگاہِ رسالت سے حضرت مقدادؓ کو مدینہ منوّرہ کے محلّہ بنی عدیلہ میں زمین عطا ہوئی تھی اس کے بعد انہیں جرف میں جاگیر عطا کی گئی جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اخیر میں حضرت مقدادؓ وہیں جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے لکھا ہے کہ مقدادؓ یوں بھی بڑے ڈیل ڈول کے آدمی تھے لیکن عمر کے آخری سالوں میں ان کا پیٹ غیر معمولی طور پر بڑھ گیا تھا۔ (غالباً استسقاء کا مرض تھا) ان کے ایک رومی غلام نے اس پر عملِ جراحی کیا لیکن افاقہ ہونے کی بجائے مرض میں اذیت ناک اضافہ ہو گیا۔ اسی حالت میں انہوں نے ۳۳ ہجری میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت ان کی عمر ستّر برس سے متجاوز ہو چکی تھی۔ لاش کو جرف سے مدینہ لایا گیا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ بن عفان نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر ہزاروں مسلمانوں نے بادیدۂ پُرنم اس جاں نثارِ رسولؐ کو گورستانِ بقیع میں سپردِ خاک کر دیا۔

(۹)

حضرت مقدادؓ بن عمرو کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جن کی جلالتِ قدر اور فضل و کمال پر مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کا کامل اتفاق ہے۔ اپنے جوشِ ایمانی اور جذبۂ فدویت کی بدولت وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے محبوب بن گئے تھے۔ ایک دفعہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ عزّ و جلّ نے حکم دیا ہے کہ چار آدمیوں کے ساتھ محبت رکھوں اور اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ بھی ان چاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیؓ، مقدادؓ، سلمانؓ اور ابوذرؓ۔

علامہ ابنِ عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب'' میں بسندِ صحیح یہ روایت درج کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا جو اپنی آواز قرآن کے ساتھ بلند کر رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا، یہ اوّاب (عبادت گزار) ہے، دوسرے کو سنا کہ وہ بھی اپنی آواز بلند کر رہا ہے، حضورؐ نے فرمایا، یہ شخص خودنمائی کرنے والا ہے۔ لوگوں نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پہلے شخص مقدادؓ بن عمرو تھے۔

امام محمد باقرؒ کا قول ہے کہ ایسا شخص کہ جس کو کبھی شک نہیں ہوا اور کسی قسم کا خیال بھی راہِ حق سے ہٹنے کا نہیں ہوا۔ وہ مقدادؓ ہیں۔

بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مقدادؓ حافظِ قرآن تھے اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ علّامہ شیخ مصطفیٰ صادق رافعی نے اپنی کتاب ''اعجاز القرآن'' میں لکھا ہے کہ:

''مسلمان مختلف اطراف میں متفرق ہو گئے اور ہر شہر کے لوگوں نے باقیماندہ حفاظ میں سے کسی ایک سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ چنانچہ اہلِ دمشق و حمص نے قرآن حضرت مقدادؓ بن اسود سے حاصل کیا''۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عہدِ رسالت میں جو صحابہ مجرموں کی گردن مارنے پر مامور تھے۔ حضرت مقدادؓ ان میں سے ایک تھے۔ حضرت مقدادؓ ایک مردِ سپاہی تھے اور مزاج میں حد درجہ کی سادگی اور بے باکی تھی۔ بعض وجوہ کی بنا پر وہ کافی عرصہ تک شادی نہ کر سکے تھے۔ ایک دن حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف پوچھ بیٹھے۔ ''مقدادؓ تم شادی کیوں نہیں کر لیتے''۔ بے ساختہ جواب دیا۔ ''اپنی لڑکی بیاہ دو''۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کو ان کی بے باکی پر بڑا غصہ آیا اور انہیں بہت سخت سست کہا۔ حضرت مقدادؓ نے بارگاہِ نبوّت میں شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا:-

''اگر کوئی تمہیں رشتہ دینے سے انکار کرتا ہے تو کرتا رہے میں تمہیں اپنی بنتِ عم سے بیاہ دوں گا''۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت ضباعہؓ بنتِ زبیر بن عبدالمطّلب سے حضرت مقدادؓ کا عقد کر دیا۔ اس طرح ان کو سرورِ عالمؐ سے رشتہ داری کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔

حضرت مقدادؓ کو بارگاہِ نبوّت میں خاص تقرب حاصل تھا۔ اس کا اندازہ ان متعدّد احادیث سے ہوتا ہے جو خود ان سے مروی ہیں یا جن میں دوسروں کی زبانی ان کا ذکر آیا ہے۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ پر پروانہ وار فدا تھے اور آپؐ سے تحصیل علم میں کبھی پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ اگر کسی صحابی کو حضورؐ سے براہِ راست کوئی مسئلہ پوچھنے میں حجاب دامنگیر ہوتا تو وہ حضرت مقدادؓ کو وسیلہ بناتے تھے۔ صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کَرَّمَ اللہ وَجْہہ نے رسولِ اکرمؐ سے ایک خاص مسئلہ حضرت مقدادؓ کی وساطت سے دریافت کیا۔

حضرت مقدادؓ جس بے تکلفی کے ساتھ رسولِ اکرمؐ سے مسائل دریافت کرتے تھے اس کا اندازہ صحیح مسلم کی اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے۔

''مقدادؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ اگر کافروں میں سے کسی شخص سے میرا مقابلہ ہو جائے اور وہ مجھ سے جنگ کرنے لگے اور میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ دے۔ پھر مجھ سے ایک درخت کی پناہ لے اور کہے کہ میں خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اسلام قبول کرتا ہوں تو یا رسول اللہؐ اس کلمہ کے بعد کیا میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا، ہرگز نہیں۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ اس نے تو یہ کلمہ اس وقت کہا ہے جب پہلے میرا ہاتھ کاٹ لیا ہے پھر میں اسے کیسے قتل نہ کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہرگز قتل نہ کرنا کیونکہ اگر اسے قتل کرو گے تو اب وہ ایسا ہی قابلِ احترام مسلمان ہو گیا ہے جیسے تم اس کے قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اب اسی طرح مباح الدّم ہو جاؤ گے جیسا وہ اس کلمہ کے پڑھنے سے پہلے تھا''۔

ایک دفعہ کسی شخص نے ان کے بھاری بھرکم جسم پر پھبتی کسی اور کہا کہ ''ابوالاسود اللہ تعالیٰ نے تمہیں جہاد میں شریک ہونے سے معاف کر دیا ہے''۔ فوراً جواب دیا ''نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائی نہیں اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط (ہلکے اور بوجھل نکل کھڑے ہو اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو) کا حکم اس سے منکر ہے"۔

خوشامد اور چاپلوسی سے سخت متنفر تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ "ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں ایک شخص امیر المؤمنین کے سامنے ان کی تعریف کرنے لگا۔ حضرت مقدادؓ سُن رہے تھے۔ انہوں نے دونوں گھٹنے ٹیک کر سنگریزے اٹھائے اور اس شخص کے چہرے پر پھینکنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ہائیں یہ کیا کرتے ہو۔ مقدادؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہے جب خوشامد کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں خاک جھونک دو"۔

حضرت مقدادؓ کے صحیفۂ حیات میں اگرچہ جاں نثاری رسول اور شوقِ جہاد کا باب سب سے نمایاں ہے تاہم رسولِ اکرمؐ کی طویل بابرکت صحبت نے انہیں معدنِ فضل وکمال بھی بنا دیا تھا اور وہ فضلاءِ صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ بعض مسائل میں وہ اپنا ایک مخصوص زاویۂ نظر رکھتے تھے اور لوگوں کو اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ مُسندِ احمد بن حنبلؒ میں عبدالرحمٰن بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ میرے والد نے بیان کیا کہ ایک دن ہم مقدادؓ بن الاسود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص ان کے پاس سے گزرا اور انہیں دیکھ کر بولا، یہ دو آنکھیں مبارک ہیں جنہوں نے رسول اللہؐ کی زیارت کی ہے۔ خدا کی قسم ہمیں تمنا ہوتی ہے کہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہم بھی دیکھتے اور جن مقامات میں آپ شریک ہوئے ہم بھی شریک ہوتے۔ یہ سن کر مقدادؓ غصہ میں بھر گئے مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اس بیچارے نے کوئی بری بات تو نہ کہی تھی اچھی ہی بات کہی تھی۔ پھر مقدادؓ اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے، اس شخص کو کیا داعیہ پیش آیا کہ یہ ایسے زمانہ میں موجود ہونے کی تمنا کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا نہیں کیا اگر وہ اس زمانہ میں پیدا ہوتا تو کیا خبر اس کے صبر واستقلال کا حال کیا ہوتا۔ خدا کی قسم رسول اللہؐ کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا اس لیے کہ انہوں نے آپؐ کی دعوت کو قبول نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اور آپؐ کی تصدیق نہیں کی۔ تم اس زمانہ میں ہونے کی تمنا تو کرتے ہو لیکن خدا کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اس نے تمہیں ایسے زمانہ میں پیدا کیا کہ ہوش سنبھالتے ہی تم نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اور دینِ حق کی تصدیق کی۔ اس راہ کی مصیبتیں دوسروں نے اٹھائیں اور تم ان سے محفوظ رہے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو زمانۂ فترت وکفر کے ان سخت ترین حالات میں بھیجا جن میں آپؐ سے پیشتر اپنے نبیوں میں سے کسی کو نہیں بھیجا۔ وہ ایسا زمانہ تھا جبکہ لوگوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی دین نہ تھا اس وقت آپ ایک ایسی کتاب لے کر آئے جس نے حق و باطل کو جدا کر دیا اور بیٹے کو باپ سے اس طرح کہ ایک شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کی سعادت نصیب کی تھی دیکھا کرتا تھا کہ (وہ خود تو مسلمان ہے اور) اس کا باپ بیٹا اور بھائی کافر ہیں۔ اسے یقین تھا کہ اگر وہ اسی حالت پر مر گئے تو دوزخ میں جائیں گے۔ پھر اس یقین کے بعد کہ اس کے یہ پیارے عزیز آگ کا ایندھن بنیں گے' اس کی آنکھیں بھلا کیسے ٹھنڈی رہ سکتی تھیں۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمائی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

(جو لوگ یہ دعا مانگتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرما دے)

ہجرت کے بعد حضرت مقدادؓ نے کچھ عرصہ بڑی تنگدستی سے گزارا تھا اس کے بعد تجارت شروع کر دی تھی اور خاصے مرفہ الحال ہو گئے تھے۔ حضرت مقدادؓ کی اہلیہ حضرت ضباعہؓ بنتِ زبیر سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت مقدادؓ رفع حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلے اور بقیعِ غرقد کے قریب ایک ویران جگہ رفع حاجت کے لیے بیٹھے۔ یکا یک قریب کے ایک بل سے ایک بڑے چوہے نے ایک طلائی دینار باہر لا کران کے سامنے ڈال دیا اور وہ برابر اسی طرح ایک ایک دینار باہر لا کر ان کے سامنے ڈالتا رہا یہاں تک کہ حضرت مقدادؓ کے سامنے سترہ دینار جمع ہو گئے۔ وہ انہیں لے کر سرورِ عالم ﷺ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے پوچھا، کیا تم نے چوہے کے بِل میں ہاتھ ڈالا تھا؟ انہوں نے عرض کیا، خدا کی قسم نہیں، یا رسول اللہ...... حضورؐ نے فرمایا، "تو اس مال پر کوئی صدقہ نہیں ہے اللہ تجھے اس میں برکت دے"۔

ضباعہؓ کہتی ہیں کہ "ان میں سے آخری دینار ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ میں نے چاندی کے ڈھیر مقدادؓ کے گھر میں دیکھ لیے"۔ (یعنی وہ آسودہ حال ہو گئے) بدری ہونے کی وجہ سے حضرت مقدادؓ کا گرانقدر وظیفہ بھی مقرر ہو گیا تھا اور جرف اور خیبر میں جاگیریں بھی مل گئی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد خیبر کی جاگیر امیر معاویہؓ نے ان کے ورثا سے ایک لاکھ درہم میں خریدی۔ ان کی اولاد میں ضباعہؓ بنتِ زبیر سے صرف ایک لڑکی کریمہ کا نام ملتا ہے۔

حضرت مقدادؓ سے مروی احادیث میں سے دو یہ ہیں:

۱۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں، مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؐ ارشاد فرماتے تھے۔ قیامت کے دن سورج مخلوق سے بہت قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ ان سے بقدر ایک میل کے رہ جائے گا اور اس کی گرمی سے لوگ بقدر اپنے اعمال کے پسینہ پسینہ ہو جائیں گے۔ (یعنی جس کے اعمال جتنے برے ہوں گے اسے اسی قدر پسینہ آئے گا) پس بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک آئے گا اور بعض کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک ہوگا اور بعض کا ان کے کولہوں کے اوپر تک (یعنی کمر تک) اور بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ ان کے منہ میں جا رہا ہوگا...... اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے دکھایا (کہ ان کا پسینہ یہاں تک پہنچ رہا ہوگا اور ان کے منہ میں جا رہا ہوگا) (صحیح مسلم)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم مدّاحین (بہت زیادہ تعریفیں، خوشامد، چاپلوسی کرنے والوں) کو دیکھو تو ان کے منہ پر خاک ڈال دو۔ (صحیح مسلم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مُصعَبؓ بن عُمیر

(۱)

عمیر بن ہاشم کے فرزند مُصعَبؓ صرف بنو عبدالدار کے جوانانِ رعنا ہی کی آبرو[۱] نہیں تھے بلکہ فی الحقیقت سارے مکہ میں ان جیسا خوبرو، سجیلا اور خوش پوش نوجوان کوئی نہیں تھا۔ والدین کو اللہ تعالیٰ نے تموّل اور آسودہ حالی کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ انہوں نے اپنے فرزند کو بڑے ناز ونعم سے پالا تھا۔ مُصعَبؓ کی جوانی حسنِ صورت اور نظافت پسندی کا نہایت حسین امتزاج تھی۔ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ریشمی کپڑے پہنتے اور عمدہ سے عمدہ خوشبویات استعمال کرتے تھے۔ جس گلی سے گزرتے وہ گلی مہک جاتی تھی۔ ان کے ایک جوڑے کی قیمت دو دو سو درہم تک ہوتی تھی جو اس زمانے میں ایک خطیر رقم متصور ہوتی تھی۔ پاؤں میں زری حضرمی جوتا ہوتا تھا۔ میانہ قد کے یہ نرم ونازک نوجوان اپنے وقت کا بیشتر حصہ اپنی تزئین وآرائش اور خوبصورت زُلفوں کو بنانے اور سنوارنے پر صرف کرتے تھے لیکن اپنی خوبروئی اور خوش پوشی کے باوصف وہ نہایت پاکیزہ سیرت اور اخلاق کے حامل تھے۔ جب سرورِ کائنات ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو مُصعَبؓ کے پاک اور صاف دل ودماغ نے اسے فوراً قبول کرلیا۔ پرستارانِ حق ان دنوں بڑے پُرصعوبت دَور سے گزر رہے تھے۔ مشرکین نے اپنے ظلم وستم سے توحید کے شیدائیوں کا جینا دوبھر کر رکھا تھا اور رحمتِ عالم ﷺ اپنے چند جاں نثاروں کے ہمراہ حضرت

---

[۱] حضرت مُصعَبؓ کا شجرۂ نسب یہ ہے:
مُصعَبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی گویا پانچویں پشت میں ان کا شجرۂ نسب رسولِ اکرم ﷺ کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارقمؓ بن ابی الارقم کے مکان میں پناہ گزین تھے۔

اسی پُر آشوب زمانے میں نوجوان مُصعَبؓ ایک دن رحمتِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادۂ ایمان سے مخمور ہو کر حضورؐ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ اب وہ اکثر دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے اور فیضانِ نبویؐ سے مقدور بھر بہرہ یاب ہوتے تھے۔

(۲)

شروع شروع میں حضرت مُصعَبؓ نے اپنا اسلام گھر والوں سے پوشیدہ رکھا اس میں دو مصلحتیں تھیں ایک تو یہ کہ وہ اپنی مشفق ماں کو جوان سے ٹوٹ کر محبّت کرتی تھی، آزردہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ دوسری یہ کہ وہ اپنی ماں سے اتنی مالی مدد حاصل کر لیتے تھے جس سے وہ مظلوم دینی بھائیوں کی دست گیری کر سکتے تھے لیکن عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ ایک دن کلید بردارِ کعبہ عثمان بن طلحہ نے (جو ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) انہیں کہیں ربِّ واحد کی عبادت کرتے دیکھ لیا۔ انہوں نے فوراً ان کی والدہ اور دوسرے اہلِ خاندان سے جا کر کہا کہ:-

"تم تو مُصعَبؓ پر جان چھڑکتے ہو اور وہ محمدؐ کے دین کو آویزۂ گوش بنائے پھرتا ہے"۔

حضرت مُصعَبؓ کی ماں خناس بنتِ مالک اور دوسرے اہلِ خاندان پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔ مُصعَبؓ سے ان کی والہانہ محبت، بے پناہ نفرت میں تبدیل ہو گئی۔ انہوں نے پہلے تو انہیں خوب زدوکوب کیا اور پھر رسیوں سے جکڑ کر قیدِ تنہائی میں ڈال دیا۔ مُصعَبؓ دینِ حق سے منہ موڑ کر پھر والدہ اور دوسرے عزیزوں کی محبّت اور شفقت کا مرجع بن سکتے تھے لیکن بادۂ توحید نے انہیں کچھ ایسا مست کر دیا تھا کہ عیش و راحت سے محرومی اور قید و بندکی مصیبتیں خندہ پیشانی سے قبول کر لیں لیکن دینِ حق سے منہ موڑنا گوارا نہ کیا۔ کچھ عرصہ اسی طرح سے گزر گیا۔ ادھر کفار کا معاملہ مسلمانوں سے شدید تر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ رسولِ کریم ﷺ نے ستم رسیدہ مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ بارہ مردوں اور چار خواتین کا مختصر سا قافلہ فی الفور ہجرت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ راہِ حق میں سب سے پہلے غریب الوطنی اختیار کرنے والے ان بلا کشانِ اسلام میں حضرت مُصْعَبؓ بن عمیر بھی شامل تھے جو موقع پا کر اپنے زندانِ بلا سے بھاگ نکلے اور اس قافلہ کے ساتھ حبش جا پہنچے۔ ابھی ان مہاجرین اِلیٰ اللہ کو حبش میں تین ہی مہینے گزرے تھے کہ انہوں نے قریش مکّہ کے مسلمان ہو جانے (یا رسولِ اکرم ﷺ کی مخالفت ترک کر دینے) کی خبر سنی۔ علّامہ ابنِ سعدؒ اور بلاذُریؒ کا بیان ہے کہ یہ خبر سن کر سب مہاجرین مکّہ کی طرف واپس ہو گئے۔ البتہ ابنِ اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ بعض مہاجرین وہیں ٹھہرے رہے۔ بہر صورت حضرت مُصْعَبؓ ان اصحاب میں شامل تھے جنہوں نے مکّہ کو مراجعت کی۔ شہر کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر بالکل بے بنیاد تھی تاہم انہوں نے حبش کی طرف پلٹنا مناسب نہ سمجھا اور ان میں سے ہر ایک عمائد قریش میں سے کسی نہ کسی کی پناہ حاصل کر کے شہر میں داخل ہو گیا۔ حضرت مُصْعَبؓ نے باختلافِ روایت نضر بن الحارث بن کلدہ یا ابوعزیز بن عمیر کی پناہ حاصل کی۔ حبشہ سے ان اصحاب کے مراجعت فرمانے کے بعد قریش کی ستم آرائیوں میں اور شدت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ حضورؐ نے پھر ہدایت فرمائی کہ جس مظلوم مسلمان سے بن پڑے وہ حبش ہی کی طرف ہجرت کر جائے۔ اب کی بار ۸۰ سے زیادہ مردوں اور ۱۹ یا ۲۰ خواتین نے حبش کی راہ لی۔ حضرت مُصْعَبؓ اس قافلۂ حق میں بھی شامل تھے۔ اس مرتبہ ان کے بھائی ابوالرومؓ بن عمیر نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ مشرکینِ قریش نے ان کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالیں لیکن یہ سب کسی نہ کسی طرح حبش پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت مُصْعَبؓ ایک مدّت تک حبش میں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرتے رہے اور پھر مکّہ واپس تشریف لے آئے۔ اربابِ سیر نے ان کے سالِ مراجعت کی تصریح نہیں کی لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت مدینہ سے تین چار سال پہلے حبش سے مکّہ واپس آئے اور اپنے وقت کا بیشتر حصہ اپنے آقا و مولاؐ کی خدمتِ اقدس میں گزارنے لگے۔[۱]

[۱] بعض اربابِ سیر نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی دوسری ہجرت حبشہ کا ذکر نہیں کیا لیکن ابن ہشامؒ نے ابن اسحاقؒ کے حوالے سے دوسری ہجرت حبشہ کے مہاجرین کی فہرست میں حضرت مصعبؓ بن عمیر کا نام واضح طور پر درج کیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)

حضرت مُصعَبؓ حبش سے اس حال میں مکہ واپس آئے کہ غریب الوطنی نے ان کی رعنائی اور خوش پوشی کو خواب وخیال بنا دیا تھا۔ اب بوسیدہ اور موٹے جھوٹے کپڑے جن میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے، ان کے زیبِ بدن ہوتے تھے۔ جسم کی نرم ونازک کھال موٹی اور کھردری ہو گئی تھی۔ چہرہ سُت گیا تھا اور رنگ برگِ خزاں رسیدہ کی طرح پیلا پڑ گیا تھا لیکن اس مردِ حق آگاہ کی شانِ استقامت وعزیمت میں ذرّہ برابر فرق نہ آیا تھا۔ وہ اپنے آقا ومولاؐ کی خدمت اور زُہد وفقر کی زندگی کو عیش وتنعم کی ہزار زندگیوں پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت مُصعَبؓ ایک دن دربارِ نبوت میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ ان کے جسم پر کوئی کپڑا ایسا نہ تھا جس میں پیوند نہ لگے ہوں اور پھر یہ کپڑے بھی سخت موٹے اور کھردرے تھے۔ سرورِ عالمؐ انہیں اس حالت میں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ ایک اور موقع پر وہ مجلسِ نبویؐ میں اس طرح حاضر ہوئے کہ ستر پوشی کے لیے معمولی کپڑا بھی میسر نہ تھا۔ جسم کو ایک کھال کے ٹکڑے سے باندھ رکھا تھا اور اس کھال میں بھی جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ یہ ایک کپکپا دینے والا منظر تھا کہ جو جسم کبھی ریشم کے سوا کسی لباس سے آشنا نہ تھا آج وہ ایک بوسیدہ کھال میں ملبوس تھا۔ سرورِ عالم ﷺ اور صحابۂ کرامؓ راہِ حق کے اس نرالے مسافر کو اس عجیب "لباس" میں دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ حضورؐ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا:-

"چند سال پہلے میں نے اس نوجوان کو دیکھا تھا کہ سارے مکہ میں اس سے بڑھ کر نازونعمت کا پروردہ، خوش رُو، خوش پوشاک، اور آسودہ حال کوئی نہیں تھا لیکن آج اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی محبت پر اس نے اپنے تمام عیش وآرام کو قربان کر دیا ہے اور حَسَنات سے شغف نے اس کو دُنیوی لذّات اور اسبابِ راحت سے بے نیاز کر دیا ہے"۔

حضرت مُصعَبؓ کے اسی جذبۂ ایثار اور اخلاص فی الدّین نے انہیں رحمتِ عالم ﷺ کا مرجعِ شفقت بنا دیا تھا اور دربارِ رسالتؐ میں انہیں درجۂ اختصاص حاصل ہو گیا تھا۔ انہوں نے حضورؐ کی صحبتِ اطہر سے خوب فیض اٹھایا وہ بڑے ذوق وشوق سے ہادیٔ اکرمؐ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کی تعلیم حاصل کرتے اور قرآن کی جو سورۃ نازل ہوتی اسے فوراً حفظ کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد وہ ایک عالمِ دین اور فقیہ سمجھے جانے لگے۔ حضورؐ نے تبلیغ و دعوت کے لیے جن صحابہ کرامؓ کو بطورِ خاص تربیت دی حضرت مُصعَبؓ بھی ان میں سے ایک تھے۔

(۴)

رسولِ اکرم ﷺ کا برسوں سے معمول تھا کہ ایامِ حج میں زائرینِ حرم کے مختلف قبائل کے پاس جا کر انہیں دعوتِ توحید دیتے تھے لیکن مشرکینِ قریش اپنے مخالفانہ ہتھکنڈوں سے ان لوگوں کو حق کی طرف مائل نہ ہونے دیتے تھے۔ ۱۰ نبوّت کے موسمِ حج میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب صورت پیدا کی۔ حضورؐ تبلیغ کرتے کرتے چند ایسے خیموں کے پاس پہنچ گئے جن میں یثرب سے آئے ہوئے کچھ سعید الفطرت لوگ قیام پذیر تھے۔ یہ قبیلہ خزرج کے چھ آدمی تھے۔ یہ لوگ یہود کے قرب اور بعض دوسرے عوامل کی بدولت ''نبیِ آخرالزمان'' اور ''دینِ ابراہیمؑ'' کے نام سے کلیتہً نا آشنا نہیں تھے۔ حضورؐ نے جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عظمت بیان کی تو وہ بہت متاثر ہوئے اس کے بعد جب آپؐ نے قرآنِ کریم کی چند آیات کی تلاوت فرمائی تو ان کے دل بالکل ہی پگھل گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا، ''واللہ یہ تو وہی نبی ہیں جن کا تذکرہ ہر وقت یہود کی زبان پر ہے، دیکھنا یہود کہیں ہم سے قبولِ حق میں سبقت نہ لے جائیں''۔ یہ کہہ کر سب اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ خزرج کی ان خوش بخت ہستیوں کا قبولِ اسلام گویا انصار میں صبحِ سعادت کا طلوع تھا۔ اللہ کے یہ مقدس بندے جب دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر یثرب واپس گئے تو انہوں نے وہاں تندہی سے دینِ حق کی تبلیغ شروع کر دی اور چراغ سے چراغ جلنے لگا۔ چنانچہ اگلے سال ۱۱ نبوت میں بارہ مسلمان (دس خزرجی اور دو اوسی) سرورِ کونینؐ کی زیارت کے لیے مکہ پہنچے۔ حضورؐ کو ان کے آنے کا حال معلوم ہوا تو آپ ایک رات ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے بڑھ کر حضورؐ کے قدم لیے اور آپؐ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ واپسی کے وقت ان اصحاب نے حضورؐ سے التجا کی کہ انہیں قرآن پڑھانے اور دین کی باتیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکھانے کے لیے ایک مُعَلِّم عطا کریں۔حضورؐ نے اس اہم کام کے لیے حضرت مُصْعَبؓ بن عمیر کو منتخب فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ تبلیغ حق اور مسلمانوں کی تنظیم و تعلیم کے لیے یثرب چلے جائیں۔ایثار و خلوص کا یہ پیکرِ جمیل اپنے آقا و مولا کا حکم پاتے ہی کسی عذر اور تامل کے بغیر اسلام کا پہلا داعی بن کر فوراً یثرب روانہ ہو گیا۔

(۵)

حضرت مُصْعَبؓ بن عمیر نے یثرب میں اپنی ذمہ داریوں کو نہایت احسن طریقہ سے نباہا۔ان کی سادگی، پاکبازی، انکسار، شیریں مقالی اور بلند اخلاقی نے چپکے چپکے لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا شروع کر دیا۔ان کا معمول تھا کہ اپنی قیام گاہ (حضرت اسعدؓ بن زرارہ کے مکان) پر لوگوں کو بلاتے اور انہیں دین کی باتوں کی تعلیم دیتے۔اس کے علاوہ وہ اکثر اَوس اور خزرج کے مختلف محلّوں اور گھروں کا چکر لگاتے اور لوگوں کو ایسے بلیغ اور احسن انداز میں اسلام کی دعوت دیتے کہ وہ لامحالہ اس سے متاثر ہو جاتے تھے۔ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ادھر اُدھر جاتے وقت کندھے پر کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لٹکا لیتے تھے جو اگلی طرف سے ببول کے کانٹوں سے اٹکا ہوتا تھا۔تھوڑے ہی عرصہ میں وہ لوگوں کی توجہ اور التفات کا مرکز بن گئے اور ان کی تبلیغی مساعی سے اہلِ یثرب جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ان میں اَوس اور خزرج کے بڑے بڑے رؤسا بھی شامل تھے۔اَوس میں سے حضرت سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر الکتائب اور خزرج میں سے حضرت سعدؓ بن عبادہ، ابوایوبؓ انصاری اور سعدؓ بن ربیع جیسے ذی اثر اصحاب کے قبولِ اسلام سے یثرب میں اسلام کو بڑی وسعت حاصل ہوئی۔ دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ حضرت مُصْعَبؓ مسلمانانِ یثرب کی تنظیم اور تعلیم سے بھی غافل نہ رہے۔ایک طرف تو انہوں نے سرورِ اکرم ﷺ کی اجازت سے (حضرت سعدؓ بن خثیمہ کے مکان پر) باجماعت نماز جمعہ کی بِنا ڈالی اور دوسری طرف نومسلم انصار کو بڑی محنت سے دینی تعلیم دی اس طرح چند ماہ کے اندر اندر یثرب کی گلی گلی اور کوچے کوچے میں خدائے واحد اور رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ خیر ہونے لگا۔

اگلے سال ۱۳ نبوت میں دینِ حق کا یہ کامیاب داعی تہتر مردوں اور دو عورتوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ لے کر حج کے لیے مکّہ پہنچا۔ حضرت مُصْعَبؓ کو نہ اپنا گھر یاد آیا اور نہ والدین، سیدھے نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے قیام مدینہ کے تمام حالات وواقعات کی تفصیل سنائی۔ حضورؐ سن کر بہت مسرور ہوئے اور انہیں دعائے خیر دی۔ حضرت مُصْعَبؓ کے پاک نفس ہمراہی ان کی تبلیغ سے اتنے متاثر تھے کہ وہ جلد از جلد حضورؐ کے شربتِ دیدار سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے لیکن سارا مکہ علمبردارانِ حق کا جانی دشمن بنا ہوا تھا اس لیے احتیاط لازم تھی۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں حضورؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور سب کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا۔

حضرت مُصْعَبؓ کی ماں کو جب بیٹے کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے انہیں بلا بھیجا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں بے حد لعنت ملامت کی اور رو رو کر ان سے کہا کہ بیٹے اس نئے دین کو چھوڑ دو تاکہ تمہارے لیے میری آغوش محبت پھر وا ہو جائے۔

حضرت مُصْعَبؓ نے جواب دیا۔ ''ماں میں نے اللہ کے پسندیدہ دین کو برضا و رغبت قبول کیا ہے، اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔'' اب ماں دھمکیوں پر اتر آئی اور کہا کہ تمہارا علاج وہی ہے جو تمہارے حبش جانے سے پہلے کیا گیا تھا۔

حضرت مُصْعَبؓ نے بھی جرأت کے ساتھ جواب دیا:

''ماں! کیا تو مجھے زبردستی میرے دین سے پھیر سکتی ہے، یاد رکھ اگر اب کسی نے مجھے ایذا دینے کا ارادہ کیا تو میں اسے قتل کر دوں گا''۔

اب اُن کی ماں بے بس ہو کر بے تحاشا رونے لگی۔ حضرت مُصْعَبؓ نے اسے نہایت نرمی سے سمجھایا۔ ''ماں از راہِ خیر خواہی تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لے آؤ، تمہاری بھلائی اسی میں ہے''۔

لیکن کفر و شرک ماں کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا:

''کواکبِ درخشندہ کی قسم، میں ہرگز تیرا دین قبول نہیں کروں گی، جا میری آنکھوں سے دُور ہو جا''۔

حضرت مُصْعَبؓ رحمتِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں واپس آ گئے اور ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچھتر ساتھیوں نے یثرب کو معاودت کی۔ ان نفوسِ قدسی نے بیعت کے وقت یہ عہد کیا تھا کہ اگر رحمتِ عالم ﷺ ان کے شہر کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازیں تو وہ حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کی اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ مدد اور حفاظت کریں گے۔ چنانچہ ان کے واپس جانے کے بعد حضورؐ نے صحابہؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اپنے آقا و مولاؐ کا ایماء پا کر ستم رسیدہ مسلمانوں نے اس نئے دارالامن کی طرف ہجرت کا آغاز کر دیا اور دو تین ماہ کے اندر اندر ان کی ایک معقول تعداد مدینہ پہنچ گئی۔ ان میں حضرت مُصْعَبؓ بن عمیر بھی شامل تھے۔ انہوں نے سرورِ عالمؐ کی ہجرت سے صرف بارہ دن پہلے ارضِ مکّہ کو الوداع کہا اور مدینہ پہنچ کر سیّد الاوس حضرت سعدؓ بن معاذ کے ہاں قیام کیا۔ چند دن بعد سرورِ کونین بھی ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے اور مسلمانوں کی مدنی زندگی کا آغاز ہو گیا۔

(۶)

ہجرت کے بعد ابتدائی پانچ مہینوں میں انصار کے گھر مہاجرین کے لیے مہمان خانۂ عام تھے لیکن یہ زندگی اور صورت حال منظّم نہ تھی اس لیے رسولِ اکرم ﷺ نے مہاجرین کی پرورش اور کفالت کے لیے ایک سہل مگر مستقل اور منظّم طریقِ کار کی ضرورت محسوس فرمائی چنانچہ ہجرت کے پانچ ماہ بعد آپؐ نے حضرت انسؓ بن مالک کے وسیع مکان میں انصار و مہاجرین کو جمع کیا اور ان کے مابین عقدِ مؤاخاۃ قائم فرمایا۔ آپؐ ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کو بلاتے اور ان سے مخاطب ہو کر فرماتے "آج سے تم دونوں بھائی بھائی ہو"۔ اس مبارک مجلس میں حضرت مُصْعَبؓ بن عمیر کا رشتۂ مواخاۃ میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ رئیسِ بنو نجّار سے قائم کیا گیا۔

ہجرت کے بعد بھی حضرت مُصْعَبؓ برابر دعوت و تبلیغ اور وعظ و تذکیر میں مشغول رہے..... ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کے موقع پر وہ ان تین سو تیرہ نفوسِ قدسی میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی استقامت و عزیمت اور اخلاص و ایثار کے انمٹ نقوش صفحۂ تاریخ پر ثبت کیے اور جنہیں "اصحابِ بدر" کا عظیم الشان لقب مرحمت ہوا۔ حق و باطل کے اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معرکۂ اول میں انہیں یہ خصوصی شرف بھی حاصل ہوا کہ سرورِ عالمؐ نے انہیں مہاجرین کا سب سے بڑا عَلَم عنایت فرمایا۔

۳ھ ہجری میں جنگِ اُحد پیش آئی تو اس میں بھی حضورؐ نے عَلَمبرداری کا شرف حضرت مصعبؓ کو عطا فرمایا۔ جب ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور رسولِ اکرم ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہوگئی تو اس وقت مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے۔[1]

ایک گروہ نے کہا "رسول اللہؐ کے بعد لڑنے سے کیا حاصل؟" اور یہ کہہ کر مدینہ کی طرف چل دیا۔

دوسرے گروہ نے کہا "حضورؐ کے بعد جینے سے کیا حاصل؟" اور یہ کہہ کر حصولِ شہادت کی خاطر مردانہ وار لشکرِ کفار میں گھس گیا۔

تیسرا گروہ وہ تھا جو حضورؐ کے گرد حصار بنا کر آپؐ کی حفاظت کر رہا تھا۔ یہ صرف چودہ جانبازوں پر مشتمل تھا۔

حضرت مُصْعَبؓ بن عمیر شہادت کے جویا ثابت قدم مجاہدین کے دوسرے گروہ میں شامل تھے۔ ان کا سینہ علم دین کا مخزن تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر سنی تو زبان پر بے اختیار یہ آیت جاری ہوگئی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورہ آل عمران)

اور محمدؐ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔[1]

اس کے ساتھ ہی انہوں نے بلند آواز سے نعرہ لگایا:

"میں رسول اللہؐ کا عَلَم سرنگوں نہیں ہونے دوں گا"۔

یہ کہہ کر ایک ہاتھ میں شمشیر برہنہ اور دوسرے میں عَلَم لیے کفار پر ٹوٹ پڑے۔ مشرکین کے مشہور شہسوار ابنِ قمیہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا اور ان کا داہنا ہاتھ شہید کر ڈالا۔ حضرت مُصْعَبؓ نے فوراً بائیں ہاتھ میں عَلَم تھام لیا۔ ابنِ قمیہ نے دوسرا ہاتھ بھی

---

[1] علامہ شبلیؒ نے سیرۃ النبیؐ میں لکھا ہے کہ "مُصْعَبؓ صورت میں رسول کریم ﷺ سے مشابہ تھے وہ شہید ہوئے تو یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضورؐ شہید ہو گئے"۔ ہم نے جو صورت واقعہ بیان کی ہے وہ طبقات ابنِ سعد سے ماخوذ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہید کر دیا۔ انہوں نے کٹے ہوئے بازوؤں کا حلقہ بنا کر عَلَم کو سینے سے چمٹا لیا۔ گویا تہیہ کر رکھا تھا کہ جب تک سانس میں سانس ہے پرچم اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیں گے۔ بدبخت ابنِ قمیئہ نے اب جھنجھلا کر ان پر نیزے کا ایک ایسا بھرپور وار کیا کہ اس کی انی ٹوٹ کر حضرت مُصعَبؓ کے علم و عشق سے معمور مقدس سینے میں رہ گئی اور وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ جونہی وہ گرے ان کے بھائی ابوالرومؓ بن عمیر نے آگے بڑھ کر عَلَم سنبھال لیا اور لڑائی ختم ہونے تک اس کو تھامے ہوئے حقِ شجاعت ادا کرتے رہے۔ جنگ کے بعد اس عَلَم کو سرنگوں کیے بغیر مدینہ لائے۔

جب قریش میدانِ جنگ سے واپس چلے گئے اور مسلمان اپنے شہداء کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مکہ کے جوانِ رعنا مُصعَبؓ چہرہ کے بل گرے ہوئے خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ سرورِ عالم ﷺ کو ان کی شہادت سے سخت صدمہ پہنچا۔ آپؐ اس پیکرِ علم و عمل کی لاش کے قریب کھڑے ہو گئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۔

"مومنین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا اسے سچ کر دکھایا۔ بعض ان میں سے اپنی مدت پوری کر چکے ہیں اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا"۔[1]

---

[1] صحیح بخاری میں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ یہ آیت ان کے چچا حضرت انسؓ بن نضر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ حضرت انسؓ بن نضر کا شمار بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ وہ خاندان بنو نجار کے رؤسا میں سے تھے اور رشتہ میں رسولِ اکرم ﷺ کی پردادی سلمٰی کے بھتیجے ہوتے تھے۔ بیعت عقبۂ ثانیہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوۂ بدر میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ اس کا دلی صدمہ تھا۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ افسوس کہ میں غزوۂ بدر میں شریک ہونے سے رہ گیا اگر اللہ نے مجھے مہلت دی تو دنیا دیکھے گی کہ آئندہ میں کیا کرتا ہوں"۔

غزوۂ اُحد میں بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضورؐ کی شہادت کی خبر سن کر مسلمانوں میں سراسیمگی پھیلی تو حضرت انسؓ آگے بڑھے۔ راستے میں حضرت سعدؓ بن معاذ سے ملاقات ہوئی تو کہا "سعد کہاں جاتے ہو۔ خدا کی قسم مجھے اُحد کی طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے"۔ یہ کہہ کر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد آپؐ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا:-

"مَیں نے مکّہ میں تمہارے جیسا حسین اور خوش لباس اور کوئی نہ دیکھا تھا لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال گرد آلود اور اُلجھے ہوئے ہیں اور تمہارے جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہو گے"۔

پھر آپؐ نے حضرت مُصعَبؓ کی تکفین کا حکم دیا۔ اس شہیدِ راہِ حق کی چادر اتنی چھوٹی تھی کہ اس سے سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں کُھل جاتے اور پاؤں مستور کیے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ بالآخر حضورؐ نے فرمایا کہ سر چادر سے ڈھانپ دو اور پاؤں کو "اذخر" گھاس سے چھپا کر اس شہیدِ حق کو سپردِ خاک کر دو۔ صحابہؓ نے حکم کی تعمیل کی اور یوں وہ پیکرِ صدق وصفا دنیائے ظاہر بین کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت مُصعَبؓ کی شادی مشہور صحابیہ حضرت حمنہؓ بنتِ جحش (سرورِ عالمؐ کی پھوپھی زاد بہن) سے ہوئی تھی، ان سے ایک خورد سال بچی زینب اپنی یادگار چھوڑی۔

(۷)

حضرت مُصعَبؓ بن عمیر کا شمار اجلّ صحابہ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے عین جوانی کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شمشیر بدست کفار کے مجمع میں گھس گئے اور زخم پر زخم کھاتے اس وقت تک لڑتے رہے جب تک زندگی نے ساتھ دیا۔ سارا جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا اور لاش پہچانی نہ جاتی تھی۔ ان کی بہن ربیعؓ بنت نضر نے ہاتھ کی انگلی سے پہچانا۔ جسم پر تیر، نیزے اور تلوار کے اَسّی زخم تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری پھوپھی ربیع بنت نضر کے ہاتھ سے ایک انصاری لڑکی کا دانت ٹوٹ گیا۔ اس کے لواحقین نے قصاص کا دعویٰ کیا اور حضورؐ نے قصاص کا حکم صادر فرمایا۔ انسؓ بن نضر کو خبر ملی تو تڑپ اٹھے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "یارسول اللہ خدا کی قسم ربیع کا دانت نہ توڑا جائے گا"۔ حضورؐ نے فرمایا "اللہ کا یہی حکم ہے" خدا کا کرنا لڑکی کے ورثاء دیت لینے پر راضی ہو گئے اور ربیع کا دانت بچ گیا۔ اس موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ خدا کے بعض بندے ایسے ہیں کہ جب قسم کھاتے ہیں تو خدا ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم میں عیش و تنعّم کی زندگی یکا یک محض اللہ کے لیے ترک کر دی اور راہِ حق میں ایسے ایسے مصائب جھیلے کہ ان کا حال پڑھ کر جھرجھری آ جاتی ہے۔ حضرت مُصْعَبؓ کی عسرت و مصیبت کو دیکھ کر نہ صرف اصحاب کرامؓ بلکہ فخرِ موجودات حضورؐ سرورِ کائنات ﷺ بھی آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ لیکن خود حضرت مُصْعَبؓ کے صبر و شکر اور استغناء کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت ہشاش بشاش رہتے تھے اور لذات دنیوی کو یکسر فراموش کر دیا تھا۔

حضرت مُصْعَبؓ سابقون اوّلون کے اس مقدس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں راہِ حق میں تین ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ منورہ میں ان کی تبلیغی مساعی کے جو نتائج برآمد ہوئے وہ تاریخِ اسلام کا ایک روشن باب ہیں۔ علم و فضل کے اعتبار سے ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ بعض صحابہ کو ان پر رشک آتا تھا۔ میدان اُحد میں ان کی تکفین جس طریقے سے ہوئی وہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کے لیے مدت العمر مایۂ عبرت بنی رہی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سامنے (پُرتکلف) کھانا آیا تو ان کو ابتدائے اسلام کا زمانہ یاد آ گیا۔ بولے۔ ''مُصْعَبؓ بن عمیر مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوئے اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن میسر نہ ہوا...... ہمیں شاید دنیا ہی میں سب نعمتیں دے دی گئیں''۔ یہ کہہ کر رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔ کئی اور روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ کے درمیان جب کبھی حضرت مُصْعَبؓ کا ذکر آ جاتا تھا تو وہ چشم پُرآب ہو جاتے تھے اور ان کی زبان سے اس مردِ حق کے لیے سلام اور مغفرت کی دعا نکلتی تھی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

> حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جاڑے کی ایک صبح کو میں بھوکا اپنے گھر سے نکلا۔ سردی مجھ کو ہلاک کیے دے رہی تھی، تو میں نے ایک اونی کپڑا جو ہمارے گھر میں تھا، لیا اور اس کو اپنی گردن میں ڈالا اور گرمی حاصل کرنے کے لیے اسے اپنے سینے پر باندھ لیا۔ واللہ! ہمارے گھر میں کھانے کی کوئی چیز بھی نہ تھی اور اگر نبی ﷺ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو مجھے آپ ضرور بھیجتے۔ " اگلا صفحہ دیکھیں"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ میں اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں پہنچا۔ وہاں آپؐ کے صحابہ کی ایک جماعت پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی کہ اتنے میں مُصعبؓ بن عمیر آگئے وہ چادر اوڑھے ہوئے تھے جس میں چمڑے کا پیوند تھا۔ وہ اسلام لانے سے پہلے مکّہ کے بہت زیادہ خوش حال جوان تھے، عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ نے ان کو اس حال میں دیکھا تو آپؐ کو ان کی اسلام لانے سے پہلے کی خوش حال زندگی یاد آئی اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے پوچھا:-

"تم لوگ آج بہتر حالت میں ہو یا اس وقت بہتر حالت میں ہوگے جب کہ صبح کو تمہارے پاس روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا طباق پیش ہوگا اور شام کو ایک دوسرا طباق اور صبح کو تم ایک لباس میں ہوگے اور شام کو ایک دوسرے لباس میں ہوگے اور اپنے گھروں پر پردے لٹکاؤ گے جس طرح کعبہ پر پردہ پڑا ہوتا ہے"۔

تو ہم نے آپ کے سوال کا یہ جواب دیا کہ:

"ہم لوگ اس خوش حالی کے دور میں بہتر ہوں گے کیونکہ یکسوئی کے ساتھ خوب عبادت کریں گے"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نہیں، بلکہ تم اس فقر وفاقہ کے زمانے میں بہتر ہو"۔[1]

(ترغیب وترہیب بحوالہ ابویعلیٰ)

---

[1] شارحین حدیث نے آنحضور ﷺ کے ارشاد کی تشریح یہ کی ہے کہ عیش اور خوش حالی میں بسا اوقات دین کی طرف سے غفلت اور دنیا پرستی کی طرف رغبت پیدا ہوجاتی ہے اور اس طرح آخرت سے زندگی کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے زُہد وفقر کی زندگی کو عیش وعشرت کی زندگی سے بہتر قرار دیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوذر غفاریؓ......خلیلِ رسولؐ

(۱)

خیر البشر رحمتِ عالم ﷺ ایک دن چند صحابۂ کرامؓ کے درمیان رونق افروز تھے کہ گہرے سانولے رنگ کے ایک کشیدہ قامت آدمی، جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے، حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایسے لہجے میں سلام کیا جس میں بے پناہ عقیدت اور محبت پائی جاتی تھی۔ انہیں دیکھ کر سرورِ عالمؐ کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی اور لسانِ رسالت پر یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

"ما اظلت الخضراء وما اقلت الغبراء اصدق لهجة من ابی ذر"

(آسمان کسی ایسے شخص پر سایہ فگن نہیں ہوا اور زمین نے کسی ایسے شخص کو کندھوں پر نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچی زبان رکھتا ہو۔)

اور کائنات کے ذرّہ ذرّہ نے شہادت دی کہ بے شک سیّد المرسلینؐ نے سچ فرمایا۔ ابوذرؓ نے اس وقت اسلام کی صداقت کی گواہی دی تھی خدیجۃ الکبریٰؓ، ابوبکر صدیقؓ، علی مرتضیٰؓ اور زیدؓ بن حارثہ کے سوا کسی نے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہیں کہا تھا اور پھر زندگی بھر کسی نے ابوذرؓ کی زبان سے حق کے سوا کوئی دوسری بات نہ سنی۔ یہاں تک کہ ان کی حق گوئی اور بے باکی نے ارض وسما میں تلاطم برپا کر دیا۔

(۲)

حضرت ابوذرؓ جن کا اصل نام باختلاف روایت بریر یا جُندُب تھا۔ قبیلہ بنو غفار سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلّق رکھتے تھے۔ یہ قبیلہ کنانہ بن خزیمہ کی نسل سے تھا جو پندرہویں پشت میں رسولِ اکرم ﷺ کے جدِّ اعلیٰ تھے۔ غفار بن ملیل، حضرت ابوذرؓ کی ساتویں پشت میں ایک سربرآوردہ شخص تھا۔ اسی کے نام کی نسبت سے کنانی النسل عربوں کا یہ گروہ غفاری کہلانے لگا۔ غفار تک حضرت ابوذرؓ کا شجرۂ نسب یہ ہے۔

ابوذر (جندب یا بریر) بن جنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حرام بن غفار۔ ماں کا نام رملہ بنتِ ربیعہ تھا وہ بھی قبیلہ غفار سے تھیں۔ بنو غفار کا ماؤی اور مسکن مدینہ منورہ سے اسّی (۸۰) میل کے فاصلے پر بدر کے نواح میں تھا۔ ان کے قریب ہی وہ کاروانی راستہ واقع تھا جو مکہ مکرمہ کو شام و فلسطین سے ملاتا تھا۔ بنو غفار بڑے مفلس لوگ تھے اور بصد مشکل گزر اوقات کرتے تاہم انہوں نے مدتوں صبر و قناعت کو اپنا شعار بنائے رکھا لیکن پھر ایک ایسا وقت آیا کہ مفلسی اور بدحالی نے ان کو گمراہ کر دیا اور انہوں نے ڈاکا زنی اور قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ وہ نہ صرف مکہ اور شام کے درمیان آنے جانے والے تجارتی قافلوں کو لوٹ لیتے تھے بلکہ نواحی قبائل کو بھی وقتاً فوقتاً اپنی ترکتازیوں کا نشانہ بناتے رہتے تھے۔ حضرت ابوذرؓ نے اسی ماحول میں ہوش کی آنکھیں کھولیں۔ جب دیکھا کہ قبیلے کے نوجوان نت نئی مہموں پر جاتے ہیں اور انواع واقسام کے مال واسباب سے لدے پھندے واپس آتے ہیں تو وہ بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے لیکن قدرت کو ان سے کوئی اور ہی کام لینا منظور تھا۔ معلوم نہیں کیا سبب ہوا کہ یکا یک ان کی زندگی میں انقلاب پیدا ہو گیا اور طبیعت لوٹ مار، قتل و غارت اور رہزنی سے سخت متنفر ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ قبیلہ کے دیوتاؤں، دیویوں اور بتوں سے بھی بے زار ہو گئے۔ ربِّ اکبر نے انہیں توحید کا راستہ سجھا دیا اور وہ شب و روز خدائے واحد کی عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ خود ہی نماز کی کوئی صورت معیّن کر لی اور جدھر اللہ تعالیٰ جھکا دیتا اسی طرف منہ کر کے پڑھ لیتے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ابوذرؓ پر قبولِ اسلام سے پہلے ہی خشیتِ الٰہی طاری ہو چکی تھی۔ خود ان سے روایت ہے کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں رات کی نماز کے لیے کھڑا ہوتا اور کھڑا رہتا، یہاں تک کہ صبحِ کاذب ہو جاتی۔ اس وقت میں اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیتا اور اس طرح پڑا رہتا جیسے کوئی کپڑا پڑا ہوا ہے۔ جب مجھ پر دھوپ پڑنے لگتی تو اٹھتا''۔

غفار کے لوگ ان کی زبان سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کا ورد سنتے تھے اور حیران ہوتے تھے کہ یہ کس جنون میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس وقت مکہ سے خورشیدِ اسلام کا طلوع ہو چکا تھا اور ہادیٔ برحقؐ نے دعوتِ توحید کا آغاز فرما دیا تھا۔ ایک دن قبیلۂ غفار کا ایک شخص مکّہ گیا۔ وہاں اس کے کانوں میں دعوتِ حق کی بھنک پڑ گئی۔ واپس آ کر حضرت ابوذرؓ سے ملا اور کہنے لگا۔ ''ابوذر تمہاری طرح مکہ میں بھی ایک شخص لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کہتا ہے اور لوگوں کو بت پرستی سے منع کرتا ہے''۔ ابوذرؓ تو پہلے ہی کسی ہادی و رہنما کی تلاش میں تھے۔ یہ خبر سن کر بے تاب ہو گئے۔ اسی وقت اپنے بھائی اُنیس کو یہ کہہ کر مکہ روانہ کیا کہ جا کر اس شخص سے ملو جو لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلاتا ہے اور پھر واپس آ کر اس کے حالات بتاؤ۔ انیس ایک بلند پایہ شاعر اور نہایت زیرک آدمی تھے۔ مکہ پہنچ کر انہوں نے سرورِ عالمؐ کے ارشادات گرامی سنے تو بے حد متاثر ہوئے۔ واپس آئے تو ابوذرؓ نے پوچھا۔ ''تم نے مکہ کے داعیٔ توحید کو کیسا پایا؟''

اُنیس نے جواب دیا۔ ''لوگ اسے شاعر، کاہن اور جادوگر کہتے ہیں لیکن خدا کی قسم میں نے اسے ایسا نہیں پایا۔ وہ نہ شاعر ہے نہ کاہن اور نہ جادوگر، وہ تو لوگوں کو محض بھلائی کی طرف بلاتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے''۔

اس مختصر جواب سے حضرت ابوذرؓ کی تسلی نہ ہوئی اور وہ خود تحقیقِ احوال کے لیے عازمِ مکہ ہو گئے۔

(۳)

مکّہ پہنچ کر حضرت ابوذرؓ نے کعبہ میں قیام کیا۔ سرورِ عالمؐ کو پہچانتے نہ تھے۔ کسی سے پوچھنا خلافِ مصلحت سمجھا۔ اللہ کی طرف دھیان تھا کہ وہی داعیٔ حق سے ملا دے گا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئی دن اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن حضرت علی المرتضیٰؓ انہیں ایک طرف لے گئے اور پوچھا، ''بھائی میں تمہیں کئی دن سے یہاں دیکھ رہا ہوں تم کس چیز کی تلاش میں ہو''۔

حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا۔ ''اگر تم وعدہ کرو کہ مجھے میری منزلِ مقصود تک پہنچا دو گے اور زبان بند رکھو گے تو بتائے دیتا ہوں''۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ''تم مطمئن رہو تمہارا راز افشا نہ ہوگا''۔

اب حضرت ابوذرؓ نے اپنا مقصد بتایا۔ حضرت علیؓ نے ان کی بات سن کر فرمایا ''تم نے ہدایت کا راستہ پا لیا جن کی تلاش میں تم آئے ہو بے شک وہ خدا کے سچے رسولؐ ہیں''۔ حضرت ابوذرؓ پر رقت طاری ہو گئی۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے درخواست کی۔ ''لِلّٰہ مجھے اس ذاتِ اقدس تک پہنچا دیجیے''۔[1]

حضرت علی کرّم اللہ وَجہہٗ انہیں لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ کا جلالِ نبوّت سے منور چہرۂ مبارک دیکھ کر ابوذرؓ کے دل نے گواہی دی کہ یہ واقعی خدا کے سچے رسول ہیں۔ بے تابانہ عرض کی، ''اے اللہ کے رسولؐ مجھے اپنی دعوت کی تفصیل بتائیے''۔

حضورؐ نے ایسے بلیغ انداز سے ابوذرؓ کے سامنے اسلام پیش کیا کہ ان کا دل جوشِ ایمان سے لبریز ہو گیا۔ خود حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کلمات طیبات میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گئے اور دینِ حق کی طرف ایسی کشش پیدا ہوئی کہ اسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا...... اب حضور نے ابوذر سے پوچھا:

''غفاری بھائی اتنے دن تمہاری خورونوش کا کیا انتظام رہا''۔

عرض کی، یا رسول اللہ کھانے کو تو کچھ ملا نہیں، چاہِ زمزم کا پانی پی کر پیٹ بھر لیتا تھا''۔

---

[1] ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ پہلے دن بغیر کچھ پوچھے حضرت ابوذرؓ کو اپنے گھر لے گئے۔ رات گزار کر ابوذرؓ پھر کعبہ جا پہنچے۔ دوسرے دن حضرت علیؓ پھر انہیں اپنے گھر لے گئے، صبح کو وہ پھر کعبہ چلے گئے۔ اب حضرت علیؓ نے ان سے کعبہ میں قیام کا مقصد پوچھا، حضرت ابوذرؓ نے ان سے رازداری کا وعدہ لیا اور پھر اپنے حالات بلاکم وکاست بیان کر دیے اور کہا کہ میں یہاں محض مکہ کے داعی حق کی تلاش کے لیے مقیم ہوں۔)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت حضرت صدیقِ اکبرؓ پاس ہی تھے۔ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہؐ اگر اجازت ہو تو میں ابوذرؓ کو کچھ کھلاؤں؟" حضورؐ نے فرمایا "ہاں ہاں ضرور"۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوذرؓ کو اپنے ہمراہ گھر لے گئے۔ وہاں انہوں نے طائف کے خشک انگور حضرت ابوذر غفاری کے سامنے رکھے۔ یہ پہلی ٹھوس غذا تھی جو مکّہ میں پہنچ کر ابوذرؓ کو نصیب ہوئی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ کے قبولِ اسلام کے بعد حضورؐ نے ان سے فرمایا:

"ابوذرؓ اب تم اپنے قبیلے میں واپس جاؤ اور اسے دعوتِ توحید دو۔ جب دعوتِ حق کے آشکار ہونے کی خبر ملے اس وقت پھر یہاں آجانا۔ فی الحال تم بھی مکّہ میں اپنا اسلام پوشیدہ رکھو"۔

ابوذرؓ کا دل جوشِ توحید سے معمور تھا۔ عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ...... خدا کی قسم آپ اجازت دیجیے میں مکّہ میں اپنے اسلام کا اعلان کر کے جاؤں گا"۔

حضورؐ ان کا جوش اور ولولہ دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

اب ابوذرؓ سیدھے حرمِ کعبہ میں تشریف لے گئے وہاں مشرکین کا مجمع تھا۔ ابوذرؓ نے مشرکین سے مخاطب ہو کر باآواز بلند کہا:

"لوگو! خدائے واحد کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور محمدؐ خدا کے سچے رسول ہیں"۔

ابوذرؓ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ مشرکین چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر لہولہان کر دیا۔ اتنے میں عباسؓ بن عبدالمطّلب آپہنچے۔ ایک غریب الوطن کو اس حال میں دیکھ کر دل بھر آیا۔ ابوذرؓ کے اوپر گر پڑے اور مشرکین سے کہا "اپنا ہاتھ روکو کیوں ناحق اس غریب کی جان لیتے ہو"۔ عباسؓ بھی ایمان نہیں لائے تھے اس لیے مشرکین کو ان کی بات کا بڑا پاس تھا۔ ان کے کہنے پر انہوں نے ابوذرؓ کو چھوڑ دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن توحید کے متوالے ابوذرؓ دوسرے دن پھر کعبہ جا پہنچے اور مشرکین کو دعوتِ توحید دینے لگے۔ مشرکین نے انہیں پھر پکڑ لیا اور زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت بھی عباسؓ ان کے آڑے آئے اور مشرکین کو سمجھایا کہ "یہ شخص غفار کے جنگجو اور خون آشام قبیلے کا فرد ہے۔ اگر تم نے اسے ہلاک کر دیا تو تمہارا کوئی قافلۂ تجارت منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکے گا۔ غفاریوں سے خواہ مخواہ کی دشمنی کیوں مول لیتے ہو"۔

مشرکین کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور انہوں نے ابوذرؓ کو چھوڑ دیا۔ ابوذرؓ نے اب سوچا کہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے ان پر میری بات کا اثر نہیں ہو گا۔ انہیں خدا کے سچے رسولؐ ہی راہِ ہدایت پر لا سکیں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ میں اپنے حلقۂ اثر میں جا کر تبلیغ کروں۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنے وطن کی راہ لی۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے اپنے دو بھائیوں اور والدہ کو دعوتِ توحید دی۔ ان تینوں نے فوراً اس پر لبیک کہا۔ پھر انہوں نے اپنے قبیلے کو اسلام کی طرف بلایا۔ آدھا قبیلہ اسی وقت مسلمان ہو گیا اور آدھا ہجرتِ نبویؐ کے بعد دولتِ ایمان سے بہرہ یاب ہوا۔

(۴)

حضرت ابوذرؓ عرصۂ دراز تک اپنے قبیلہ کے لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیتے رہے جب بدر، احد، خندق وغیرہ کے غزوات گزر چکے تو انہوں نے بھی اپنے وطن سے ہجرت کی۔ مدینۃ الرسولؐ پہنچ کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور اپنے آپ کو سرکارِ دو عالمؐ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔[1] جب غزوۂ تبوک پیش آیا تو ابوذر غفاریؓ بھی اپنے آقا کی معیت میں تبوک کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کا اونٹ سست پڑ گیا اور وہ لشکرِ اسلام

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے بتیس شیر دار اونٹنیاں حضرت ابوذرؓ کے سپرد کی تھیں۔ وہ انہیں لے کر مدینہ منورہ سے بارہ میل کے فاصلے پر ذی قرد کے قریب ایک جنگل میں مقیم ہو گئے۔ ان کی زوجہ لیلیٰ اور بیٹا ذرؓ بھی ساتھ تھے۔ ربیع الاوّل ۶ ہجری میں بنو غطفان کے لٹیروں نے عیینہ بن حصن فزاری کی سرکردگی میں چھاپا مارا۔ ذرؓ کو شہید کر ڈالا اور تمام اونٹنیاں حضرت ابوذرؓ کی زوجہ سمیت ہنکا لے چلے۔ صحابہؓ کو بروقت خبر ہو گئی انہوں نے تعاقب کیا اور سب کو چھڑا لائے۔ یہ واقعہ غزوۂ ذی قرد کے نام سے مشہور ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بچھڑ گئے۔ دل میں شوقِ جہاد موجزن تھا۔ اونٹ کو وہیں چھوڑا اور سارا سامان پیٹھ پر لاد کر پیادہ پا منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ آگے جا کر لشکرِ اسلام نے ایک جگہ قیام کیا۔ ایک شخص نے حضورؐ سے عرض کیا "یارسول اللہ وہ دور ایک شخص آ رہا ہے معلوم نہیں کون ہے" حضورؐ نے فرمایا "ابوذرؓ ہوں گے"۔

لوگوں نے دیکھا تو وہ واقعی ابوذرؓ تھے۔ رسولِ کریمؐ سے عرض کیا "یارسول اللہؐ خدا کی قسم یہ ابوذرؓ ہی ہیں"۔

حضورؐ نے فرمایا، "ابوذرؓ اکیلے ہی چلتے ہیں۔ اکیلے ہی مریں گے اور قیامت کے دن اکیلے ہی اٹھیں گے"۔

حضرت ابوذرؓ غفاری کے زُہد وتقویٰ اور خدا اور رسولؐ سے عشق کا یہ عالم تھا کہ سرورِ کائنات نے انہیں مسیح الاسلام کا لقب عطا فرمایا۔

ایک دن حضرت ابوذرؓ نے رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ "یارسول اللہؐ ایک شخص بعض ہستیوں سے محبت رکھتا ہے لیکن ان کے اعمال کو اپنانے کی طاقت نہیں رکھتا اس کے متعلق کیا ارشاد ہے"۔

حضورؐ نے فرمایا، "وہ شخص جن کے ساتھ محبت رکھتا ہے انہی کے ساتھ ہے"۔

ابوذر غفاریؓ عرض پیرا ہوئے "یارسول اللہ میں صرف آپ سے اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہوں"۔ حضورؐ نے فرمایا تم یقیناً اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ ہو۔

سرورِ کائنات ابوذر غفاریؓ پر اتنی شفقت فرماتے تھے کہ مرض الموت میں بھی انہیں بلا بھیجا۔ ابوذرؓ بارگاہِ نبوی میں پہنچ کر والہانہ حضورؐ کے اوپر جھکے۔ حضورؐ نے ان کا دستِ مبارک اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ چمٹا لیا۔ ابوذرؓ پر وارفتگی کا عالم طاری ہو گیا۔ جب حضورؐ نے وفات پائی تو ابوذرؓ کے دل کی دنیا اجڑ گئی۔ مدینہ چھوڑ کر ارضِ شام میں جا بسے۔ ان کی زندگی زُہد وورع اور فقر وقناعت کا عجیب نمونہ تھی۔ جو کچھ ہاتھ میں آتا اسے راہِ خدا میں لٹا دیتے۔ محض ایک چادر زیبِ بدن ہوتی تھی۔ شیخینؓ کے بعد انہوں نے محسوس کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ لوگوں میں مال و دولت سے رغبت پیدا ہو گئی ہے۔ سادہ لباس کی جگہ پُرتکلف ملبوسات کا استعمال شروع ہو گیا ہے۔ فتوحات اور مالِ غنیمت کی کثرت نے خزانوں کی بنیاد رکھ دی ہے۔ سادہ مکانات کے بجائے محلات کی تعمیر شروع ہو گئی ہے۔ ابوذرؓ یہ حالات دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ انہوں نے پوری قوت سے مسلمانوں کو پکارا کہ بھائیو مال و دولت جمع کرنے اور عیش و تنعم کی زندگی گزارنے میں سراسر ہلاکت ہے۔ اللہ کا حکم ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔

(جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذابِ دردناک کی بشارت دو)

اگر تم نے اللہ کے حکم سے روگردانی کی تو اس کا وعدہ کبھی نہیں ٹل سکتا۔

حضرت ابوذرؓ غفاری جس انداز سے اس آیت کی تفسیر کرتے تھے، امیر معاویہؓ والیٔ شام اور اکثر دوسرے صحابہؓ کو اس سے اختلاف تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ اس آیت کا تعلق اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) سے ہے۔ لیکن ابوذرؓ فرماتے تھے کہ ہرگز نہیں یہ آیت یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں سب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ اپنی اس رائے پر سختی سے جمے رہے اور ترغیب و تخویف کا کوئی حربہ بھی انہیں اپنی رائے کے برملا اظہار سے باز نہ رکھ سکا۔ ان کے پیغام کا خلاصہ یہ تھا:-

"اے دولت مند مسلمانو! تم اگر اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو قیامت کے دن تمہاری جمع کی ہوئی دولت سے تمہارے چہروں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یاد رکھو مال میں تین چیزیں شریک ہیں۔ (۱) وارث جو اس کا منتظر ہے کہ تو کب اس دنیا سے رخصت ہو اور وہ تیرے اندوختہ پر قبضہ کرے۔ (۲) تقدیر جو تجھ سے پوچھے بغیر اپنے فیصلے صادر کر دیتی ہے (۳) خود تو...... اگر تو ان دونوں سے بازی لے جانے پر قادر ہے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور ایسا کر۔ اللہ فرماتا ہے کہ تم نیکی اور بھلائی کو کبھی نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی مرغوب چیزوں کو سب کے لیے عام نہ کر دو"۔

"مت بھولو کہ آدمی کے مرنے کے بعد صرف تین چیزیں اس کے کام آئیں گی۔ (۱) نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے مغفرت کرے (۲) صدقۂ جاریہ (۳) علم جس سے لوگ فیض اٹھائیں"۔

غریب لوگ تو ابوذرؓ غفاری کا پیام سن کر ان پر پروانوں کی طرح گرے لیکن اغنیا ان سے کھٹکنے لگے۔

(۵)

ایک دن امیر معاویہؓ اپنا محل الخضراء تعمیر کرا رہے تھے اتفاق سے حضرت ابوذرؓ ادھر سے گزرے محل کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر امیر معاویہؓ سے مخاطب ہو کر بولے:۔

"اگر اس محل کی تعمیر اللہ کے مال سے ہو رہی ہے تو خیانت ہے اور اگر اس پر اپنا مال خرچ کر رہے ہو تو اِسراف ہے"۔

امیر معاویہؓ نے کوئی جواب نہ دیا لیکن ان کے دل میں حضرت ابوذرؓ کی طرف سے کھٹک پیدا ہو گئی۔ چند دنوں کے بعد امیر معاویہؓ نے قبرص پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ لشکر روانہ ہونے لگا تو انہوں نے حضرت ابوذرؓ غفاری کو بلا کر پوچھا "کیا آپ جہاد کے لیے جانا چاہتے ہیں" ابوذرؓ نے تو اپنی جان خدا کی راہ میں وقف کر رکھی تھی جواب دیا:۔

"خدا کی راہ میں ایک دن جہاد کرنا ان ہزار دنوں سے بہتر ہے جو گھروں میں گزار دیے جائیں۔ میں دعوتِ جہاد پر لبیک کہتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ لشکرِ اسلام میں جا شامل ہوئے۔ جب مجاہدینِ اسلام نے قبرص فتح کر لیا تو حضرت ابوذرؓ غفاری نے شام واپس آ کر لوگوں میں پھر اپنے مسلک کی تبلیغ شروع کر دی۔ حکومت پر وہ اس شدت سے نکتہ چینی کرتے تھے کہ امیر معاویہؓ سے نزاع کی صورت پیدا ہو گئی۔ ایک دن امیر معاویہؓ نے ایک معقول رقم ابوذرؓ کی خدمت میں بھیجی۔ انہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے وہ رقم چند گھنٹوں کے اندر ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی۔ دوسرے دن امیر معاویہؓ نے امتحان لینے کی غرض سے ایک قاصد ان کے پاس بھیجا کہ کل وہ رقم غلطی سے آپ کو تقسیم ہو گئی ہے اسے واپس دے دیجیے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر یہ رقم ابوذرؓ کے پاس موجود ہوئی تو ان سے پوچھا جا سکے گا کہ آپ تو ایک رات کے لیے بھی دولت جمع رکھنا حرام سمجھتے ہیں پھر یہ رقم کیوں اپنے پاس رکھی۔ جب قاصد ابوذرؓ کی خدمت میں پہنچا اور ان سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ''وہ رقم تو ہم نے نمودِ سحر سے پہلے ہی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی''۔ قاصد امیر معاویہؓ کے پاس واپس گیا اور انہیں حضرت ابوذرؓ کا جواب سنایا تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلا۔ ''ابوذرؓ واقعی سچا ہے جو کہتا ہے اس پر عمل بھی کرتا ہے''۔

(۶)

ایک دن امیر معاویہؓ نے حضرت ابوذرؓ غفاری کو بلا بھیجا۔ جب وہ تشریف لائے تو انہیں کھانے کی دعوت دی۔ دستر خوان پر انواع واقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ ابوذرؓ جیسے مردِ درویش بھلا انہیں کب ہاتھ لگا سکتے تھے۔ دعوت قبول کرنے سے فوراً انکار کر دیا اور فرمایا:

> ''رسولؐ اللہ کے زمانے سے میرا کھانا ہفتہ بھر کے لیے ایک صاع جو رہا ہے خدا کی قسم میں اس پر زیادتی نہیں کروں گا حتیٰ کہ اپنے خلیل رسولِ اکرمؐ کے پاس پہنچ جاؤں''۔

(۷)

جب امیر معاویہؓ اور حضرت ابوذرؓ غفاری کے درمیان کشیدگی بہت بڑھ گئی تو امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے حضرت ابوذرؓ غفاری کو مدینہ بلا بھیجا۔ وہاں بھی انہوں نے اپنا مخصوص پیغام لوگوں کو سنانا شروع کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے انتہا پسندانہ خیالات دیکھ کر انہیں فتویٰ دینے سے منع کر دیا لیکن حضرت ابوذرؓ کو یہ پابندی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوارا نہ ہوئی۔ انہوں نے فرمایا ''خدا کی قسم اگر میری گردن پر تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھ کو یقین ہو جائے کہ گردن کٹنے سے قبل جو کچھ سرورِ کائنات سے سنا ہے سنا سکوں گا تو یقیناً سنا دوں گا''۔ حضرت عثمانؓ نے ابوذرؓ کو مشورہ دیا کہ آپ ''ربذہ'' چلے جائیں۔ ربذہ صحرائے عرب میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ ابوذرؓ غفاری خود بھی تنہائی پسند کرتے تھے۔ اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیا اور بخوشی ربذہ جا بسے۔

(۸)

عراق کے لوگوں کو حضرت ابوذرؓ کے قیامِ ربذہ کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ عثمانؓ نے آپ کے ساتھ نامناسب سلوک کیا ہے مگر آپ ہماری قیادت فرمائیں تو ہم عثمانؓ کے خلاف عَلَم بغاوت بلند کریں۔

حضرت ابوذرؓ غفاری نے جواب میں کہلا بھیجا:۔

''عثمانؓ نے جو کچھ کیا میں اسی میں اپنی بھلائی سمجھتا ہوں' تم لوگ اس میں مت دخل دو اور امیر المؤمنین کے خلاف منصوبے نہ بناؤ کیونکہ جو اپنے امیر کو ذلیل کرتا ہے۔ خدا اس کی توبہ قبول نہیں کرتا''۔

عراقی خاموش ہو گئے اور حضرت ابوذرؓ غفاری ہنگامہ ہائے دنیا سے الگ تھلگ اپنی زندگی کے دن صبر و قناعت سے کاٹنے لگے۔ ۳۱ ہجری یا ۳۲ ہجری کے ایامِ حج میں حضرت ابوذرؓ غفاری مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ ربذہ کے تمام لوگ حج کے لیے روانہ ہو گئے تھے اور ابوذرؓ غفاری کے پاس صرف ان کی رفیقۂ حیات اور ایک لڑکی موجود تھی۔ ابوذرؓ غفاری پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو ان کی اہلیہ رونے لگیں۔ ابوذرؓ نے نحیف آواز میں پوچھا۔ ''روتی کیوں ہو؟''

اہلیہ نے جواب دیا ''آپ ایک ویرانہ میں دَم توڑ رہے ہیں نہ میرے پاس اتنا کپڑا ہے کہ آپ کو کفن دے سکوں، نہ میرے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ آپ کی ابدی خوابگاہ تیار کر سکوں''۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوذرؓ غفاری نے فرمایا ''سنو ایک دن ہم چند لوگ رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص صحرا میں جاں بحق ہوگا اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت باہر سے آکر شرکت کرے گی۔ اُس وقت جو لوگ موجود تھے وہ سب شہری آبادیوں میں وفات پا چکے ہیں اب صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں اور کوئی وجہ نہیں کہ رسولِ اکرمؐ کی پیشگوئی کا مصداق نہ بنوں۔ تم باہر جا کر دیکھو۔ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آتی ہوگی''۔ پاس ہی ایک ٹیلہ تھا۔ حضرت ابوذرؓ کی اہلیہ اس پر چڑھ کر انتظار کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد دُور گرد اڑتی نظر آئی۔ پھر اس میں سے چند سوار نمودار ہوئے۔ جب قریب آئے تو ابوذرؓ کی زوجہ نے انہیں پاس بلا کر کہا ''بھائیو! قریب ہی ایک مسلمان سفرِ آخرت کی تیاری کر رہا ہے اس کے کفن دفن میں میرا ہاتھ بٹاؤ''۔ قافلے والوں نے پوچھا ''وہ کون شخص ہے''۔ جواب دیا، ''ابوذرؓ غفاری'' ابوذرؓ کا نام سنتے ہی قافلے والے بے تاب ہوگئے اور ''ہمارے ماں باپ ان پر قربان ہوں''۔ پکارتے ہوئے ان کی طرف لپکے۔

ادھر ابوذرؓ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا، ''جانِ پدر ایک بکری ذبح کر اور گوشت کی ہنڈیا چولہے پر چڑھا دے۔ کچھ مہمان آنے والے ہیں جو میری تجہیز و تکفین کریں گے۔ جب وہ مجھے سپردِ خاک کر چکیں تو ان سے کہنا کہ ابوذرؓ نے آپ لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے کہ جب تک آپ یہ گوشت نہ کھالیں یہاں سے رخصت نہ ہوں''۔

(۹)

جب قافلے والے حضرت ابوذرؓ کے خیمہ میں داخل ہوئے تو ان کا دمِ واپسیں تھا۔ اکھڑی ہوئی آواز میں فرمایا۔ ''تم لوگوں کو مبارک ہو کہ تمہارے یہاں پہنچنے کی خبر سالہا سال پہلے ہادیِ برحقؐ نے دے دی تھی۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا شخص نہ کفنائے جو حکومت کا عہدہ دار ہو یا رہ چکا ہو''۔ اتفاق سے اس قافلہ میں ایک انصاری نوجوان کے سوا سب لوگ کسی نہ کسی صورت میں حکومت سے متعلق رہ چکے تھے۔ اس نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے بڑھ کر کہا "اے رسولِ اکرمؐ کے محبوب رفیق میں آج تک حکومت کی ملازمت سے بے تعلق ہوں میرے پاس دو کپڑے ہیں جو میری والدہ کے ہاتھ کے کتے بنے ہوئے ہیں۔ اجازت ہو تو ان میں آپ کو کفنا دوں"۔

حضرت ابوذرؓ نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر "بسم اللہ و باللہ و علٰی ملۃ رسول اللہ" کہہ کر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اس قافلہ کے اکثر لوگ یمن کے رہنے والے تھے۔ اتفاق سے ان کے ساتھ فقیہِ اُمت حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ بھی تھے۔ انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر سب نے مل کر اس آفتابِ رشد و ہدایت کو سپردِ خاک کر دیا۔ جب چلنے لگے تو حضرت ابوذرؓ غفاری کی صاحبزادی نے قسم دے کر انہیں کھانا کھلایا۔ علامہ طبریؒ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے چلتے وقت حضرت ابوذرؓ کے اہل و عیال کو ساتھ لے لیا اور مکّہ معظّمہ پہنچ کر انہیں حضرت عثمانؓ کے حوالے کر دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حج سے واپسی پر حضرت عثمانؓ انہیں خود ربذہ سے مدینہ مُنوّرہ لے گئے اور پھر ہمیشہ ان کے کفیل رہے۔

سیدنا ابوذرؓ غفاری کا شمار ان کبار صحابہ میں ہوتا ہے جن کے علوِ مرتبت پر ملت اسلامیہ کے ہر فرد بشر کا کامل اتفاق ہے۔[1]

---

[1] یہ درست ہے کہ مال و دولت کے بارے میں حضرت ابوذرؓ کے موقف سے اکثر صحابۂ کرامؓ کو اختلاف تھا لیکن اس سے حضرت ابوذرؓ کی عظمت اور مرتبہ میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا۔ کئی اور مسائل بھی تھے جن کے بارے میں صحابۂ کرامؓ کے مابین اختلاف رائے تھا۔ لیکن خدا کے ان مقدس اور پاکباز ترین بندوں کا باہمی اختلاف رائے نیک نیتی (نہ کہ نفسانیت) پر مبنی تھا۔ اس لیے حضرت ابوذرؓ کے موقف کی آڑ لے کر دوسرے صحابہ پر زبانِ طعن دراز کرنا صرف انہی لوگوں کو سجتا ہے جن کے دل میں کھوٹ اور نفاق ہو ورنہ ایسے لوگوں کی سیرت و کردار کو حضرت ابوذرؓ کی سیرت و کردار سے کیا نسبت؟ حضرت ابوذرؓ خاکم بدہن کوئی ٹکڑ گدا نہیں تھے ان کو معقول وظیفہ ملتا تھا لیکن (مسلکِ بوذری کی آڑ لینے والوں کی طرح) وہ عیش و تنعم کی زندگی نہیں گزارتے تھے بلکہ سادہ ضروریات کی تکمیل و خرید کے بعد باقی کُل کا کُل راہِ خدا میں لٹا دیتے تھے اور پھر مالداروں پر حرف گیری کرتے تھے۔ مسلکِ بوذری یہ نہیں ہے کہ گھروں میں دولت کے انبار لگا رکھے ہوں اور "دن عید اور رات شب برأت" کی زندگی گزارتے ہوں۔ لیکن عَلَم بردار بنتے ہوں سرمایہ داری کے خلاف جہاد کے۔ کیا اسے ڈھونگ کے سوا کچھ اور کہا جا سکتا ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقدّم فی الاسلام محبتِ رسولؐ، شغفِ قرآن وحدیث، فقروزہد، ایثاروقناعت، تقویٰ وتوکل، تبلیغ وارشاد اور حق گوئی وبے باکی حضرت ابوذرؓ کی کتاب سیرت کے نمایاں ابواب ہیں۔ علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ سیدنا عمر فاروقؓ ان کو علم میں حبرُ الامۃ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے برابر سمجھتے تھے۔ شیرِ خدا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ابوذرؓ نے اتنا علم محفوظ کرلیا ہے کہ لوگ اس کے حاصل کرنے سے عاجز تھے اور اس تھیلی کو اس طرح بند کر دیا کہ اس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذرؓ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ جب وہ مجلس نبوی میں موجود ہوتے تو حضورؐ سب سے پہلے انہی کو مخاطب فرماتے، اگر موجود نہ ہوتے تو انہیں تلاش کر کے لایا جاتا اور حضورؐ ان سے مصافحہ فرماتے۔

بارگاہِ نبوی میں بہت کم صحابہ ایسے تھے جو حضورؐ سے بے تکلفانہ سوال پوچھ سکیں لیکن حضرت ابوذرؓ کے لیے رحمتِ عالمؐ کی شفقت ایسی بے پایاں تھی کہ وہ آزادی کے ساتھ معمولی سے معمولی چیزوں کے بارے میں بھی سوال پوچھا کرتے تھے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ رسولِ اکرمؐ سے حضرت ابوذرؓ کی عقیدت اور محبت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ مدینہ آنے کے بعد ان کے وقت کا بیشتر حصہ رسولِ اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں گزرتا تھا اور حضورؐ کی والہانہ خدمت ہی ان کا محبوب ترین مشغلہ تھی۔ اسی خدمت کی بدولت انہیں بارگاہِ رسالت میں ایسا درجۂ تقرب اور اعتماد حاصل ہوگیا تھا کہ حضورؐ انہیں راز کی باتیں بھی بتا دیا کرتے تھے اور وہ بھی رازداری کا حق پوری طرح ادا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ مدینہ کی ایک مسجد میں لیٹے تھے کہ سرورِ عالمؐ تشریف لائے اور فرمایا:

''ابوذر اگر ایسا وقت آیا کہ تم اس مسجد سے نکالے جاؤ تو کیا کرو گے؟''

عرض کیا ''یا رسول اللہ مسجد نبویؐ میں چلا جاؤں گا یا اپنے گھر بیٹھ رہوں گا''۔

فرمایا، ''اگر وہاں سے بھی نکالے گئے تو پھر کیا کرو گے؟''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض کی۔ "تلوار نکال لوں گا"۔

حضورؐ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ فرمایا:-

"اللہ تمہیں بخشے، تلوار نہ نکالنا بلکہ صبر سے کام لینا اور جہاں تمہیں جانے کو کہا جائے چلے جانا"۔

حضرت ابوذرؓ نے حضورؐ کے اس ارشاد پر آخری دم تک عمل کیا۔ اپنی رائے کا اظہار تو بلا خوفِ لومۃ لائم ہر حال میں کرتے رہے لیکن حاکمِ وقت کے خلاف کبھی تلوار نہ اٹھائی۔ فی الحقیقت صرف یہی ارشاد نہیں بلکہ وہ جو کچھ بھی حضورؐ سے سنتے تھے اسے حرزِ جاں بنا لیتے تھے اور نہ صرف خود اس پر عمل کرتے تھے بلکہ لوگوں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے تھے۔ کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کا آغاز یوں کرتے عھد الیّ خلیلی رسول اللہ یا سمعت خلیلی رسول اللہ یعنی میرے خلیل (دوست) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ وعدہ لیا یا میں نے اپنے خلیل رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا...... حضورؐ کے وصال کے بعد کبھی آپؐ کا ذکر آجاتا تو حضرت ابوذرؓ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو جاتا اور شدتِ جذبات سے آواز نہ نکلتی۔

حضرت ابوذرؓ اگرچہ سالہا سال تک فیضانِ نبوی سے بہرہ یاب ہوئے لیکن ان سے مروی احادیث کی تعداد صرف ۲۸۱ ہے۔ اس کی وجہ ان کی کم آمیزی اور عزلت گزینی تھی۔ انہوں نے حضورؐ کے جو ارشاداتِ مقدسہ اُمت تک پہنچائے ان میں سے بیشتر کا تعلق توحید اور اخلاق سے ہے۔ ان سے مروی چند احادیث کا خلاصہ تبرکاً یہاں درج کیا جاتا ہے:

۱- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اے ابوذر کسی بھی نیک کام کو حقیر اور معمولی سمجھ کر نہ چھوڑنا۔ مثلاً یہ بھی نیکی ہے کہ تو اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی کے ساتھ ملے"۔ (صحیح مسلم)

۲- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر جب تو سالن پکائے تو شوربا زیادہ کیا کر اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ہمسایہ امداد کے قابل ہو اس کے ہاں مناسب حصّہ بھیجا کر۔ (مسلم)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خدمت گار تمہارے بھائی ہیں ہر مسلمان کو چاہیے کہ جو خود کھائے اپنے خادم کو بھی کھلائے، جو خود پہنے اس کو بھی پہنائے اور ایسے کام کی اس کو تکلیف نہ دے جو اس کی بساط سے باہر ہو ایسے کام کے لیے اسے کہے تو اس میں خود اس کی مدد کرے۔ (بخاری)

۴۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو فاسق یا فاجر کہتا ہے اگر اس کا مقابل ایسا نہ ہو تو یہ کلمہ کہنے والے پر پڑ جاتا ہے۔ (بخاری)

۵۔ مَیں نے رسولؐ اللہ سے دریافت کیا کہ سب سے بہتر کون سا عمل ہے۔ آپؐ نے فرمایا، خدا پر ایمان لانا اور راہِ خدا میں جہاد کرنا۔ میں نے عرض کیا، اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے۔ فرمایا، غلام آزاد کرنا۔ میں نے عرض کیا کس غلام کو آزاد کرنا سب سے بہتر ہے۔ فرمایا، جو غلام سب سے بیش قیمت ہو اور مالک کو سب سے زیادہ پسند ہو اس کو آزاد کرنا ہی سب سے افضل ہے۔ میں نے عرض کیا، اگر میں یہ نہ کر سکوں، فرمایا تو اس حاجت مند کی مدد کر جو کوئی مزدوری یا پیشہ کر رہا ہو یا کسی بے ہنر کو کام بتا دو۔ میں نے عرض کیا، اگر میں یہ بھی نہ کر سکوں۔ فرمایا، تو ایسے زندگی گزار کہ لوگوں کو تم سے کوئی آزار نہ پہنچے کیونکہ تیرے لیے یہ تمام باتیں صدقہ ہیں۔ (بخاری)

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ایک آنے والے نے پروردگار کے پاس سے آکر مجھے خبر دی ہے کہ جو شخص میری اُمّت میں سے مر جائے اور خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ فرمایا، ہاں اگرچہ زنا اور چوری بھی کی ہو (وہ جنّت میں ضرور داخل ہوگا) (بخاری)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے حضورؐ سے چار مرتبہ یہی سوال کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپؐ نے ہر مرتبہ ایک ہی جواب دیا۔ البتہ چوتھی مرتبہ آپؐ نے ان الفاظ کا اضافہ فرمایا اگرچہ ابوذرؓ کو کتنا ہی ناگوار گزرے۔ حضرت ابوذرؓ کی عادت تھی کہ جب وہ حدیث بیان کرتے تو حضورؐ کا یہ فقرہ بھی ضرور نقل کرتے۔

۷۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کہتا ہے جو ایک نیکی کرے گا اس کا دس گنا بدلہ ملے گا اور میں اس پر بھی اضافہ کروں گا اور جو برائی کرے گا اس کو صرف ایک برائی کا بدلہ ملے گا اور امکان یہ ہے کہ اسے معاف کر دوں جو میری طرف ایک بالشت قریب آئے گا میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب آؤں گا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوگا میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوں گا اور جو میری طرف آہستہ خرامی سے آئے گا میں اس کی طرف لپکتا ہوا آؤں گا۔ جو مجھ سے زمین کے برابر گناہ کر کے ملے گا میں اس سے اتنی ہی بڑی مغفرت لے کر ملوں گا بشرطیکہ اس نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (مسلم)

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے ابوذرؓ سب سے پہلے نبی آدم تھے اور سب سے آخر میں محمد (ﷺ) (ترمذی۔ ابنِ حبان۔ ابونعیم۔ ابنِ عساکر)

(۱۰)

حضرت ابوذرؓ غفاری کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو ان کا زُہد و تقویٰ اور صبر وقناعت ہے وہ طبعًا نہایت سادہ مزاج اور فقیر منش آدمی تھے۔ ان کی زاہدانہ اور متوکلانہ زندگی کو دیکھ کر خود سرورِ عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ابوذرؓ میں عیسیٰؑ بن مریمؑ جیسا زہد ہے۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے ''اِصابہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابوذرؓ کی زندگی پر آخری دم تک یہی زاہدانہ رنگ غالب رہا۔ فتوحات کی کثرت سے مسلمانوں کی معاشرت میں جس تبدیلی نے راہ پائی، حضرت ابوذرؓ نے اس کا ذرّہ برابر اثر قبول نہ کیا۔ جس طرح عہدِ رسالت میں زندگی بسر کی بعد میں بھی ہمیشہ اسی روش پر قائم رہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ انہوں نے رسولِ اکرمؐ سے امارت کی خواہش کی تھی تو حضورؐ نے فرمایا تھا ''ابوذر تم امارت کا بوجھ نہ اٹھا سکو گے۔ تمہارے لیے میں وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں''۔

اس کے بعد انہوں نے زندگی بھر کسی عہدہ کی آرزو نہیں کی۔ چار ہزار درہم وظیفہ ملتا تھا اس میں سے سال بھر کے لیے ضروری اشیا خرید لیتے اور باقی سب حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ گھر میں نقد روپیہ رکھنے کے سخت خلاف تھے اور لوگوں کو بھی اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ ''کنز العُمّال'' میں ہے کہ وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ دنیا میں صرف دو کاموں سے غرض رکھو۔ ایک طلبِ آخرت اور دوسرا کسبِ حلال۔ اس کے سوا کسی تیسرے کام کا ارادہ نہ کرو، اگر تمہارے پاس حلال ذریعہ سے دو درہم آجائیں تو ایک درہم اپنے عیال پر خرچ کرو اور ایک درہم راہِ خدا میں دے دو۔ تیسرے درہم کا کبھی ارادہ نہ کرو کہ یہ تمہیں نقصان دے گا۔

مُسندِ احمد بن حنبلؒ میں حضرت ابو اسماءؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک دفعہ حضرت ابوذرؓ کے پاس ربذہ گئے دیکھا کہ ان کی اہلیہ بڑی خستہ حالت میں تھیں اور حضرت ابوذرؓ کہہ رہے تھے کہ دیکھو یہ اللہ کی بندی مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں عراق جاؤں اور میں جب عراق جاؤں گا تو لوگ اپنی دنیا لے کر میری طرف مائل ہوں گے۔ اسے معلوم نہیں کہ میرے خلیل رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ پل صراط سے ورے ایک پھسلن والا راستہ ہے جس سے پاؤں رپٹ رپٹ جائیں گے تم سب کو اس راستے سے گزرنا ہے۔ اگر تمہارا بوجھ اپنی طاقت کے مطابق ہوا اور تم ہلکے پھلکے ہوئے تو آسانی سے یہ راستہ پار کر جاؤ گے بہ نسبت اس کے کہ تم پر اونٹ کی طرح بوجھ لدا ہو۔

طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جو عراق کے گورنر تھے، حضرت ابوذرؓ سے ملنے گئے۔ وہ ان کو یا اخی یا اخی کہہ کر پکارتے تھے اور حضرت ابوذرؓ کہتے تھے کہ اس عہدہ کے بعد تم میرے بھائی نہیں رہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا، آخر کیوں؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ عامل بننے کے بعد تم نے کیا کیا؟ پہلے یہ بتاؤ تم نے کوئی بڑی عمارت تو نہیں بنائی۔ مویشیوں کے گلے تو نہیں جمع کیے، زراعت کر کے غلے کا ذخیرہ تو نہیں کیا۔ جب حضرت ابو موسیٰؓ نے ہر بات کا جواب نفی میں دیا تو فرمایا، "ہاں اب تم میرے بھائی ہو"۔

ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت ابوذرؓ کو اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ ایک ہی چادر زیب بدن تھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے پوچھا کیا آپ کے پاس ایک ہی چادر ہے۔ فرمایا "ہاں" اس نے کہا کچھ دن ہوئے میں نے آپ کے پاس دو کپڑے دیکھے تھے۔ فرمایا "ہاں، ان میں سے ایک اپنے سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیا"۔ اس نے کہا "آپ کو تو خود اس کی ضرورت تھی"۔ فرمایا "اللہ تمہاری مغفرت کرے تم مجھے دنیا کے جنجال میں پھنسانا چاہتے ہو، ایک چادر میرے پاس ہے، کچھ بکریاں ہیں جن کا دودھ پیتا ہوں۔ کچھ خچر ہیں جو سواری کے کام آتے ہیں۔ ایک خادم ہے جو کھانا پکا دیتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا نعمتیں مجھے چاہئیں؟ کُتُبِ سیَر میں حضرت ابوذرؓ کے بارے میں اس قسم کے بیسیوں واقعات ملتے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوذرؓ میں زُہد و قناعت کے علاوہ ایثار، سخاوت، مہمان نوازی اور انکسار و تواضع جیسے محاسن بھی بدرجۂ اتم موجود تھے۔ زُہد و تقشّف نے ان کے مزاج میں خشکی اور چڑچڑاپن نہیں پیدا کیا تھا، کبھی کبھار غصہ آ جاتا تھا لیکن بالعموم نہایت بردباری اور خوش اخلاقی کے ساتھ لوگوں تک اپنی باتیں پہنچاتے تھے۔ فی الحقیقت حضرت ابوذر غفاریؓ ایک جامعِ صفات ہستی تھے اور ان کی سیرت کا ہر پہلو ملّتِ اسلامیہ کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سلمان الخیر فارسی رضی اللہ عنہ

(۱)

سیّد الابرار رحمتِ عالم ﷺ کی بعثت مقدسہ سے سالہا سال پہلے اصفہان (فارس) کے ایک نواحی قریہ ''جی'' میں آتش پرستوں کا ایک متموّل خاندان ''آب الملک'' آباد تھا۔ اس گاؤں کا سردار ''بوذ خشان بن مورسلان آب الملکی'' دربارِ ایران میں بڑا رسوخ رکھتا تھا۔ وہ نہ صرف ایک بڑا زمیندار تھا بلکہ ایک بڑے آتش کدے کا مہتمم بھی تھا۔ بوذ خشان کا ایک کمسن فرزند ''مابہ'' نامی تھا۔ جس پر وہ جان چھڑکتا تھا۔ اس نے مابہ کی پرورش بڑے ناز ونعمت سے کی۔ والدین کے لاڈ پیار اور چاؤ چو چلے کے باوجود یہ بچہ بہت سعادت مند نکلا۔ اس کی طبیعت میں شوخی اور شرارت نام کو بھی نہ تھی اور وہ ایک سادہ اور خاموش طبع لڑکا تھا۔ اپنے ہم عمر لڑکوں میں کھیلنے کے بجائے وہ ہر وقت آتشکدہ میں آگ جلانے میں مصروف رہتا اور اس کی کوشش یہی ہوتی کہ آتشکدہ ہر وقت روشن رہے اور اس کی آگ کبھی بجھنے نہ پائے۔

ایک دن بوذ خشان نے مابہ سے کہا کہ بیٹے آج میں ایک ضروری کام کی وجہ سے اپنے کھیتوں میں نہ جا سکوں گا۔ اس لیے کھیتوں کی دیکھ بھال تمہارے سپرد ہے۔ مابہ والد کے حکم کی تعمیل میں فوراً کھیتوں کی طرف چل پڑا۔ راستے میں عیسائیوں کا ایک گرجا تھا۔ اس وقت وہ عبادت میں مصروف تھے اور بآوازِ بلند مناجات پڑھ رہے تھے۔ مابہ ان کی آواز سن کر گرجے میں چلا گیا۔ عیسائیوں کی عبادت کا طریقہ دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا اور اپنے مذہب آتش پرستی سے بےزار ہو گیا۔ جب عیسائی عبادت سے فارغ ہوئے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مابہ نے ان کے سردار سے کہا مجھے تمہارا دین بہت پسند آیا ہے۔ آج سے میں آتش پرستی ترک کرتا ہوں اور تمہارے دین میں داخل ہوتا ہوں۔ عیسائی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اسی وقت اس نوخیز جوان کو بپتسمہ دے کر دینِ مسیحی میں داخل کرلیا۔

مابہ کے دل میں جستجوئے حق کی تڑپ تھی، عیسائیوں سے پوچھا دینِ عیسوی کا مرکز کہاں ہے۔ انہوں نے کہا، ملک شام میں۔ مابہ نے یہ بات دل میں رکھ لی اور شام تک گرجے میں رہا۔ جب آفتاب غروب ہونے کا وقت آیا تو گھر لوٹا۔ والد نے پوچھا کھیتوں کو دیکھ آئے ہو، مابہ نے جواب دیا "نہیں راستے میں ایک گرجا تھا۔ کچھ لوگ وہاں مصروفِ عبادت تھے۔ مجھے ان لوگوں کا طریقِ عبادت بہت پسند آیا اور میں سارا دن انہی لوگوں کے پاس رہا۔" بوذخشاں بیٹے کی "گمراہی" پر سخت غضبناک ہوا۔ اس نے کہا "ان لوگوں کا مذہب بالکل واہیات ہے اور ہمارے پاک مذہب سے اسے کوئی نسبت نہیں۔ آج سے تمہیں گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے"۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے لختِ جگر کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر اسے محبوس کردیا۔ مابہ نہایت حوصلہ سے قیدِ تنہائی کے دن کاٹنے لگا۔ ایک دن موقع پا کر اس نے عیسائیوں کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر شام کو جانے والا کوئی قافلہ ہو تو مجھے مطلع کرنا۔ اتفاق سے تھوڑے دنوں کے بعد شام سے کچھ لوگ بغرضِ تجارت وہاں آئے۔ جب وہ شام واپس جانے کے لیے تیار ہوئے تو عیسائیوں نے مابہ کو اطلاع دی۔ مابہ نے کسی طریقہ سے بیڑیوں سے نجات حاصل کی اور شام جانے والے قافلے میں شامل ہوگیا۔

(۲)

ارضِ شام میں پہنچ کر مابہ نے لوگوں سے وہاں کے سب سے بڑے مذہبی رہنما کا پتہ دریافت کیا اور پھر اس کی خدمت میں پہنچ کر درخواست کی کہ مجھے دینِ مسیحی کی تعلیم سے سرفراز فرمائیں۔ اسی کے حصول کے لیے فارس سے یہاں پہنچا ہوں۔ اسقف نے مابہ کی درخواست قبول کرلی اور وہ اسقف کے پاس رہنے لگا۔ یہ اسقف ایک ریاکار شخص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔اس کی ظاہری زندگی تو نہایت زاہدانہ تھی لیکن اندرونِ خانہ اسے عیش وعشرت اور مال ودولت جمع کرنے کے سوا کوئی کام نہ تھا۔اس نے سونے چاندی کے سات مٹکے جمع کرر کھے تھے۔ مابہ اس کی حرص وآز اور بدکاریوں کو دیکھ کر جی ہی جی میں کڑھتا تھا،لیکن کچھ نہیں کرسکتا تھا کیوں کہ لوگ اسقف کو نہایت عزت واحترام کی نظروں سے دیکھتے تھے۔کچھ عرصہ کے بعد اسقف کو پیغامِ اجل آگیا۔اس کی تجہیز وتکفین کے لیے لوگ جمع ہوئے تو مابہ نے اس کا کچا چٹھا کھول کر لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور انہیں اس کی جمع کی ہوئی دولت کے سر پر لا کھڑا کیا۔لوگ سخت مشتعل ہوئے اور انہوں نے اسقف کی لاش کو دار پر لٹکا کر خوب پتھر برسائے اور پھر ایک اور عابد وزاہد پادری کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ یہ شخص واقعی نیک فطرت اور لذائذ دنیوی سے متنفر تھا۔مابہ کو اس سے بے حد عقیدت پیدا ہوگئی اور وہ دل وجان سے اس کی خدمت میں مصروف رہتا۔پادری نے بھی جہاں تک ہوسکا مابہ کو فیض پہنچانے کی کوشش کی۔آخر اس کا پیمانۂ حیات بھی لبریز ہوگیا۔دمِ نزع اس نے مابہ سے کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم موصل فلاں شخص کے پاس چلے جانا جو دینِ مسیحی کا سچا عاشق ہے۔اس کے سوا تمہیں مشکل سے ہی کوئی حق پرست ملے گا۔

مابہ مرحوم پادری کی وصیت کے مطابق موصل پہنچا اور جس شخص کا پتہ اسے دیا گیا تھا اس کی خدمت میں پہنچ کر حصولِ علم میں مصروف ہوگیا۔خدا کی قدرت تھوڑے دنوں کے بعد اس نے بھی سفرِ آخرت کی تیاری کی۔مرتے وقت اس نے مابہ کو وصیت کی:

''اے بیٹے! مجھے حوالۂ خاک کر کے فلاں شخص کے پاس نصیبین چلے جانا۔ میرے علم میں وہی شخص ہے جو تمہیں دینِ حق پر چلائے گا۔دوسرے لوگوں نے دین کو بدل ڈالا ہے اور گمراہ ہوگئے ہیں''۔

(۳)

مابہ جستجوئے حق میں نصیبین پہنچا۔وہاں کے پادری نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا مابہ نے ابھی تھوڑے ہی دن اس مردِ پاکباز کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا کہ پیکِ اجل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کا دروازہ بھی آ کھٹکھٹایا۔ جب وہ جان جان آفرین کے سپرد کر رہا تھا تو مابہ نے پوچھا، ''میرے مقدس سرپرست میرے لیے کیا ارشاد ہے''۔ پادری نے کہا'' بیٹے جس نورِ حق کے تم متلاشی ہو وہ تمہیں عموریہ میں فلاں شخص کے پاس ملے گا۔ میرے مرنے کے بعد سیدھے اس کے پاس چلے جانا''۔

(۴)

مابہ نصیبین کے مرحوم پادری کے کفن ودفن سے فارغ ہو کر سیدھا عموریہ پہنچا اور وہاں کے اسقف کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ یہ ایک نہایت پاکباز اور پرہیزگار شخص تھا۔ اللہ نے اسے علم کے ساتھ عمل بھی عطا فرمایا تھا۔ مابہ نے اس کی صحبت سے خوب خوب فیض اٹھایا اور دینِ مسیحی کا سچا پیرو بن گیا۔ اپنے استاد کی طرح وہ بھی دن رات عبادت میں مشغول رہتا۔ کچھ بکریاں خرید لیں۔ ان کے دودھ سے جسمانی غذا حاصل کرتا۔ کچھ عرصہ کے بعد عموریہ کے پاکباز اسقف کو بھی پیغامِ اجل آ گیا۔ جب وہ دم توڑ رہا تھا تو مابہ نے عرض کیا:

''مَیں سینکڑوں میل کا پُر صُعُوبت سفر طے کرنے اور کئی دروازوں کی خاک چھاننے کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچا تھا، لیکن اب آپ بھی میرا ساتھ چھوڑ چلے۔ آپ کے بعد میں کہاں جاؤں گا''۔

عموریہ کے مردِ درویش نے اکھڑی ہوئی آواز میں جواب دیا:

''اے حق کے متلاشی بیٹے! میں تمہیں کیا مشورہ دوں؟ اس وقت ساری دنیا بحرِ عصیاں میں غرق ہے۔ کفر وشرک کی بجلیاں چاروں طرف کوندر ہی ہیں۔ اس دنیا میں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کے پاس تجھے بھیجوں، البتہ اب اس نبی آخر الزماں کے ظہور کا وقت قریب ہے جو صحرائے عرب سے اٹھ کر دینِ حنیف کو زندہ کرے گا اور اس زمین کی طرف ہجرت کرے گا جس پر کھجور کے درختوں کی کثرت ہوگی۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُہرِ نبوّت ہو گی، وہ ہدیہ قبول کرے گا لیکن صدقہ کو اپنے لیے حرام سمجھے گا اگر تم اس پاک نبی کا زمانہ پاؤ تو اس کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا"۔

یہ کہہ کر اُسقفِ پاک باز نے آخری ہچکی لی اور مولائے حقیقی سے جاملا۔

(۵)

اب ماہہ تھا اور نبی آخر الزماںؐ کی جستجو۔ وہ ہر وقت اسی ٹوہ میں رہتا کہ کوئی قافلہ ملے تو اس کے ساتھ اس سرزمین میں پہنچ جائے جہاں نبی آخر الزماںؐ کو مبعوث ہونا ہے۔ آخر ایک دن اس کی دلی مراد بر آئی۔ قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ عموریہ سے گزرا۔ ماہہ کو معلوم ہوا کہ اس قافلہ کو عرب جانا ہے تو وہ فوراً رئیسِ قافلہ کے پاس پہنچا اور اس سے ملتجی ہوا کہ میرے مویشی آپ لے لیں اور مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلیں۔ رئیسِ قافلہ فوراً رضامند ہو گیا اور ماہہ کی گائیں اور بکریاں اپنے قبضے میں کر کے اسے اپنے ساتھ لے لیا۔

جب قافلہ وادیٔ القُریٰ میں پہنچا تو قافلہ والوں کی نیت اس سادہ دل نوجوان کے متعلق بدل گئی اور اسے غلام بنا کر ایک یہودی کے پاس بیچ دیا۔ ماہہ کچھ دن اس یہودی کے پاس رہا۔ ایک دن اس یہودی کا ایک رشتہ دار جو یثرب کا رہنے والا تھا، اس سے ملنے آیا۔ اسے ایک غلام کی ضرورت تھی۔ اپنے میزبان سے ذکر کیا تو اس نے ماہہ کو اپنے مہمان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یہ شخص ماہہ کو اپنے ہمراہ یثرب لے آیا۔ یثرب پہنچ کر ماہہ نے ہر طرف کھجوروں کے جھنڈ دیکھے تو اسے یقین ہو گیا کہ جس نبی آخر الزماں کا ذکر عموریہ کے راہب پاکباز نے کیا تھا۔ وہ اپنے قدومِ میمنت لزوم سے ایک دن اس کھجوروں والی زمین کو مشرف فرمائیں گے۔ اب دن رات ماہہ کی کیفیت یہ تھی:

شوقِ دید آنکھوں میں ہے دل میں تمنائے رسولؐ
صدقے اے مولا دکھا دے روئے زیبائے رسولؐ
ہے بیابانِ مدینہ ہر قدم خلدِ نظر
سر میں ہے دیوانۂ بطحا کے سودائے رسولؐ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶)

آخر ایک دن وہ ساعتِ مسعود آ گئی جس کا ماہہ کو ہر گھڑی انتظار تھا۔ وہ اپنے یہودی آقا کے باغ میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑ رہا تھا۔ آقا نیچے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک یہودی شہر سے بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا ''خدا بنو قیلہ کو غارت کرے۔ سب کے سب قُبا میں ایک شخص کے پاس بھاگے جا رہے ہیں۔ جو مکہ سے آیا ہے اور اپنے آپ کو نبی کہتا ہے ان لوگوں نے اس کے دعوٰی پر یقین کر لیا ہے اور ان کے بچوں اور عورتوں تک میں ہیجان بپا ہے''۔

ماہہ کے کانوں تک یہ الفاظ پہنچے تو اس کے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس کے دل نے گواہی دی کہ میرا مطلوب اور مقصود آ پہنچا۔ بدحواس ہو کر درخت سے نیچے اترا اور آنے والے یہودی سے بے تحاشا پوچھا:

''تم کیا کہہ رہے تھے۔ ذرا پھر بیان کرنا''۔

اس کا آقا اپنے غلام کے تجسس اور بدحواسی پر چراغ پا ہو گیا۔ زور سے اس کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا ''جا کمبخت اپنا کام کر۔ تمہیں ان باتوں سے کیا غرض''۔ ماہہ دل پر پتھر رکھ کر خاموش ہو گیا، لیکن متاعِ صبر و قرار لٹ چکی تھی۔ چند دنوں کے بعد موقع ملا تو کھانے کی کچھ چیزیں خرید کر بارگاہِ رسالت میں پہنچا اور یوں عرض پیرا ہوا:

''اے خدا کے برگزیدہ بندے آپ اور آپ کے ساتھی غریب الوطن ہیں، یہ چند اشیاء میں نے صدقہ کے لیے رکھی تھیں، آپ سے بڑھ کر ان کا مستحق کسی کو نہیں پاتا۔ انہیں قبول فرمائیے''۔

حضورؐ نے ماہہ سے یہ چیزیں لے کر اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیں اور خود کوئی چیز نہ کھائی۔ ماہہ نے دل میں کہا ''نبی آخر الزماں کی ایک علامت تو دیکھ لی کہ وہ صدقہ قبول نہیں کرتے''۔ دوسرے دن پھر کھانے کی کوئی چیز خریدی اور دربارِ رسالت میں پیش ہو کر عرض کی ''یہ ہدیہ ہے اسے قبول فرمائیے''۔ حضورؐ نے یہ ہدیہ قبول کر لیا۔ اس کا کچھ حصہ خود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوش فرمایا اور باقی صحابہؓ میں تقسیم کر دیا۔ مابہ کو یقین ہو گیا کہ صدقے سے احتراز فرمانے اور ہدیہ قبول فرمانے والے یہی نبی آخرالزّماں ہیں، لیکن ابھی مُہرِ نبوّت کا مشاہدہ کرنا باقی تھا۔

چند دنوں کے بعد مابہ نے سنا کہ رسولِ اکرمؐ ایک جنازہ کے ساتھ بقیعِ غرقد تشریف لائے ہیں۔ کشاں کشاں وہاں پہنچا۔ حضورؐ کو مؤدبانہ سلام کیا اور پشتِ اطہر کی طرف جا کر منتظر رہا کہ کسی وقت کپڑا ہٹے تو مُہرِ نبوّت دیکھوں۔ حضورؐ نے مابہ کی دلی کیفیت پہچان لی۔ پشتِ مقدس سے کپڑا ہٹا دیا۔ مابہ کے سامنے مُہرِ نبوّت اپنی پوری ضوفشانیوں کے ساتھ موجود تھی۔ اس نے بصد احترام وعقیدت جھک کر اپنے کانپتے ہوئے ہونٹ مُہرِ نبوّت پر ثبت کر دیے اور پھر بے اختیار ہو کر رونے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا ''سامنے آؤ'' مابہ سامنے حاضر ہوا اور جستجوئے حق میں جن مراحل سے اسے گزرنا پڑا تھا' شروع سے لے کر آخر تک بیان کیے۔ حضورؐ نے مابہ کی بلاکشی کی داستان تمام صحابہؓ کو بھی سنوائی اور پھر مابہ کو مشرف بہ اسلام کر کے ان کا اسلامی نام سلمان رکھا۔ اسی دن سے مابہ بن بوذخشان سلمان فارسیؓ کے عظیم القدر نام سے مشہور ہو گئے۔

www.KitaboSunnat.com

(۷)

سلمانؓ اب اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ چکے تھے۔ ان کی زندگی میں انقلاب بپا ہو گیا تھا۔ چاہتے تھے کہ دن رات آقائے دو جہاں کی خدمت میں حاضر رہا کریں۔ لیکن یہودی کا طوقِ غلامی گردن میں ایسا پڑا تھا کہ کسی ڈھب اس سے چھٹکارا نہ ہوتا تھا۔ بدر اور اُحد کے غزوات یونہی گزر گئے، اس غلامی نے انہیں غزوات میں شرکت سے محروم رکھا۔ حضورؐ کو سلمانؓ کی مجبوری کا علم تھا۔ ایک دن ان سے فرمایا۔ ''سلمان تم اپنے آقا کو معاوضہ ادا کر کے اپنی گلوخلاصی کرا لو''۔ سلمانؓ تو دل سے یہی چاہتے تھے۔ یہودی آقا سے اپنی قیمت طے کی۔ اس نے چالیس اوقیہ سونا اور تین سو پودے لگانے کا مطالبہ کیا۔ حضورؐ نے اس مکاتبت کا حال سنا تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا:۔

''تم لوگ سلمانؓ کو ایک دشمنِ اسلام کی غلامی سے آزاد ہونے میں مدد دو''۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہؓ نے بصد مسرّت سلمانؓ کی مدد کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ہر ایک نے بقدرِ استطاعت زیادہ سے زیادہ پودے جمع کیے تا آنکہ پورے تین سو ہو گئے۔ پھر سب نے مل کر گڑھے کھودے۔ حضورؐ خود تشریف لائے اور صحابہؓ سے مل کر تمام پودے یہودی کی زمین میں لگا دیے۔ اب صرف ایک شرط باقی رہ گئی۔ اللہ نے اس کے پورا کرنے کی صورت بھی جلد ہی پیدا کر دی۔ چند دنوں کے بعد حضورؐ کو ایک غزوہ میں چالیس اوقیہ سونا مل گیا۔ حضورؐ نے یہ سونا سلمانؓ کو دے دیا اور فرمایا کہ جاؤ اپنے آقا کو دے کر آزاد ہو جاؤ۔ سلمانؓ دوڑے دوڑے گئے، یہ سونا یہودی کو دیا اور اس کا طوقِ غلامی گردن سے اتار کر اپنے حقیقی آقا کے قدموں میں آ گرے۔ اس دن کے بعد سلمان فارسیؓ سفر و حضر جلوت و خلوت ہر حال میں سرورِ کائنات کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔

(۸)

ماہ ذیقعدہ ۵ ہجری میں سرورِ کائنات کو غزوۂ احزاب پیش آیا۔ اس غزوہ میں مشرکین کا ایک لشکر گراں مدینہ پر چڑھ آیا۔ حضورؐ نے جنگ کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمانؓ فارسی ایران کے جنگی طریقوں سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے عرض کیا:

> ”یارسول اللہ دشمن کے ٹڈی دل کے مقابلے میں ہماری تعداد بہت تھوڑی ہے اس لیے کھلے میدان میں لڑنا مناسب نہ ہو گا۔ بہتر یہ ہے کہ مدینہ کے چاروں طرف خندق کھود کر شہر کو محفوظ کر دیا جائے“۔

حضورؐ نے ان کی تجویز کو بہت پسند کیا اور خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا۔ رسولِ کریمؐ کے ہمراہ تین ہزار صحابہؓ اس کام میں شریک ہوئے اور تقریباً پندرہ دن کی محنتِ شاقہ کے بعد پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق تیار ہو گئی۔ تقسیمِ کار کے وقت انصار اور مہاجرین میں حضرت سلمانؓ کے متعلق ایک دلچسپ بحث چھڑ گئی۔ انصار کہتے تھے ”سلمانؓ ہمارے ساتھ ہیں“۔ اور مہاجرین کہتے تھے ”ہمارے ساتھ ہیں“۔ حضورؐ نے اس بحث کا حال سنا تو فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سَلمانُ مِنْ اَھْلِ الْبَیْت" (سلمانؓ میرے اہلِ بیت سے ہیں)

اللہ اللہ فارس کے غریب الدیار اور مسکین سلمانؓ کے مقدر کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی زبانِ مبارک سے انہیں اپنے اہلِ بیت میں شامل فرما رہے ہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مشرکین، مدینۃ الرسول کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا عزم کر کے آئے تھے لیکن اس خندق نے انہیں شہر تک پہنچنے ہی نہ دیا۔ مزید براں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی غیب سے مدد فرمائی اور ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ مشرکین ستائیس دن کے بعد محاصرہ اٹھا کر ناکام و نامراد واپس چلے گئے۔

غزوۂ احزاب کے بعد حضرت سلمانؓ ہر غزوہ میں شریک رہے۔ ان کا عشقِ رسولؐ اور شوقِ جہاد دیکھ کر ایک دفعہ حضورؐ نے فرمایا:

"جنّت تین آدمیوں کا اشتیاق رکھتی ہے۔ علیؓ، عمارؓ اور سلمانؓ کا"۔

ایک اور موقع پر حضورؐ نے انہیں "سلمان الخیر" کا لقب عطا فرمایا۔

(۹)

سرورِ کائنات کی رحلت کے بعد سلمان فارسیؓ نے عرصہ تک مدینہ میں قیام کیا۔ فاروقِ اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں انہوں نے عراق کی سکونت اختیار کر لی۔ ایران پر لشکر کشی کے وقت وہ بھی مجاہدینِ اسلام میں شریک ہو گئے اور کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ فاروق اعظمؓ ان کے مرتبہ شناس تھے۔ انہوں نے سلمانؓ کو مدائن کی گورنری پر مقرر فرمایا اور تقریباً چار یا پانچ ہزار درہم ان کی تنخواہ مقرر کی، لیکن اس مردِ درویش کی گورنری کی کیفیت عجیب تھی۔ جو تنخواہ ملتی اسے مساکین میں تقسیم کر دیتے اور خود چٹائی بن کر روٹی کماتے۔ چٹائی کی آمدنی کا ایک تہائی خیرات کر دیتے۔ خطبہ دیتے تو ایک معمولی عبا پہن کر۔ کہیں جاتے تو بغیر زین کے ایک معمولی گدھے پر سوار ہو کر اور ایک تنگ اور چھوٹی سی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قمیص میں ملبوس ہو کر۔ لوگ ان کو دیکھ کر ہنستے اور مذاق اڑاتے، لیکن وہ صاف صاف کہہ دیتے:

"خیر و شر کا اندازہ تو اس زندگی کے بعد ہو گا۔ آج جتنا جی چاہے ہنس لو"۔

ان کے پاس اونٹ کے بالوں کا ایک بوسیدہ کمبل تھا۔ دن کے وقت اسے اپنے بدن پر ڈال لیتے اور رات کو سوتے وقت اوڑھ لیتے۔ جب وہ اپنے درویشانہ لباس میں باہر نکلتے تو لوگ کہتے "گرگ آمد۔ گرگ آمد"

ایک دن مدائن کے بازار میں جا رہے تھے کہ ایک ناواقف شخص نے انہیں مزدور سمجھ کر اپنا سامان اٹھانے کے لیے کہا۔ حضرت سلمانؓ سامان اٹھا کر اس کے پیچھے پیچھے چل دیے۔ راستے میں لوگوں نے دیکھا تو کہا "اے صاحبِ رسولؐ اے امیر، آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھا رکھا ہے۔ لائیے ہم اسے پہنچا دیں"۔ سامان کا مالک ہکا بکا رہ گیا۔ نہایت شرمندہ ہو کر حضرت سلمانؓ سے معافی مانگی اور ان کے سر سے سامان اتروانا چاہا۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا:

"بھائی تو نے یہ سامان اٹھوا کر اپنے مکان تک لے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ اب میں اسے منزلِ مقصود پر پہنچا کر ہی دم لوں گا"۔

(۱۰)

ایک دفعہ ایک شخص حضرت سلمان فارسیؓ کے گھر گیا۔ دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہے ہیں۔ پوچھا، خادم کہاں ہے؟ حضرت سلمانؓ نے جواب دیا۔ کسی کام سے بھیجا ہے۔ میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ دو دو کاموں کا بوجھ اس پر ڈالوں"۔

ایک دن کسی شخص نے حضرت سلمان فارسیؓ کو گالیاں دیں۔ آپ نے فرمایا۔ "بھائی اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلہ بھاری ہو گا تو جو کچھ تو نے کہا ہے میں اس سے بھی بدتر ہوں اور اگر میرے گناہوں کا پلہ ہلکا ہوا تو تیری بات سے مجھے کیا ڈر ہے"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت سلمانؓ سے کہا آپ بے گھر اور بے در ہیں، میں آپ کے لیے ایک مکان بنانا چاہتا ہوں"۔ حضرت سلمانؓ نے انکار کیا لیکن وہ شخص پیہم اصرار کرتا رہا۔ آخر حضرت سلمانؓ نے فرمایا۔ "بھائی! اگر تمہیں میرے لیے مکان ضرور ہی بنانا ہے تو اس طرح بناؤ کہ اگر لیٹوں تو پیر دیواروں سے لگیں اور اگر کھڑا ہوں تو سر چھت سے مل جائے"۔ اس شخص نے ان کی خواہش کے مطابق مختصر سی جھونپڑی بنادی۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے ۳۵ھ ہجری میں بعہدِ خلافت امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورینؓ وفات پائی۔ کتبِ سیر میں ان کی عمر کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ مثلاً ۸۰ سال، ۱۵۰ سال اور ۲۵۰ سال۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے اصابہ میں ۲۵۰ سال والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ مرض الموت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ حضرت سلمانؓ زار زار رونے لگے۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا:

"ابوعبداللہ (سلمانؓ فارسی کی کنیت) رونے کا کون سا محل ہے۔ رسولِ کریم تم سے راضی رخصت ہوئے۔ اب تو خلد بریں میں اپنے آقا سے ملاقات ہوگی"۔

حضرت سلمانؓ نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ مجھے دنیا کی خواہش ہے، بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ سرورِ کائناتؐ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ دنیا جمع نہ کرنا اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح میں جاتا ہوں۔ اب میرے پاس اسباب جمع ہو گیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اپنے آقاؐ کے جمال سے محروم نہ ہو جاؤں"۔

یہ اسباب جس کی وجہ سے حضرت سلمانؓ گریہ وزاری کر رہے تھے۔ محض ایک بڑے پیالے، ایک لوٹے، ایک بوسیدہ کمبل اور ایک تسلہ پر مشتمل تھا۔ تکیہ کی جگہ سر کے نیچے دو اینٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے حضرت سعدؓ اور دوسرے لوگوں کو نصیحت کی کہ "ہر حال میں خدا کو یاد رکھو اور کوشش کرو کہ حج یا جہاد کرتے ہوئے یا قرآن پڑھتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کرو اور خیانت کی حالت میں نہ مرو"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱)

حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسیؓ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے جن کو بارگاہِ نبویؐ میں خصوصی تقرب حاصل تھا اور جو اپنے علم و فضل، عشقِ رسول، فہم و تدبر، زُہد و ورع اور تفقہ فی الدّین کی بدولت صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ حضرت سلمانؓ کی جلالت قدر پر مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کا کامل اتفاق ہے۔ ان کے علم و فضل پر سب سے بڑی شہادت خود سرورِ عالم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ ''سلمانؓ علم سے لبریز ہے''۔ شیرِ خدا حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ سے ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا۔ ''سلمانؓ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے''۔ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوا۔ ''سلمانؓ کو اوّل (یعنی کُتُبِ سابقہ انجیل و تورات) و آخر (یعنی قرآنِ حکیم) کا علم دیا گیا ہے اور وہ ایک ایسا دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا''۔ علّامہ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ امام الفقہا عالمِ ربّانی حضرت معاذؓ بن جبل انصاری نے ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد کو وصیت فرمائی کہ علم چار آدمیوں سے حاصل کرنا۔ ان چاروں میں ایک حضرت سلمانؓ تھے۔

حضرت سلمانؓ کو سرورِ کونین سے والہانہ محبّت تھی۔ وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ حضورؐ کی خدمت میں گزارتے تھے اور مقدور بھر فیضانِ نبویؐ سے بہرہ یاب ہوتے تھے۔ بارگاہِ رسالت میں ان کے تقرب خصوصی پر بعض اوقات امہات المؤمنینؓ کو بھی رشک آتا تھا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں کہ سلمانؓ رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اتنی دیر تک رہتے تھے کہ ہمیں (ازواج) کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ہمارے حصوں کا وقت بھی حضورؐ سلمانؓ کی معیت میں نہ گزار دیں۔

حضرت سلمانؓ پر حضورؐ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے انہیں مجوسی النسل اور غریب الدیار ہونے کے باوجود اپنے اہلِ بیت میں شامل فرمالیا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے ایک دفعہ حضرت سلمانؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ ایک جگہ اکٹھے بیٹھے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتفاق سے ابوسفیانؓ ان کے پاس سے گزرے۔ ان تینوں بزرگوں نے کہا ''خدا کی کوئی تلوار اس دشمن خدا کی گردن پر نہیں پڑی''۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی کہیں قریب تھے۔ انہوں نے فرمایا، ''یہ شخص قریش کا سردار ہے، تمہیں ایسی سخت بات اس کے بارے میں نہیں کہنی چاہیے تھی''۔ تینوں بزرگوں نے صدیقِ اکبرؓ کے ارشاد کو پسند نہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ واقعہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا:۔

''شاید تم نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا۔ انہیں ناراض کرنا گویا خدا کو ناراض کرنا ہے''۔

حضورؐ کا ارشاد سن کر صدیقِ اکبرؓ بہت پشیمان ہوئے اور فوراً ان بزرگوں کے پاس جا کر معذرت کی۔

حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''استیعاب'' میں یہ روایت درج کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ (اللہ) بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔'' پوچھا گیا وہ کون ہیں۔ فرمایا ''علیؓ، مقدادؓ سلمانؓ اور ابوذرؓ''

''مستدرکِ حاکم'' میں خود حضرت سلمانؓ سے مروی ہے کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؐ ایک تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے اس کو میرے سامنے ڈال دیا اور فرمایا ''اے سلمانؓ! اگر کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملنے جائے اور وہ از راہِ تعظیم اس کے لیے اپنا تکیہ پیش کر دے تو خدا اس کی مغفرت فرما دے گا''۔

حضرت سلمانؓ ایک مرتبہ حضرت عُمرِ فاروقؓ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی از راہِ تکریم اپنی پشت کا تکیہ سلمانؓ کو پیش کر دیا۔ حضرت سلمانؓ نے حضرت عمرؓ کو دعا دی اور وہ واقعہ بیان کیا جس میں حضورؐ نے انہیں اپنا تکیہ مرحمت فرمایا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۲)

حضرت سلمانؓ کے زُہد وتقویٰ کی یہ کیفیت تھی کہ ساری عمر فقیرانہ وضع سے گزار دی۔ یہاں تک کہ امارت میں بھی فقیری کی شان رہی۔ طبیعت میں حد درجہ کا استغنا تھا۔ مُزخرفاتِ دنیوی کو کبھی قریب تک نہ پھٹکنے دیا۔ ان کی جائے اقامت کی حیثیت ایک معمولی جھونپڑی سے زیادہ نہ تھی۔ کھڑے ہوتے تو اس کی چھت سر کو لگتی اور لیٹتے تو اس کی دیواریں دونوں پہلوؤں کو لگتیں اور یہ جھونپڑی بھی لوگوں نے انہیں بڑے اصرار کے ساتھ بنا کر دی تھی۔ وفات کے وقت گھر کے کل سامان کی قیمت بیس بائیس درہم سے زیادہ نہ تھی۔

حضرت سلمانؓ کی شادی قبیلہ کندہ میں ہوئی۔ نکاح کے بعد بیوی کے یہاں گئے تو دیکھا کہ دیواروں پر جگہ جگہ پردے آویزاں ہیں۔ فرمایا، ''کیا اس گھر کو بخار ہے کہ اسے ہوا سے بچنے کے لیے کپڑے اڑھائے گئے ہیں یا کعبہ مکّہ مُعظّمہ سے قبیلہ کندہ میں آ گیا ہے جہاں اس پر غلاف چڑھایا گیا ہے''۔ اس کے بعد انہوں نے دروازے کے پردے کے سوا تمام پردے دیواروں سے الگ کرا دیے یہاں تک کہ دیواریں صاف صاف نظر آنے لگیں۔ گھر کے اندر داخل ہوئے تو اسے کثیر قیمتی سامان سے پُر پایا۔ پوچھا، ''یہ سامان کیسا ہے''۔ کہا گیا ''یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا ہے''۔

فرمایا! میرے آقا محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ''دنیا میں تمہارے پاس محض اتنا سامان ہونا چاہیے جتنا کسی مسافر کے پاس راستے کی ضرورت کے لیے ہوتا ہے۔ مجھے اس سامان کی ضرورت نہیں ہے''۔

ایک دفعہ کسی شہر کی فتح کے بعد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس میں داخل ہوئے تو جگہ جگہ اشیائے خورونوش کے ڈھیر دیکھے۔ ایک ساتھی نے فرطِ مسرت سے بے خود ہو کر کہا۔ ''دیکھئے اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ عطا فرمایا ہے''۔

حضرت سلمانؓ نے اسے ٹوک کر کہا۔ ''بھائی کس بات پر خوش ہو رہے ہو، یہ بھی تو خیال کرو کہ ایک ایک دانہ کے ساتھ حساب کتاب کی ذمہ داری بھی تو ہمارے سر آ پڑی ہے''۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس زمانے میں حضرت سلمانؓ مدائن کے گورنر تھے اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے۔ ایک دفعہ مدائن سے شام اس حال میں تشریف لے گئے کہ بغیر زین کے ایک گدھے پر سوار تھے اور گاڑھے کا پیوند لگا لباس زیبِ بدن کر رکھا تھا۔ لوگوں نے کہا ''اے امیر آپ نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے''۔ فرمایا ''بھائی آرام وراحت تو صرف آخرت کے لیے ہے''۔

حضرت سلمانؓ کا زُہد و ورع بلاشبہ غیر معمولی تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ فی الحقیقت ان کے زُہد و ورع کی انتہا وہیں تک تھی جہاں سے رہبانیت کی حد شروع ہوتی ہے۔ چونکہ سرورِ عالم ﷺ نے رہبانیت کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس لیے حضرت سلمانؓ بھی رہبانیت کو نہ صرف خود ناپسند فرماتے تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس سے منع فرماتے تھے۔ حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''استیعاب'' میں لکھا ہے کہ حضرت سلمانؓ کے مواخاتی بھائی حضرت ابو درداءؓ انصاری بے حد عابد و زاہد تھے۔ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ ان سے ملنے گئے۔ وہ گھر سے باہر تھے۔ ان کی اہلیہ کو آشفتہ حال دیکھا تو پوچھا کہ یہ تم نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ''کس کے لیے بناؤ سنگار کروں۔ تمہارے بھائی نے دنیا کو ترک کر دیا ہے''۔ حضرت ابو درداءؓ گھر تشریف لائے تو حضرت سلمانؓ کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے ان کے سامنے کھانا رکھا اور خود معذرت کی کہ میں روزے سے ہوں۔

حضرت سلمانؓ نے فرمایا ''اگر تم نہیں کھاتے تو میں بھی نہ کھاؤں گا''۔ پھر حضرت ابو درداءؓ کے قریب ہی لیٹ گئے۔ کچھ رات گزرنے پر حضرت ابو درداءؓ عبادت کے لیے اٹھے تو ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا ''ابو درداءؓ تم پر تمہارے رب، تمہاری آنکھ اور تمہاری بیوی سب کا حق ہے۔ روزوں کے ساتھ افطار اور شب بیداری کے ساتھ سونا بھی ضروری ہے''۔ صبح ہوئی تو دونوں نے یہ معاملہ بارگاہِ رسالت مآبؐ میں پیش کیا۔ حضورؐ نے حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابودرداءؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''سلمانؓ تم سے زیادہ دین کی واقفیت رکھتے ہیں''۔

علّامہ ابنِ اثیرؒ نے ''اُسُدُالغابہ'' میں لکھا ہے کہ سرورِ کونینؐ کے وصال کے بعد حضرت ابودرداءؓ شام چلے گئے جہاں وہ بہت آسُودہ حال ہو گئے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت سلمانؓ کو (جو عراقِ عرب میں مقیم تھے) خط لکھا کہ:

''مَیں یہاں بہت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد دونوں نعمتیں عطا فرمائیں اور میرا قیام ارضِ مقدس میں ہے''۔

حضرت سلمانؓ نے اس کے جواب میں لکھا:۔

''بھائی مال اور اولاد کی کثرت یا ارضِ مقدس میں ہونا خیر نہیں ہے، بلکہ خیر یہ ہے کہ تم کوئی ایسا عمل کرو جو آخرت میں تمہارے کام آئے''۔

(۱۳)

حضرت سلمانؓ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں ان میں سے تین حدیثیں متفق علیہ ہیں ان کے علاوہ تین میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور اَوس بن مالکؓ ان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ رِوایتِ حدیث میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے اور دوسروں سے بھی ایسی ہی توقع کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے صاحبِ السّر حضرت حذیفہؓ بن الیمان جیسے جلیل القدر صحابی کو محض اس بات پر ٹوک دیا کہ وہ مدائن کے لوگوں کو بعض ایسی باتیں سناتے تھے جو حضورؐ نے غصّہ کے عالم میں کسی کے بارے میں ارشاد فرمائی تھیں۔ انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی اگر غصّہ کی حالت میں کسی کے متعلق میرے مُنہ سے سخت کلمہ نکل جائے تو اس کو بھی اس کے حق میں خیر کر دینا۔ اب جو تم لوگوں کے سامنے یہ باتیں بیان کرتے ہو تو اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ مسلمانوں میں انتشار پھیلے گا کیونکہ جن لوگوں پر حضورؐ نے کبھی وقتی طور پر غصّہ کا اظہار فرمایا، دوسرے مسلمان ان کو معتوب سمجھیں گے۔ اگر تم نے اپنا رَوِیّہ ترک نہ کیا تو میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر المؤمنین عمرؓ کو آگاہ کر دوں گا"۔

حضرت سلمانؓ کو رحمتِ عالم ﷺ کی شفقتِ بے پایاں کی بدولت اہلِ بیت سے نسبت حاصل ہو گئی تھی، اس لیے وہ صدقہ سے سخت پرہیز کرتے تھے۔ اگر کسی چیز میں صدقہ کا ذرّہ برابر احتمال بھی ہوتا تو اس سے بھی بچتے تھے۔

خوفِ آخرت کا یہ عالَم تھا کہ خود بھی اس سے لرزہ براندام رہتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کی یاد دلاتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے تین آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ ایک وہ جو ہر وقت دنیا کی طلب میں ہے، حالانکہ موت اس کی طلب میں ہے۔ دوسرا وہ جو موت کو بھلا بیٹھا ہے، مگر موت اس سے غافل نہیں ہے۔ تیسرا وہ جو قہقہہ مار کر ہنستا ہے حالانکہ اسے یہ علم نہیں کہ اللہ اس سے راضی ہے یا ناراض۔

ایک دفعہ اکابر قریش کسی جگہ جمع تھے اور اپنے اپنے فضائل ومحامد بیان کر رہے تھے۔ حضرت سلمانؓ بھی وہاں موجود تھے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ بھی اپنے بارے میں کچھ بیان کریں۔ انہوں نے فرمایا:-

"بھائیو میں کس بات پر فخر کروں۔ میرا آغاز ایک نجس پانی سے ہوا اور انجام یہ ہوگا کہ ایک دن یہ جسم ایک بدبودار لاش کی شکل اختیار کر لے گا۔ پھر آخرت میں زندگی کے سارے اعمال تولے جائیں گے اگر نیکیوں کا پلڑا جھک گیا، تو اللہ نے سرخرُو کیا اور اگر بدیوں کا پلڑا بھاری ہوا تو پھر دائمی ذِلت اور عذاب ہے"۔

اکثر فرمایا کرتے کہ تین چیزوں کا خیال مجھ کو سخت غمزدہ کر دیتا ہے اور میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ ایک تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی جدائی۔ دوسری چیز قبر کا عذاب اور تیسری چیز قیامت کا ڈر۔

لوگوں کو اکثر فروتنی اختیار کرنے کی تلقین فرماتے اور انہیں بتاتے کہ جو شخص دنیا میں خدا کے لیے تواضع اور انکسار کو اپناتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سربلند فرمائے گا۔

افعال ہوں یا اقوال، حضرت سلمانؓ کی سیرت کے کسی پہلو پر بھی نظر ڈالیں، وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلعِ انوار نظر آتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں سے کچھ یہ ہیں:

۱- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے، صفائی پاکیزگی کا اہتمام کرے اور جو تیل خوشبو اس کے گھر ہو، لگائے پھر وہ گھر سے نماز کے لیئے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو دو آدمی پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوں ان کے بیچ میں نہ بیٹھے پھر جو نماز یعنی سنن ونوافل کی جتنی رکعتیں اس کے مقدر میں ہوں، وہ پڑھے۔ پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کر دی جائیں گی۔ (صحیح بخاری)

۲- مشرکوں میں سے ایک شخص نے استہزاء کے طور پر کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے صاحب (یعنی رسول اللہ ﷺ) تم کو ہر چیز سکھاتے ہیں یہاں تک کہ پاخانہ پھرنے کا طریقہ بھی۔

میں (سلمان) نے کہا، ہاں آپؐ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم پاخانہ میں قبلہ رخ نہ بیٹھیں، سیدھے ہاتھ سے استنجا نہ کریں اور تین پتھروں سے کم میں استنجا نہ کریں اور ان پتھروں میں گوبر، لید وغیرہ اور ہڈی نہ ہو۔ (صحیح مسلم)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی چیز تقدیر کو نہیں پھیرتی، مگر دعا، اور کوئی چیز عمر کو زیادہ نہیں کرتی مگر نیکی۔ (جامع ترمذی)

۴- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا پروردگار بہت حیا دار ہے۔ بغیر مانگے دینے والا، اور حیا کرتا ہے اپنے بندے سے کہ جب وہ اس کی طرف ہاتھ اٹھائے (پھیلائے) تو وہ ان ہاتھوں کو خالی پھیرے۔ (ترمذی-ابوداؤد-بیہقی)

۵- میں (سلمان) نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا باعث برکت ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ:-

"کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ کا دھونا باعثِ برکت ہے"۔

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابنِ اُمِّ عبدؓ...... فقیہ الاُمّت

(۱)

دعوتِ حق کے ابتدائی زمانے میں ایک دن رحمتِ عالم ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مکّہ معظّمہ سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے۔ پھرتے پھراتے آپؐ کو پیاس محسوس ہوئی لیکن پانی کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ البتہ قریب ہی ایک نوجوان چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس سے پوچھا:

''میاں لڑکے کیا تم کسی بکری کا دودھ دوہ کر ہماری پیاس نہ بجھا سکو گے؟''

چھوٹے سے قد اور گندمی رنگ کے اس دبلے پتلے چرواہے نے بڑی متانت کے ساتھ جواب دیا:

''صاحبو، یہ بکریاں میری نہیں ہیں۔ ان کا مالک عُقبہ بن ابی مُعَیط (مکہ کا مشہور مشرک) ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی بکری کا دودھ آپ کو دینا امانت میں خیانت ہوگی''۔

سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ ''اچھا تو بھائی کوئی ایسی بکری ہی لاؤ جو دودھ نہ دیتی ہو۔ (یا جس نے بچے نہ دیے ہوں)''۔

چرواہے نے کہا:-

''ایسی بکری ہے تو سہی لیکن یہ آپ کے کس کام کی؟''

حضورؐ نے فرمایا، ''تم لاؤ تو سہی'' چرواہے نے ایک بکری پیش کی۔ سرورِ عالمؐ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آناً فاناً تھنوں کو دودھ سے بھر دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب صدیقِ اکبرؓ دودھ دوہنے بیٹھے تو اتنا دودھ نکلا کہ تینوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد حضورؐ کی دعا سے بکری کے تھن خشک ہو کر اصلی حالت پر آ گئے۔ نوجوان چرواہا یہ نظارہ دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ مکہ میں دعوتِ حق کی بھنک اس کے کانوں میں پڑ چکی تھی لیکن داعیِ حقؐ سے ملنے کا اتفاق آج ہی ہوا تھا۔ یہ معجزہ دیکھ کر اس کا دل ہادیِ اکرمؐ کی محبت اور عقیدت سے معمور ہو گیا۔ اس وقت تو خاموش رہا لیکن شہر واپس جا کر وہ اپنے جذبات پر زیادہ دیر تک قابو نہ رکھ سکا اور ایک دن حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتجی ہوا "یارسول اللہؐ! مجھے بھی اپنی جماعت میں داخل فرما لیجیے"۔ رحمتِ عالمؐ نوخیز چرواہے کی دیانتداری وایمانداری کا مشاہدہ فرما چکے تھے۔ فوراً اس کی درخواست قبول فرما لی اور بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ اس کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا "اِنَّکَ غُلَامٌ مُعَلَّم" (تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو)۔

یہ خوش بخت نوجوان جن کو سیّد الانام رحمتِ عالمؐ نے "تعلیم یافتہ لڑکے" کا خطاب مرحمت فرمایا، ابوعبدالرحمٰن عبداللہؓ بن مسعود تھے۔ سرورِ عالمؐ انہیں اکثر ان کی والدہ اُمّ عبدؓ کی نسبت سے "ابنِ اُمِّ عبد" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔[1] وہ بنو خندف کی ایک شاخ مدرکہ کے خاندان بنو ہذیل سے تعلق رکھتے تھے۔ علامہ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ ان کے والد (مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم) ایام جاہلیت میں عبد بن حارث کے حلیف تھے۔

(۲)

نعمتِ ایمان سے بہرہ ور ہو کر حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اپنے آپ کو سرورِ عالمؐ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور ساتھ ہی ذوق وشوق سے قرآنِ حکیم کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اس وقت تک صرف چند سعید الفطرت ہستیاں ہی مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں اور وہ سب قریش کے قہر وغضب کا نشانہ بنی ہوئی تھیں۔ ایک دن شمعِ نبوت کے پروانوں نے باہم مشورہ کیا کہ قریش نے آج تک بُلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے

---

[1] بظاہر اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عبداللہؓ کے والد مسعود نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا، البتہ ان کی والدہ اُمّ عبدؓ جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ اسی لیے حضورؐ کو انہیں اُمّ عبد کہنا پسند تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں سنا، کوئی ایسی صورت ہو کہ ان کے سامنے بلند آہنگی سے کلامِ الٰہی پڑھا جائے۔

نوجوان عبداللہؓ نے فوراً کہا ''اس کام کو میں انجام دوں گا''۔

صحابہؓ نے کہا۔ ''یہ کام بڑا پُرخطر ہے ایسا نہ ہو کہ تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ، تمہارا قبیلہ اتنا طاقتور نہیں ہے کہ تمہیں مشرکین کے پنجۂ ستم سے نجات دلا سکے''۔

عبداللہؓ بن مسعود نے جوشِ ایمان سے بے قرار ہو کر کہا۔ ''مجھے یہ کام کرنے دو۔ میرا آسرا اللہ پر ہے اور وہی میری حفاظت کرے گا''۔ صحابہؓ ان کا جوشِ ایمانی دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

(۳)

دوسرے دن طلوعِ آفتاب کے بعد جب تمام مشرکینِ قریش ایک جگہ جمع تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ نے نہایت بلند آہنگی سے ان کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کر دی۔

مشرکین یہ نامانوس کلام سن کر بہت حیران ہوئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک نے کہا ''یہ تو وہ کتاب پڑھ رہا ہے جو محمدؐ پر اتری ہے''۔ یہ سن کر تمام مشرکین مشتعل ہو گئے اور عبداللہ بن مسعودؓ پر ٹوٹ پڑے۔ نوجوان عاشقِ قرآن کو اس قدر مارا کہ ان کا چہرہ متورّم ہو گیا اور جسم کے کئی حصوں سے خون بہہ نکلا لیکن جوشِ ایمانی کا یہ عالم تھا کہ پٹتے جاتے تھے اور قرآن خوانی جاری تھی۔ حتّٰی کہ مشرکین مارتے مارتے تھک گئے۔ عبداللہؓ اس وقت خاموش ہوئے جب قرآن کی وہ سورۃ جو انہوں نے شروع کی تھی، ختم ہو گئی۔

جب وہ خستہ و پریشان حال صحابۂ کرامؓ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا ''ہم کو اسی بات کا خدشہ تھا اور اسی لیے ہم تمہیں جانے سے روکتے تھے''۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا:

''خدا کی قسم مشرکین میری نظر میں آج سے زیادہ کبھی ذلیل نہیں ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَیں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ کل پھر ان کو کلامِ الٰہی سناؤں گا"۔

صحابہؓ کرامؓ نے فرمایا:

"جو کچھ تم نے کیا ہے وہ بہت کافی ہے اب پھر تمہارے جانے کی ضرورت نہیں جس کلام کا سننا مشرکین کو سخت ناگوار تھا اس کو تم نے ان کے کانوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا"۔

عبداللہؓ نے اپنے رفقاء کے اصرار سے مجبور ہو کر خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن کُفّار بھلا انہیں کب چَین سے بیٹھنے دیتے تھے۔ انہوں نے عبداللہؓ بن مسعود پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ جب مشرکین کے جَور و ستم کا سلسلہ ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ گیا تو سرورِ کائنات نے انہیں حبش کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ارشادِ نبوی کی تعمیل میں حضرت عبداللہؓ نے دو مرتبہ حبش کی غریب الوطنی اختیار کی اور تیسری مرتبہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ سرورِ عالم ﷺ نے ان کی مؤاخاۃ حضرت معاذؓ بن جبل انصاری سے کرا دی۔ اور ان کے رہنے کے لیے مسجدِ نبوی کے پاس زمین کا ایک ٹکڑا مرحمت فرمایا۔

(۴)

۲ ہجری میں غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو عبداللہؓ بن مسعود نے شروع سے لے کر اخیر تک ہر غزوہ میں سرفروشانہ حصہ لیا۔ غزوۂ بدر میں جب دو انصاری نوجوانوں نے ابوجہل کو شدید زخمی کر دیا تو اتفاق سے عبداللہؓ بن مسعود بھی سرورِ کائناتؐ کے حکم کی تعمیل میں ابوجہل کو تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچ گئے۔ ابوجہل اس وقت دم توڑ رہا تھا۔ عبداللہؓ اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اور اس کی ڈاڑھی پکڑ کر کہنے لگے:

"او دشمنِ خدا تو ہی ابوجہل ہے۔ خدا نے تجھے خوب ذلیل کیا"۔

ابوجہل نے کہا، "کاش مجھے کسی کسان نے قتل نہ کیا ہوتا"۔[۱]

---

[۱] کسان سے مراد انصار تھے۔ انصار کو زراعت پیشہ ہونے کی وجہ سے قریش حقیر سمجھتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے ابوجہل کی بات سن کر اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ ابوجہل نے کہا "او بھیڑیں چرانے والے تو بہت اونچی جگہ چڑھا ہے۔ اتنا تو بتا کہ فتح کس کی ہوئی ہے"۔

عبداللہؓ نے جواب دیا۔ "او دشمنِ خدا...... اللہ اور اس کے رسولؐ کی"۔

اتنا سن کر ابوجہل بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اس کا سر کاٹ لیا اور سرورِ کائناتؐ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ حضورؐ نے ابوجہل کے ناپاک سر کی طرف دیکھ کر فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْزَاكَ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ"

(حمد وثنا کے لائق وہ اللہ ہے جس نے اے دشمنِ خدا تجھے ذلیل کیا)

پھر فرمایا:

"مَاتَ فِرْعَوْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ" (اس اُمت کا فرعون مر گیا)

غزوۂ بدر کے بعد حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے نہایت جوش اور پامردی کے ساتھ اُحد، خندق اور خیبر کے غزوات میں حصہ لیا۔ حدیبیہ اور فتح مکّہ میں بھی وہ سرورِ کونینؐ کے ہمرکاب تھے۔

(۵)

فتح مکّہ کے بعد شوّال ۸ ہجری میں حُنَین کا خونریز معرکہ پیش آیا۔ اس کے اسباب یہ تھے کہ ہوازن اور ثقیف کے جنگجو قبائل کو شیطان نے بہکایا کہ اگر تم مسلمانوں کو شکست دے دو تو اہلِ مکہ کی جتنی جاگیریں اور باغات طائف میں ہیں وہ تمہارے قبضہ میں آ جائیں گے اور خدائے واحد کے پرستاروں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

چنانچہ انہوں نے بنی ہلال، نصر، جشم اور بنی مضر کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور ہزارہا جنگجوؤں کی فوج لے کر مکّہ کی طرف بڑھے۔ ابھی وہ مقام اوطاس میں پہنچے تھے کہ سرورِ کائناتؐ کو ان کی نقل وحرکت کی اطلاع مل گئی۔ حضورؐ نے فوراً جنگ کی تیاری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اور بارہ ہزار فرزندانِ توحید کے ساتھ مکّہ سے روانہ ہوئے۔ اسلامی فوج میں مکّہ کے دو ہزار نومسلم بھی شامل ہوگئے تھے۔ اتنا کثیر لشکر دیکھ کر مسلمانوں کی زبان سے نکل گیا "اب ہم پر کون غالب آسکتا ہے" اللہ کو یہ نازش پسند نہ آئی اور اس نے اہلِ حق کو ایک سخت آزمائش میں ڈال دیا۔

لشکرِ اسلام وادیٔ حُنین میں پہنچا تو وادی کے دونوں جانب کمین گاہوں میں دشمن کے سپاہی اس کے منتظر تھے۔ جونہی مسلمانوں کے ہراول دستے ان کی زد میں آئے انہوں نے بے پناہ تیر اندازی شروع کر دی، پھر کمین گاہوں سے نکل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ ہراول دستوں میں زیادہ تعداد نومسلموں کی تھی وہ سراسیمہ ہوکر پیچھے کی طرف بھاگے۔ دوسرے مسلمان بھی حواس باختہ ہوگئے۔ اور ان میں سے اکثر کے قدم اُکھڑ گئے۔ اس نازک وقت میں سرورِ عالمؐ کوہِ استقلال بن کر میدان جنگ میں کھڑے تھے اور صحابۂ کرام کی ایک مختصر سی جماعت آپؐ کے گرد جاں نثاری کے جوہر دکھا رہی تھی اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی کرّم اللہ وجہہ، حضرت عباسؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود بھی شامل تھے۔ اس افراتفری کے عالم میں سرورِ کائناتؐ بآوازِ بلند یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبَ	اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب
میں نبی ہوں اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں	میں عبدالمُطّلب کا بیٹا ہوں

حضورؐ اس وقت اپنے سفید خچر "دلدل" پر سوار تھے۔ اس کی باگ حضرت ابوسفیانؓ بن حارث نے تھام رکھی تھی کہ یکبارگی آگے نہ بڑھ جائے۔ لیکن دلدل بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کی طرف ہٹتا تھا۔ اسی حالت میں حضورؐ ایک دفعہ زین سے جھکے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود بے تاب ہوگئے اور پکار کر کہا:

"آپ سربلند ہیں اللہ نے آپ کو رفعت عطا فرمائی"۔

حضورؐ نے فرمایا "عبداللہ مجھے ایک مٹھی خاک دو"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہؓ نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ حضورؐ نے یہ خاک مشرکین کی طرف پھینکی تو خدا کی قدرت ان سب کی آنکھیں غبار آلود ہو گئیں۔

اس کے بعد حضورؐ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود (یا بروایتِ دیگر حضرت عباسؓ) کو حکم دیا کہ مہاجرین وانصار کو آواز دو۔

انہوں نے بآوازِ بُلند پکارنا شروع کیا۔

یا معشر الانصار	**یا اصحاب الشجرة**
اے جماعتِ انصار	اے اصحابِ شجرہ (یعنی اے بیعتِ رضوان کرنیوالو)

پھر ہر قبیلہ کا نام لے لے کر بلانا شروع کیا۔ اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام مسلمان دفعۃً پلٹ پڑے اور کُفّار کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ مشرکین نے بری طرح شکست کھائی اور اپنے بے شمار مقتولین میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بے حساب مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (توبہ: ۲۵-۲۶)

(اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور حُنین کا دن یاد کرو جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز تھا لیکن وہ کچھ کام نہ آئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجیں نازل کیں جو تم کو نظر نہ آئیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی سزا یہی ہے)

(٦)

۱۱ہجری میں سرورِ کائناتؐ نے رحلت فرمائی تو حضرت عبداللہؓ بن مسعود پر کوہِ اَلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹوٹ پڑا اور وہ دل شکستگی کے عالم میں گوشہ نشین ہو گئے لیکن چند سال بعد جنگِ یرُموک کے موقع پر جب فاروقِ اعظمؓ نے ہر تندرست مسلمان کو جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب دی تو حضرت عبداللہؓ بن مسعود اپنے گوشۂ عزلت سے نکل کر اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے اور شام پہنچ کر معرکۂ یرُموک میں بڑے جوش وخروش اور ثابت قدمی سے دادِ شجاعت دی۔ میدان جہاد سے واپس آئے تو فاروقِ اعظمؓ نے ۲۰ ہجری میں انہیں کوفہ کا قاضی مقرر کیا اور ساتھ ہی وہاں کے خزانہ (بیت المال) اور دینی تعلیم کے شعبے بھی ان کو تفویض کیے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اہلِ کوفہ کے نام جو فرمان لکھا اس میں خاص طور پر یہ الفاظ لکھے:

"وقد اثرتكم بعبد الله ابن مسعود علىٰ نفسي" یعنی میں نے عبداللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیج کر بڑا ایثار کیا ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ پورے دس سال تک کوفہ میں اپنے فرائض نہایت تندہی اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے کسی بات پر ناخوش ہو کر انہیں اپنے عہدے سے سبکدوش کر دیا۔ ان کی معزولی کی خبر اہلِ کوفہ پر شاق گزری وہ جمع ہو کر حضرت عبداللہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا:

"ابو عبدالرحمٰن آپ کوفہ نہ چھوڑیں، ضرورت پڑی تو ہم سب آپ پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے"۔

حضرت عبداللہؓ نے ان کی بات قبول نہ کی اور فرمایا "میں امیر المؤمنین کی حکم عدولی کر کے درِ فتنہ نہ کھولوں گا"۔

چنانچہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہو کر وہ ایک قافلہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لیے مکہ روانہ ہو گئے۔ ربذہ کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے ایک بدوی خاتون کو سر راہ کھڑے پایا۔ اس نے حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں کو پکار کر کہا "بھائیو قریب ہی ایک مسلمان دم توڑ رہا ہے اس کی تجہیز و تکفین میں میری مدد کرو"۔

انہوں نے پوچھا "وہ کون شخص ہے؟"

خاتون نے جواب دیا۔ "رسول اللہؐ کے صحابی ابوذر غفاری"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھی حضرت ابوذرؓ کا اسمِ گرامی سن کر "ہمارے ماں باپ ان پر قربان ہوں" کہتے ہوئے اس کٹیا کی طرف لپکے جہاں حضرت ابوذرؓ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے نو واردوں کو اہلاً وسہلاً کہا اور اپنے کفن دفن کے متعلق ہدایت دیکر پیکِ اجل کو لبیک کہا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر سب نے مل کر انہیں سپردِ خاک کیا اور اس کے بعد اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ مکّہ پہنچ کر حضرت ابنِ مسعودؓ نے حج کیا اور پھر مدینہ جا کر گوشۂ عزلت میں بیٹھ گئے۔ دن رات یادِ الٰہی کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ اسی زمانے میں ایک دن ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:۔

"ابو عبدالرحمٰن! میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہیں اور حضورؐ فرما رہے ہیں ابنِ مسعود میرے بعد تمہیں تکلیف پہنچی، آؤ میرے پاس چلے آؤ"۔

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا۔ "خدا کی قسم تم نے یہ خواب دیکھا ہے؟" اس نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا:

"تو بس میرا وقتِ آخر آ پہنچا ہے شاید تم میرے جنازہ میں شریک ہو کر ہی مدینہ سے باہر جاؤ گے"۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ صاحبِ فراش ہو گئے۔ جب علالت تشویشناک صورت اختیار کر گئی تو حضرت عثمان ذُوالنُّورَینؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں دونوں بزرگوں کے تعلقات کشیدہ تھے اور حضرت عثمانؓ نے دو برس سے ان کا وظیفہ بھی بند کر رکھا تھا۔ عیادت کے موقع پر دونوں بزرگوں کے مابین یہ گفتگو ہوئی:

حضرت عثمانؓ "آپ کو کیا بیماری ہے؟"

حضرت عبداللہؓ "اپنے گناہوں کی"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمانؓ "آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

حضرت عبداللہؓ "ہاں۔ خدا کی رحمت کی"۔

حضرت عثمانؓ "آپ کے لیے معالج بھیجوں؟"

حضرت عبداللہؓ "معالج ہی نے تو مجھے صاحبِ فراش کیا ہے"۔

حضرت عثمانؓ "آپ کا وظیفہ جاری کر دوں؟"

حضرت عبداللہؓ "مجھے اس کی حاجت نہیں"۔

حضرت عثمانؓ "آپ کی بچیوں کے کام آئے گا"۔

حضرت عبداللہؓ "آپ میری بچیوں کی عسرت اور احتیاج کی فکر نہ کریں میں نے ان کو تلقین کر دی ہے کہ ہر شب کو سونے سے پہلے سورۂ واقعہ کی تلاوت کر لیا کریں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سونے سے پہلے سورۂ واقعہ پڑھ لے گا وہ کبھی عسرت اور فاقہ میں مبتلا نہ ہو گا"۔

علامہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ اس گفتگو کے بعد دونوں بزرگوں کے دل ایک دوسرے کی طرف سے صاف ہو گئے۔

حضرت عبداللہؓ کو جب یقین ہو گیا کہ اس بیماری سے جانبر نہیں ہوں گے تو انہوں نے حضرت زبیرؓ بن العوّام اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا بھیجا اور انہیں اپنی جائداد، اولاد اور تجہیز و تکفین کے بارے میں ضروری وصیتیں کرنے کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ یہ ۳۲ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس وقت حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی عمر ساٹھ برس سے کچھ اوپر تھی۔ نمازِ جنازہ امیر المؤمنین حضرت عثمانِ غنیؓ نے پڑھائی اور تدفین گورستانِ بقیع میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کے پہلو میں ہوئی۔ طبقات ابنِ سعد کی روایت کے مطابق ابنِ مسعودؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے ان کا رُکا ہوا تمام وظیفہ واگزار کر دیا۔ یہ وظیفہ پانچ ہزار درہم سالانہ تھا۔ اس طرح ان کی اولاد کو ایک خطیر رقم یکمشت مل گئی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا حضرت عبداللہؓ بن مسعود آسمانِ فضائل ومناقب کے مہرِ عالم تاب تھے۔ سبقت فی الاسلام، تحمل شدائد، حُبِ رسول، شوق جہاد، شغف قرآن، تبحر علم، زُہد واتقاء، حلم وانکسار، صبر واستغنا اور تفقہ فی الدّین ان کے صحیفۂ حیات کے نمایاں ابواب ہیں۔ انہوں نے اس وقت لوائے توحید کو تھاما جب مشرکینِ قریش اہلِ حق کے خون کے پیاسے تھے۔ مدتوں راہِ حق میں طرح طرح کے روح فرسا مظالم سہتے رہے یہاں تک کہ وطنِ عزیز کو خیر باد کہہ کر حبش کی غریب الوطنی اختیار کی۔ حبش سے مدینہ آئے تو بدر سے تبوک تک ہر موقع پر اپنے اخلاص اور جانبازی کے جوہر دکھائے۔ سرورِ کونینؐ سے محبت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ امن ہو یا جنگ، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت وہ اکثر بارگاہِ نبوّت میں حاضر رہتے تھے۔ اس طرح ایک طرف تو فیضانِ نبوی سے بہرہ یاب ہوتے تھے اور دوسری طرف حضورؐ کی والہانہ خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم یمن سے مدینہ آئے تو ہم نے عبداللہؓ بن مسعود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم مدت تک یہی گمان کرتے رہے کہ وہ (عبداللہ) حضورؐ کے گھر کے فرد ہیں۔

فی الحقیقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سرورِ عالمؐ کے خدّامِ خاص میں شامل ہو گئے تھے۔ وہ حضورؐ کا بستر بچھاتے، تہہ کرتے، مسواک لا کر پیش کرتے، حضورؐ کو وضو کراتے، آپؐ کی سواری کی باگ تھامتے، غرض انہیں دربارِ رسالت میں اختصاص اور تقرب کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ اور وہ صاحِبُ النّعل، صاحبُ الوسادۃ، صاحب المطہرۃ (جوتے والے، تکیہ والے اور وضو والے) کے القاب سے مشہور ہو گئے تھے۔ رحمتِ عالمؐ کے نزدیک ان کی کیا قدر و قیمت تھی، اس کا اندازہ طبقات ابنِ سعد کی اس روایت سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی ٹانگیں بہت پتلی تھیں اور وہ ان کو چھپائے رکھتے تھے۔ ایک دن رسولِ اکرمؐ ابنِ مسعودؓ اور کچھ دوسرے صحابہؓ کے ہمراہ جنگل میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ حضورؐ کے لیے مسواک توڑنے کے لیے پیلو کے درخت پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چڑھے۔ ان کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھ کر صحابہ کرام ہنسنے لگے۔ حضورؐ کو ان کی ہنسی پسند نہ آئی اور آپؐ نے فرمایا:

"تم ابنِ اُمِّ عبد کی پتلی ٹانگوں پر ہنستے ہو حالانکہ یہی ٹانگیں حشر کے دن میزانِ عدل میں کوہِ اُحد سے بھی زیادہ بھاری ہوں گی"۔

علم و فضل کے اعتبار سے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا شمار اساطین اُمت میں ہوتا ہے۔ وہ ان چند فاضل صحابہ میں سے تھے جنھیں رسولِ اکرمؐ کے بعد قرآن کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا جاتا ہے۔ خود حضرت ابنِ مسعودؓ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قرآنِ حکیم کی ستر سورتیں خاص رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سن کر یاد کی تھیں اور قرآن کی ہر آیت کے بارے میں مجھے علم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور اس کی شانِ نزول کیا تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک موقع پر خود ذاتِ رسالت مآبؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو عبداللہؓ بن مسعود، سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہؓ، معاذؓ بن جبل اور اُبَیؓ بن کعب سے۔ حضرت عمرِ فاروقؓ ابنِ مسعودؓ کے تبحرِ علمی کے نہایت قدردان تھے۔ وہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے "کَیْفَ مُلِیَٔ عِلْمًا" (ایک ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے) حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ نے ایک موقع پر فرمایا کہ عبداللہؓ بن مسعود قرآن کے قاری، دین کے فقیہ اور سنت کے عالم تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک ہم میں ابنِ مسعودؓ جیسا مُتبحّر موجود ہے مجھ سے کوئی مسئلہ دریافت نہ کرو۔ حضرت ابومسعود بدریؓ کہا کرتے تھے کہ میں نہیں جانتا رسول اللہ ﷺ کے بعد عبداللہؓ بن مسعود سے بڑھ کر کوئی قرآن کا عالم ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو اللہ تعالیٰ نے علمِ قرآن کے ساتھ حُسنِ قرأت سے بھی نوازا تھا۔ ایسی خوش الحانی اور سوز کے ساتھ قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتے تھے کہ در و دیوار وجد میں آجاتے تھے۔ ایک دن وہ نماز میں سورۂ نساء پڑھ رہے تھے کہ سرورِ عالمؐ، حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدّیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کی معیت میں مسجد تشریف لائے اور ان کے اندازِ تلاوت سے اس قدر مسرور ہوئے کہ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

"اَسْئَلْ تُعْطِهٖ۔ اَسْئَلْ تُعْطِهٖ (جو) سوال کرو پورا کیا جائے گا (جو) سوال کرو پورا کیا جائے گا"۔

پھر ارشاد ہوا:۔

"جو شخص چاہتا ہے کہ قرآن کو اسی طرح تروتازہ پڑھنا سیکھے جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو وہ قرأت میں ابنِ اُمّ عبد کی تقلید کرے"۔

ایک اور موقع پر رحمتِ عالمؐ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے سورۂ نساء پڑھوا کر سنی تو شدتِ تاثر سے آپؐ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

تفسیرِ قرآن میں انہیں یہ کمال حاصل تھا کہ کسی سے کبھی حدیث صحیح سنتے تو بسا اوقات اس کی تائید میں قرآنِ کریم کی آیت پڑھ دیتے۔ تفسیر اور حدیث کی کتابوں میں بے شمار روایتیں ایسی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو علمِ قرآن کے ساتھ غیر معمولی حافظہ اور ذہنِ رسا بھی عطا فرمایا تھا۔

(۷)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود روایتِ حدیث میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے۔ انہیں ہر لحظہ یہ خوف دامنگیر رہتا تھا کہ حدیث بیان کرتے وقت کوئی ایسا لفظ زبان سے نہ نکل جائے جو حضورؐ نے نہ فرمایا ہو۔ حدیث روایت کرتے وقت بڑے مؤدب انداز میں بیٹھتے اور ایک ایک لفظ ایسی احتیاط کے ساتھ زبان سے نکالتے گویا ذمہ داری کے بوجھ سے دبے جا رہے ہوں۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک دفعہ ایک حدیث بیان کرنے کے بعد متبسم ہو گئے پھر لوگوں سے فرمایا "تم نے پوچھا نہیں کہ میں کیوں مسکرایا"۔ لوگوں نے کہا "آپ ہی فرمائیے" ارشاد ہوا "اس لیے کہ اس موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح تبسّم فرمایا تھا"۔ ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ حدیث بیان کرتے ہوئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ" کے الفاظ زبان سے نکالنے سے حتی الوسع احتراز کرتے تھے اگر کبھی یہ الفاظ زبان سے نکل جاتے تو جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی اور فرماتے حضورؐ نے اسی طرح فرمایا تھا یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ یا اس کے ہم معنی الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔

طبقات ابنِ سعد میں مشہور تابعی حضرت عمروؒ بن میمون سے روایت ہے کہ "ایک مرتبہ پورے ایک سال تک میرا یہ معمول رہا کہ ہر جمعرات کو حضرت ابنِ مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے کسبِ فیض کرتا اس مدت میں سوائے ایک موقع کے میں نے ان کو کبھی حضورؐ کی طرف نسبت کر کے بات کرتے نہیں سنا اس موقع پر اتفاق سے ان کی زبان سے "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ" کا فقرہ نکل گیا۔ اس وقت ان کے بدن پر رعشہ طاری ہو گیا، ماتھے پر پسینہ آ گیا، رگیں پھول گئیں اور آنکھیں پُر آب ہو گئیں"۔

بایں ہمہ احتیاط و خوف ابنِ مسعودؓ حضورؐ کے ارشادات کو اُمّت تک پہنچانا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے تھے چنانچہ ان سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ان میں سے ۶۴ متفق علیہ ہیں۔ ۲۱ میں بخاری اور ۳۵ میں مسلم منفرد ہیں۔

(۸)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے سالہا سال تک مسلسل بارگاہِ نبوّت سے براہ راست کسبِ فیض کیا تھا چنانچہ وہ احکامِ شریعت کی معلومات کا ایک بحرِ زخار بن گئے تھے۔ ان کا شمار فقہائے صحابہ کے طبقۂ مکثرین میں ہوتا ہے یعنی وہ صحابہ جن سے بکثرت فقہی مسائل منقول ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک اس طبقہ میں صرف سات صحابۂ کبار داخل ہیں یعنی حضرت عُمرِ فاروقؓ، حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ۔

علّامہ ابنِ حزم کا بیان ہے کہ اگر ان بزرگوں کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ہر ایک کے فتاویٰ سے کئی ضخیم جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ ان سات بزرگوں میں سے بھی صرف چار یعنی حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ موجودہ فقہ اسلامی کے بیشتر حصے کی بنیاد ان کے فتاوٰی پر قائم ہوئی اور وہ سب فقیہ الامت کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے فتاوٰی اور آراء اگرچہ سبھی فقہی مسالک کے نزدیک بڑے وزن اور اہمیت کے حامل ہیں لیکن فقہ حنفی کا تو تمام تر دارومدار انہی پر ہے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت ابن مسعودؓ کوفہ میں فقہ کی باقاعدہ تعلیم دیتے تھے اور ان کے شاگرد ان کے فتاوٰی کو معرض تحریر میں لے آتے تھے۔ علامہ ابن قیمؒ کا بیان ہے کہ عبداللہؓ بن مسعود کے سوا کسی صحابی کے تلامذہ نے ان کے فتاوٰی اور مذاہب فقہ کو نہیں لکھا۔

حضرت ابن مسعودؓ کے بعد ان کے تین نامور شاگردوں علقمہؒ بن قیس نخعی، اسودؒ بن یزید نخعی اور مسروقؒ بن عبدالرحمٰن (اجدع) ہمدانی نے فقہ اور اجتہاد میں بڑی شہرت پائی۔ ان میں سے علقمہؒ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیثوں کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ان کی وفات کے بعد ابراہیمؒ بن یزید نخعی نے (جو ان کے بھتیجے اور خاص شاگرد تھے) ان کی مسند فضیلت کو رونق بخشی۔ علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ فقہ کے امام تھے اور ان کے فقہی کمال پر سب کا اتفاق ہے۔ ابراہیمؒ کے فتاوٰی کے سب سے بڑے عالم حمادؒ تھے جن سے امام ابوحنیفہؒ نے تعلیم پائی۔ چنانچہ فقہ حنفی کی عمارت بالواسطہ حضرت ابن مسعودؓ کے فتاوٰی کی اساس پر تعمیر ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے علم و اجتہاد سے کام لے کر فقہ حنفی کو اس قدر ترقی دی کہ دنیائے اسلام کا بہت بڑا حصہ صدیوں سے حنفی مسلک سے وابستہ چلا آرہا ہے۔

(۹)

درس و افتاء کے علاوہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود تبلیغ و ارشاد کا فرض بھی ادا کرتے رہتے تھے۔ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے اور ان کے خطبات و مواعظ میں ایجاز و اختصار کے ساتھ بے مثل تاثیر ہوتی تھی۔ کتب احادیث و سیر میں کئی ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض موقعوں پر انہوں نے خود ذات رسالت مآبؐ کی موجودگی میں خطبہ دیا تو حضورؐ نے ان کے انداز خطابت کی تحسین فرمائی۔ علامہ ابن عساکرؒ اور ہیثمیؒ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مختصر خطبہ دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر! کھڑے ہو اور خطبہ دو، انہوںؓ نے حضورؐ کے خطبہ سے بھی مختصر خطبہ دیا۔ پھر آپؐ نے حضرت عمر فاروقؓ کو خطبہ دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے تعمیلِ ارشاد کی لیکن اپنے خطبہ کو حضرت ابوبکرؓ کے خطبہ سے بھی مختصر رکھا۔ اس کے بعد آپؐ نے کسی اور صاحب کو خطبہ دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اپنے خطبہ میں متفرق باتیں کہنا شروع کیں۔ سرورِ عالمؐ نے انہیں ناپسند فرمایا اور انہیں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ اب آپؐ نے اپنا رُخِ انور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی طرف پھیرا اور فرمایا "اے ابنِ اُمِّ عبد کھڑے ہو اور خطبہ دو"۔ حضرت عبداللہؓ کھڑے ہو گئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا:

"اے لوگو بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارا مالک ہے اور بے شک اسلام ہمارا دین ہے اور بے شک قرآن ہمارا امام اور بے شک کعبہ ہمارا قبلہ ہے اور (حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہمارے رسولؐ اور نبیؐ ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو چیزیں ہمارے لیے پسند فرمائی ہیں ہم نے بھی وہ چیزیں پسند کیں اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے جن چیزوں کو ہمارے لیے مکروہ سمجھا ہے ہم نے بھی وہ چیزیں مکروہ سمجھیں"۔

سرورِ عالمؐ ان کا خطبہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:-

"ابنِ اُمِّ عبد نے ٹھیک کہا ہے، ابنِ اُمِّ عبد نے ٹھیک کہا اور سچ کہا ہے۔ میں راضی ہو گیا اس سے جس سے اللہ راضی ہے میرے لیے، میری اُمت کے لیے اور ابنِ اُمِّ عبد کے لیے"۔

حضرت ابنِ مسعودؓ اپنے خطبات و مواعظ میں بالعموم توحید و نماز باجماعت اور خوفِ آخرت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ان کے ارشادات کے چند فقرے ملاحظہ ہوں:

"لوگو! جس نے دنیا کا ارادہ کیا اس نے آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا۔ تمہیں چاہیے کہ فانی کا خسارہ باقی کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے برداشت کرو"۔

"لوگو! جو دنیا میں ریاکاری کرے اللہ قیامت کے دن اس کو ریاکاری کا بدلہ دے گا۔ جو دنیا میں شہرت کے لیے کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کام کی شہرت کرائے گا (اور اس کے لیے جزا کچھ نہیں) اور جو عظمت اور بڑائی کی خاطر بلندی اختیار کرتا ہے اللہ اس کو گرا دے گا۔ اور جس نے ازراہِ خشوع تواضع اختیار کی اللہ اس کو سربلند کرے گا"۔

"بھائیو...... اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، قرآن کے ساتھ چلو وہ جہاں تمھیں لے جائے اور جو تمہارے پاس حق لائے اسے قبول کرو اگرچہ حق لانے والا کتنا ہی غیر ہو اور تمھیں اس سے دشمنی ہو اور جو تمہارے پاس باطل کو لائے اس کو رد کر دو اگرچہ وہ تمہارا کتنا ہی دوست اور قریبی رشتہ دار ہو"۔

"لوگو، اگر میں اس بات پر قسم کھالوں تو حانث نہ ہوں گا کہ جب اللہ نے دنیا میں کسی بندہ کی پردہ پوشی کی تو وہ ضرور آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی کرے گا"۔

غرض حضرت ابنِ مسعودؓ کے مواعظ اسی قسم کے بلیغ جملوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ کتبِ حدیث وسیر سے یہ گہرہائے تابدار چنے جائیں تو ایک ضخیم مجموعہ مرتب ہو سکتا ہے۔

(۱۰)

سیدنا ابنِ مسعودؓ کا شمار اگرچہ مقربانِ بارگاہِ رسالت میں ہوتا تھا اور وہ خود لسانِ رسالت سے کئی بار اپنی مغفرت کی بشارت سن چکے تھے لیکن اس کے باوجود وہ خشیتِ الٰہی سے ہر وقت لرزہ براندام رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے اگر مجھ کو جنت اور دوزخ کے متعلق اختیار دے دیا جائے کہ ان میں سے اپنے لیے جس کو چاہو پسند کر لو یا راکھ ہو جاؤ تو میں راکھ ہو جانا پسند کروں گا تاکہ مجھ سے میرے اعمال کی پرسش نہ ہو۔ ابنِ سعدؒ نے ان کا یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول بھی نقل کیا ہے کہ کاش میں مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ نمازیں نہایت کثرت سے پڑھتے تھے اور رمضان کے علاوہ ہر دوشنبہ، جمعرات اور عاشورے کے دن ضرور روزہ رکھتے تھے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ ان کی ساری ساری رات تلاوتِ قرآن میں گزر جاتی۔ ان کا معمول تھا کہ صبحِ صادق سے طلوعِ آفتاب تک تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے تھے خود ہی نہیں بلکہ اپنے تمام اہلِ خانہ کو بھی صبح سویرے بیدار کر دیتے تھے اور سارا گھر عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا۔ نماز جماعت کے ساتھ اور وقت پر پڑھنے کے سخت پابند تھے۔ مُسندِ احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک مرتبہ ولید بن عقبہ والیٔ کوفہ کو مسجد پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ حضرت عبداللہؓ نے ان کا انتظار کیے بغیر وقت پر نماز پڑھا دی۔ ولید نے برہم ہو کر ان سے جواب طلبی کی تو فرمایا:

"اللہ کو یہ بات پسند نہیں کہ تم اپنے کاموں میں مصروف رہو اور لوگ نماز میں تمہارا انتظار کرتے رہیں"۔

(۱۱)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا معدنِ اخلاق گراں بہا جواہر سے لبریز تھا۔ وہ اپنے ہر قول میں رسولِ اکرم ﷺ کا اِتباع کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس طرح وہ محاسنِ اخلاق کا ایک مثالی پیکرِ جمیل بن گئے تھے۔ جامع ترمذی میں عبدالرحمٰن بن یزیدؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم صاحبُ السر حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ ہمیں کسی ایسے صاحب کا پتہ دیجیے جو خلق وہدایت میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتا ہو تا کہ ہم اس سے کسبِ فیض کریں۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا:

"عبداللہؓ بن مسعود رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے سب سے زیادہ پابند ہیں اور جو اصحابِ رسول اس وقت موجود ہیں ان کو علم ہے کہ بارگاہِ رسالت میں تقرب کے لحاظ سے ابنِ اُمِّ عبد کا درجہ سب سے بلند ہے"۔

حضرت ابنِ مسعودؓ کی فلک بوس علمی جلالتِ شان نے ایک دنیا کو مسخر کر رکھا تھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ان کے انکسار اور فروتنی کی یہ کیفیت تھی کہ کسی مسئلہ کا علم نہ ہوتا تو بلا تامل کہہ دیتے کہ میں نہیں جانتا۔ اگر کبھی کوئی فتویٰ دیتے اور بعد میں اس کے خلاف ثابت ہو جاتا تو فوراً اپنے فتویٰ کو منسوخ قرار دیتے۔ وہ اپنے اہلِ علم معاصرین کا بے حد احترام کرتے تھے۔ نہ صرف ان کے علم و فضل کا برملا اعتراف کرتے تھے بلکہ جو مسئلہ معلوم نہ ہوتا تھا بے دھڑک ان سے پوچھ لیتے تھے اور اس میں مطلق اپنی کسر شان نہیں سمجھتے تھے، یہاں تک کہ ان کو اپنے شاگردوں کے تبحرِ علمی کا اعتراف کرنے میں بھی عار نہیں تھی۔ اپنے مشہور شاگرد علقمہؒ بن قیس نخعی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ ''علقمہ کی معلومات سے میری معلومات زیادہ نہیں ہیں''۔ طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ نے اپنے عہدِ خلافت میں کُوفہ پہنچ کر حضرت ابنِ مسعودؓ کے چند دیرینہ احباب سے ان کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بالاتفاق عرض کیا:

''امیر المؤمنین ہم نے عبداللہؓ بن مسعود سے بڑھ کر کوئی صاحبِ تقویٰ مہمان نواز حلیم الطبع، خوش خُلق اور بہترین دوست نہیں دیکھا''۔

حضرت علیؓ نے پوچھا، ''کیا یہ باتیں تم سچے دل سے کہتے ہو''۔ بولے ''ہاں امیر المؤمنین یہ سب کچھ بالکل سچ ہے''۔ فرمایا، ''تم نے عبداللہ بن مسعود کے بارے میں جو کچھ کہا ہے میں ان کو اس سے بھی بہتر سمجھتا ہوں''۔

حضرت ابنِ مسعودؓ مہمانوں کا ازبس اکرام کرتے تھے چنانچہ انہوں نے کوفہ میں اپنا الرّمادہ کا مکان اس لیے خالی کر دیا تھا کہ وہاں مہمانوں کو ٹھہرا کر ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں...... ان کے صبر و استغناء کا یہ عالم تھا کہ حضرت عثمانؓ نے دو سال تک ان کا وظیفہ (پانچ ہزار درہم سالانہ) بند رکھا لیکن انہوں نے آخری دم تک اس کی واگزاری کی درخواست نہ کی، اور بڑے صبر و شکر کے ساتھ اپنا وقت گزارتے رہے۔ وفات کے قریب حضرت عثمانؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا ان کا وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا جائے تو انہوں نے بڑی بے نیازی کے ساتھ انکار کر دیا۔

خانگی زندگی بھی نہایت خوشگوار تھی۔ بیوی بچوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتے تھے۔ گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہمیشہ کھنکارتے تھے یا بلند آواز سے کچھ بولتے تھے تاکہ اہلِ خانہ باخبر ہو جائیں۔ اہلِ خانہ کو قرآن اور دینی مسائل کی تعلیم دینے کا خاص التزام تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ان سے احکامِ دین کی پابندی بھی کراتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "انشاء اللہ لوگ ابنِ اُمِّ عبد کی اولاد کو دین سے غافل نہیں پائیں گے"۔

اپنے گوناگوں محاسنِ اخلاق اور تبحّرِ علمی کی بدولت وہ حضرت عمرِ فاروقؓ جیسے عبقری مردم شناس کے نزدیک اس قدر قدر و منزلت کے حامل تھے کہ وہ ان کی ادنیٰ سی توہین بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ حافظ ابنِ حجرؒ کا بیان ہے کہ عہدِ فاروقی میں ایک مرتبہ حضرت ابنِ مسعودؓ نے ایک شخص کو اس بات پر ٹوکا کہ وہ تہہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے تھا۔ اس نے جواب میں کہا "ابنِ مسعودؓ تم بھی تہہ بند اوپر کر کے باندھو"۔ انہوں نے فرمایا "بھائی میں معذور ہوں کیونکہ میری ٹانگیں بہت پتلی ہیں"۔ حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ سنا تو اس شخص کو بلا کر دُرّے لگوائے کہ عبداللہؓ بن مسعود جیسی شخصیت سے منہ زوری کی۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے مروی احادیث میں سے تین یہ ہیں:-

۱- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن طعنے دینے والا، لعنت کرنے والا اور فحش بکنے والا نہیں ہوتا۔ (ترمذیؒ و بیہقیؒ)

۲- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرّہ بھر بھی تکبّر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (یعنی کیا یہ بھی تکبر میں شامل ہے) آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال (حسن) کو پسند کرتا ہے (مگر) تکبّر تو کہتے ہیں سچی بات کے جھٹلانے کو اور لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھنے کو۔ (صحیح مسلم)

۳- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص فقر و فاقہ میں گرفتار ہو اگر وہ اپنی ضرورت لوگوں کے سامنے پیش نہ کرے تو بہت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اپنا رزق اس کو عطا فرمائے۔ (سنن ابی داؤد)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حُذیفہؓ بن الیمانؓ ...... "صاحبُ السِّر"

(۱)

سیّدنا حضرت عُمرِ فاروقؓ اپنے عہدِ خلافت میں ایک دن مدینہ مُنوّرہ سے کچھ فاصلے پر کھجوروں کے ایک جُھنڈ میں تشریف فرما تھے۔ یہ جُھنڈ اس شاہراہ کے قریب تھا جو مدینہ منورہ کو عراق اور ایران سے ملاتی تھی۔ کھجور کے درختوں کی ترتیب کچھ اس قسم کی تھی کہ جُھنڈ کے اندر بیٹھا ہوا آدمی شاہراہ پر آتے جاتے کو دیکھ سکتا تھا لیکن اس کو باہر سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عرب مجاہدین کے سامنے ایران کے کسریٰ کی سطوت وحشمت سرنگوں ہو چکی تھی اور ایران کے مختلف صوبوں کا نظم و نسق مسلمان گورنروں کے ہاتھ میں تھا...... حضرت عُمرِ فاروقؓ جُھنڈ میں بیٹھے ہوئے بار بار شاہراہ کی طرف دیکھتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کسی کا انتظار ہے۔ بڑی دیر کے بعد انہیں دور سے گرد اڑتی نظر آئی۔ ایک سوار مدینہ مُنوّرہ کی طرف لپکا چلا آ رہا تھا۔ یہ یمنی خدوخال اور میانہ قد کا ایک دُبلا پتلا شخص تھا جو بغیر زین کے خچر پر سوار تھا، اس کے جسم پر موٹا جھوٹا لباس تھا جس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے، جب وہ جُھنڈ کے قریب پہنچا تو حضرت عمرؓ کا چہرہ فرطِ مُسرّت سے چمک اٹھا۔ اسی شخص کا تو وہ اتنی دیر سے انتظار کر رہے تھے۔ بے تابانہ جُھنڈ سے باہر نکل کر اس کے سامنے آ گئے اور خچر سے اتار کر اس سے لپٹ گئے۔ زور زور سے بھینچتے تھے اور کہتے جاتے تھے "واللہ تم نے اسلام کی لاج رکھ لی۔ تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں"۔ یہ صاحب جن کی پذیرائی خلیفۂ عرب وعجم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرِ فاروقؓ اس طریقے سے کر رہے تھے، ایران کے سابقہ پایۂ تخت مدائن کے گورنر ابو عبداللہ حذیفہؓ بن الیمانؓ تھے۔

(۲)

حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ کا شمار ان بلند مرتبہ صحابہ میں ہوتا ہے جنہیں خود سالارِ انبیاءِ فخرِ رسلؐ نے قیامت میں اپنی معیت کی بشارت سنائی۔ ان کی کُنیت ابو عبداللہ اور لقب ''صاحبُ السّرِ رسول اللہ'' (یعنی رسولؐ اللہ کے محرمِ راز یا محرمِ اسرارِ نبوّت) تھا۔ حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''استیعاب'' میں لکھا ہے کہ اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ نے انہیں منافقین کے نام بتا دیے تھے جن کو وہ راز داری کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے۔

حضرت حذیفہؓ کا تعلق بنو غطفان کے خاندان عبس سے تھا۔ ان کے والد عام طور پر الیمان (یمان) کے نام سے مشہور ہیں۔ لیکن ان کا اصل نام باختلافِ روایت حسل یا حسیل تھا۔ وہ زمانہ جاہلیت میں اپنے قبیلے کے ایک آدمی کو قتل کر بیٹھے تھے اور قصاص کے خوف سے ترکِ وطن کر کے مدینہ (یثرب) میں آ بسے تھے۔ یہاں انہوں نے اوس کے خاندان بنو عبد الاشہل سے حلیفانہ تعلقات قائم کر لیے اور ایک اشہلی خاتون رباب بنتِ کعب سے شادی کر لی، انہی کے بطن سے حضرت حذیفہؓ پیدا ہوئے۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ کا بیان ہے کہ اوس اور خزرج چونکہ یمنی الاصل تھے اس لیے حسیل کا نام ان کی قوم نے یمان رکھ دیا۔ اس نام نے اتنی شہرت پائی کہ لوگ اصل نام بھول گئے۔

سرورِ عالم ﷺ نے ابھی مدینہ میں نزولِ اجلال نہیں فرمایا تھا کہ حسیلؓ اور حذیفہؓ نے حضورؐ کی دعوت اور آپؐ کی بلاکشی کا حال سنا۔ دونوں باپ بیٹے سعید الفطرت تھے، ان کے دل نے گواہی دی کہ داعیِ اسلام خداؐ کے سچے رسول ہیں اور ان کی دعوت قبول کرنے میں تاخیر خسران کا موجب ہے۔ چنانچہ ہر قسم کے خطرات کے علی الرغم سیدھے مکہ پہنچے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بادۂ ایمان سے مخمور ہو گئے۔ بعد میں حضرت حذیفہؓ کی والدہ ربابؓ اور ایک بھائی صفوانؓ بھی نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)

صحیح مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر سے چند روز پہلے حضرت حسیل اور حذیفہؓ مکّہ میں تھے۔ غزوہ کا حال سنا تو اس میں شرکت کے لیے مکّہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں مشرکین نے روکا کہ محمدؐ کے پاس جاتے ہو؟ انہوں نے کہا ''ہم تو اپنے گھر (مدینہ) جارہے ہیں''۔ مشرکین نے کہا ''تمہارے مدینہ جانے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تم محمدؐ کی حمایت میں ہمارے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاؤ گے''۔ دونوں نے طوعاً وکرہاً مشرکین کی شرط مان لی اوران کے پنجہ سے چھوٹ کر مدینہ پہنچے۔ حضورؐ ابھی غزوہ کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ دونوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر واقعہ بیان کیا۔ اگرچہ اس وقت ایک ایک آدمی کی بھی اشد ضرورت تھی لیکن سرورِ عالمؐ نے فرمایا ''تم اپنا عہد پورا کرو اور واپس جاؤ ہم کو اللہ تعالیٰ کی مدد درکار ہے''۔ انہوں نے حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل کی اور دل پر پتھر رکھ کر واپس چلے گئے۔

(۴)

غزوۂ اُحد میں دونوں باپ بیٹا نہایت ذوق وشوق سے شریک ہوئے۔ حسیلؓ چونکہ بہت ضعیف العمر تھے اس لیے لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضورؐ نے انہیں اور ایک دوسرے کبیر السن بزرگ حضرت رفاعہؓ بن وقش انصاری کو عورتوں اور بچوں کے پاس ایک بلند ٹیلے پر (یا قلعے میں) بھیج دیا۔ ہنگامۂ کارزار گرم ہوا تو دونوں بزرگوں کو جوش آ گیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا ''لا ابالك'' (تیرا باپ مرجائے) آخر ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں جب کہ ہمارے بھائی اور فرزند راہِ حق میں جانیں قربان کر رہے ہیں، ہم تو چراغِ سحری ہیں آج مرے کہ کل مرے' چلو اللہ کی راہ میں لڑ کر شہادت کی سعادت کیوں نہ حاصل کریں''۔ دوسرے نے کہا ''واللہ تم نے سچ کہا'' چنانچہ دونوں تلواریں سونت کر میدانِ وغا میں جا پہنچے۔ اس وقت ایک اتفاقی لغزش کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ رفاعہؓ تو کسی مشرک کے ہاتھ سے شہید ہو گئے لیکن حسیل الیمانؓ کو کچھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے غلطی سے مشرک سمجھ کر شہید کر ڈالا۔ حذیفہؓ ہر چند پکارتے رہے کہ اللہ کے بندو، یہ میرے باپ ہیں لیکن افراتفری میں کسی نے ان کی ایک نہ سنی۔ باپ کی شہادت پر حذیفہؓ کو دکھ تو بہت ہوا لیکن انہوں نے عفوودرگزر سے کام لیا کیوں کہ یہ فعل مسلمانوں سے نادانستگی میں سرزد ہوا تھا۔ بس یغفر اللہ لکم (اللہ تمہیں معاف کرے) کہہ کر خاموش ہو گئے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سُنا تو آپؐ نے حضرت حذیفہؓ سے اظہارِ ہمدردی فرمایا اور ان کے جذبۂ عفو کی تحسین فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں ماثور و مثاب ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنی جیبِ خاص سے حضرت حذیفہؓ کو دِیَت عطا فرمائی۔ ایک روایت ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے دِیَت کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیا اور ایک درم تک اپنے صرف میں نہ لائے۔ بعض اہلِ سیر نے جنگِ اُحد میں حضرت حسیل الیمانؓ کے کبیرالسن ساتھی کا نام رفاعہؓ کی بجائے ثابت بن وقش لکھا ہے۔ لیکن بہت سی مستند روایتوں سے یہ شہادت ملتی ہے کہ ثابت بن وقش حضرت حسیلؓ کے داماد تھے اور ان سے لیلیٰ بنتِ حسیل الیمانؓ بیاہی ہوئی تھیں۔ اس لیے ان پر کبرسنی کا وہ لباس پورا نہیں آتا جو مذکورہ بالا واقعہ کے راویوں نے بیان کیا ہے۔ ہاں ثابت بن وقش اور لیلیٰ کے نوجوان فرزند (یعنی حسیل الیمانؓ کے نواسے) اصیرم عبدالاشہلؓ بلاشبہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ انہوں نے عین میدانِ جنگ یا لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، اور پھر مردانہ وار لڑ کر جامِ شہادت نوش کیا۔ حضورؐ نے ان کی شہادت کی خبر سُنی تو فرمایا کہ اس نے عمل تو تھوڑا کیا لیکن اجر بہت زیادہ پایا۔

(۵)

غزوۂ احزاب میں حضرت حذیفہؓ کو ایک عظیم سعادت نصیب ہوئی۔ کُفّار کے ٹڈی دل نے تقریباً ایک ماہ سے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ ایک رات یکا یک سخت آندھی آئی اس کے ساتھ ہی آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے۔ بجلی کی چمک اور بادل کی گرج سے دل دہلے جاتے تھے۔ اندھیرے کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہولناک طوفانِ برق و باد سے مشرکین کا سخت نقصان ہوا۔ ان کے خیمے اکھڑ گئے اور ہانڈیاں چولہوں سے الٹ گئیں۔ اس ناگہانی آفت سے حواس باختہ ہو کر مشرکین نے مدینہ سے کوچ کرنے کی ٹھانی۔ ادھر مدینہ مُنوّرہ میں سرورِ عالمؐ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

"کون ہے جو مشرکین کے لشکر میں جائے اور ان کی نقل و حرکت اور ارادوں کا جائزہ لے کر مجھے آگاہ کرے۔ جو شخص یہ کام کرے گا میں اسے جنت میں اپنی معیت کی بشارت دیتا ہوں"۔

اس وقت نہایت سرد اور تند ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے۔ حضورؐ نے تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے لیکن سب لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے اور کوئی سامنے نہ آتا تھا۔ چوتھی بار حضورؐ نے حضرت حذیفہؓ کا نام لے کر پکارا کہ "حذیفہؓ جاؤ یہ کام تم کرو لیکن خبردار کسی مشرک پر حملہ نہ کر بیٹھنا"۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل میں حضرت حذیفہؓ نہایت تیز رفتاری سے مشرکین کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو عجیب افراتفری کا عالم پایا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی تھی۔ اس لشکر کے سرگردہ ابوسفیان کی پیٹھ میں شدید چوٹ لگ گئی تھی اور وہ اسے سینک رہا تھا۔ اتفاق سے حضرت حذیفہؓ نے اسے تاک لیا۔ جی چاہا کہ اس کو اپنے تیر کا ہدف بنائیں لیکن سرورِ کونینؐ کی ہدایت یاد آ گئی اور اپنا ہاتھ روک لیا۔ مشرکین کی شکستہ حالی اور بدحالی کا جائزہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے اور تمام حالات من و عن عرض کیے۔ حضورؐ ان کی کارگزاری سے بہت خوش ہوئے اور انہیں اپنا کمبل اڑھایا۔ سفر کی تکان اور سردی سے بے حال ہو رہے تھے۔ کمبل اوڑھ کر اسی جگہ بے خبر سو گئے۔ صبح ہوئی تو سرورِ کائناتؐ نے بڑی شفقت سے یہ فرما کر خود جگایا۔

قُمْ یَا نَوْمَان (اے سونے والے اب اٹھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶)

احزاب کے بعد حضرت حذیفہؓ نے خیبر، بیعتِ رضوان، فتحِ مکّہ اور دوسرے غزوات میں بھی مجاہدانہ حصہ لیا۔ وہ رفتار گفتار اور عادات ہر چیز میں سرورِ کائناتؐ کی متابعت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضورؐ طہارت فرماتے تو وہ پانی دیتے تھے۔ حضورؐ کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک حضورؐ شروع نہ کرتے وہ کھانے کو ہاتھ تک نہ لگاتے۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ظہر سے عشا تک آپؐ کی صحبت سے مستفیض ہوتے۔ مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عشا کے بعد اپنے حجرۂ مبارک میں روک لیا اور پھر اپنے ساتھ کھڑا کر کے نفلوں کی نیت باندھ لی۔ ساری رات دو رکعتوں میں گزر گئی۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی اور حضورؐ انہیں ساتھ لے کر فجر کی نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ سرورِ عالمؐ کو حضرت حذیفہؓ سے بڑی محبت تھی۔ بعض اوقات آپؐ ان سے تخلیہ میں گفتگو فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؐ نے انہیں ازار کی حد بتائی تو اپنے دستِ مبارک سے ان کی پنڈلی کو چھوا۔ ایک اور موقع پر حضورؐ لوگوں کے سامنے اس طرح تشریف فرما ہوئے کہ حضرت حذیفہؓ کے سینے سے ٹیک لگا رکھی تھی۔ اُمِّ حذیفہ حضرت ربابؓ بھی بڑی نیک بخت بی بی تھیں۔ ان کو سرورِ عالمؐ سے والہانہ عقیدت تھی اور چاہتی تھیں کہ حذیفہؓ باقاعدگی سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا کریں۔ ایک دفعہ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت حذیفہؓ چند دن حضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ حضرت ربابؓ کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئیں اور انہیں حکم دیا کہ ابھی حضورؐ کی خدمت میں جاؤ۔ اس وقت شام ہو رہی تھی وہ بھاگے بھاگے گئے اور مغرب کی نماز حضورؐ کے پیچھے پڑھی۔ نماز پڑھ کر حضورؐ مسجد سے نکلے تو حذیفہؓ بھی سر جھکائے حضورؐ کے پیچھے ہو لیے۔ چند قدم چل کر حضورؐ نے معاً پیچھے مڑ کر دیکھا اور پوچھا کون؟ عرض کیا ''آپ کا غلام حذیفہ'' فرمایا۔ ''اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے''۔ اس کے بعد انہوں نے بارگاہِ نبوّت میں بلاناغہ حاضری کو اپنا شعار بنا لیا۔ حضورؐ ان پر اس قدر شفقت اور اعتماد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے تھے کہ دوسروں کو رشک آتا تھا اور وہ انہیں "صاحب السر رسول اللہ" کہتے تھے۔

(۷)

سرورِ عالمؐ کے وصال کے بعد حضرت حذیفہؓ دل شکستگی کے عالم میں مدینہ منورہ سے عراق چلے گئے اور وہیں توطن اختیار کر لیا۔ علامہ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ انہوں نے اسی زمانے میں الجزیرہ کے شہر نصیبین کی ایک خاتون سے شادی کر لی اور پھر مدائن چلے گئے۔

حضرت عمرِ فاروقؓ ان کو بہت مانتے تھے۔ صدیقِ اکبرؓ کی رحلت کے بعد جب وہ مسند خلافت پر بیٹھے اور مفتوحہ علاقوں پر عمال مقرر کیے تو حضرت حذیفہؓ کو نواحِ دجلہ کا مہتمم بندوبست مقرر کیا۔ حذیفہؓ فقیر منش آدمی تھے اور امارت کی خُو بُو نے ان کو چھوا تک نہ تھا۔ موٹا جھوٹا پہنتے اور نہایت سادگی سے زندگی گزارتے تھے۔ نواح دجلہ کے لوگ بڑے شریر النفس اور بددیانت تھے۔ انہوں نے حذیفہؓ کے فقر و استغناء کا تمسخر اڑایا اور تعاون کرنے کی بجائے ان کے کام میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالیں۔ ان لوگوں کے اس معاندانہ رویے اور رکیک حرکات کے باوجود حضرت حذیفہؓ اپنے فرائض مفوضہ کو نہایت تندہی سے انجام دیتے رہے۔ مبداء فیاض نے انہیں کمال درجے کی انتظامی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ انہوں نے زمین اور پیداوار کی تشخیص ایسی عمدگی سے کی کہ حکومت کی آمدنی میں معقول اضافہ ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو ان کی کارگزاری کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور حضرت حذیفہؓ کی قدر و منزلت ان کی نگاہوں میں دوچند ہو گئی۔

(۸)

۱۸ھ ہجری میں مسلمانوں نے نہاوند پر لشکر کشی کی تیاری شروع کی۔ اس زمانے میں حضرت حذیفہؓ کوفہ میں اقامت پذیر تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ کوفہ سے مجاہدین کا لشکر لے کر نکلو اور نعمانؓ بن مقرنؓ کی مدد کو پہنچو۔ فاتح خوزستان حضرت نعمانؓ بڑے صاحبِ تدبیر اور جانباز صحابی تھے اور حضرت خالدؓ بن ولید اور سعدؓ بن ابی وقاص کے پہلو بہ پہلو عراقِ عرب کے کئی معرکوں میں اپنی شجاعت اور سرفروشی کی دھاک بٹھا چکے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرِ فاروقؓ نے بڑے سوچ بچار کے بعد انہیں نہاوند کی مہم کا سپہ سالار مقرر کیا تھا اور صحابہؓ کے مجمع عام میں ان کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ "بخدا اس شخص کا سینہ سب سے پہلے نیزوں کے لیے سپر بنے گا"۔ قادسیہ کے بعد نہاوند کا معرکہ ایران کی تمام جنگوں میں سب سے سخت تھا۔ اس معرکے میں ایران نے اپنے ڈیڑھ (اور بروایتِ دیگر دو) لاکھ جنگجو عرب کے مقابلے میں لا ڈالے تھے اور اس زور و شور سے جنگی تیاریاں کی تھیں کہ ہر طرف طوفان برپا ہو گیا تھا۔ علاّمہ طبریؒ کا بیان ہے کہ ایرانیوں کے زبردست اجتماع اور جنگی تیاریوں کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے خود ان کے مقابلے پر جانا چاہا تھا لیکن حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہ وَجْہَہٗ نے انہیں روک لیا۔

حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق حذیفہؓ کوفہ سے ایک منتخب لشکر لے کر نکلے اور نعمانؓ بن مقرن سے جا ملے۔ کچھ دوسرے مقامات سے بھی امدادی فوجیں آ گئیں۔ اس طرح مل ملا کر بھی اسلامی لشکر کی تعداد ڈیڑھ دو لاکھ ایرانیوں کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ تیس ہزار تک پہنچ سکی۔

حضرت عمرؓ نے نعمانؓ کو یہ بھی لکھ بھیجا کہ اس لڑائی میں اگر خدانخواستہ تمہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو پھر حذیفہؓ بن یمان، اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہوں گے۔ ادھر ایرانیوں نے نہاوند میں اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا تھا۔ مسلمانوں نے نہاوند کا رُخ کیا تو راستے میں کسی نے بھی ان کی مزاحمت نہ کی اور وہ شہر سے دو تین میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہو گئے۔ اب انہیں انتظار تھا کہ ایرانی کب باہر نکل کر ان کے مقابلے پر آتے ہیں لیکن ایرانیوں کو قادسیہ اور دوسری لڑائیوں میں جو تجربہ حاصل ہوا تھا اس کے پیش نظر ان کو کُھلم کُھلّا مسلمانوں کا سامنا کرنے کی ہمّت نہ پڑتی تھی البتہ کبھی کبھار ان کا کوئی دستہ چوری چھپے باہر نکلتا تھا اور مسلمانوں کے کسی گشتی دستے سے ایک آدھ جھڑپ کے بعد واپس چلا جاتا تھا۔ اسی طرح دو مہینے گزر گئے۔ ادھر مسلمان ایرانیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے بے تاب ہو رہے تھے۔ تنگ آ کر انہوں نے ایرانیوں کو قلعہ سے باہر لانے کے لیے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجویز سوچی، اس کے مطابق ایک دستے کے سوا باقی سارا لشکر ایک دن اپنے خیمے اکھاڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس دستے کی قیادت حضرت قعقاعؓ بن عمرو تمیمی کر رہے تھے۔ وہ اسے لے کر شہر کی طرف بڑھے اور قریب پہنچ کر قلعے کی برجیوں اور فصیل پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ ایرانیوں کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے ذرا ذرا کی خبریں مل رہی تھیں، وہ سمجھے کہ مسلمان پسپا ہو گئے ہیں اور صرف چند سر پھرے پیچھے رہ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ شہر کے دروازے کھول کر باہر نکل آئے اور قعقاعؓ کے دستے پر حملہ کر دیا...... قعقاعؓ طے شدہ منصوبے کے مطابق تھوڑی دیر جم کر لڑتے رہے اور پھر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ ایرانی ان کے تعاقب میں چلے جب وہ شہر سے کافی دور نکل آئے تو یکا یک بڑا اسلامی لشکر ان کے سامنے نمودار ہوا۔ کثیر التعداد ایرانی لشکر کے لیے اب واپس جانا ممکن نہیں تھا کیوں کہ سارا راستہ ان کے اپنے بچھائے ہوئے گوکھروؤں (آہنی کانٹوں) سے پٹا پڑا تھا چنانچہ اسی جگہ تاریخ کی وہ خونریز جنگ لڑی گئی جس نے مجوسی ایران کی قسمت پر ہمیشہ کے لیے مُہر لگا دی۔ عین معرکہٗ کارزار میں حضرت نعمانؓ بن مقرّن کا گھوڑا پھسل کر گرا اور اس کے ساتھ ہی تیروں کی بوچھاڑ نے انہیں خلد بریں میں پہنچا دیا۔ حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق اب حضرت حذیفہؓ امیر لشکر بنے۔ حضرت نعیمؓ بن مقرّن، سویدؓ بن مقرّن، قعقاعؓ بن عمرو تمیمی، جریرؓ بن عبداللہ البجلی، طلیحہؓ بن خویلد، عمروؓ بن معدی کرب اور کئی دوسرے شجاعانِ عرب اپنے اپنے دستوں کے ساتھ ان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے تھے۔ ان سب نے مل کر ایرانیوں پر تابڑ توڑ ایسے شدید حملے کیے کہ آفتاب غروب ہونے تک ان کے پرخچے اُڑ گئے۔ تیس ہزار ایرانی میدانِ جنگ میں کھیت رہے اور اسی ہزار کے قریب رات کے اندھیرے میں ...... بھاگتے ہوئے خندق میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ اس ''فتح الفتوح'' کے بعد حضرت حذیفہؓ اپنے لشکر کے ساتھ شہر کی طرف بڑھے اور بلا روک ٹوک اس میں داخل ہو گئے، اہلِ شہر دہشت زدگی کے عالم میں امان امان پکار رہے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے ان سے فرمایا کہ ڈرو نہیں ہم مسلمان کسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہتے پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ اس کے بعد انہوں نے بالغ اشخاص پر معمولی جزیہ عائد کر کے سب کو امان دے دی اور یہ وعدہ بھی کیا کہ ان کی جائداد اور مذہب سے مطلق کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اہلِ شہر اس فیاضانہ برتاؤ سے اتنے خوش ہوئے کہ فرطِ عقیدت سے ان کے روبرو بچھے جاتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ کے قیامِ نہاوند کے دوران میں ایک دن کسی آتش کدے کا موبدان کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت بیش قیمت جواہرات سے لبالب بھرے ہوئے دو صندوقچے ان کی نذر کیے۔ حضرت حذیفہؓ نے ان جواہرات کو ہاتھ تک نہ لگایا اور یہ سب کے سب مالِ غنیمت کے پانچویں حصے کے ساتھ حضرت عُمَرِ فاروقؓ کی خدمت میں مدینہ مُنوَّرہ روانہ کر دیے۔ فاروقِ اعظمؓ نے ان جواہرات کو بیت المال میں داخل کرنا پسند نہ کیا اور یہ سب اس ہدایت کے ساتھ حضرت حذیفہؓ کو واپس بھیج دیے کہ انہیں فروخت کر کے جو رقم ملے اسے مجاہدین میں تقسیم کر دو۔ حذیفہؓ نے یہ جواہرات چار کروڑ درہم پر فروخت کیے اور یہ ساری رقم مجاہدین میں تقسیم کر دی۔

نہاوند کی فتح کے بعد حضرت حذیفہؓ نے آذربائیجان پر لشکر کشی کی اور ایک سخت لڑائی کے بعد آذربائیجان کو اسلامی سلطنت کا باجگزار بنا لیا۔ اس کے بعد انہوں نے موقان اور جیلان کو مسخر کیا اور مزید آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں فوجی خدمات سے سبکدوش کر کے مدائن کا گورنر مقرر کر دیا۔

(۹)

حضرت حذیفہؓ حقیقی معنوں میں "اَلْفَقْرُ فَخْرِی"[۱] کا مصداق تھے۔ مدائن میں اس شان سے داخل ہوئے کہ ایک ٹٹو کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے اور معمولی سا لباس زیبِ تن تھا۔ معززینِ شہر اپنے نئے والی (گورنر) کے استقبال کے لیے شہر سے باہر جمع تھے لیکن حضرت حذیفہؓ ان کے سامنے سے گزر گئے اور انہیں خبر تک نہ ہوئی کہ والیِ مدائن شہر کے اندر پہنچ گئے ہیں۔ جب انہیں انتظار کرتے کافی وقت گزر گیا تو انہوں نے مسلمانوں سے

۱۔ یہ کسی کا مشہور قول ہے حدیثِ رسولؐ نہیں ہے۔ (ماہر القادری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا کہ نئے والیِ شہر آنے والے تھے ابھی تک کیوں نہیں پہنچے۔ مسلمانوں نے بتایا کہ وہ تو ابھی تمہارے سامنے سے گزر کر شہر کے اندر پہنچ گئے ہیں۔ یہ سُن کر اکابر شہر حیران رہ گئے۔

کچھ دیر بعد حضرت حذیفہؓ نے تمام مسلمانوں اور اہلِ مدائن کو جمع کیا اور ان کے سامنے امیر المؤمنین کا فرمان پڑھا۔ اس میں لکھا تھا:

"حذیفہؓ بن یمان تمہارے امیر مقرّر کیے جاتے ہیں۔ ان کا حکم سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ اور وہ جو کچھ تم سے طلب کریں ان کو دو"۔

جب وہ فرمان پڑھ چکے تو چاروں طرف سے آوازیں بُلند ہوئیں۔ "آپ اپنی ضرورتیں بیان کریں ہم انہیں پورا کریں گے"۔

حضرت حذیفہؓ مقامِ فقر کی معراج پر تھے، فرمایا:-

"مجھے صرف اپنے پیٹ کے لیے کھانا اور گدھے کے لیے چارا چاہیے جب تک میں یہاں رہوں گا اس سے زیادہ تم سے کچھ نہیں مانگوں گا"۔

اور واقعی حضرت حذیفہؓ نے اپنا قول پورا کر دکھایا۔ جب تک مدائن میں رہے۔ امارت میں فقیری کی شان رہی۔ خدم و حشم تو بڑی بات ہے وہ قُوتِ لَا یَمُوت کے سوا ایک چھڑی تک اپنے پاس رکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ایک معمولی چھپر میں رہتے تھے اور سواری کے لیے ہمیشہ گدھا استعمال کرتے تھے۔ لوگوں کو ہمیشہ تلقین کرتے تھے کہ فتنہ کی جگہوں سے دور رہو۔ ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا، "حضرت فتنہ کی جگہیں کون سی ہیں۔" فرمایا، "امیروں اور حاکموں کے دروازے، لوگ امیروں کے پاس جاتے ہیں ان کی غلط باتوں کی تائید کرتے ہیں اور ان کی بے جا تعریف کرتے ہیں۔ یہی تو فتنہ ہے"۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کچھ رقم بھیجی تو سب اٹھا کر حاجت مندوں میں تقسیم کر دی۔ اسی طرح جب تنخواہ ملتی تو اشیائے خورونوش کی خرید کے لیے چند درم اپنے پاس رکھ لیتے اور باقی سب راہِ خدا میں لٹا دیتے۔ فقر و استغناء اور احکامِ شرع کی پابندی کا یہ عالَم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ ایک دفعہ پینے کے لیے پانی مانگا۔ ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی لاکر دیا۔ انہوں نے جھنجھلا کر پیالہ اس کے کھینچ مارا اور فرمایا:۔

''کیا میں نے تم لوگوں کو بار بار تنبیہ نہیں کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا منع فرمایا ہے''۔

کچھ عرصہ بعد دربارِ خلافت سے طلبی ہوئی تو اپنی فقیرانہ شان سے مدینہ مُنوّرہ پہنچے۔ حضرت عمرؓ راستے میں چھپ کر بیٹھے تھے، جب دیکھا کہ وہ جس حال میں مدینہ سے گئے تھے اسی حال میں واپس آئے ہیں تو فرطِ محبّت سے ان سے لپٹ گئے اور فرمایا:۔

''حذیفہؓ تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں''۔

اس کے بعد انہیں اس عہدہ پر قائم رکھا۔ امارت میں حضرت حذیفہؓ کی شانِ فقر حضرت عُمرِ فاروقؓ کو بہت پسند تھی۔ علاّمہ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ صحابہ جمع تھے، آپ نے ان سے فرمایا کہ اپنی اپنی تمنائیں بیان کرو۔ سب نے کہا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ کوئی گراں بہا خزانہ مل جائے اور اس کو راہِ خدا میں لٹا دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

''میں تو یہ چاہتا ہوں کہ مجھے ابوعبیدہؓ، معاذؓ بن جبل اور حذیفہؓ بن یمان جیسے لوگ ملیں اور میں انہیں حکومت کے اہم عہدوں پر فائز کروں''۔

(۱۰)

فاروقِ اعظمؓ کے بعد حضرت عثمانِ غنیؓ نے بھی حضرت حذیفہؓ کو مدائن کی گورنری پر برقرار رکھا لیکن ان کے دل میں مدتوں سے جہاد پر جانے کی آرزو مچل رہی تھی چنانچہ وہ ۳۰ ہجری میں فرائضِ امارت سے دستکش ہو کر اس لشکر میں شامل ہو گئے جو خراسان کی تسخیر کے لیے جا رہا تھا۔ خراساں کی فتح کے بعد انہوں نے رَے اور آرمینیہ کے معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ پھر ۳۱ ہجری میں خاقانِ خزر کے خلاف جو مہم بھیجی گئی اس میں شریک ہوئے۔ اسی طرح اس دور میں پیش آنے والی کئی دوسری لڑائیوں میں بھی سربکف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر لڑے۔ علامہ طبریؒ کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ نے باب کی تسخیر کے لیے تین مرتبہ فوج روانہ کی۔ اس کی قیادت ہر بار حضرت حذیفہؓ نے کی۔ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت کے اخیر میں وہ دوبارہ مدائن کی ولایت پر واپس آ گئے اور یہیں ۳۵ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے چالیس دن بعد رہگرائے عالمِ جاودانی ہوئے۔ زندگی کے آخری دنوں میں اکثر استغفار اور گریہ وبکا میں مصروف رہتے تھے۔ لوگوں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:۔

"مجھے دنیا سے جدائی کا غم نہیں ہے میں تو موت کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میرا رونا آخرت کے خوف کے سبب سے ہے۔ معلوم نہیں وہاں میرے ساتھ کیا پیش آئے۔ دمِ نزع زبان پر یہ الفاظ تھے "الٰہی اپنی ملاقات میرے لیے مبارک کرنا کہ میں دنیا و مافیہا کی ہر شے سے تجھے محبوب رکھتا ہوں"۔

وفات سے پہلے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کی بیعت کر لی تھی اور اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ وہ بھی ان کی تقلید کریں۔ چنانچہ ان کے دو بیٹے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے۔

علامہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے ابوعبیدہ، بلال، صفوان اور سعید۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ میانہ قد کے دھان پان آدمی تھے آگے کے دانت نہایت خوبصورت اور چمکدار تھے۔ ان سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ نظر اتنی تیز تھی کہ صبحِ کاذب میں تیر کا نشانہ دیکھ لیتے تھے۔

(۱۱)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا شمار فضلائے صحابہ میں ہوتا ہے اور مسلمانوں کے سبھی مکاتبِ فکر ان کی جلالتِ قدر علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے قائل ہیں۔ قرآن حدیث اور فقہ میں درجۂ تبحّر رکھتے تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "اتقان" میں عبیدؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کتاب القراءۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''حذیفہؓ عہدِ نبوی کے حفاظِ قرآن میں سے تھے''۔ رسولِ اکرم ﷺ نے انہیں منافقین کے نام تخصیص کے ساتھ بتا دیے تھے لیکن انہوں نے کبھی کسی منافق کا نام لوگوں کو نہیں بتایا اس لیے لوگ انہیں صاحب البشر رسول اللہ (رسول اللہ کے محرم راز) کہتے تھے۔ شرح احیاء العلوم میں ہے کہ حذیفہؓ کسی منافق کا نام تو نہیں بتاتے تھے البتہ یہ کہہ دیتے تھے کہ اب اتنے منافقین زندہ موجود ہیں۔ صاحب استیعاب حافظ ابنِ عبدالبرؒ کا بیان ہے کہ حضرت عُمرِ فاروقؓ نے معیار مقرر کر لیا تھا کہ جس شخص کے جنازے میں حذیفہؓ شریک ہوتے تھے وہ بھی شریک ہوتے تھے اگر وہ کسی عذر کے بغیر شریک نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ بھی جنازے میں نہیں جاتے تھے اور سمجھ لیتے کہ متوفی منافقین میں سے تھا۔

حضرت حذیفہؓ سے سو سے کچھ اوپر احادیث مروی ہیں۔ ان کو سلطنت کے کاموں سے بہت کم فرصت ملتی تھی لیکن جب بھی موقع ملتا لوگوں کو حدیث کا درس دیتے تھے۔ لوگ ان کا غایت درجہ احترام کرتے تھے۔ حلقۂ درس میں کسی کی مجال نہ تھی کہ اونچی آواز سے بات کرے یا سرگوشی کرے۔ ان کے راویانِ حدیث میں حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ انصاری، ابوالطفیلؓ، عبداللہؓ بن یزید خطمی، ربعیؒ بن خراش، ابوادریس خولانیؒ، زر بن حبیشؒ، ابووائلؒ، عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ اور ہمامؒ بن الحارث جیسے جلیل القدر صحابہ اور تابعین شامل ہیں۔

ایک دفعہ رسولِ اکرم ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کے ایک مجمع میں قیامت تک کے تمام فتنے بیان فرمائے۔ حضرت حذیفہؓ بھی اس مجمع میں موجود تھے۔ انہوں نے حضور کا یہ خطبہ ہمیشہ یاد رکھا اور ایک وقت ایسا آیا کہ لوگوں کو اس موضوع پر حضورؐ کے ارشادات کا علم صرف حضرت حذیفہؓ کے ذریعے ہوتا تھا کیونکہ اس میں موجود دوسرے صحابہ ایک ایک کر کے وفات پا گئے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ دوسرے صحابہؓ کے برعکس حضرت حذیفہؓ رسولِ اکرم ﷺ سے برائیوں کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ اس کا سبب یہ بتاتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے کہ حضورؐ جس چیز کو برا کہیں گے میں اس سے ہمیشہ بچوں گا۔

حضرت حذیفہؓ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں خاص اہتمام تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص کو جلد جلد نماز پڑھتے دیکھا۔ اس نے سلام پھیرا تو فرمایا یہ طریقہ نماز پڑھنے کا نہیں ہے اگر اس طرح مر گئے تو اسلام پر نہ مرو گے۔ پھر اس کو نماز کا طریقہ بتایا اور فرمایا کہ رکوع و سجود میں اعتدال کا خیال رکھو اور چھوٹی رکعت پڑھو۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو فضول باتیں کرتے دیکھا، فرمایا "ایسی باتوں سے بچو کیونکہ حضورؐ کے زمانے میں ایسی گفتگو نفاق میں شمار ہوتی تھی"۔

مُسندِ احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے غایت احتیاط کی بنا پر شیشی میں پیشاب کرنا شروع کر دیا کہ چھینٹ نہ پڑ جائے۔ حضرت حذیفہؓ کو علم ہوا تو انہیں منع کیا اور فرمایا "اتنی شدت اسلام کی روح کے منافی ہے"۔

حضرت حذیفہؓ نماز اور روزہ سے خاص شغف رکھتے تھے۔ فقر و فاقہ بہت محبوب تھا اور لوگوں کو امیروں کے پاس جانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ دنیا کے جھمیلوں سے بہت نفرت تھی اور بعض اوقات فرمایا کرتے تھے کہ جی چاہتا ہے دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤں اور کسی سے نہ ملوں یہاں تک کہ اپنے خالق کے حضور پہنچ جاؤں۔

سیّدنا حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی احادیث میں سے کچھ یہ ہیں:-

۱- میں (حذیفہ) نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ چغل خور آدمی جنّت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

۲- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو کہ کہنے لگو کہ اور لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر دوسرے لوگ ظلم کا رَوِیّہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے، بلکہ اپنے دلوں کو اس بات پر پکا کرو کہ اگر اور لوگ احسان کریں تب بھی تم احسان کرو اور اگر لوگ برا سلوک کریں تب بھی تم ظلم اور برائی کا راستہ اختیار نہ کرو (بلکہ احسان ہی کرو)"۔ (ترمذی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی رنج اور غم ہوتا یا کوئی مصیبت پیش آتی تو آپ نماز پڑھتے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ جب رات کو تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تو (بالالتزام) مسواک کرتے۔ (صحیحین)

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم کو دوسری اُمتوں کے لوگوں پر تین چیزوں میں فضیلت دی گئی۔ ایک تو یہ کہ ہماری صفیں صفوف ملائکہ کی طرح بنائی گئیں۔ دوسری یہ کہ ساری زمین ہمارے لیے مسجد بنائی گئی۔ تیسری یہ کہ جب ہم کو پانی نہ ملے تو ساری زمین کی مٹی ہمیں پاک کرنے والی بنادی گئی۔ (صحیح مسلم)

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مغرب کی نماز کے فوراً بعد دو رکعتیں پڑھے اور نمازِ مغرب اور ان دو رکعتوں کے درمیان دنیا کی کوئی بات نہ کرے تو اس کی یہ نماز مقام علیین میں پہنچائی جاتی ہے (اور ان دو نمازوں کو فرض نمازِ مغرب کے جلد بعد اس لیے بھی پڑھنا چاہیے کہ) یہ فرض نماز کے ساتھ لے جائی جائیں گی۔ (بیہقی۔ رزین)

۷۔ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیتے اور پھر کہتے: اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ وَتَبْعَثُ عِبَادَكَ یعنی اے اللہ تو مجھے اس روز اپنے عذاب سے بچا جبکہ تو اپنے بندوں کو جمع کرے (قیامت کے دن) اور اس دن کہ تو بندوں کو قبروں سے اٹھائے۔ (ترمذیؒ۔ احمدؒ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت خبابؓ بن ارتؓ ..... سادس الاسلام

(۱)

سیّدنا حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ نے جنگِ صفّین کے بعد (۳۷ ہجری میں) اپنے دارالخلافہ کوفہ کو مراجعت کی تو شہر کے باہر آپ کی نظر سات قبروں پر پڑی۔ لوگوں سے پوچھا۔ "یہ کس کی قبریں ہیں۔ جب ہم کوفہ سے چلے تھے تو یہاں کوئی قبر نہیں تھی"۔

جواب ملا۔ "امیر المؤمنین، وہ پہلی قبر خبابؓ بن ارتؓ کی ہے جنہیں ان کی وصیّت کے مطابق سب سے پہلے یہاں دفن کیا گیا۔ باقی قبریں دوسرے لوگوں کی ہیں جنہیں ان کے اعزّہ نے خبابؓ کے اِتباع میں یہاں دفن کیا"۔

یہ جواب سُن کر شیرِ خداؓ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور اپنے وقت کے اس برگزیدہ ترین انسان کی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہو گئے:

> "خباب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، وہ برضاؤ رغبت اسلام لائے، اپنی خوشی سے ہجرت کی، ساری زندگی جہاد میں گزاری اور راہِ حق میں بڑی مصیبتیں اٹھائیں، اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اعمال ضائع نہیں کرتا"۔

یہ فرما کر آپ قبروں کے بالکل قریب کھڑے ہو گئے اور دیر تک حضرت خبابؓ اور دوسرے اہلِ قبر کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے۔ یہ خبابؓ بن ارتؓ جن کی قبر دیکھ کر حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اشکبار ہو گئے۔ وہی تو تھے جنہوں نے صفحۂ تاریخ پر اپنی عزیمت واستقامت کے ایسے نقوش ثبت کیے تھے جو اہلِ ایمان کے لیے ابدالآباد تک مشعلِ راہ بن گئے تھے۔ نصف صدی پہلے ایک غریب الوطن اور بے کس غلام ہونے کے باوجود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے ایک ایسی راہ اختیار کی تھی جس میں کانٹے ہی کانٹے تھے اور قدم قدم پر انسان نما بھیڑیے اس راہ کے مسافروں کو پھاڑ کھانے پر تلے بیٹھے تھے۔ یہ راہ "راہِ حق" تھی اور خبابؓ نے اس راہ میں ایسے ایسے زہرہ گداز مصائب برداشت کیے تھے کہ ان کا حال سن کر بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ بے قرار ہو جاتے تھے اور حضرت خبابؓ کے جوشِ ایمان اور صبر و استقامت پر رشک کیا کرتے تھے۔ یہ خبابؓ وہی تو تھے جو عہدِ فاروقی میں ایک دن امیر المؤمنین سے ملنے گئے تو فاروقِ اعظمؓ نے از راہِ تعظیم انہیں اپنے گدے پر بٹھایا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

"خبابؓ کے علاوہ صرف ایک شخص اور ہے جو اس گدے پر بیٹھنے کا مستحق ہے"۔

حضرت خبابؓ نے پوچھا "امیر المؤمنین وہ کون شخص ہے؟"

فرمایا:- "بلالؓ بن رباح"

انہوں نے عرض کیا۔ "امیر المؤمنین بلالؓ کا استحقاق میرے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے۔ مشرکین میں سے کئی ان کے مددگار بھی تھے جن کے ذریعے اللہ انہیں بچا لیتا تھا لیکن میرا تو کوئی پوچھنے والا بھی نہ تھا"۔ پھر انہوں نے اپنے دلدوز مصائب کی تفصیل بتائی تو فاروقِ اعظمؓ اور دوسرے حاضرینِ مجلس کی آنکھیں نم ہو گئیں...... یہی خبابؓ آج منوں مٹی کے نیچے آسودۂ خواب تھے اور حیدرِ کرارؓ ان کی قبر کے پاس غم و اندوہ کا پیکر بنے کھڑے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور زبان پر حضرت خبابؓ کے فضائل و مناقب اور مغفرت کی دعائیں...... اللہ اللہ فاروقؓ و حیدرؓ جیسے عظیم انسان جس مردِ مومن کے فضائل کے معترف اور مداح ہوں، اس کے عُلوِّ مرتبت کا اندازہ کون کر سکتا ہے......؟

(۲)

سیّدنا ابو عبداللہ خبابؓ بن ارتؓ قبیلہ بنو تمیم کے چشم و چراغ تھے۔[۱] اگرچہ بعض روایتوں میں انہیں خزاعی بتایا گیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ تمیمی تھے۔ معلوم نہیں

---

۱ شجرۂ نسب یہ ہے: خباب بن ارتؓ بن سعد بن خزیمہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانۂ جاہلیت میں ان کے خاندان پر کیا افتاد پڑی کہ وہ غلام بنا کر مکّہ میں فروخت کیے گئے۔ ان کے آقا کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ان کو عتبہؓ بن غزوان نے خریدا تھا اور دوسری روایت کے مطابق وہ اُمّ انمار بنتِ سباع الخزاعیہ کے غلام تھے۔ ہماری تحقیق کے مطابق دوسری روایت صحیح ہے۔ عتبہؓ بن غزوان کے ایک غلام کا نام بلاشبہ خبابؓ تھا لیکن وہ ایک دوسرے شخص تھے ان کی کُنیّت ابو یحییٰ تھی اور وہ ۱۷ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔ اس کے برعکس حضرت خبابؓ بن ارت کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور وہ ۳۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ دونوں جلیل القدر صحابی تھے اور سرورِ عالمؐ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک تھے اس لیے بعض اربابِ سِیَر حضرت خبابؓ بن اَرَت اور حضرت خبابؓ مولائے عتبہؓ بن غزوان میں تفریق نہ کر سکے اور انہیں ایک ہی شخصیت سمجھ لیا۔

مکّہ پہنچ کر حضرت خبابؓ بن اَرَت نے آہن گری کا پیشہ اختیار کیا اور تلواریں بنا بنا کر فروخت کرنے لگے۔ اس طرح انہیں معقول آمدنی ہو جاتی تھی اور وہ بڑے مزے سے زندگی گزار رہے تھے۔ اسی زمانے میں ان کے کانوں میں کسی ذریعہ سے دعوتِ توحید کی آواز پڑی۔ اس وقت تک صرف پانچ سعید الفطرت ہستیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ (حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہٗ، حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت ابوذر غفاریؓ) مکّہ کی فضا بہت پُرآشوب تھی اور مشرکین کو اسلام کا نام سننا بھی گوارا نہ تھا۔ فی الحقیقت اس وقت اسلام قبول کرنا ہولناک مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور بڑے سے بڑا آدمی بھی لوائے توحید تھامنے پر مشرکین کے عتاب سے محفوظ نہ رہ سکتا تھا۔ خبابؓ ایک غریب الوطن اور بے یار و مددگار غلام تھے لیکن مبداءِ فیاض نے انہیں نہایت پاکیزہ فطرت اور شیر کا دل گردہ عطا کیا تھا۔ صدائے حق کانوں میں پڑتے ہی انہوں نے نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر اس پر لبیک کہنے میں ایک لمحہ بھی تامّل نہ کیا اور یوں وہ سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن کی مقدّس جماعت میں "سادِس الاسلام"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(چھٹے مسلمان) کے عظیم رتبہ اور لقب سے مشرف ہوئے۔ حضرت خبابؓ سے حالات کی سنگینی مخفی نہ تھی لیکن انہوں نے اپنے اسلام کو ایک دن کے لیے بھی اخفا میں نہ رکھا۔ جونہی انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا کفار کی برقِ عتاب ان کے آستانۂ عافیت پر کوندنے لگی۔ انہوں نے بے کس خبابؓ پر ایسے ایسے بہیمانہ مظالم ڈھائے کہ انسانیت اور شرافت سر پیٹ کر رہ گئی۔ وہ ان کے کپڑے اتروا کر دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹاتے اور سینے پر بھاری پتھر کی سِل رکھ دیتے۔ کبھی انگاروں پر لٹا کر ایک قوی ہیکل آدمی ان کے سینہ پر بیٹھ جاتا تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں۔ خبابؓ صبر واستقامت کے ساتھ ان انگاروں پر کباب ہوتے رہتے حتیٰ کہ زخموں سے خون اور پیپ رس رس کر ان انگاروں کو ٹھنڈا کر دیتی۔ ایسے لرزہ خیز مظالم کے باوجود کیا مجال کہ ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش آئی ہو۔ اسی طرح ظلم سہتے سہتے کچھ عرصہ گزر گیا تو ایک دن فریاد لے کر سرورِ کونینؐ کی خدمت میں پہنچے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ اس وقت کعبہ کی دیوار کے سائے میں رِدائے مبارک سر کے نیچے رکھے ہوئے لیٹے تھے۔ خبابؓ نے حضورؐ سے عرض کیا، "یارسول اللہ آپ اللہ پاک سے ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟" یہ سن کر حضورؐ سنبھل کر بیٹھ گئے، آپؐ کا چہرۂ اقدس سرخ ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا:۔

"تم سے پہلے گزشتہ زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا گیا۔ سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے کچھ نہ چھوڑا گیا۔ ایسی سختیوں نے بھی ان کا دین پر اعتقاد متزلزل نہ کیا۔ ان کے سروں پر آرے چلائے گئے، چیر کر بیچ سے دو کر دیے گئے تاہم دین کو نہ چھوڑا۔ اللہ اس دین کو ضرور کامیاب کرے گا اور تم دیکھ لو گے کہ اکیلا سوار (صنعاء (یمن) سے حضرموت تک جائے گا اور سوائے اللہ عزّوجلّ کے کسی سے نہیں ڈرے گا"۔

حضورؐ کے ارشادات سن کر حضرت خبابؓ کا حوصلہ دوچند ہو گیا اور وہ خاموشی سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے گھر چلے گئے۔

(۳)

حضرت خبابؓ کی آقا اُمِّ انمار بھی نہایت قسی القلب عورت تھی۔ علامہ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ وہ حضرت خبابؓ کو قبولِ اسلام کی سزا میں کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں لٹاتی اور کبھی تپتے ہوئے لوہے سے ان کا سر داغا کرتی تھی۔ رحمتِ عالمؐ اُمِّ انمار کے مظالم کا حال سنتے تو حد درجہ ملول ہوتے اور خبابؓ کی دلجوئی فرماتے۔ اس بد بخت عورت کو جب حضورؐ کی دلجوئی کا علم ہوتا تو وہ خبابؓ پر اور شدّت سے ظلم ڈھانا شروع کر دیتی۔ جب اس کی ستم رانیوں کی کوئی حد ونہایت ہی نہ رہی تو حضرت خبابؓ نے سرورِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی:۔

"یارسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس عذاب سے نجات دے"۔

حضورؐ نے دعا فرمائی، "الٰہی خبابؓ کی مدد کر"۔

علّامہ ابنِ اثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضورؐ کی دعا کے بعد اُمِّ انمار کے سر میں ایسا شدید درد شروع ہو گیا جو کسی طریقے سے کم ہونے میں نہ آتا تھا اور وہ کتوں کی طرح بھونکتی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ جب تک لوہے سے تمہارا سر نہیں داغا جائے گا اس درد میں کمی نہ ہو گی۔ اُمِّ انمار شدّتِ کرب سے تڑپ رہی تھی۔ اس نے حضرت خبابؓ ہی کو یہ کام تفویض کیا کہ وہ گرم لوہے سے اس کا سر داغیں۔ چنانچہ جو گرم لوہا حضرت خبابؓ پر استعمال ہوتا تھا وہی اس پر استعمال ہوا لیکن اس علاج کے باوجود اسے کوئی فائدہ نہ ہوا اور چند دنوں کے بعد وہ تڑپ تڑپ کر نہنگِ اجل کا لقمہ بن گئی۔

(۴)

مشرکین نے حضرت خبابؓ کو جسمانی ایذائیں دینے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ انہیں مالی نقصان پہنچانے کے لیے عہد شکنی سے بھی دریغ نہ کیا۔ مشہور مشرک عاص بن وائل کو حضرت خبابؓ کا کچھ قرض دینا تھا۔ یہ جب تقاضا کرتے تو وہ کہتا۔ "جب تک تم محمدؐ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین ترک نہ کرو گے ایک کوڑی بھی نہ دوں گا۔" خبابؓ فرماتے، "جب تک تم دوبارہ زندہ ہو کر اس دنیا میں نہ آؤ گے میں محمدؐ کا دامن نہیں چھوڑ سکتا"۔

عاص کہتا "تو پھر انتظار کرو جب میں مر کر دوبارہ زندہ ہوں گا اور اپنے مال اور اولاد پر مُتصرِّف ہوں گا تو تمہارا قرضہ چکا دوں گا"۔

عاص کا یہ کہنا مسلمانوں کے عقیدہ نشر و حشر اور ایمان بِالآخرت پر ایک طرح کی تعریض تھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اس واقعہ پر قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝

(سورہ مریم: ۷۷ تا ۸۰)

"اے محمدؐ! کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات سے کفر کیا اور کہا کہ (قیامت میں بھی) مجھے مال اور اولاد ضرور دی جائے گی۔ کیا اس شخص کو غیب کا علم ہو گیا ہے یا اس نے رحمٰن سے عہد لیا ہے۔ ہر گز نہیں، ہم اس کا یہ کہنا بھی لکھے لیتے ہیں اور اس کے لیے عذاب میں ڈھیل دیتے چلے جائیں گے اور جو کچھ یہ کہتا ہے اس کے ہم وارث ہوں گے اور یہ تنہا ہمارے سامنے لایا جائے گا"۔

(۵)

مظلوم خبابؓ سالہا سال تک مصائب و آلام کی چکی میں پستے رہے تا آنکہ ہجرت کا حکم نازل ہوا اور وہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ انہوں نے ایذاؤں کے ڈر سے ہجرت نہ کی تھی بلکہ ان کے پیش نظر محض رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ مُسندِ احمد بن حنبل میں خود حضرت خبابؓ سے روایت ہے کہ میں نے صرف اللہ تعالیٰ کی خُوشنودی کے لیے ہجرت کی تھی۔ علامہ ابنِ اثیر صاحب "اُسُدُ الغابہ" کا بیان ہے کہ مدینہ میں حضورؐ نے خبابؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خراشؓ بن صِمّہ کے غلام تمیمؓ کے درمیان مؤاخاۃ کرادی لیکن مستدرکِ حاکم کی روایت کے مطابق ان کی مؤاخاۃ جبیرؓ بن عتیک سے ہوئی تھی۔ غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت خبابؓ سرورِ کائناتؐ کی رفاقت میں شروع سے لے کر آخر تک تمام غزوات میں نہایت پامردی سے شریک ہوئے۔ خلفائے راشدینؓ کے عہد میں جب فتوحات کا دروازہ کھلا تو حضرت خبابؓ بعض اوقات بہت رویا کرتے اور فرماتے:

''ہم نے رضائے الٰہی کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور ہمارا اجر اللہ کے ذمہ رہا۔ پھر ہم میں سے بعض تو ایسے تھے کہ مر گئے اور دنیا میں اپنے اجر کا کچھ بھی پھل نہ کھایا لیکن بعض کا پھل پک گیا اور وہ اسے توڑ کر کھا رہے ہیں، مصعبؓ نے اُحد میں شہادت پائی تو ان کو کفنانے کے لیے ایک چھوٹی سی چادر کے سوا ہمارے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ اس چادر سے ان کا سر ڈھانکتے تو ان کے پاؤں ننگے رہ جاتے اور پاؤں ڈھانکتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ آخر حضورؐ کے حکم کے مطابق ہم نے ان کا سر چادر سے ڈھانکا اور پاؤں پر اذخر (ایک قسم کی گھاس) ڈال دی۔ آج یہ حال ہے کہ اللہ کا فضل ہم پر بارش کی طرح برس رہا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مصائب کا بدلہ ہمیں کہیں دنیا ہی میں تو نہیں دے دیا''۔

متعدد روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خبابؓ نے آخری عمر میں کوفہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۳۷ھ ہجری میں شدید بیمار ہوئے۔ پیٹ کی کوئی تکلیف تھی جس کے علاج کے لیے پیٹ کو سات جگہ سے داغا گیا اس سے انہیں بہت تکلیف ہوئی اور فرمایا:

''اگر حضورؐ نے موت کی تمنا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اپنی موت کی دعا کرتا''۔

اسی نازک حالت میں کچھ لوگ عیادت کے لیے آئے اور اثنائے گفتگو میں کہا:

''ابو عبداللہ خوش ہو جیے کہ دنیا چھوڑنے کے بعد حوضِ کوثر پر اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات کریں گے''۔

یہ سن کر ان پر گریہ طاری ہو گیا اور فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"واللہ میں موت سے نہیں گھبراتا، تم نے ان ساتھیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے دنیا میں کوئی اجر نہیں پایا...... آخرت میں انہوں نے یقیناً اپنا اجر پالیا ہو گا لیکن ہم ان کے بعد رہے اور دنیا کی نعمتوں سے اس قدر حصہ پایا کہ ڈر ہے کہیں وہ ہمارے اعمال کے ثواب ہی میں نہ محسوب ہو جائے"۔

وفات سے کچھ دیر پہلے ان کے سامنے کفن لایا گیا تو اشکبار ہو کر بڑی حسرت سے فرمایا:

"یہ تو پورا کفن ہے افسوس کہ حمزہؓ کو ایک چھوٹی سی چادر میں کفنایا گیا جو ان کے سارے بدن کو بھی نہیں ڈھانک سکتی تھی۔ پیر ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا اور سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے آخر ہم نے ان کے پاؤں کو اذخر سے ڈھانک کر کفن پورا کیا"۔

پھر انہوں نے وصیت کی کہ اہلِ کوفہ کے معمول کے مطابق مجھے شہر کے اندر دفن نہ کرنا بلکہ میری قبر شہر کے باہر کھلے میدان میں بنانا۔ اس وصیت کے بعد انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وصیت کے مطابق تدفین شہر کے باہر ہوئی۔ اس کے بعد اہلِ کوفہ نے بھی اپنے مردے ان کی قبر کے قریب دفن کرنے شروع کر دیے۔ مستدرکِ حاکم کی روایت کے مطابق حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ ان کی تدفین سے پہلے صفین سے کوفہ پہنچ گئے اور انہوں نے ہی نمازِ جنازہ پڑھائی لیکن ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ خبابؓ کی وفات کے کئی دن بعد کوفہ پہنچے اور ان کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعائے مغفرت کی۔

وفات کے وقت حضرت خبابؓ کی عمر بہتر برس کے لگ بھگ تھی۔

(۶)

سیّدنا حضرت خبابؓ بن اَرتؓ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے جن کے نام بلاکشانِ اسلام کی فہرست میں بہت نمایاں ہیں۔ وہ انتہائی سخت اور صبر آزما حالات میں اسلام کی نعمتِ بے زوال سے مشرف ہوئے اور پھر دنیا کی کوئی سختی اور مصیبت انہیں راہِ حق سے نہ ہٹا سکی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بالکل ابتدائی زمانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں قرآن پڑھ لیا تھا۔ کچھ راویوں نے حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے واقعہ میں ان کا نام واضح طور پر لیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جس زمانے میں سرورِ عالمؐ اپنے انتالیس جاں نثاروں کے ساتھ حضرت ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین تھے' حضرت خبّابؓ، حضرت سعیدؓ بن زید اور ان کی اہلیہ فاطمہؓ بنتِ خطاب (حضرت عمرؓ کی ہمشیر) کے گھر انہیں قرآن پڑھانے جایا کرتے تھے۔ اپنے قبولِ اسلام سے پہلے حضرت عمرؓ بہن اور بہنوئی کی تنبیہ کے لیے ان کے گھر پہنچے تو خبابؓ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ تو ایک کوٹھڑی میں چھپ گئے اور حضرت عمرؓ بہن اور بہنوئی سے الجھنے لگے۔ جب وہ زخمی ہو گئے تو حضرت عمرؓ نرم پڑ گئے اور ان سے قرآن سنانے کے لیے کہا۔ انہوں نے سورۂ طٰہٰ کی چند ہی آیات پڑھی تھیں کہ حضرت عمرؓ کے دل کی دنیا بدل گئی اور انہوں نے کہا ''مجھے محمدؐ کی خدمت میں لے چلو''۔

عین اس موقع پر حضرت خبابؓ کوٹھڑی سے باہر آئے اور جوشِ مسرت میں کہا:-

''اے عمرؓ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ کل شب پنجشنبہ میں حضورؐ نے دعا مانگی تھی کہ الٰہی عمر اور ابوجہل میں جو تجھے پسند ہو، اس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی''۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ کاشانۂ ارقمؓ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

حضرت عمرِ فاروقؓ اور دوسرے تمام صحابۂ کرام حضرت خبابؓ کی بے حد تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں خبابؓ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ انہیں اپنی جائے نشست پر اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔ علامہ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت خبابؓ سے اپنی داستانِ مصائب سنانے کی فرمائش کی ...... حضرت خبابؓ نے حضرت عمرؓ کو کپڑا اٹھا کر اپنی پشت دکھائی تو وہ حیران رہ گئے۔ ساری پشت اس طرح سفید تھی جیسے کسی مبروص کی جلد ہوتی ہے۔ خبابؓ نے فرمایا:-

''امیر المؤمنین آگ دہکا کر مجھے اس پر لٹایا جاتا تھا یہاں تک کہ میری پشت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی چربی اس کو بجھا دیتی تھی"۔

حضرت خبابؓ اکثر رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپؐ سے دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مُسندِ احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک رات حضرت خبابؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپؐ نے ساری رات نماز پڑھتے ہوئے گزار دی۔ صبح ہوئی تو خبابؓ نے عرض کیا:-

"یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آج رات آپؐ نے جیسی نماز پڑھی اس سے پہلے کبھی نہیں پڑھی"۔

حضورؐ نے فرمایا:-

"یہ بیم و رجا کی نماز تھی۔ میں نے بارگاہِ ربُ العزّت میں اپنی اُمت کے لیے تین چیزوں کی دعا مانگی تھی جن میں سے دو چیزیں تو منظور کر لی گئیں اور تیسری قبول نہیں ہوئی جو دعائیں قبول ہوئیں وہ یہ تھیں کہ اللہ دشمنوں کو مجھ پر غلبہ نہ دے اور اللہ میری اُمّت کو کسی ایسے عذاب سے ہلاک نہ کرے جس سے گزشتہ امتیں ہلاک ہوئی تھیں۔

علامہ ابنِ اثیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت خبابؓ باہمہ جلالتِ قدر بے حد منکسر المزاج تھے۔ ایک مرتبہ وہ بہت سے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ان اصحاب نے حضرت خبابؓ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں کسی بات کا حکم کریں تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔

انہوں نے فرمایا، "میں کون ہوں جو کسی بات کا حکم کروں۔ ممکن ہے کہ میں لوگوں کو کسی بات کا حکم کروں اور خود اس پر عمل نہ کرتا ہوں"۔

حضرت خبابؓ سے تینتیس (۳۳) حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں دو متفق علیہ، دو میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے فرزند عبداللہ کے علاوہ حضرت ابو اُمامہ باہلیؓ، قیسؒ بن ابی حازم، مسروقؒ بن اجدع، علقمہؒ بن قیس اور امام شعبیؒ جیسے اکابرِ اُمت شامل ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عتبہؓ بن غزوان مازنی

(۱)

اواخر ۱۴ھ ہجری میں امیر المؤمنین حضرت عُمرِ فاروق ؓ کے حکم سے بصرے کا نیا شہر آباد ہوا تو اس کی نو تعمیر جامع مسجد میں پہلی نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے سارا شہر اُمڈ آیا۔ اس دن لوگ مسرت اور شکر کے ملے جلے جذبات سے سرشار تھے۔ اور ان کی تسبیح و تہلیل سے مسجد کے در و دیوار گونج رہے تھے۔ خطبہ شروع ہوا تو لوگ ساکت و صامت ہو کر گوش بر آواز ہو گئے۔ خطیب دلکش حجازی خدوخال اور نورانی صُورت کے ایک کشیدہ قامت بزرگ تھے۔ گاڑھے کا معمولی لباس ان کے زیب بدن تھا اور ان کے سُتے ہوئے چہرے اور نیم وا آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک مرد پاکباز اور عابد شب بیدار ہیں۔ انہوں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، مکّے کے درّ یتیم ﷺ کے نام لیوا ہونے پر شکر اور فخر کا اظہار کیا اور اس کے بعد فرمایا:

"لوگو! یہ دنیا چند روزہ ہے۔ یہ بہت جلد ہم سے اپنی پیٹھ پھیرنے والی ہے۔ اس کا بڑا حصہ گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے جس طرح کسی برتن کا پانی پھینک دینے کے بعد آخر میں کچھ دیر تک اس سے قطرہ قطرہ پانی ٹپکتا ہے ...... بے شک تم اس دارِ فانی سے جلد ایک ایسی جگہ جانے والے ہو جس کو کبھی زوال نہیں، پھر اس ابدی ٹھکانے کے لیے تم سامان کیوں تیار نہیں کرتے؟ یہ سامان تو بس نیکی اور خیر ہے۔ لوگو، مجھے میرے آقا محمد ﷺ نے بتایا ہے کہ جہنّم اس قدر وسیع اور عمیق ہے کہ اس کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے تو ستّر سال میں بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچتا اور خُدا کی قسم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن یہ جہنم ضرور بھرا جائے گا...... کیا تمہیں اس پر تعجب ہے؟ خدا کی قسم مجھ کو حضورؐ نے یہ بھی بتایا ہے کہ جنّت اس قدر وسیع ہو گی کہ اس کا ایک دروازہ دوسرے دروازے سے چالیس سال کی مسافت پر ہو گا لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ جنّت کے حق داروں کا ان پر بے پناہ ہجوم ہو گا۔ لوگو، ایک دن وہ تھا کہ میرے علاوہ صرف چھ آدمی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہماری عسرت اور ناداری کا یہ عالم تھا کہ درختوں کے پتوں کے سوا ہمیں کھانے کے لیے کوئی چیز میسر نہیں تھی۔ یہاں تک کہ ہمارے جبڑے چھل گئے تھے اور ہمارا لباس؟ تو اس کی یہ کیفیت تھی کہ ایک دن میں نے ایک چادر پڑی پائی تو اس کو پھاڑ کر دو حصے کیے۔ ایک کا میں نے تہبند بنایا اور دوسرے کا سعدؓ بن مالک (ابی وقّاص) نے۔ آج اللہ نے ہم پر یہ فضل کیا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔ میں اللہ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھوں؟ حالانکہ اس کے نزدیک میں حقیر ترین مخلوق ہوں، لوگو! اچھی طرح سن لو کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار بادشاہت قائم ہو گی...... تم ہمارے بعد آنے والے امیروں کو آزما کر دیکھ لینا......"

یہ خطبہ کیا تھا ایک تازیانۂ عبرت تھا جس نے سامعین پر رقت طاری کر دی اور شدت جذبات میں اکثر کی چیخیں نکل گئیں۔ یہ خطیب جنھوں نے اہلِ بصرہ کے سامنے دَورِ رسالت کی ابتدا میں اہلِ حق کے زہرہ گداز مصائب کا نقشہ کھینچا اور اپنی فراستِ ایمانی سے ان کو آنے والے دَور کی جھلک دکھا کر سچے مسلمان بننے کی تلقین کی، کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ وہ بصرے کے امیر (گورنر) حضرت عتبہؓ بن غزوان مازنی تھے۔ تیس ہزار نفوس کے حکمران، فوج اور خزانے کے مالک، لیکن دنیا سے بے رغبتی اور خوفِ خدا کا یہ عالَم کہ چند درہم کے موٹے کپڑے میں ملبوس اور بیت المال کا ایک پیسہ بھی اپنے ذاتی تصرّف میں لانا ان پر حرام...... وہ الفقر فخری کا صحیح مصداق تھے اور ہادیِ اکرم ﷺ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیضِ صحبت نے ان کو ایک مثالی مسلمان اور ایک مثالی حکمران بنا دیا تھا۔

ابو عبداللہ عتبہؓ بن غزوان کا تعلق قیس عیلان کی شاخ بنو مازن سے تھا۔ شجرۂ نسب یہ ہے:۔

عتبہؓ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نسیب بن زید بن مالک بن حارث بن مازن...... بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔

علامہ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ان کا خاندان بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا۔

حضرت عتبہؓ تقریباً تیس برس کے پیٹے میں تھے کہ کوہِ فاران کی چوٹیوں سے خورشیدِ اسلام طلوع ہوا اور رحمتِ عالم ﷺ نے لوگوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا۔ قریش مکہ پر دعوتِ حق بجلی بن کر گری کیونکہ وہ صدیوں سے جن اوہام و تعصّبات اور غلط کاریوں میں مبتلا تھے، اسلام ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا تھا، چنانچہ قریش نے دین حق کی مخالفت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور اس کی اشاعت کو روکنے کے لیے ایسی ایسی حرکتیں کرنے لگے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ جس شخص کو قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوتی وہ ان کی ستم رانیوں کا ہدف بن جاتا اور زندگی اس پر دوبھر ہو جاتی۔ حضرت عتبہؓ کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ سعید سے نوازا تھا۔ جونہی دعوتِ حق کی صدا ان کے کانوں تک پہنچی، ان کے دل و دماغ نے گواہی دی کہ یہ دعوت سراسر خیر ہے اور اسی میں انسانیت کی فلاح ہے لیکن دوسری طرف دیکھا کہ اس دعوت کو قبول کرنا آگ کے الاؤ میں کودنے کے مترادف ہے جو شخص اس کو قبول کرتا ہے وہ کُفارِ مکّہ کے ہولناک مظالم کا شکار بن جاتا ہے، لیکن ان کی ہمت مردانہ نے گوارا نہ کیا کہ کُفار کے جور و ستم سے ڈر کر قبولِ حق کی سعادت سے محروم رہیں۔ چنانچہ انہوں نے کسی تامّل کے بغیر آگے بڑھ کر لوائے توحید کو تھام لیا اور چرخ نیلی فام کے تلے ان مقدس ترین بندوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا جن کو قرآنِ کریم میں اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کا عظیم لقب دے کر کھلے لفظوں میں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اس وقت تک ایک قلیل تعداد ہی سعادت اندوزِ ایمان ہوئی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں حضرت عتبہؓ کو صرف چھ مسلمانوں کا علم تھا اور ان کا خیال تھا کہ وہ ساتویں مسلمان ہیں۔ تاہم اہلِ سِیَر کا اندازہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد چھ سے بڑھ چکی تھی۔ قریش کو عتبہؓ کے قبولِ اسلام کا علم ہوا تو وہ ان کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ نہ صرف ان پر معاش کے دروازے بند کر دیے، بلکہ جسمانی اذیتیں دینے سے بھی گریز نہ کیا، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہیں تھا جسے ظلم و جفا کی ترشی اتار دیتی۔ انہوں نے مردانہ وار ہر قسم کے آلام و مصائب کا مقابلہ کیا اور ایک لمحے کے لیے بھی اپنے قدم جادۂ حق سے ادھر ادھر نہ ہٹائے۔ اس زمانے میں دوسرے صحابہؓ کی طرح ان کے افلاس و غربت کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دن تک کھانا میسر نہیں ہوتا تھا اور جھاڑیوں یا درختوں کے پتے کھا کھا کر بسر اوقات کرتے تھے جس سے ان کے جبڑے پھٹ پھٹ جاتے تھے۔ اسی طرح کپڑے تار تار ہو جاتے تھے اور بڑی مشکل سے ستر پوشی کے لیے کہیں سے کپڑا حاصل کرتے تھے۔ جب اہلِ حق پر قریش کے ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو سرورِ عالمؐ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ حبش کو ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ حضرت عتبہؓ بن غزوان دوسری ہجرت حبشہ میں ۸۲ مردوں اور ۲۰ خواتین کے اُس ستم رسیدہ قافلے میں شامل ہو گئے جو کفار کی سخت مزاحمت کے باوجود حبشہ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ نجاشی شاہِ حبشہ کی نیک دلی اور راست روی کی بدولت حضرت عتبہؓ اور دوسرے مہاجرینِ حبشہ کئی سال امن و سکون کی زندگی گزارتے رہے۔ قریشِ مکّہ کا دستِ تعدّی اب ان سے بہت دُور تھا، لیکن غریب الوطنی آخر غریب الوطنی ہوتی ہے، مکّہ اور مکّے کے دُرِّ یتیم ﷺ کی یاد انہیں اکثر تڑپاتی رہتی تھی۔ حضرت عتبہؓ کی بے قراری تو اس قدر بڑھی کہ چند سال بعد وہ حبش کے دارالامن سے مکے واپس آ گئے۔ علامہ ابنِ اثیرؒ نے ''اُسد الغابہ'' میں لکھا ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں نے مدینے کو ہجرت نہیں کی تھی اور بدستور کفار کی ستم آرائیوں کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ اب کی بار قریش نے حضرت عتبہؓ سے چنداں تعرض نہ کیا اور وہ خاموشی سے مکّے میں دن گزارنے لگے۔ جب کچھ عرصہ بعد رحمتِ عالم ﷺ نے مدینے کو ہجرت فرمائی تو عتبہؓ کے لیے مکّے کا ایک ایک دن صدیوں پر بھاری ہو گیا۔ دن رات اسی فکر میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلطاں و پیچاں رہتے کہ کسی طرح مکے سے نکل کر اپنے آقا کے قدموں میں پہنچ جائیں۔ شوال ۱ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کی تکمیل کر دی۔ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ قریش کا ایک فوجی دستہ عکرمہ بن ابی جہل یا ابوسفیان کی قیادت میں مسلمانوں کی سرگرمیوں کی ٹوہ لینے مدینہ کی طرح روانہ ہوا۔ حضرت عتبہؓ بن غزوان اور حضرت مقدادؓ بن اسود بھی اس دستے میں شامل ہو گئے۔ قریش نے یہ سمجھ کر انہیں اس دستے میں شامل ہونے کی اجازت دے دی کہ شاید وہ قومی حمیت کی بناء پر اہلِ مدینہ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس دستے کی مٹھ بھیڑ رابغ کے مقام پر ساٹھ (۶۰) یا اسّی (۸۰) شتر سواروں پر مشتمل مسلمانوں کے اُس فوجی دستے سے ہوئی جس کو رسولِ اکرمؐ نے حضرت عبیدہؓ بن حارث کی قیادت میں گشت لگانے کے لیے بھیجا تھا۔ دونوں طرف سے تھوڑی دیر تک ایک دوسرے پر تیر باری ہوتی رہی۔ اس کے بعد قریشِ مکہ نے پسپا ہو کر مکے کا رخ کیا۔ اس اثناء میں حضرت عتبہؓ بن غزوان اور مقدادؓ بن اسود موقع پا کر لشکرِ اسلام میں جا ملے اور اسی کے ساتھ مدینہ مُنوّرہ پہنچ کر اپنے مہاجر بھائیوں میں شامل ہو گئے۔ اس طرح انہیں "ذوہجرتین" (دو ہجرتیں کرنے والے) کا شرف حاصل ہو گیا یعنی ایک ہجرت انہوں نے مکہ سے حبشہ کو کی تھی اور دوسری مکے سے مدینے کو۔ مدینے میں حضرت عبداللہؓ بن سلمہ عجلانی نے انہیں اپنا مہمان بنایا۔ بعد میں جب سرورِ عالمؐ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات قائم کرائی تو حضرت عتبہؓ کو انصار کے مشہور بہادر ابودجانہ سماکؓ بن خرشہ کا اسلامی بھائی بنایا۔

(۳)

۲ ہجری میں غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت عتبہؓ بن غزوان نے ہر اس غزوے اور مہم میں سرفروشانہ حصہ لیا جس میں خود ذاتِ رسالت مآبؐ بہ نفسِ نفیس شریک ہوئے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلے میں کوئی شرف ایسا نہیں تھا جو انہیں حاصل نہ ہوا۔ سب سے پہلے وہ رجب ۲ ہجری میں سریۂ عبداللہ بن جحشؓ میں سرفروشانہ شریک ہوئے، اس کے بعد ان کی تلوار بدر کے میدان میں چمکی جس میں حق کے تین سو تیرہ پرستار اپنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے سروسامانی کے باوجود کفر کی مہیب طاغوتی قوت سے ٹکرا گئے۔ اس طرح ان کو بدری صحابی ہونے کی عظیم اور لازوال سعادت نصیب ہوئی۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کے تیغ زن اور کامل الفن تیر انداز تھے۔ بدر کے بعد احد، خندق، ذی قرد، خیبر، حنین اور طائف کے معرکوں میں ان کی بے خطا تیر اندازی نے دشمنوں کے سینوں کو چھیدا۔ حدیبیہ میں بھی وہ ان چودہ سو سرفروشوں میں شامل تھے جنہوں نے رحمتِ عالم ﷺ کے دستِ مبارک پر موت کی بیعت کی اور بارگاہِ الٰہی سے جنت کی نوید پائی۔ رمضان المبارک ۸ ہجری میں وہ ان دس ہزار قدوسیوں میں شامل تھے جو رحمتِ عالم ﷺ کی ہمرکابی میں مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور "کتاب استثناء" کی اس پیش گوئی کا مصداق بنے۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ کوہِ فاران سے وہ جلوہ گر ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک آتشیں (یعنی نورانی) شریعت ان کے لیے تھی"۔

۹ ہجری میں غزوۂ تبوک پیش آیا۔ حضورؐ کو خبر ملی کہ قیصرِ روم ایک جرار لشکر کے ساتھ عرب پر دھاوا بولنے والا ہے۔ آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ رومیوں کے مقابلے کی تیاری کریں۔ دشمن کو عرب کی سرحدوں کے اندر کسی صورت میں نہیں گھسنے دیا جائے گا، اس لیے تمہیں میرے ساتھ شام سے ملنے والی عرب کی سرحد پر پہنچ کر دشمن کو روکنا ہوگا۔ اس سال خشک سالی کی وجہ سے ملک میں قحط پڑ رہا تھا اور شدت کی گرمی پڑ رہی تھی۔ لے دے کر مسلمانوں کی امیدوں کا انحصار کھجور کی فصل پر تھا جو پکنے کے قریب تھی لیکن ان سب باتوں کے باوجود حضورؐ کا حکم سنتے ہی سوائے چند منافقوں اور تین کاہل مسلمانوں کے سب مسلمان دل و جان سے جہاد کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ اس موقع پر انہوں نے ایثار، اخلاص اور فداکاری کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہر ایک نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر مال اور سامان پیش کیا۔ عورتوں نے اپنے زیور اتار اتار کر دے دیے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسی موقع پر اپنے گھر میں جھاڑو پھیر کر تمام مال واسباب یہاں تک کہ سوئی سلائی بھی حضورؐ کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دی۔ غرض سرورِ عالمؐ تیس ہزار سربکف مجاہدین کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے۔ ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرفروشوں میں حضرت عتبہؓ بن غزوان بھی شامل تھے۔ چودہ منزلوں کے پُرصُعُوبت سفر کے بعد تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ دشمن نے اپنے مقام سے جنبش نہیں کی۔ حضورؐ نے تبوک میں چند روز قیام فرمایا اور اس دوران میں فوجی دستے بھیج کر ارد گرد کے غیر مسلم رئیسوں کو مطیع کیا۔ اس کے بعد اپنے جاں نثاروں کے ساتھ مع الخیر مدینہ منورہ کو معاودت فرمائی۔ چونکہ اس غزوہ میں لشکر کی تیاری اور سفر کے دوران میں مسلمانوں کو بے پناہ مصیبتیں اٹھانی پڑیں، اس لیے اس کو "جَیشُ العسرۃ" بھی کہا جاتا ہے۔

۱۰ ہجری میں سرورِ عالمؐ نے اپنی حیاتِ طیّبہ کا آخری حج فرمایا۔ اس میں کم وبیش ایک لاکھ مسلمانوں کو حضورؐ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں حضرت عتبہؓ بن غزوان بھی شامل تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی رحلت (۱۱ ہجری) کے بعد حضرت عتبہؓ بن غزوان ۱۴ ہجری (عہدِ فاروقی) میں پھر منظرِ عام پر نمایاں ہوئے۔ ۱۱ ہجری سے ۱۴ ہجری کے درمیانی عرصے میں وہ کہاں رہے؟ مؤرّخین نے اس کی تشریح نہیں کی۔ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت عمرِ فاروقؓ نے حضرت عتبہؓ کو اُبُلّہ، دست میسان اور اس کے ملحقہ علاقوں کی تسخیر کے لیے نامزد کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے دو روایتیں بیان کی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے جب حضرت سعدؓ بن ابی وقّاص کو قادسیہ کی مہم پر روانہ فرمایا، تو حضرت عتبہؓ کو عراقِ عرب کے جنوبی حصے کو دوبارہ مفتوح بنانے کے لیے بھیجا جو عہدِ صدیقی کے اواخر میں باغی ہو چکا تھا۔ اُبُلّہ، دست میسان وغیرہ اسی علاقے میں واقع تھے۔ حضرت عتبہؓ کو اس مہم پر بھیجتے وقت حضرت عمرؓ نے یہ ہدایات دیں:

"خدا کے فضل وکرم پر بھروسا کرتے ہوئے تم عرب کے انتہائی حدود کی طرف جہاں سے مملکت عجم شروع ہوتی ہے، اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ ہر حال میں خوفِ خدا اور پرہیزگاری سے کام لینا اور یہ بات ذہن میں رکھنا کہ تم ایک مکّار دشمن کی سرزمین میں جارہے ہو۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا"۔ مَیں نے علاء بن عبداللہ حضرمی کو لکھ بھیجا ہے کہ عرفجہؓ بن ہرثمہ کی قیادت میں تمہیں کمک بھیجیں۔ وہ ایک صاحبِ تدبیر اور جانباز آدمی ہیں۔ تم ان سے تمام معاملات میں مشورہ کرنا، تمہارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستے میں جو عرب قبائل آباد ہیں، ان کو بھی جہاد پر آمادہ کرو اور اپنے ساتھ لے لو۔ اہلِ عجم کو پہلے اسلام کی دعوت دو، وہ قبول کر لیں تو ان کو اپنا بھائی سمجھو، اگر اسلام قبول نہ کریں تو ان کو جزیہ دینے پر مجبور کرو۔ اگر اس پر بھی تیار نہ ہوں تو تلوار سے کام لو، اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو"۔

چنانچہ حضرت عتبہؓ وہاں سے براہِ راست اُبُلّہ پہنچے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت عتبہؓ پہلے حضرت علاءؓ بن عبداللہ حضرمی کی مدد کے لیے گئے جو اصطخر کے مقام پر دشمن کے گھیرے میں آ گئے تھے۔ حضرت علاءؓ حضرمی بڑے پُرجوش مجاہد تھے اور عہدِ صدیقی میں انہوں نے فتنۂ ارتداد کے سلسلہ میں نمایاں کارنامے انجام دیے تھے۔ خلافتِ فاروقی کے آغاز میں انہوں نے "دلتا النہرین" کو تسخیر کرنے کا ارادہ کیا اور ایک لشکر کے ساتھ بحری کشتیوں میں سوار ہو کر ادھر روانہ ہوئے۔ معلوم نہیں کیا موانع پیش آئے کہ وہ خلیجِ فارس کے ساحل پر نہ اتر سکے، بلکہ بحرین سے خلیج کو پار کر کے اصطخر جا پہنچے۔ خلیج فارس میں ایرانیوں کا ایک مضبوط جنگی بیڑا موجود تھا۔ اس نے اصطخر کا محاصرہ کر لیا اور مسلمانوں کو بھوکا مارنے کی ٹھان لی۔ ادھر حضرت علاءؓ اور ان کے ساتھیوں نے سروں سے کفن باندھ لیے اور تہیہ کر لیا کہ جب تک جان میں جان ہے، ایرانیوں کے آگے ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔ حضرت عمرؓ کو کسی طرح حضرت علاءؓ کے محصور ہونے کی خبر پہنچ گئی، انہوں نے علاءؓ کو اس مہم پر جانے کی اجازت نہیں دی تھی کیونکہ وہ بحری جنگوں میں نہیں الجھنا چاہتے تھے لیکن اب ہزاروں مسلمانوں کی جانیں بچانے کا سوال تھا۔ چنانچہ علاءؓ کے اس فعل کو ناپسند کرنے کے باوجود انہوں نے حضرت عتبہؓ بن غزوان کو حکم دیا کہ ایک طاقتور لشکر لے کر علاءؓ کی مدد کو پہنچیں۔ حضرت عتبہؓ بارہ ہزار جانبازوں کے ساتھ اصطخر کی طرف روانہ ہوئے اور محاصرہ کرنے والے ایرانیوں کے پرخچے اڑا کر رکھ دیے۔ اس طرح حضرت علاءؓ اور ان کے ساتھیوں کو ایک عظیم مصیبت سے نجات مل گئی۔ اس کے بعد ان سب نے مل کر اُبُلّہ اور اہواز پر چڑھائی کی...... ہماری تحقیق کے مطابق حضرت عتبہؓ علاءؓ حضرمیؓ کی مدد کے لیے بصرے سے روانہ ہوئے تھے۔ اس وقت بصرہ اور کوفہ دونوں شہر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آباد ہو چکے تھے۔ اور وہاں فوجی چھاؤنیاں بھی قائم ہو چکی تھیں۔ حضرت عتبہؓ بصرے کے گورنر تھے، وہ بصرہ اور کوفہ سے فوجیں فراہم کر کے حضرت علاءؓ کی مدد کے لیے پہنچے۔

ابو حنیفہ دینوریؒ نے ''الاخبار الطوال'' میں ان دونوں روایتوں سے بالکل مختلف واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ خلافتِ فاروقی کے آغاز میں سوید بن قطبہ العجلی عراقِ عرب کے جنوبی علاقے میں ایرانیوں سے نبرد آزما تھے۔ انہوں نے عسکری نقطۂ نگاہ سے اپنا پہلو کمزور پایا تو حضرت عمرؓ کو لکھا کہ وہ ان کی مدد کے لیے کچھ فوج بھیجیں۔ حضرت عمرؓ نے سوید کا خط ملتے ہی حضرت عتبہؓ بن غزوان کو بلوایا اور دو ہزار مجاہدین کا لشکر دے کر انہیں سوید کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ جب وہ چلنے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان کی مشایعت کی اور فرمایا، ''اے عتبہؓ تمہارے مسلمان بھائی حیرہ اور اس کے نواحی علاقوں کو مسخر کر چکے ہیں، ان کے گھوڑے فرات کو عبور کر کے بابل تک کے علاقے کو اپنی ٹاپوں تلے پامال کر چکے ہیں، وہی بابل جو ہاروت ماروت کا شہر ہے' آج کل ان کے گھوڑے یلغار کرتے ہوئے مدائن کے مضافات میں پہنچنے والے ہیں' میں تمہیں یہ لشکر دے کر اس لیے بھیج رہا ہوں کہ تم سیدھے اہواز کا رخ کرو اور وہاں کے باشندوں پر اس طرح دباؤ ڈالو کہ وہ تمہارے بھائیوں کے خلاف جو نواحِ سواد میں ہیں اپنے ساتھیوں کو کوئی مدد نہ دے سکیں۔ ان سے اُبلّہ کے نواحی علاقوں میں جنگ جاری رکھو''۔

حضرت عتبہؓ مدینہ سے کوچ کر کے منزل بہ منزل اس مقام پر پہنچے جہاں آج کل بصرہ آباد ہے۔ سوید بن قطبہ بھی اپنے آدمیوں کے ساتھ اسی جگہ ان کے لشکر میں شامل ہو گئے اور ان سب نے مل کر اُبلّہ پر یورش کی۔

صورتِ واقعہ خواہ کچھ بھی ہو، اس بات پر سبھی مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت عتبہؓ کی منزلِ مقصود یا ان کی مہم کا مقصد اُبلّہ اور اس کے نواحی علاقوں کو مسخر کرنا تھا۔ محمد حسین ہیکل نے ''الفاروق اعظم'' میں لکھا ہے:-

''اُبلّہ اس زمانے میں ایک بہت بڑی بندرگاہ تھی جہاں ہندوستان اور چین سے آنے جانے والے جہاز لنگر انداز ہوتے تھے۔ اور فوجی نقطۂ نظر سے اس بندرگاہ کی ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنوں انتہائی اہمیت تھی۔ یہاں ہندوستانی تاجروں کی ایک بہت بڑی تعداد رہتی تھی۔ عتبہؓ کے ساتھ نامور جنگجو حضرت عرفجہؓ بن ہرثمہ بارقی بھی آن ملے اور مجاہدین اسلام نے اُبلہ کو گھیر لیا۔ یہ شہر اس سے پہلے عہدِ صدیقی میں بھی حضرت خالدؓ بن ولید فتح کر چکے تھے، لیکن خالدؓ کے عراق سے جانے کے بعد ایرانیوں نے دوبارہ اس پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے استحکامات اپنے نزدیک ناقابلِ تسخیر بنا دیے تھے۔ شہر کی حفاظت کے لیے ایرانیوں کا ایک آزمودہ کار لشکر متعین تھا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کا بڑی پامردی اور استقلال سے مقابلہ کیا اور کئی ہفتوں تک مسلمانوں کو شہر پر قابض نہ ہونے دیا۔ بالآخر ایک خونریز معرکے میں مسلمانوں نے ایرانیوں کے سارے کس بل نکال دیے اور وہ اپنے سینکڑوں آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ شہر کے بہت سے لوگ بھی ہلکا پھلکا سامان لے کر ان کے ساتھ ہی نکل گئے۔ تاہم اس دولت مند اور کثیر آبادی والے شہر میں ابھی بہت کچھ باقی تھا۔ حضرت عتبہؓ فاتحانہ شہر میں داخل ہوئے، بے انتہا مالِ غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔

کسی تاخیر کے بغیر انہوں نے فوراً حضرت عمرؓ کو اس فتح کی اطلاع بدیں الفاظ دی:۔

”اما بعد: خدائے عزّ وجلّ کا ہزار شکر ہے کہ اس نے اُبلّہ ہمارے لیے مسخر کر دیا۔ یہ مقام عمان، بحرین، فارس، ہند اور چین سے آنے والے جہازوں کی لنگر گاہ ہے۔ ہم نے مالِ غنیمت میں بہت کچھ حاصل کیا ہے میں اِنْ شَآءَ اللّٰہ اس کی تفصیل عنقریب آپ کو لکھوں گا“۔

عتبہؓ نے یہ خط نافع بن حارث بن کلدہ ثقفی کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو حضرت عمرؓ اور دوسرے مسلمان فتح کی خبر سن کر بے حد مسرور ہوئے۔ ادھر حضرت عتبہؓ نے اُبلّہ پر اپنا قبضہ مستحکم کر کے مدار پر حملہ کیا، اس مقام کے باشندے بھی عہدِ صدیقی میں مسلمانوں کی اطاعت قبول کر کے دوبارہ باغی ہو گئے تھے۔ انہوں نے جان توڑ کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا، لیکن اُبلّہ کی فتح کے نشے میں سرشار مجاہدین نے چند ساعتوں کے اندر اندر ان کو عبرت ناک شکست دی اور حاکمِ شہر کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے کمر بند میں بیش قیمت یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ حضرت عتبہؓ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کمر بند نامۂ فتح کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ مذار کی فتح کے بعد حضرت عتبہؓ نے نواحی علاقوں کو مطیع کیا اور پھر دریائے فرات کو پار کر کے دست میسان کی طرف بڑھے جو ایرانیوں کا ایک مضبوط گڑھ تھا اور جہاں اُبلّہ سے بھاگنے والے ایرانی بھی جمع ہو گئے تھے۔ دست میسان کے باہر ایرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا اور نوبت تیروں اور نیزوں سے گزر کر دست بدست لڑائی تک پہنچی۔ سخت کوش عربوں نے جلد ہی ایرانیوں کو مغلوب کر لیا۔ دست میسان کا ایرانی حاکم کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا اور دوسرے لوگ سخت افراتفری کے عالم میں شہر خالی کر گئے۔ حضرت عتبہؓ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے تو اس کے مکانوں اور دکانوں کو قیمتی مال واسباب سے بھرا پایا۔ اس طرح ہر مسلمان کے حصے میں معقول مالِ غنیمت آیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اسی شہر کے حاکم کا قیمتی کمر بند حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ دست میسان کے بعد حضرت عتبہؓ نے ''ابرقباذ'' کے اہم شہر پر دھاوا بولا اور ایک زبردست معرکے کے بعد اس پر بھی پرچم اسلام لہرا دیا۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے جس مہم پر حضرت عتبہؓ کو مامور فرمایا تھا اس کی تکمیل ہو گئی۔

مصر کے نامور مؤرخ محمد حسین ہیکل کا بیان ہے کہ جب حضرت عتبہؓ بن غزوان اُبلّہ اور دجلہ کے تمام ساحلی علاقے اسلام کے زیر نگیں لا چکے تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ''مسلمانوں کو ایک ایسے مستقر کی ضرورت ہے جہاں وہ سردی سے محفوظ رہ سکیں اور جنگ سے واپس آئیں تو قیام کریں''۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب دیا: ''اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر لو۔ یہ جگہ پانی اور سبزہ زار کے قریب ہونی چاہیے۔ پھر مجھے اس کی مفصل کیفیت لکھو''۔

جب عتبہؓ نے پوری تفصیلات لکھ بھیجیں تو حضرت عمرؓ نے بصرہ کے محل وقوع کو پسند فرمایا اور لوگوں نے وہاں پہنچ کر بانس کے مکان بنا لیے، اسی طرح حضرت عتبہؓ نے بانسوں کی مسجد تعمیر کرائی۔ مسلمان جب کہیں چڑھائی کرتے تو ان مکانوں کو گرا دیتے۔ اور جب لڑائی سے واپس آتے تو پھر بنا لیتے۔ ایک دفعہ ان مکانوں کو آگ لگ گئی تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ کی اجازت سے لوگوں نے پختہ مکان بنا لیے۔ بعد میں جب بصرہ، خلیج فارس کے کنارے عراق کی سرحدی چھاؤنی بن گیا تو پتھروں کے مکان بنائے گئے اور ایک نہایت شاندار مسجد تعمیر کرائی گئی۔ (عمرِ فاروق اعظمؓ) علامہ شبلی نعمانیؒ نے ''الفاروق'' میں بصرے کی آبادی کے متعلق مختلف روایت بیان کی ہے اور غالباً اس کا ماخذ ''فتوح البلدان بلاذری'' ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

''فارس و ہند کے بحری حملوں سے مطمئن رہنے کے لیے حضرت عمرؓ نے عتبہؓ بن غزوان کو متعین کیا کہ بندرگاہ اُبلّہ کے قریب جہاں بحرِ فارس کی خلیج کے ذریعے سے ہندوستان و فارس کے جہازات لنگر کرتے تھے ایک شہر بسائیں۔ زمین کا موقع اور منظر خود حضرت عمرؓ نے بتا دیا تھا۔ عتبہؓ آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور خریبہ میں آئے جہاں اب بصرہ آباد ہے۔ یہاں پہلے کف دست میدان پڑا ہوا تھا اور چونکہ زمین کنکری اور آس پاس پانی اور چارے کا سامان تھا جو عرب کے مذاق کے بالکل موافق تھا۔ اس لیے عتبہؓ نے بنیاد کی داغ بیل ڈالی اور مختلف قبائل کے لیے الگ الگ احاطہ کھینچ کر گھاس اور پھونس کے مختصر مکانات بنوائے۔ عاصم بن ولف کو مقرر کیا کہ جہاں جہاں جس قبیلہ کو اتارنا مناسب ہو اتاریں۔ خاص سرکاری عمارتیں جو تعمیر ہوئیں، ان میں سے جامع مسجد اور ایوانِ حکومت کی عمارت جس کے ساتھ دفتر اور قید خانہ کی عمارت بھی شامل تھی زیادہ ممتاز تھیں''۔ (الفاروق ناشر مکتبہ رحمانیہ صفحہ ۲۴۵)

عرب مؤرخین نے لکھا ہے کہ بصرہ عربی میں نرم پتھریلی زمین کو کہتے ہیں چونکہ جس جگہ یہ شہر آباد ہوا وہاں اسی قسم کی زمین تھی اس لیے اس کا نام بصرہ مشہور ہو گیا۔ علامہ بلاذُریؒ نے ایک مجوسی عالم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس جگہ یہ شہر تعمیر ہوا، اہلِ عجم اس کو ''بس راہ'' کہتے تھے کیونکہ وہاں بہت سے راستے آ کر ملتے تھے۔ عربوں نے اسے معرب کر کے بصرہ بنا لیا۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ بصرہ کی جامع مسجد کی تعمیر پر حضرت عتبہؓ نے حضرت مجحنؓ بن الادرع کو مقرر فرمایا تھا۔

ابو حنیفہ الدینوری کا بیان ہے کہ حضرت عتبہؓ نے حضرت عمرؓ کے ایماء پر سب سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے جس شخص کو حویلی تعمیر کرانے کی اجازت دی اور کھیتی باڑی کے لیے زمین دی، وہ نافع بن حارث بن کلدہ ثقفی ہے۔

بصرہ کی تعمیر کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہؓ کو اس شہر کا امیر (گورنر) مقرر فرمایا۔ وہ چھ ماہ تک نہایت خوش اسلوبی سے کام کرتے رہے، اس کے بعد وہ اس عہدے سے دل برداشتہ ہو گئے۔ اس کا کیا سبب تھا؟ اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ نہایت زاہد اور مستغنی المزاج تھے۔ اس لیے امارت کا بوجھ اٹھانا ان کی طبیعت کے موافق نہیں تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت عتبہؓ اور ان کے ساتھیوں کو دجلہ اور فرات کے ساحلی علاقوں سے بے شمار مالِ غنیمت حاصل ہوا ہے اور وہ سونے چاندی میں کھیل رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لیے حضرت عتبہؓ کو بلوا بھیجا۔ بہر صورت چھ ماہ بعد حضرت عتبہؓ نے حضرت مجاشع بن مسعودؓ کو اپنا جانشین بنایا اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو نماز کا امام مقرر کر کے عازمِ مکہ ہو گئے۔ چلنے سے پہلے انہوں نے اہلِ بصرہ کے سامنے ایک طویل خطبہ دیا جس کے آخر میں فرمایا:

> ''اے اہلِ بصرہ گناہوں سے روگردانی اور نیکی کی ہمت خدا ہی عطا کرتا ہے۔ میں اب جا رہا ہوں جب تمہیں میرے بعد کے حکام سے واسطہ پڑے گا تو تم جان لو گے''۔

خواجہ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ ہمیں عتبہؓ کے بعد آنے والے حکام سے پالا پڑا تو ہم نے دیکھا کہ عتبہؓ ان سب سے افضل تھے۔

حضرت عتبہؓ مکے پہنچے تو حضرت عمرؓ بھی حج کے لیے وہاں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بصرے کے مفصل حالات امیر المؤمنین کے گوش گزار کیے اور ساتھ ہی امارت بصرہ سے اپنا استعفا پیش کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کا استعفا منظور کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں اپنے منصب پر واپس جانے کا حکم دیا۔ حضرت عتبہؓ مجبوراً بصرے کی طرف روانہ ہوئے لیکن ان کی دلی تمنا تھی کہ اللہ انہیں امارت کی ذمہ داری سے بچا لے۔ خدا کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدرت راستے میں وہ اونٹ سے گر پڑے، شدید چوٹ آئی جس کے صدمے سے بصرے پہنچنے سے قبل ہی وفات پا گئے اور اسلام کا یہ گوہر تابندہ ۵۷ برس کی عمر میں ہمیشہ کے لیے دنیا کی نظروں سے روپوش ہو گیا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عتبہؓ بن غزوان کے مؤاخاتی بھائی حضرت سماکؓ بن خرشہ انصاری کا شمار بڑے عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے۔ وہ تاریخ میں اپنی کنیت ''ابودجانہ'' سے مشہور ہیں۔ ان کا خاندانی تعلق خزرج کی شاخ ''بنوساعدہ'' سے تھا۔ ہجرتِ نبوی سے پہلے شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ عہدِ رسالت کے تمام غزوات میں شریک ہوئے اور ہر معرکے میں شجاعت اور پامردی کا حق ادا کر دیا۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے وہ سر پر سرخ پٹی باندھ لیا کرتے تھے اور تن کر چلا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے فرمایا، یہ چال اگرچہ اللہ کو پسند نہیں لیکن ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں۔

خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں یمامہ کی لڑائی میں شریک ہوئے اور نہایت جانبازی دکھائی۔ مسیلمہ کذاب جس باغ کے اندر محصور ہو کر لڑ رہا تھا دیوار پھاند کر اس میں کود گئے۔ پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی مگر وہ برابر لڑتے رہے اور جب تک مسلمان باغ میں داخل نہ ہو گئے وہ اپنی جگہ سے نہ ملے، پھر مسیلمہ کو مارنے کے لیے آگے بڑھے مگر مرتدین نے نرغہ کر کے شہید کر ڈالا۔

حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ ابودجانہؓ مشہور اور دلیر بہادروں میں سے تھے اور غزواتِ نبویؐ میں ان کو ممتاز درجہ حاصل ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمانؓ بن مظعون

(۱)

اواخرِ ۲ ہجری میں ایک دن جب کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ لوگو آج ابوالسائب دنیا سے رخصت ہو گئے تو مدینہ منورہ کے اہلِ ایمان کو اس سانحہ کا بڑا صدمہ ہوا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو نم نہ ہو گئی ہو۔ رحمتِ عالم ﷺ بھی اس المناک خبر سے بہت زیادہ متاثر اور ملول ہو گئے۔ جنازہ تیار ہوا تو حضورؐ حضرت امّ العلا انصاریہؓ کے گھر تشریف لے گئے جہاں ابوالسائب نے وفات پائی تھی اور پھر دیکھنے والوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ فخرِ جن و انس جنابِ رسالت مآب ﷺ نے تین مرتبہ جھک کر میت کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا جس نے ابوالسائب کے رخساروں کو تر کر دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:-

"ابوالسائب میں تم سے جدا ہوتا ہوں تم دنیا سے اس طرح رخصت ہوئے کہ تمہارا دامن ذرّہ برابر اس سے آلودہ نہ ہونے پایا"۔

یہ فرماتے وقت حضورؐ کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ اس موقع پر موجود دوسرے لوگ بھی سسکیاں بھر رہے تھے اور اپنے بچھڑنے والے ساتھی کے لیے دل کی گہرائیوں سے مغفرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ کسی نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ ہم ابوالسائب کو کہاں سپردِ خاک کریں"۔

اس وقت تک مدینہ میں مسلمانوں کا کوئی خاص قبرستان نہیں تھا۔ سرورِ عالمؐ تھوڑی دیر تک سوچتے رہے اور پھر فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ان کی قبر مقامِ بقیع میں کھودو"۔

صحابہؓ تعمیل ارشاد کر چکے تو حضورؐ جنازہ کے ساتھ بقیع تشریف لے گئے اور نمازِ جنازہ پڑھا کر تدفین کی نگرانی کے لیے لبِ گور کھڑے ہو گئے۔ تدفین ہو چکی تو آپؐ نے قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب کر کے فرمایا:

"آج سے میں بقیع کو مسلمانوں کا قبرستان قرار دیتا ہوں۔ آئندہ جو مسلمان مدینہ میں سفرِ آخرت اختیار کرے گا وہ یہیں دفن کیا جائے گا"۔

یہ "ابوالسائب" جن کی موت نے سیّد المرسلین خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سمیت سب اہلِ ایمان کو رلا دیا اور جنت البقیع کی خاک نے جن کو سب سے پہلے اپنی آغوش میں جگہ دی حضرت عثمانؓ بن مظعون تھے۔

(۲)

ابوالسائب حضرت عثمانؓ بن مظعون بن حبیب قریش کے خاندان بنو جُمَح سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت سعید اور صالح فطرت سے نوازا تھا۔ زمانۂ جاہلیّت میں بھی وہ لہو ولعب سے گریز کرتے تھے۔ اور عرب عموماً جن اخلاقی برائیوں میں مبتلا تھے وہ ان سے بچے ہوئے تھے۔ علامہ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ ایام جاہلیّت میں عربوں کا بچہ بچہ شراب کا رسیا تھا لیکن عثمانؓ بن مظعون کو اس زمانے میں بھی شراب سے نفرت تھی اور وہ کہا کرتے تھے کہ:-

"شراب پینے سے آدمی کی مت ماری جاتی ہے، اسے ماں بہن کی تمیز نہیں رہتی اور ہر کس وناکس کے تمسخر کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ پھر کوئی شریف آدمی ایسی ناپاک چیز کیوں استعمال کرے"۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو عثمانؓ جیسے سعید الفطرت انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے تھے۔ ابھی صرف تیرہ نفوس قدسی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے کہ ایک دن حضرت عثمانؓ بن مظعون بھی حضرت ابوعبیدہؓ بن الجرّاح، حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمنؓ بن عوف، حضرت عبیدہؓ بن الحارث اور حضرت ابوسلمہؓ بن الاسد کے ہمراہ ساقیِ کوثرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کے دستِ مبارک سے بادۂ توحید پی کر بلاکشانِ اسلام کی صف میں شامل ہو گئے۔ اب وہ بھی دوسرے حق پرستوں کی طرح مشرکین کے جور وستم، تضحیک، استہزا اور معاشی دباؤ کا ہدف بن گئے۔ جب حالات نے ناقابل برداشت صورت اختیار کر لی تو ۵ نبوّت میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ "تم لوگ فی الحال یہاں سے نکل کر حبش چلے جاؤ۔ وہاں ایک نیک دل اور منصف مزاج بادشاہ کی حکومت ہے وہ تمہیں پناہ دے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس صورتِ حال کو تبدیل کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کر دے تم لوگ وہیں قیام کرو"۔

حضورؐ کا ایماء پا کر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہجرت پر آمادہ ہو گئی لیکن بیک وقت کثیر تعداد میں ہجرت کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ قریش کو مسلمانوں کا یوں بچ کر نکل جانا گوارا نہیں تھا چنانچہ سب سے پہلے بارہ مردوں اور چار خواتین پر مشتمل ایک مختصر سے قافلے نے حبش کا عزم کیا۔ اس قافلے میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کے علاوہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف اور حضرت مصعبؓ بن عمیر جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے۔ ابنِ ہشام کا بیان ہے کہ مہاجرین الی اللہ کے اس اوّلین قافلے کے امیر حضرت عثمانؓ بن مظعون مقرر ہوئے۔ یہ لوگ چھپتے چھپاتے شعیبیہ کی بندرگاہ تک پہنچ گئے اور حبشہ جانے والے دو تجارتی جہازوں میں بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں قریش کے کانوں میں ان کے نکلنے کی بھنک پڑ گئی اور وہ برق رفتاری سے ان کے تعاقب میں ساحل تک گئے لیکن خوش قسمتی سے قریش کے پہنچنے سے پہلے ہی دونوں جہاز بندرگاہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ راہِ حق کے یہ مسافر حبش پہنچ کر نہایت امن وسکون سے دن گزارنے لگے لیکن ابھی وہاں تین مہینے ہی گزرے تھے کہ انہیں اڑتی اڑتی یہ خبر ملی کہ تمام مشرکینِ مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ (یا یہ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے مابین مفاہمت ہو گئی ہے اور قریش نے حضورؐ کی مخالفت ترک کر دی ہے) یہ خبر سُن کر ان کو بہت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوشی ہوئی اور سب نے مکّہ معظمہ کی طرف کوچ کر دیا۔ مکّہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ اطلاع بے بنیاد تھی۔ اب یہ بے خانماں جماعت سخت شش و پنج میں پڑ گئی کہ واپس حبش چلے جائیں یا مکّہ میں داخل ہو کر پھر کفّار کی جفا کاریوں کا نشانہ بن جائیں۔ آخر بہت کچھ سوچ بچار کے بعد انہوں نے طے کیا کہ اپنے غیر مسلم اعزّہ واحباب یا قریش کے بعض سربرآوردہ آدمیوں کی حمایت (پناہ) حاصل کر کے شہر میں داخل ہو جائیں چنانچہ سب کسی نہ کسی کی پناہ لے کر شہر میں داخل ہوئے۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون کو بنو مخزوم کے رئیس ولید بن مغیرہ (حضرت خالد سیف اللہؓ کے باپ) نے پناہ دی اور وہ مکّہ میں امن وسکون کے ساتھ رہنے لگے۔ لیکن زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ وہ اپنے ضمیر میں سخت کشمکش محسوس کرنے لگے۔ جب وہ دیکھتے تھے کہ مشرکینِ مکّہ سرورِ عالم ﷺ اور دوسرے حق پرستوں پر سخت مظالم ڈھا رہے ہیں اور وہ ولید کی پناہ میں آرام سے وقت گزار رہے ہیں تو انہیں سخت شرم محسوس ہوتی تھی اور دل میں سوچتے تھے کہ افسوس میرے آقا و مولا روحی فداہ اور میرے اخوانِ دین تو طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا ہیں اور میں ایک مشرک کی حمایت میں سکھ چین کی زندگی گزار رہا ہوں۔ خدا کی قسم یہ تو محض نفس پرستی ہے۔ چنانچہ ایک دن وہ سخت بے چین ہو کر ولید کے پاس پہنچے اور اس سے کہا:

"اے ابا عبد شمس، تم نے اپنی حمایت کا حق ادا کر دیا۔ اب میں تمہاری پناہ میں نہیں رہنا چاہتا۔ میرے لیے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کا نمونہ کافی ہے"۔

ولید نے کہا "بیٹے آخر بتاؤ تو سہی کیا ہوا۔ کیا کسی نے تمہیں کوئی تکلیف پہنچائی ہے؟"

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس اب میں صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ کسی دوسرے کی حمایت مجھے درکار نہیں ہے"۔

ولید نے کہا، "اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو پھر حرم میں جا کر سب کے سامنے میری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پناہ سے نکلنے کا اعلان کرو کیونکہ میں نے بھی اسی طرح تمہیں اپنی پناہ میں لیا تھا"۔

حضرت عثمانؓ اس کے لیے فوراً تیار ہو گئے۔ ولید ان کو ساتھ لے کر حرم میں گیا اور مجمع عام کے سامنے ان کی خواہش بیان کی۔ حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر اس کی تصدیق کی اور فرمایا:-

"اے اہلِ مکّہ میں نے ولید کو ایک باوفا اور شریف انسان پایا۔ اس نے میری حمایت کا پُورا پُورا حق ادا کیا مگر مجھے اللہ کی پناہ کے سوا کسی دوسرے کی پناہ میں رہنا پسند نہیں اس لیے ولید کی پناہ میں نے واپس کر دی ہے"۔

ولید بن مغیرہ کی پناہ سے دستبردار ہونا جور و ستم کے اس الاؤ میں کودنے کے مترادف تھا جو مشرکین نے حق پرستوں کے لیے دہکا رکھا تھا لیکن حضرت عثمانؓ بن مظعون اپنے آقا و مولاؐ اور دوسرے بلاکشوں کے تتبع میں ہر قسم کے آرام اور راحت سے بے نیاز ہو کر مردانہ وار اس الاؤ میں کود پڑے۔

www.KitaboSunnat.com

(۳)

اسی زمانے میں جاہلی عرب کے مشہور شاعر لبید بن ربیعہ کا مکّہ میں ورود ہوا[1]۔ وہ

---

[1] ابوعقیل لبیدؓ بن ربیعہ عامری کا شمار جاہلی عرب کے عظیم شعراء میں ہوتا ہے۔ وہ امراء القیس، نابغہ ذبیانی، زہیر بن ابی سلمٰی، عمرو بن کلثوم، اعشیٰ بن قیس اور طرفہ بن العبد کی صف کے شاعر تھے اور اصحاب المعلقات (المذہبات یا السموط) میں سے ایک تھے۔ ایک دفعہ اپنے چچاؤں کے ساتھ نعمان ابوقابوس کے دربار میں گئے وہاں عظیم جاہلی شاعر نابغہ زبیانی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے ان کا کلام سن کر بہت داد دی اور کہا کہ تم بنی عامر اور بنو قیس کے تمام شاعروں سے بڑھ گئے۔ اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ جاہلی عرب کے شعراء کی صف اوّل میں آ گئے۔ ۹ ہجری میں قبیلہ بنی جعفر بن کلاب کے وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ قبولِ اسلام کے وقت وہ نوے برس کے تھے لیکن درایت کی رو سے یہ روایت محلِ نظر ہے کیونکہ ابنِ اثیر کے بیان کے مطابق انہوں نے ۴۱ ہجری میں وفات پائی تو اس وقت ان کی عمر ۱۴۵ سال کی تھی۔ اس حساب سے قبولِ اسلام کے وقت ان کی عمر ۱۱۳ برس کے لگ بھگ ہوگی۔

چنانچہ اصابہ اور اغانی کی یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے کہ لبیدؓ حالتِ اسلام میں ۵۵ برس جئے۔ ایمان لانے کے بعد لبیدؓ نے شاعری ترک کر دی اور تا دمِ مرگ ایک یا دو کے سوا کوئی شعر نہیں کہا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے مجھے شعر کے عوض سورۂ بقرہ اور آلِ عمران دی ہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ مشرکین مکہ نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور وہ ان کی شعروسخن کی محفلوں کو گرمانے لگے۔ ایک دفعہ وہ قریش کی ایک مجلس میں اپنا قصیدہ سنا رہے تھے جب انہوں نے یہ مصرع پڑھا:۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ ما خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ

(خبر دار رہو، اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے)

تو حضرت عثمانؓ بن مظعون، جو اس مجلس میں موجود تھے، بے اختیار پکار اُٹھے:

"بالکل بجا ہے۔ تم نے سچ کہا"

لیکن جب انہوں نے دوسرا مصرع پڑھا:

و کُلُّ نَعِیْمٍ لَّا محالَۃَ زائِلٌ

(اور ہر نعمت لامحالہ زائل ہونے والی ہے)

تو عثمانؓ بول اٹھے "یہ غلط ہے جنّت کی نعمتیں ابدی ہیں اور کبھی زائل نہ ہوں گی"۔

اس پر سارے مجمع میں شور مچ گیا، لوگ حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہنے لگے اور لبید

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ لبیدؓ جاہلیت اور اسلام دونوں میں نہایت فیاض، شجاع، صادق القول، شہسوار اور شریف تھے۔ حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ خود سرورِ عالم ﷺ نے لبیدؓ کے بعض اشعار پر اظہار پسندیدگی فرمایا اور یہ مصرعہ تو آپ کو بہت ہی پسند تھا:۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ

حضورؐ فرماتے تھے کہ شعراء کے کلام میں لبید کا یہ کلام بہت اچھا ہے۔

شاعری میں ان کا مرتبہ اتنا بلند تھا کہ ایک دفعہ عرب کا نامور شاعر فرزدق لبیدؓ کا یہ شعر سن کر بے اختیار سجدے میں گر گیا:۔

وجلاء السیول عن الطلول کانھا زبر تجد متونھا اقلامھا

اور سیلاب نے ٹیلوں کو اس طرح مجلّی کر دیا گویا وہ کتاب کے صفحات ہیں جن کے متن کو قلم نے درست کیا

لوگوں نے پوچھا، "یہ کیسا سجدہ ہے"۔ کہنے لگا یہ سجدۂ شعر ہے جس طرح لوگ قرآن کے مقامِ سجدہ کو جانتے ہیں میں شاعری کے مقامِ سجدہ کو جانتا ہوں۔

لبیدؓ کا دیوان چھپ چکا ہے اور اس کی جرمن زبان میں شرح بھی لکھی جا چکی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ شعر دوبارہ پڑھنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے اس شعر کی تکرار کی تو حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے الفاظ کا اعادہ کیا۔ اس پر لبید سخت برافروختہ ہوئے اور قریش سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

''اے برادرانِ قریش خدا کی قسم پہلے تمہاری مجلسوں کی یہ کیفیت نہ تھی نہ ان میں بیٹھنا کسی کے لیے باعث ننگ تھا اور نہ کبھی بدتمیزی نے ان میں راہ پائی تھی۔ اگر یہ شخص مجھے اسی طرح ٹوکتا رہا تو میں اپنا کلام سنا چکا''۔

لبید کی باتیں سن کر مشرکین بھڑک اٹھے اور بنو مغیرہ کے ایک شخص نے اٹھ کر حضرت عثمانؓ کے منہ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کی آنکھ نیلی پڑ گئی۔ ولید بن مغیرہ پاس ہی کھڑا تھا، کہنے لگا ''بیٹے اگر تم میری پناہ میں رہتے تو کس کی مجال تھی کہ تم پر ہاتھ اٹھاتا''۔ حضرت عثمانؓ نے فوراً جواب دیا۔ ''اے ابا شمس میری تو دوسری آنکھ بھی راہِ حق میں اسی قسم کی چوٹ کھانے کے لیے بے قرار ہے''۔

ولید نے کہا۔ ''عثمان بہتر ہے کہ تم پھر میری پناہ میں آ جاؤ''۔ انہوں نے بلا تامل جواب دیا۔ ''میرے لیے صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ کافی ہے''۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی مجلس میں ولید کے ایک بھتیجے عبداللہ بن ابی امیہ کو حضرت عثمانؓ کی حمایت میں کھڑا کر دیا اور اس نے گھونسا مار کر تھپڑ مارنے والے شخص کی ناک توڑ دی۔ اس واقعہ کے بعد مشرکین مکہ نے پہلے سے دو چند قوت کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے شروع کر دیے۔ جب یہ ستم آرائیاں حدِ برداشت سے تجاوز کر گئیں تو سرورِ عالم ﷺ نے پرستارانِ حق کو دوبارہ حبش جانے کی اجازت دے دی لیکن اب کی بار مکہ سے نکلنا بڑا کٹھن کام تھا۔ تاہم جس طرح بن پڑا، ۸۳ مرد اور ۲۰ خواتین حبش جانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان میں حضرت عثمانؓ بن مظعون ان کے کمسن صاحبزادے سائبؓ اور دو بھائی قدامہؓ بن مظعون اور عبداللہؓ بن مظعون بھی شامل تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴)

مشرکینِ مکّہ کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان اتنی کثیر تعداد میں حبش جا کر امن وسکون کے ساتھ رہنے لگے ہیں تو وہ بہت سٹپٹائے اور عبداللہ بن ربیعہ (ابوجہل کے ماں جائے بھائی) اور عمرو بن العاص کو بہت سے قیمتی تحائف کے ساتھ نجاشی (جس کا نام اصحمہ بیان کیا جاتا ہے) شاہِ حبشہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ کسی نہ کسی طرح نجاشی کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مہاجرین کو اپنے ملک سے نکال کر مکہ واپس بھیج دے لیکن یہ سفارت ناکام رہی اور اس کے اراکین بے نیلِ مرام واپس آگئے۔ (اس سفارت کا الٹا یہ اثر ہوا کہ خود نجاشی کو قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوگئی۔)

ان مہاجرین کو حبش میں رہتے ہوئے چار پانچ سال گزر گئے، تو ایک دن انہیں اطلاع ملی کہ رحمتِ عالم ﷺ مکّہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے ہیں۔ اب وہ بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے بے تاب ہوگئے لیکن ناداری اور تہی دستی مدینہ مُنوّرہ کے طویل بحری اور بری سفر کی راہ میں حائل تھی تاہم ۳۳ مردوں اور آٹھ خواتین نے مکّہ معظّمہ کے راستے مدینہ مُنوّرہ جانے کے لیے رختِ سفر باندھ لیا اور چند دن کے بعد بعافیت مکّہ معظّمہ پہنچ گئے، ان میں حضرت عثمانؓ بن مظعون، ان کے صاحبزادے سائبؓ اور دونوں بھائی بھی تھے۔ مکّہ معظّمہ میں چند دن قیام کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ اپنے سارے اہل وعیال اور خاندان سمیت مدینہ مُنوّرہ کو ہجرت کر گئے۔ علّامہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ ''حضرت عثمانؓ بن مظعون مکّہ سے اس طرح رخصت ہوئے کہ ان کے خاندان کا ایک متنفس بھی وہاں نہ رہا اور ان کے مکانوں میں قفل پڑ گئے''۔

مدینہ مُنوّرہ پہنچ کر ان اصحابؓ نے حضرت عبداللہؓ بن سلمہ عجلانی کے مکان پر قیام کیا۔ حضورؐ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپؐ بہت مسرور ہوئے اور حضرت عثمانؓ اور ان کے بھائیوں کو مکانات کی تعمیر کے لیے وسیع قطعاتِ زمین مرحمت فرمائے۔ چند ماہ بعد رسولِ اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخاۃ قائم کرائی تو حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عثمانؓ بن مظعون کو جلیل القدر صحابی حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان انصاری کا دینی بھائی بنایا۔

رمضان المبارک ۲ ہجری میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کو حق و باطل کے معرکۂ اوّل غزوۂ بدر میں شریک ہونے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔ اس معرکے میں انہوں نے خوب خوب دادِ شجاعت دی۔ قریش کا ایک جنگجو اَوس المعمر بن نوران مسلمانوں پر بڑھ چڑھ کر وار کر رہا تھا۔ حضرت عثمان شمشیر بکف اس کی طرف بڑھے، اسی اثنا میں حضرت علی کرّمَ اللہُ وَجْہَہٗ بھی اس کے سر پر پہنچ گئے اور ان دونوں جانبازوں نے آناً فاناً اس کا کام تمام کر دیا۔

ایک اور مشرک حنظلہ بن قبیصہ کو حضرت عثمانؓ نے مغلوب کر کے زندہ گرفتار کر لیا۔ میدانِ جنگ سے واپس آئے تو علیل ہو گئے۔ انصاری بھائی اور ان کے اہلِ خاندان نے بڑی دلسوزی کے ساتھ تیمارداری کی لیکن ان کی علالت کا سلسلہ طویل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اخیر ۲ ہجری میں خالقِ حقیقی کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ ان کی وفات پر مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا۔ جس جس نے ان کی رحلت کی خبر سنی سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ حضرت عثمانؓ نے بیماری کا سارا زمانہ حضرت اُمّ العلاء انصاریہؓ کے گھر گزارا تھا اور وہیں فوت ہوئے تھے۔ رحمتِ عالم ﷺ خود بادیدۂ گریاں حضرت اُمّ العلاء کے گھر تشریف لے گئے اور میت کی پیشانی کو تین بار بوسہ دیا۔ اُمّ العلاء نے حضورؐ کے سامنے میت کو مخاطب کر کے کہا:-

''ابوالسائب تم پر خدا کی رحمت ہو میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ نے تمہیں معزز کیا''۔

حضورؐ اگرچہ خود حضرت عثمانؓ سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے لیکن آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اُمّ العلاء تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟'' انہوں نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ ابوالسائب جیسے آدمی کو عزت نہ دے گا تو اور کسے دے گا''۔

حضورؐ نے فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بلاشبہ عثمان اخلاص کے انتہائی درجے (یقین) پر فائز تھا اور مجھے اس کے لیے اللہ سے بہتری کی امید ہے، لیکن خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہو کر بھی (از خود) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا۔ (صحیح بخاری)

(شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد لوگوں کو یہ سمجھانے کے لیے تھا کہ مسلمان کی موت پر اس کی آخرت کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہ کہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جو بظاہر بہت نیک تھا اللہ تعالیٰ اس کے کسی فعل پر گرفت کر لے جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جو بظاہر بہت بدکار تھا' اللہ تعالیٰ اس کی کسی خاص نیکی کو قبول کر کے اس کی مغفرت فرما دے۔ اس لیے ہمیں خود کسی شخص کے جنتی اور جہنمی ہونے پر ''شہادت'' نہیں دینی چاہیے۔)

حضرت عثمانؓ بن مظعون نے اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑے۔ عبدالرحمٰن اور سائبؓ، عبدالرحمٰن کے حالات کُتُبِ سِیَر میں نہیں ملتے۔ البتہ حضرت سائبؓ نے تاریخ میں بڑی شہرت پائی اور جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد کے ہمراہ دو ہجرتوں کا شرف حاصل کیا اور عہدِ رسالت کے تمام غزوات میں بڑے جوش اور ولولہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے قدر انداز تھے اور رسولِ اکرم ﷺ بھی ان کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ آپؐ غزوۂ بواط کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت سائبؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ عہدِ صدیقی میں حضرت سائبؓ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور کمال جانبازی سے لڑے۔ اسی جنگ میں وہ شدید زخمی ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد اسی صدمہ سے وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی۔

حضرت عثمانؓ کی زوجہ کا نام خولہؓ بنتِ حکیم تھا۔ وہ قبیلہ سلیم سے تھیں اور مُسندِ احمد کی روایت کے مطابق رشتہ میں رسولِ اکرم ﷺ کی خالہ ہوتی تھیں۔ ان کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ بہت عبادت گزار اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ ان سے پندرہ حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات کے بعد انہوں نے زندگی بھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت سائبؓ اور عبدالرحمٰن انہی کے بطن سے تھے۔

(۵)

حضرت عثمانؓ بن مظعون کا صحیفۂ اخلاق، سلامتی طبع، استقامت فی الدین، حُبِّ رسولؐ، جرأت وشجاعت، شرم وحیا اور زہد وورع جیسے گلہائے رنگارنگ سے آراستہ تھا۔ یوں تو زمانۂ جاہلیت ہی میں ان کی پاکبازی کی شہرت تھی لیکن قبولِ اسلام کے بعد یہ رنگ اور بھی نکھر گیا تھا۔ عبادتِ الٰہی سے بے حد شغف تھا۔ اکثر دن کو مسلسل روزے رکھتے تھے اور رات رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ مُسندِ ابی داؤد میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کو ان کی مسلسل شب بیداری اور عبادت کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے ان کو بلوا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا:-

"عثمان! تم کو میری سُنّت سے اعراض ہے؟"

انہوں نے عرض کیا، "یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، خدا کی قسم ایسی بات نہیں ہے آپؐ کی سُنّت تو میرے لیے مشعلِ راہ ہے"۔

حضورؐ نے فرمایا "تو سنو، میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، عثمان اللہ سے ڈرو، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے تم روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو"۔

علاّمہ ابنِ سعدؒ نے یہ واقعہ ایک دوسرے پیرائے میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، کہ عبادت میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کا انہماک اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ بیوی بچوں سے بالکل بے نیاز ہوگئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی اہلیہ نے سنگار ترک کردیا اور بہت ہی سادہ خراب حالت میں رہنے لگیں۔ ایک دن اتفاق سے حرم نبوی میں آئیں تو امہات المومنینؓ انہیں اس حالت میں دیکھ کر بہت متعجب ہوئیں اور پوچھا، "خولہ یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے۔ تمہارے شوہر تو قریش کے مرفہ الحال لوگوں میں شمار ہوتے ہیں"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بولیں ''میرا ان سے کیا واسطہ، وہ تو سارا دن روزے سے رہتے ہیں اور رات بھر نمازیں پڑھتے رہتے ہیں''۔

اُمہات المومنینؓ بات کی تہہ تک پہنچ گئیں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عثمانؓ کی روش کا تذکرہ کیا۔ آپؐ اسی وقت حضرت عثمانؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا۔ ''عثمانؓ کیا میری ذات تمہارے لیے نمونہ نہیں ہے؟''

انہوں نے عرض کیا، ''یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا بات ہوئی''۔

فرمایا: ''تم مسلسل روزے رکھتے ہو اور ساری رات عبادت میں مصروف رہتے ہو؟''...... عرض کی ''ہاں یارسول اللہؐ'' فرمایا ''ایسا نہ کرو، تم پر تمہاری آنکھوں کا، تمہارے جسم کا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی حق ہے۔ نمازیں بھی پڑھو اور آرام بھی کرو، روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو''۔

حضرت عثمانؓ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ آئندہ اسی طرح کروں گا''۔

اس واقعہ کے چند دن بعد حضرت عثمانؓ کی زوجہ کو پھر حرمِ نبوی میں آنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے سنگار کر رکھا تھا اور نہایت خوش تھیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ دنیا سے سخت بےزار ہو گئے اور چاہا کہ قوائے شہوانیہ کو فنا کر کے رہبانیت یا دشت نوردی اختیار کر لیں اور دنیا کی نعمتوں کو ترک کر دیں۔ حضورؐ کو ان کے ارادے کا علم ہوا تو آپؐ نے انہیں بلا کر فہمائش کی کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنے قوائے شہوانیہ فنا کرے گا (خصی بنے گا یا خصی کرے گا) وہ میری اُمّت سے نہیں ہے۔ تمہیں میری ذات کو اپنے لیے اسوہ بنانا چاہیے۔ میں گوشت بھی کھاتا ہوں اور اپنی بیویوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔

حضورؐ کی فہمائش پر حضرت عثمانؓ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمانؓ بن مظعون کی طبیعت میں شرم وحیا کا عنصر بھی بدرجۂ غایت پایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ خلوت میں بھی عریاں ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دن سرورِ عالم ﷺ کے سامنے اپنی طبیعت کے اس رجحان کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا:۔

''عثمان اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیوی کو تمہارے لیے اور تمہیں اس کے لیے بے پردہ بنایا ہے''۔

جب وہ مجلسِ نبوی سے رخصت ہوئے تو حضورؐ نے تعریفی لہجے میں فرمایا:۔

''عثمان بن مظعون کی حیا اور پردہ پوشی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے''۔

حضرت عثمانؓ زاہدِ مرتاض ہی نہیں تھے بلکہ میدانِ جہاد کے بھی شیر تھے۔ چنانچہ غزوۂ بدر میں انہوں نے اپنی شجاعت اور بسالت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اس غزوہ کے کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا تاہم ان کے جانباز صاحبزادے سائبؓ نے باپ کی تربیت کا حق ادا کر دیا اور عہدِ نبوی کے تمام معرکوں میں سرفروشانہ شریک ہوئے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زُہد کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبت ہو جانے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں آخرت کے لیے دنیا کے لذائذ و مرغوبات کی طرف سے بے رغبت ہو جانے اور عیش و تنعم کی زندگی ترک کر دینے کو زُہد کہتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے بھی اور اپنے ارشادات میں بھی اُمّت کو زہد کی ترغیب دی ہے اور اس کے بہت سے دنیوی و اُخروی ثمرات و برکات بیان فرمائے ہیں۔ زُہد سے متعلق چند احادیث نبوی ملاحظہ کیجیے:

۱- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ زہد اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے دل میں حکمت کو پیدا کرے گا اور اس کی زبان پر بھی حکمت کو جاری کرے گا اور دنیا کے عیوب اور اس کی بیماریاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کا علاج معالجہ بھی اس کو آنکھوں سے دکھا دے گا اور اس کو دنیا سے سلامتی کے ساتھ نکال کر جنّت میں پہنچا دے گا۔ (شعب الایمان، بیہقی)

۲۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس اُمّت کی پہلی نیکی اور بھلائی یقین اور زہد ہے اور اس کی پہلی خرابی بخل اور دنیا میں زیادہ رہنے کی آرزو ہے۔ (شعب الایمان، بیہقی)

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو خلادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی بندہ کو اس حال میں دیکھو کہ اس کو زُہد، یعنی دنیا کی طرف سے بے رغبتی و بے رخی اور کم سخنی اللہ نے نصیب فرمائی ہے تو اس کے پاس اور اس کی صحبت میں رہا کرو کیونکہ جس بندے کا یہ حال ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت کا القاء ہوتا ہے۔ (شعب الایمان، بیہقی)

۴۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کے بارے میں زُہد اور اس کی طرف سے بے رغبتی، حلال کو اپنے اُوپر حرام کرنے اور اپنے مال کو برباد کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقی زُہد فی الدُّنیا یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس اور تمہارے ہاتھ میں ہو اس سے زیادہ اعتماد اور بھروسا تم کو اس پر ہو جو اللہ کے پاس اور اللہ کے قبضے میں ہے اور یہ کہ جب تم کو کوئی تکلیف اور ناخوشگواری پیش آئے تو اس کے اُخروی ثواب کی چاہت اور رغبت تمہارے دل میں زیادہ ہو بہ نسبت اس خواہش کے کہ وہ تکلیف اور ناخوش گواری کی بات تم کو پیش ہی نہ آتی۔ (جامع ترمذی، سنن ابنِ ماجہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت صہیبؓ رومی...... نعم العبد

(۱)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد چند دن قُبا میں قیام فرمایا۔ قُبا کے اثنائے قیام میں ایک دن حضورؐ اپنے چند جاں نثاروں کے درمیان رونق افروز تھے اور کھجوریں تناول فرما رہے تھے کہ اتنے میں میانہ قد، گھنی ڈاڑھی اور نہایت سرخ چہرے والے ایک صاحب افتاں وخیزاں مجلسِ نبوی میں وارد ہوئے۔ ان کا لباس گرد آلود تھا۔ چہرے پر تکان کے آثار تھے اور ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی لمبے سفر سے آرہے ہیں اور ان کی آنکھ دُکھ رہی ہے۔ ان صاحب نے سرورِ عالمؐ اور دوسرے حاضرینِ مجلس کو سلام کیا اور پھر کچھ کہے سنے بغیر کھجوروں کے شغل میں شریک ہو گئے ان کے کھانے کا انداز ان کی شدت گرسنگی کی غمازی کر رہا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی اس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا:

''یارسول اللہؐ ملاحظہ فرمائیے، ان کی آنکھ دکھ رہی ہے اور کس شوق سے کھجوریں اڑا رہے ہیں''۔

چونکہ آشوبِ چشم کی حالت میں کھجور کھانا مضر ہوتا ہے اس لیے حضورؐ نے بھی ان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا، سبحان اللہ تمہاری آنکھ آئی ہے اور کھجوریں کھا رہے ہو''۔

ان صاحب نے عرض کیا: ''یارسول اللہؐ میں اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں جو اچھی ہے''۔

ان کا جواب سُن کر سرورِ عالمؐ اس قدر ہنسے کہ دندانِ مبارک کا نور ظاہر ہونے لگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھجوروں سے فارغ ہو کر وہ صاحب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:-

''واہ صاحب آپ خود تو رسول اللہ کے ہمراہ آگئے اور مجھے ساتھ نہ لیا''۔

پھر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا، ''یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے بھی اس عاجز کا خیال نہ فرمایا' میں مکّہ میں تنہا رہ گیا اور قریش مجھ پر چڑھ دوڑے۔ اپنا مال و اسباب سب کچھ انہیں دے کر بڑی مشکل سے جان چھڑائی اور آپ تک پہنچا''۔

حضورؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، ''ابو یحییٰ تم نے بڑی نفع مند تجارت کی' ابو یحییٰ تم نے بڑی نفع مند تجارت کی''۔

اس کے ساتھ ہی وحی الٰہی کے یہ الفاظ لسانِ رسالت پر جاری ہو گئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرہ:۲۰۷)

(لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی جانیں اللہ کی رضا کے لیے بیچ دیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔)

یہ صاحب جن کی استقامت اور قربانی کو بارگاہِ خداوندی میں کھلے لفظوں میں شرفِ قبول حاصل ہوا اور جن کے جذبۂ فدویت کی خیر الخلائق فخرِ کائنات محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی، حضرت صہیبؓ بن سنان رومی تھے۔

(۲)

سیّدنا حضرت صہیبؓ سنان کا شمار حضرت بلال حبشیؓ، عمارؓ بن یاسرؓ، عامرؓ بن فہیرہ، خبابؓ بن ارتؓ اور ابوفکیہہؓ جیسے عظیم المرتبت صحابہ کی صف میں ہوتا ہے۔ اللہ کے یہ پاکباز بندے مکّہ میں غریب الدّیار تھے اور اعدائے اسلام کے گھروں میں غلامانہ زندگی گزار رہے تھے لیکن جونہی ان کے کانوں تک پیغامِ حق پہنچا انہوں نے اس کے قبول کرنے میں ایک لمحہ بھی تامل نہ کیا اور یوں سابقون اوّلون کی مقدس جماعت میں شامل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے۔ یہ دعوتِ حق کا ابتدائی زمانہ تھا۔ جو شخص نعمتِ اسلام سے سعادت اندوز ہوتا، کُفّار کی لرزہ خیز ستم رانیوں کا ہدف بن جاتا۔ پردیسی لوگ چونکہ بالکل بے یارو مددگار تھے اس لیے شقی القلب کفار ان پر دل کھول کر ظلم ڈھاتے تھے۔ چنانچہ حضرت صہیبؓ بھی عرصہ تک ان کی مشقِ ستم کا نشانہ بنتے رہے۔ وہ عراق کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام سنان بن مالک اور والدہ کا نام سلمٰی بنتِ قعید تھا۔ یہ خاندان اپنے علاقے میں بہت معزز تھا۔ سنان یا ان کے بھائی لبید شاہِ ایران کی طرف سے اُبُلّہ کے حاکم تھے۔ صہیب ابھی کم سن ہی تھے کہ اہلِ روم نے اُبُلّہ پر دھاوا بول دیا اور دوسرے مال واسباب کے علاوہ صہیب کو بھی پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ چنانچہ انہوں نے لڑکپن سے جوانی تک کا زمانہ رومیوں کی غلامی ہی میں گزارا۔ اسی لیے رومی مشہور ہو گئے۔ ایک دفعہ بنو کلب کے کچھ تاجر اس علاقے میں گئے جہاں صہیبؓ غلامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ کلبی تاجروں نے صہیبؓ کو رومیوں سے خرید لیا اور اپنے ساتھ مکّہ لے آئے، یہاں انہیں عبداللہ بن جدعان نے کلبیوں سے خرید لیا۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ ابنِ جدعان نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا لیکن ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ صہیبؓ فرار ہو کر مکہ پہنچے اور عبداللہ بن جدعان سے حلیفانہ تعلق قائم کر لیا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ صہیبؓ ایک ہنرمند اور محنتی آدمی تھے۔ وہ جب مکہ آئے تھے تو بالکل تہی دست تھے لیکن چند سال کے اندر اندر اتنا روپیہ کما لیا کہ مکّہ کے صاحبِ ثروت لوگوں میں شمار ہونے لگے۔ اسی زمانے میں سرورِ عالمؐ نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا۔ صہیبؓ کو مبداء فیاض نے طبع سلیم سے نوازا تھا۔ اس دعوت کا حال سنا تو ایک دن حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم کے مکان پر پہنچے جہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند جاں نثاروں کے ہمراہ پناہ گزین تھے۔ حضرت صہیبؓ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر کلمۂ شہادت پڑھا تو حضورؐ کو بہت مسرت ہوئی۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ صہیب روم کا پہلا پھل ہے۔ علامہ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت صہیبؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ دونوں نے ایک ہی دن ایک ساتھ اسلام قبول کیا۔ اس وقت تک صرف تیس اصحاب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

(۳)

حضرت صہیبؓ ایک بے یار و مددگار غریب الوطن تھے۔ مشرکین کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اپنا اسلام بعض دوسرے اصحاب کی طرح مخفی رکھ سکتے تھے لیکن ان کے جوشِ ایمان نے گوارا نہ کیا کہ ایک دن بھی اپنا اسلام چھپا کر رکھیں۔ مشرکین کے سامنے کھلم کھلا اسلام کا اظہار کر کے انہوں نے گویا بھڑوں کے چھتے کو ہاتھ لگا دیا۔ یہ بدبخت ان پر اپنے تمام شیطانی حربوں کے ساتھ پل پڑے اور انہیں نت نئی اذیتیں دینا اپنا مشغلہ بنا لیا۔ کبھی گرم ریت پر لٹاتے، کبھی پانی میں غوطے دیتے، کبھی مار مار کر لہولہان کر دیتے لیکن آفرین ہے اس مردِ وفا سرشت پر کہ ایک لمحہ کے لیے حق سے روگردانی نہ کی۔ غرض اسی طرح کے زہرہ گداز مظالم سہتے سہتے ایک مدت گزر گئی۔ یہاں تک کہ سرورِ عالمؐ نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اکثر صحابہ کرامؓ ہجرتِ نبوی سے کچھ عرصہ پہلے ہی مدینہ منورہ چلے گئے تاہم صہیبؓ مکہ ہی میں مقیم رہے۔

بیہقیؒ کی روایت کے مطابق سرورِ عالمؐ نے ایک دفعہ حضرت صہیبؓ کے سامنے فرمایا تھا کہ تم لوگ ایک دن ہجر یا مدینہ کی طرف ہجرت کرو گے۔ اسی دن سے حضرت صہیبؓ نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ہجرت میں سرورِ عالمؐ کی معیت کا شرف حاصل کریں گے لیکن بعد میں حالات نے کچھ ایسا رخ اختیار کیا کہ حضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مخفی طور پر ہجرت فرمائی اور حضرت صہیبؓ آپؐ کی ہمرکابی کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ انہیں جب سرورِ عالمؐ کی ہجرت کا حال معلوم ہوا تو مکہ میں ایک دن کاٹنا بھی مشکل ہو گیا اور مدینہ جانے کے لیے بے تاب ہو گئے۔ چنانچہ چند دن بعد انہوں نے رختِ سفر باندھا۔ مشرکینِ قریش کو ان کے ارادے کا علم ہوا تو (ابنِ سعدؒ کی روایت کے مطابق) انہوں نے حضرت صہیبؓ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہا کہ ہم تمہیں یہاں سے نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے دیں گے۔ حضرت صہیبؓ تیر کمان پر رکھ کر للکارے:

"اے اہلِ مکہ تم خوب جانتے ہو کہ میرے تیر کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ خدا کی قسم تم میرے قریب نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں اپنے ترکش کے تمام تیر تم پر ختم نہ کر دوں۔ اگر پھر بھی تم میں سے کوئی بچ گیا تو پھر میں تلوار نکالوں گا اور جب تک میری جان میں جان ہے تم سے لڑوں گا۔ اگر سلامتی چاہتے ہو تو میرا پیچھا چھوڑ دو اور اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ"۔

مشرکین نے کہا "صہیبؓ جب تم مکہ آئے تھے تو سخت مفلس اور قلاش تھے لیکن اب تم یہاں سے اس قدر مال و دولت لیے جا رہے ہو۔ یہ دولت ہماری ہے اسے ہمارے حوالے کر دو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ"۔

حضرت صہیبؓ نے تمام مال وزر ان کے آگے پٹک دیا اور خالی ہاتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

بعض دوسری روایات میں ہے کہ حضرت صہیبؓ نے اپنی تمام دولت گھر میں کسی جگہ چھپا رکھی تھی۔ مشرکین نے ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے ان سے کہا کہ اگر تم میرے راستے میں حائل نہ ہو تو میں تمہیں اپنے تمام مال کا پتہ بتا دوں گا۔ مشرکین نے یہ بات منظور کر لی اور حضرت صہیبؓ نے اپنی تمام پونجی ان کے حوالے کر دی۔ یہاں تک کہ اپنی دو باندیاں بھی مشرکین کو دے دیں۔

ارضِ مکہ کو اس طرح سے الوداع کہہ کر حضرت صہیبؓ سیدھے رحمتِ عالم ﷺ کی خدمت میں قُبا پہنچے، وہیں کھجوروں کا پُرلطف واقعہ پیش آیا، اور دوسری باتیں ہوئیں۔

حافظ ابنِ کثیرؒ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے حضرت صہیبؓ کو دیکھتے ہی فرمایا "رَبِحَ صُھَیْبٌ رَبِحَ صُھَیْبٌ" صہیب نے تجارت میں بہت نفع کمایا، صہیب نے تجارت میں بہت نفع کمایا۔ فی الحقیقت حضرت صہیبؓ کے قبا پہنچنے سے پہلے ہی سرورِ عالمؐ کو وحی کے ذریعہ ان کی قربانی اور استقامت کی خبر مل چکی تھی۔ چنانچہ "البدایۃ والنہایۃ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں خود حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ مَیں قُبا میں رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا "اے ابو یحییٰ' تمہاری یہ تجارت بہت نفع مند رہی"۔

مَیں نے عرض کیا، "یارسول اللہؐ مجھ سے پہلے ابھی آپ تک کوئی نہیں آیا' اس واقعہ کی خبر آپ کو یقیناً حضرت جبریلؑ نے دی ہے"۔

(۴)

حضرت صہیبؓ نے قُبا میں حضرت سعدؓ بن خثیمہ اوسی کے ہاں قیام کیا۔ چند ماہ بعد سرورِ عالمؐ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخاۃ قائم کرائی تو حضرت صہیبؓ کو جلیل القدر صحابی حضرت ابو سعید حارثؓ بن صمہ نجّاری خزرجی کا اسلامی بھائی بنایا۔ غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت صہیبؓ نے بدر سے تبوک تک تمام معرکوں میں رحمتِ عالمؐ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ انہیں تیر اندازی اور تیغ زنی میں کمال درجے کی مہارت تھی۔ ہر معرکے میں اپنی شجاعت و بسالت کا لوہا منوایا اور اپنے کمالِ فن سے دشمنوں کو خوب زِچ کیا۔ اگر کسی ایسے دشمن کا سامنا ہو جاتا جو سر سے پاؤں تک زرہ پوش ہوتا تو تاک کر اس کی آنکھ میں اس طرح تیر مارتے کہ وہ الٹ کر پیچھے کی طرف اوندھا گر جاتا۔ انہیں راہِ حق میں اپنی معرکہ آرائیوں پر بڑا ناز تھا۔ عالمِ پیری میں لوگوں کو اپنے گرد جمع کر کے انہیں بڑے لطف و انبساط کے ساتھ اپنے جنگی کارناموں کے واقعات سنایا کرتے تھے۔ رحمتِ عالم ﷺ بھی حضرت صہیبؓ کی استقامت، اخلاص اور جانبازی کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا:-

نعم العبد صهيب لو لم يَخَفِ اللّٰهَ لم يعصِه (صحیح مسلم)

(صہیب اچھے بندے ہیں اگر وہ اللہ کا خوف نہ کرتے تب بھی اس کی معصیت نہ کرتے)

رحمتِ عالم ﷺ کو حضرت صہیبؓ اور ان جیسے دوسرے بزرگوں کی دلجوئی کا جس قدر خیال تھا اس کا اندازہ صحیح مسلم کی اس روایت سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صہیبؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت بلالؓ بن رباح کہیں اکٹھے بیٹھے تھے کہ ابوسفیان (قبولِ اسلام سے پہلے) ادھر سے گزرے۔ تینوں نے انہیں دیکھ کر کہا:

''اللہ کی تلوار نے ابھی تک اس دشمن خدا کا سر قلم نہیں کیا''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی کہیں پاس ہی تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ ''یہ شخص قریش کا سردار ہے اس کے لیے ایسے سخت الفاظ منہ سے نہ نکالو''۔ اس کے بعد انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا:

''تمہارے ٹوکنے پر شاید یہ لوگ برا مان گئے ہوں، ان کو ناراض کرنا گویا خدا کو ناراض کرنا ہے''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سرورِ عالمؐ کا ارشاد سن کر لرز گئے۔ اسی وقت ان تینوں بزرگوں کے پاس لوٹ کر آئے اور کہا ''پیارے بھائیو! میری بات سے تم ناراض تو نہیں ہو گئے''۔

انہوں نے کہا ''نہیں اے ابوبکرؓ ہمارے دل میں تمہارے خلاف کوئی ملال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے''۔

رحمتِ عالم ﷺ حضرت صہیبؓ پر اس قدر مہربان تھے کہ آپؐ نے خود ان کی کنیت ابویحییٰ تجویز فرمائی، حالانکہ حضرت صہیبؓ کا ''یحییٰ'' نام کا کوئی لڑکا نہ تھا۔

(۵)

حضرت صہیبؓ نے اگرچہ سالہا سال تک رسولِ اکرم ﷺ کی صحبت بابرکات سے اکتسابِ فیض کیا لیکن روایت حدیث میں وہ حد درجہ محتاط تھے۔ اسی لیے ان کی مرویات کی تعداد بہت کم ہے تاہم فضل و منقبت کے اعتبار سے ان کا شمار اکابر صحابہ میں ہوتا ہے۔ حق پسندی، تحمل شدائد، صبر و استقلال، شجاعت و بسالت، شوقِ جہاد، شگفتہ مزاجی، مہمان نوازی اور غریب پروری ان کے مخصوص اوصاف تھے۔ حضرت عمرِ فاروقؓ کو ان سے غایت درجہ محبت تھی اور وہ ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے زمانۂ خلافت میں حضرت صہیبؓ ملاقات کے لیے جاتے تو وہ سب کام چھوڑ کر ان سے ملاقات کرتے۔ ایک دفعہ حضرت ابو سفیانؓ، حضرت سہیلؓ بن عمرو اور بعض دوسرے اکابرِ قریش حضرت عُمرِ فاروقؓ سے ملاقات کے لیے گئے۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ بھی اسی مقصد کے لیے وہاں پہنچے۔ حضرت عمرؓ مکان کے اندر تھے، انہیں ملاقات کے لیے آنے والوں کے نام بتائے گئے تو انہوں نے حضرات صہیبؓ، بلالؓ اور عمارؓ کو پہلے بلا بھیجا۔ حضرت ابو سفیانؓ سے ضبط نہ ہو سکا کہنے لگے:۔

''عجیب بات ہے کہ ان غلاموں کو تو فوراً باریابی کا اِذن مل جاتا ہے لیکن ہم لوگ انتظار کرتے رہتے ہیں''۔

حضرت سہیلؓ نے ان کی بات کاٹ کر کہا:۔

''بھائی اس کے لیے تو ہم خود ذمہ دار ہیں دعوتِ توحید تو ہم سب کو ایک ہی وقت ملی لیکن یہ لوگ اس کو قبول کرنے میں آگے بڑھ گئے اور ہم منہ تکتے رہ گئے۔ اس لیے امیر المؤمنین اگر انہیں ہم پر سبقت دیتے ہیں تو اس میں کیا عیب ہے؟''

حضرت عُمرِ فاروقؓ نے ایک مرتبہ حضرت صہیبؓ سے فرمایا: ''صہیبؓ تم مجھے بہت محبوب ہو لیکن تمہاری تین باتیں مجھے نہیں بھاتیں۔ ایک تو یہ کہ زبان پر عجم کا رنگ غالب ہے حالانکہ تم عربی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو، دوسرے تم اپنا مال بڑی بے دردی سے صرف کرتے ہو، تیسرے یہ کہ تم نے اپنی کنیت ایک پیغمبر کے نام پر رکھی ہے حالانکہ یحییٰ نام کی تمہاری کوئی اولاد بھی نہیں''۔

بولے: ''امیر المؤمنین مَیں فی الواقع عرب ہوں، بچپن میں رومی پکڑ کر لے گئے تھے اور میں نے انہی میں پرورش پائی اس لیے میری زبان پر عجمی رنگ غالب ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ رہا سوال اِسراف کا تو اصل بات یہ ہے کہ میں اِسراف نہیں کرتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ میرے عمل کی اساس نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر ہے کہ تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے...... اب رہی کنیت تو یہ میں نے خود اختیار نہیں کی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تجویز فرمائی تھی''۔

ان کا جواب سن کر حضرت عمرؓ فاروقؓ خاموش ہو گئے اور پھر کبھی اس سلسلے میں انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ حضرت صہیبؓ کے معقول جواب نے حضرت عمرؓ فاروقؓ کو مطمئن کر دیا۔

حضرت عمرؓ فاروقؓ کی نگاہِ مردم شناس میں حضرت صہیبؓ بڑے مرتبے اور عظمت کے حامل تھے۔ اپنی وفات سے پہلے انہوں نے وصیت کی کہ جب تک نئے خلیفہ کا انتخاب نہ ہو جائے صہیبؓ مسلمانوں کی امامت کے فرائض انجام دیں گے اور وہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے۔ چنانچہ حضرت صہیبؓ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر تین دن تک نہایت خوش اسلوبی سے مسلمانوں کی امامت کرتے رہے۔

حضرت صہیبؓ نے ماہ شوال ۳۸ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور گورستانِ بقیع میں مدفون ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ستر یا بہتر برس کی تھی۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی احادیث میں سے تین یہ ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندۂ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اگر اس کو خوشی اور راحت پہنچے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ (اس کو بھی اپنے رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم)

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا، کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو ایک چیز مزید عطا کروں؟ (یعنی تم کو اب تک جو کچھ عطا ہوا، اس پر مزید اور اس سے سوا ایک خاص چیز اور عنایت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروں) وہ بندے عرض کریں گے، تو نے ہمارے چہرے روشن کیے (یعنی اب اس سے آگے کیا چیز ہو سکتی ہے جس کی ہم خواہش کریں) حضورؐ فرماتے ہیں کہ ان بندوں کے جواب کے بعد یکایک حجاب اٹھ جائے گا (یعنی ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا جائے گا) پس وہ جمالِ الٰہی اور روئے حق کو بے پردہ دیکھیں گے۔ پس ان کا یہ حال ہو گا (اور وہ محسوس کریں گے) کہ جو کچھ اب تک انہیں ملا تھا، اُس سب سے زیادہ محبوب اور پیاری چیز ان کے لیے یہی دیدار کی نعمت ہے۔ یہ بیان فرما کر رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ" ۝ جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھی بندگی والی زندگی گزاری ان کے لیے اچھی جگہ ہے (یعنی جنت و مافیہا) اور اس پر مزید ایک نعمت (یعنی دیدارِ حق)۔ (صحیح مسلم)

۳۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی قریہ کو دیکھتے اور اس میں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو آپؐ اس پر نظر پڑتے ہی کہتے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَوْنَ اِنَّا نَسْئَلُ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا ۔

(ترجمہ) اے میرے اللہ! ساتوں آسمانوں کے اور ان چیزوں کے ربّ جن پر آسمانوں نے سایہ ڈالا ہے اور اے ہواؤں کے رب! اور جن چیزوں کو ہواؤں نے بکھیرا ہے' ان کے ربّ! ہم اس آبادی کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور اس آبادی کے شر اور اس کے اہل کے شر اور جو شر اس آبادی میں ہے اس سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ (طبرانی' ہیثمی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو عبداللہ سالمؓ

(۱)

رحمتِ عالمؐ کے قدوم میمنت لزوم کے بعد سرزمینِ مدینہ رشکِ افلاک بن گئی تھی۔ مدینۃ النبیؐ کے درو دیوار انوارِ نبوت سے جگمگا رہے تھے اور اس کی گلیاں اور کوچے رسالت کی خوشبو سے مہک رہے تھے۔ اسی عہدِ سعادت میں ایک دن سرورِ عالمؐ کا شانۂ اقدس میں رونق افروز تھے اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھیں۔ ان کی واپسی میں خلاف توقع غیر معمولی دیر ہوگئی تو حضورؐ مضطرب ہو گئے۔ ابھی آپؐ اس بارے میں کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ اُم المؤمنینؓ واپس تشریف لے آئیں۔ حضورؐ نے پوچھا:-

''عائشہ اتنی دیر کہاں لگائی؟''

اُم المؤمنینؓ نے عرض کیا، ''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں واپس آ رہی تھی کہ راستے میں ایک قاری کی تلاوتِ قرآن کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔ اس آواز میں کچھ ایسا سوز اور ایسی تاثیر تھی کہ میں اس میں محو ہو کر رہ گئی اور زمین نے میرے قدم پکڑ لیے۔ اسی سبب سے مراجعت میں تاخیر ہوگئی''۔

رسولِ اکرمؐ: ''اور تم نے اس قاری کو کس حال میں چھوڑا؟''

اُم المؤمنینؓ: ''یارسول اللہ وہ میرے آنے تک تلاوت میں مشغول تھا''۔

حضورؐ یہ سن کر معاً اٹھ کھڑے ہوئے اور وفورِ اشتیاق میں اپنی ردائے مبارک سنبھالتے ہوئے باہر تشریف لے آئے۔ دیکھا تو فی الواقع اس قاری کے حسنِ قرأت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لوگ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے تھے اور ان پر محویت اور استغراق کا عالم طاری تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے تمام کائنات ساکن ہو گئی ہے۔ یہ دیکھ کر حضورؐ کا رُخِ اقدس فرطِ مسرّت سے چمکنے لگا اور زبانِ رسالت پر بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مِثْلَكَ"

(ساری تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے میری اُمت میں تمہارے جیسے شخص کو پیدا کیا۔)

یہ خوش بخت اور عظیم المرتبت قاریٔ قرآن جس پر خود فخرِ جن وانسؐ نے فخر و ناز کا اظہار فرمایا حضرت ابوعبداللہ سالمؓ مولیٰ ابوحذیفہؓ تھے۔

(۲)

حضرت ابوعبداللہ سالمؓ کا شمار ان اجلّ صحابہ میں ہوتا ہے جو قرآنِ حکیم کے حافظ، عالمِ متبحّر اور فنِ قراءت کے امام تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"قرآن سیکھنا ہے تو عبداللہ بن مسعودؓ، سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ، اُبَیؓ بن کعب اور معاذؓ بن جبل سے سیکھو"۔

ان چاروں میں بھی حضرت سالمؓ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ عربی نژاد نہیں تھے۔ بلکہ ایرانی الاصل تھے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں فہمِ قرآن میں وہ ملکہ عطا کیا کہ خود لسانِ رسالت نے لوگوں کو ان سے قرآن حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت سالمؓ کے آباؤ اجداد ایران کے شہر اصطخر کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام باختلافِ روایت معقل یا عبید تھا۔ سالمؓ مکہ معظمہ کب اور کیسے پہنچے؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں اور ان کی تطبیق میں خاصی مشکل پیش آتی ہے۔

علّامہ ابنِ اثیرؒ "اُسد الغابہ" میں راوی ہیں کہ سالمؓ یثرب کی ایک خاتون ثبیتہؓ بنتِ یعار انصاریہؓ کی غلامی میں مدینہ پہنچے۔ انہوں نے آزاد کر دیا تو حضرت حذیفہؓ بن عتبہ نے انہیں اپنا بیٹا بنا لیا۔ اس طرح ان میں انصاری اور مہاجر دونوں کی حیثیتیں جمع ہو گئیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ابنِ اثیرؒ نے یہ وضاحت نہیں کی کہ ثبیتہ کی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد حضرت سالمؓ کا تعلق حضرت ابوحذیفہؓ سے کیسے قائم ہوا وہ تو مکہ کے رئیس عتبہ بن ربیعہ کے فرزند تھے اور وہیں ان کی مستقل سکونت تھی۔ ہجرت سے پہلے ان کے مدینہ آنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

دوسری طرف ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ ثبیتہ بنتِ یعار انصاریہؓ حضرت ابوحذیفہؓ کی بیوی تھیں۔ لیکن انہوں نے بھی یہ تصریح نہیں کی کہ ثبیتہؓ حضرت ابوحذیفہؓ کے عقدِ نکاح میں کب آئیں۔ اس کے ساتھ ہی ابنِ سعدؒ، امام بخاریؒ، ابوداؤدؒ، حافظ ابنِ حجرؒ اور کئی دوسرے محدثین کی روایت سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت سالمؓ لڑکپن میں ہی حضرت ابوحذیفہؓ کے دامنِ عاطفت میں آ گئے تھے۔ اور انہی کے پاس وہ مکہ میں سن بلوغ کو پہنچے۔ اس سلسلہ میں صحیح بخاری اور سُنَنِ ابی داؤد کی یہ روایت بڑی واضح ہے کہ "حضرت سالمؓ اپنے منہ بولے باپ حضرت ابوحذیفہؓ کے گھر میں آزادانہ آتے جاتے تھے۔ لیکن جب وہ جوان ہو گئے اور اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے بلایا کرو) کا حکم نازل ہوا تو حضرت ابوحذیفہؓ کو خدشہ محسوس ہوا کہ سالمؓ کی آزادانہ آمدورفت کہیں حکمِ الٰہی کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اہلیہ سہلہؓ بنتِ سہیلؓ کے سامنے اس خدشے کا اظہار کیا۔ وہ رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی:

"یارسول اللہ، سالم کو ہم اپنا بیٹا سمجھتے تھے اور وہ بچپن سے ہمارے گھر میں آزادانہ آتا جاتا تھا لیکن اب ابوحذیفہؓ پر اس کی آمدورفت گراں گزرتی ہے"۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو اپنا دودھ پلا دو تو وہ تمہارا محرم ہو جائے گا۔ اس طرح وہ حضرت ابوحذیفہؓ و سہلہؓ کے رضاعی فرزند ہو گئے لیکن اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ یہ اجازت صرف سالمؓ کے لیے مخصوص تھی ورنہ بلوغ کی حالت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی"۔

اگر ابنِ اثیر کی اس روایت کو درست تسلیم کیا جائے کہ حضرت سالمؓ ثبیتہؓ انصاریہ کی غلامی میں مدینہ آئے اور پھر آزاد ہونے پر حضرت ابوحذیفہؓ کی سرپرستی میں آ گئے تو پھر یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماننا پڑے گا کہ ثبیتہؓ کا نکاح حضرت ابوحذیفہؓ سے زمانۂ جاہلیت میں ہو گیا تھا اور وہ اپنے کم سن غلام سالمؓ کے ساتھ ہجرتِ نبوی سے سالہا سال پہلے یثرب سے مکّہ آ گئی تھیں یا یہ کہ ثبیتہؓ نے انہیں آزاد کیا تو وہ خود ہی کسی ذریعے سے مکّہ پہنچ گئے اور وہاں حضرت ابوحذیفہؓ کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور اگر یہ سمجھا جائے کہ حضرت ابوحذیفہؓ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد حضرت ثبیتہؓ سے نکاح کیا اور وہیں انہوں نے حضرت سالمؓ کو اپنی سرپرستی میں لیا تو پھر دوسرے اربابِ سیر کی روایات مشکوک ٹھہرتی ہیں۔[1]

ہماری رائے میں قطع نظر اس کے کہ حضرت سالم مکّہ کیسے پہنچے، صحیح یہی ہے کہ انہوں نے لڑکپن سے جوانی اور جوانی سے ہجرت تک کا سارا زمانہ مکّہ میں حضرت ابوحذیفہؓ کے پاس ہی گزارا۔ حضرت ابوحذیفہؓ ان پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں اپنا متبنّیٰ قرار دیا تھا۔ اسی لیے وہ لوگوں میں سالم بن ابوحذیفہؓ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ سالمؓ بھی ابوحذیفہؓ پر جان چھڑکتے تھے۔ دونوں کے تعلقِ خاطر کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوحذیفہؓ نے اپنی حقیقی بھتیجی فاطمہ بنتِ ولید کا نکاح حضرت سالمؓ سے کر دیا تھا۔ جب بارگاہِ الٰہی سے حکم نازل ہوا کہ منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹے نہیں ہوتے اور انہیں اپنے اصل باپوں ہی سے منسوب کیا کرو تو لوگ انہیں سالم بن ابوحذیفہؓ کی بجائے سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ کہنے لگے۔

(۳)

حضرت سالمؓ کی ابھی مسیں بھیگ رہی تھیں کہ فاران کی گھاٹیوں سے آفتابِ رسالت طلوع ہوا۔ جن بدبختوں کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے اور دلوں پر کفر وشرک کے قفل لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے تو اس نورِ مبین کی طرف سے آنکھیں بند کر

---

[1] مستدرکِ حاکم کی ایک روایت سے ایک مختلف صورتِ حال سامنے آتی ہے۔ اس کے مطابق حضرت سالمؓ کی شہادت کے بعد ان کا ترکہ ثبیتہؓ بنتِ یعار کے پاس بھیجا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ سالم کو سائبہ نے آزاد کیا تھا۔ سائبہ کے پاس ترکہ بھیجا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے سالم کو اللہ کے لیے آزاد کیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیں۔ لیکن سعید الفطرت ہستیاں آہستہ آہستہ دعوتِ حق قبول کرنے لگیں۔

حضرت سالمؓ اور ان کے مربّی حضرت ابوحذیفہؓ بھی انہی سعید الفطرت ہستیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے بغیر کسی تامّل کے لوائے حق کو تھام لیا اور یوں سابقون الاوّلون کی مقدس جماعت کے رکن بن گئے۔ سرورِ عالمؐ نے مکہ معظّمہ میں حضرت سالمؓ کا بھائی چارا امین الامّت حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح سے کرا دیا۔ ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا تو وہ حضرت ابوحذیفہؓ اور متعدّد دوسرے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ ہجرتِ نبوی سے پہلے مدینہ پہنچ گئے۔ قیامِ مکّہ کے دوران میں انہوں نے ہر قسم کی رکاوٹوں اور مصائب وشدائد کے باوجود فیضانِ نبوی سے بہرہ یاب ہونے کا کوئی موقع کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا۔ چنانچہ علومِ دینی میں انہیں درجہ تبحّر حاصل ہو گیا تھا اور وہ اپنے فضل وکمال، حفظِ قرآن اور حسنِ قراءت کی بدولت تمام صحابہ کرامؓ میں بڑی عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ سرورِ عالمؐ کے قبا میں نزولِ اجلال سے پہلے حضرت سالمؓ کو مہاجرین اوّلین کی امامت کا شرف حاصل ہوا۔ حضورؐ قبا سے مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت سالمؓ مسجدِ قبا میں مستقلاً امامت کے فرائض انجام دینے لگے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرِ فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنّورینؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقّاص اور بے شمار دوسرے جلیل القدر صحابہؓ نے بار ہا حضرت سالمؓ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سالمؓ کو لحنِ داؤدی عطا کیا تھا۔ جب وہ خوش الحانی سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے تو سننے والوں پر از خود رفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ خود رسولِ اکرم ﷺ کو ان کے حسنِ قراءت پر ناز تھا اور آپؐ لوگوں کو ان سے قرآن سیکھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

مدینہ منوّرہ میں رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ بن ماعص انصاری کو حضرت سالمؓ کا مواخاتی بھائی بنایا تھا۔ وہ حضرت سالمؓ کے لیے ہر قسم کے ایثار پر آمادہ تھے۔ لیکن ان کے زُہد وتقوی اور استغناء کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی معاملہ میں حضرت معاذؓ کو تکلیف نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی بلکہ جو کماتے تھے سب راہِ حق میں صرف کر دیتے تھے اور خود بڑی خوشدلی سے فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔

(۴)

حضرت سالمؓ علم وفضل کے میدان ہی کے شہسوار نہ تھے بلکہ میدانِ جہاد کے بھی شیر تھے۔ بدر، اُحد، احزاب اور دوسرے تمام اہم غزواتِ نبوی میں رسولِ اکرم ﷺ کے ہمرکاب رہے اور کمال شجاعت کا مظاہرہ کر کے حضورؐ کی رفاقت کا حق ادا کیا۔ صدیقِ اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں وہ اپنے منہ بولے باپ حضرت ابو حذیفہؓ کے ہمراہ یمامہ کی خوفناک جنگ میں شریک ہوئے۔ بعض مورخین کی رائے میں مسلمانوں کو جتنی لڑائیاں پیش آئیں یہ ان میں سخت ترین لڑائی تھی۔ اس میں لوہے کی لوہے سے ٹکر تھی۔ ایک طرف وہ عرب مجاہدین تھے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لیے لڑ رہے تھے اور دوسری طرف وہ کثیر التعداد عرب مرتدین تھے جو قبائلی عصبیت اور مسیلمہ کذّاب کے دجل وتلبیس کے زیرِ اثر لڑ رہے تھے۔ (یہی لوگ جب دوبارہ اسلام کے دائرے میں آ گئے تو انہوں نے اوّل الذکر مجاہدین کے ساتھ مل کر قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیے) اس خونیں جنگ میں مہاجرین کا علَم حضرت سالمؓ کے پاس تھا۔ ایک موقع پر جب مرتدوں کے بے پناہ دباؤ سے مجبور ہو کر مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے تو سالمؓ ایک گڑھا کھود کر اس میں پاؤں جما کر کھڑے ہو گئے اور للکارے: "مسلمانو! افسوس رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں تو ہم اس طرح میدان نہیں چھوڑتے تھے"۔ ان کی للکار سے مسلمانوں کے اُکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے۔ ایک مجاہد نے غلط فہمی کی بنا پر کہہ دیا کہ "ہم کو تمہاری طرف سے اندیشہ ہے تم یہ علَم کسی دوسرے کو دے دو"۔ یہ سُن کر جوش آ گیا اور فرمایا: "اگر میں اپنے آپ کو مسلمانوں کی علَمبرداری کا اہلِ ثابت نہ کروں تو مجھ سے بڑھ کر بدبخت حاملِ قرآن کوئی نہیں"۔ ابھی یہ الفاظ منہ ہی میں تھے کہ مرتدوں کا ایک زبردست ریلا آیا۔ حضرت سالمؓ اس جوش سے لڑے کہ کشتوں کے پشتے لگا دیے لیکن مرتدوں کا وہ ہجوم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ کسی طرح کم ہونے میں نہ آتا تھا۔ ایک بدبخت نے داہنے ہاتھ پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ وہ کٹ کر دور جا گرا، انہوں نے عَلَمِ اسلام بائیں ہاتھ میں تھام لیا وہ بھی کٹ گیا تو دست بریدہ بازوؤں کا حلقہ بنا کر عَلَمِ اسلام کو سینے سے چمٹا لیا اور بے اختیار یہ الفاظِ قرآنی زبان پر جاری ہو گئے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ (آل عمران-رکوع ۱۵)

اور محمدؐ صرف ایک رسول ہیں اور کتنے ہی نبی ایسے ہیں جن کی معیت میں بہت سے اللہ والوں نے جہاد کیا ہے۔

آخر مرتدین کے تیروں، تلواروں اور برچھیوں سے چھلنی ہو کر گر پڑے۔ دمِ نزع لوگوں سے پوچھا۔ ''ابوحذیفہؓ کا کیا حال ہے؟''

جواب ملا: ''انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا''۔

پھر پوچھا: ''میرا وہ مسلمان بھائی کہاں ہے جس نے مجھ پر اعتراض کیا تھا''۔

لوگوں نے کہا کہ ''وہ بھی رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے''۔

حضرت سالمؓ نے فرمایا ''مجھے ان دونوں کے درمیان دفن کرنا''۔

اس کے بعد روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ روایت علامہ ابنِ اثیرؒ کی ہے۔

ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ جب وہ شہید ہوئے تو ان کا سر اپنے منہ بولے باپ حضرت ابوحذیفہؓ کے قدموں پر تھا۔

حضرت سالمؓ نے اپنے ترکہ میں ایک گھوڑے ہتھیار اور معمولی مال واسباب کے سوا کچھ نہ چھوڑا کیونکہ ساری عمر معمول رہا کہ جو کماتے راہِ خدا میں خرچ کر دیتے تھے۔ اولاد کوئی نہیں تھی اور کسی دوسرے نے ان کے ترکہ کا دعویٰ نہ کیا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے اسے بعد میں بیت المال میں داخل کر دیا۔

حضرت سالمؓ کے فضل وکمال اور اخلاق ومحاسن کا حضرت عمر فاروقؓ پر اتنا اثر تھا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو فرمایا:

''اگر آج سالمؓ موجود ہوتے تو خلافت کے لیے میں انہیں نامزد کر دیتا۔ مجلس شوریٰ کی ضرورت ہی نہ پڑتی''۔

فاروقِ اعظمؓ کے اس ارشاد سے حضرت سالمؓ کے مرتبہ اور صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❀❀❀❀❀❀❀

سیّدنا حضرت ابوحذیفہؓ، جن کے حضرت سالمؓ مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، بڑے جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ نام ہیثم تھا اور خاندانی تعلق قریش کی شاخ بنوعبد شمس سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے:

ابوحذیفہ ہیثمؓ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قُصیّ۔

ان کا والد عتبہ قریش کے ذی اثر رؤسا میں سے تھا وہ تو مرتے دم تک کفر پر قائم رہا مگر حضرت ابوحذیفہؓ دعوتِ توحید کے آغاز ہی میں مشرف بہ ایمان ہو گئے۔ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شریک تھے۔ ہجرتِ نبوی سے کچھ عرصہ پہلے مکہ واپس آئے اور پھر تیسری مرتبہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ بدر، اُحد، احزاب اور عہدِ نبوی کے تمام غزوات میں رسولِ اکرم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ عہدِ صدیقی میں یمامہ کی لڑائی میں مسیلمہ کذّاب کے خلاف دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ اس وقت ۵۴ برس کی عمر تھی (۱۱ ہجری) ان کے دو فرزند تھے محمد اور عاصم۔ دونوں لاولد فوت ہوئے اس لیے سلسلۂ نسل ختم ہو گیا۔

سیّدنا حضرت امیر معاویہؓ، حضرت ابوحذیفہؓ کے بھانجے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت طفیل ذوالنورؓ

(۱)

بعثت کے پہلے تین سالوں میں رحمتِ عالم ﷺ نہایت راز داری کے ساتھ فریضۂ تبلیغ ادا فرماتے رہے۔ جب چوتھے سال کے آغاز میں "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ" (تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کو علانیہ بیان کرو اور مشرکوں کی طرف سے منہ پھیر لو) کا فرمانِ الٰہی نازل ہوا تو آپؐ نے دعوتِ حق کو آشکار کر دیا اور شرک وجہل کی مذمت علانیہ فرمانے لگے۔ اس سے مشرکین قریش کے غیظ وغضب کا آتش فشاں پوری قوت سے پھٹ پڑا۔ وہی لوگ جو سالہا سال سے آپؐ کے خلقِ عظیم، دیانت، امانت، صدق شعاری اور طہارتِ نفس کے مداح تھے اب آپؐ کے خون کے پیاسے اور درپئے آزار ہو گئے۔ کوئی ایذا اور کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو انہوں نے محسنِ انسانیتؐ اور آپؐ کی دعوت قبول کرنے والوں کو نہ پہنچائی لیکن اپنی تمام جفا کاریوں اور ستم رانیوں کے باوجود جب انہوں نے دیکھا کہ اہلِ حق کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے تو ان بدبختوں نے دانائے کونین ﷺ کو ساحر کہنا شروع کر دیا۔ وہ دل میں خُوب سمجھتے تھے کہ ان کی یہ بات محض افترا ہے لیکن ناواقف اور اجنبی لوگ ان کی باتوں پر یقین کر لیتے تھے اور اس طرح قبولِ حق کی سعادت سے محروم رہ جاتے تھے۔ اس زمانے میں مشرکینِ مکّہ نے ایک دن سنا کہ دَوس کے رئیس طفیل بن عمرو (بن طریف بن عاص بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس) مکّہ آ رہے ہیں۔ طفیل اس سے پہلے بھی مکّہ آتے جاتے رہتے تھے لیکن اب کی بار اُن کی آمد کی خبر نے مشرکین کو ایک عجیب خلجان میں مبتلا کر دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)

دوس عرب کا ایک طاقتور قبیلہ تھا جو یمن کے ایک گوشے میں ایک پہاڑ کے دامن میں آباد تھا۔ یہ لوگ یوں بھی بڑے جوانمرد اور آسودہ حال تھے اور پھر انہوں نے اپنی آبادی کے گرد ایک مستحکم حصار بھی تعمیر کر رکھا تھا جس کی وجہ سے نواحی علاقوں پر ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ طفیل بن عمرو دَوسی ایک خوش گو شاعر اور صاحب حیثیت آدمی تھے اس کے ساتھ ہی وہ حسن بصیرت اور اصابت رائے سے بھی بہرہ ور تھے۔ انہی اوصاف کی بدولت قبیلہ دَوس میں ان کی بڑی عزت وتوقیر تھی۔ مشرکینِ قریش نے جب ان کے عزمِ مکّہ کی خبر سنی تو انہیں خدشہ پیدا ہوا کہ یہ شخص جو اپنے قبیلے میں بڑے اثر واختیار کا مالک ہے کہیں ہادیٔ برحق ﷺ کی دعوت سے متاثر نہ ہو جائے۔ اس کا تدارک سوچنے کے لیے وہ سر جوڑ کر بیٹھے اور یہ طے کیا کہ طفیل کا پرتپاک خیر مقدم کیا جائے۔ اور ان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے اس کے ساتھ ساتھ ان کو سرورِ عالمؐ کے خلاف اتنا بھکایا جائے کہ وہ آپؐ سے سخت متنفر ہو جائیں اور آپؐ کی کسی بات پر کان نہ دھریں۔

طفیل جونہی مکّہ میں وارِد ہوئے، مشرکین نے اپنے منصوبے کے مطابق انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور پھر سرورِ عالم ﷺ کے خلاف ان کے کان بھرنے شروع کر دیے۔ خود طفیلؓ کا بیان ہے کہ قریش کا جو آدمی مجھے ملتا تھا وہ مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کرتا کہ

"تم ہمارے معزز مہمان ہو اور یہاں کے مقامی حالات سے ناواقف ہو، ہم ازراہِ خیر خواہی تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کے ایک شخص محمدؐ بن عبداللہ نے کچھ عرصے سے ہمیں ضغطے میں ڈال رکھا ہے۔ اس نے ہماری جمعیّت پراگندہ کر دی ہے اور ہمارے سب کام اَبتر کر دیے ہیں۔ اس کی باتیں جادو کا حکم رکھتی ہیں، وہ اپنی طلاقتِ لِسانی سے میاں بیوی، باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں تم اس کے دام میں نہ پھنس جاؤ' پس ہمارا یہ دوستانہ مشورہ ہے کہ نہ اس سے بات کرو اور نہ اس سے کچھ سنو"۔ قریش کی باتوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایسا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نافر اور وحشت زدہ کیا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ اگر اتفاقاً کہیں آپؐ سے ملاقات ہو جائے تو دہانِ نبوّت سے نکلی ہوئی کوئی بات میرے کانوں میں نہ پڑ جائے۔

(۳)

قدرت کے کھیل نیارے ہیں

تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ

دوسرے دن طفیل عَلَی الصَّباح حرمِ کعبہ میں گئے تو دیکھا کہ رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ وہ اس دن کانوں میں پنبہ رکھنا بھول گئے تھے یا پنبہ کانوں سے نکل گیا تھا کہ جو آیات حضورؐ تلاوت فرما رہے تھے وہ انہوں نے سن لیں۔ کلام ہو خالقِ ارض وسما کا اور جاری ہو زبانِ رسالتؐ پر...... طفیل جیسے سلیم الطبع شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر کیسے رہ سکتے تھے، انہیں یوں محسوس ہوا کہ قلب وجگر میں ٹھنڈک پڑ گئی ہے۔ دل میں سوچا کہ ''اے طفیل تو کیسا احمق ہے کہ قریش کے جھانسے میں آ گیا۔ کیا تو خود صاحبِ عقل وشعور نہیں ہے، خدا نے تجھے شعر وشاعری کی صلاحیت بخشی ہے اور تو خود کسی کلام کے محاسن وعیوب کو بخوبی پرکھ سکتا ہے، پھر کون سی ایسی الجھن ہے جس کا فیصلہ تو نہ کر سکے، ان صاحب سے مل کر معلوم تو کر کہ وہ کیا کہتے ہیں، اگر ان کی بات قابلِ قبول ہو تو تمہیں مان لینی چاہیے ورنہ کوئی زبردستی تو ہے نہیں''۔

سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب نماز سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے چلے تو طفیل بھی پیچھے پیچھے ہو لیے۔ جب آپؐ کاشانۂ اقدس پر پہنچے تو طفیل معاً سامنے آ گئے اور یوں عرض پیرا ہوئے:

''اے صاحب! آپ کی قوم نے مجھ سے آپ کی ذات اور آپ کی دعوت کے بارے میں یہ باتیں کیں۔ ان سے متاثر ہو کر میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی آواز نہ سُن سکوں، لیکن ابھی حرم میں خدا نے مجھے آپ کی آواز سنا دی۔ آپ جو کچھ پڑھ رہے تھے وہ مجھے بہت اچھا معلوم ہوا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ ذرا تفصیل سے مجھے بتائیں کہ آپ کیا کہتے ہیں''۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرورِ عالم ﷺ نے ان کے سامنے اسلام کے محاسن بیان فرمائے اور پھر قرآنِ حکیم کا کچھ حصہ سنایا۔ ابوالفرج اصفہانی نے ابنِ کلبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ "اس موقع پر حضورؐ نے سورۂ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت فرمائی"۔

اصنافِ سخن سے بالاتر یہ شیریں کلام سُن کر طفیل پر وجد طاری ہو گیا اور ان کے دل نے گواہی دی کہ یہ انسانی کلام نہیں۔ بے اختیار پکار اٹھے:

"خدا کی قسم میں نے آج تک نہ اس سے بہتر کلام سنا اور نہ آپ کی باتوں سے بڑھ کر کوئی پُر حکمت اور مبنی بر انصاف بات کبھی سُنی۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کی دعوت مجھے دل و جان سے قبول ہے"۔

یوں حضرت طفیلؓ آناً فاناً نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے اور وہ ساری تدبیریں جو مشرکینِ قریش نے ان کو سعادتِ ایمان سے محروم رکھنے کے لیے کی تھیں، دھری کی دھری رہ گئیں

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۴)

طفیلؓ مکہ سے چلنے لگے تو سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:
"یا رسول اللہؐ! میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور وہ مجھے بہت مانتی ہے اگر آپ اجازت دیں تو وطن جا کر اس کو دعوتِ اسلام دوں"۔

حضورؐ نے فرمایا، "ہاں تم اپنے اہلِ قبیلہ کو حق کی طرف بلا سکتے ہو"۔

انہوں نے پھر عرض کیا: "یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسی نشانی عطا فرمائے کہ دعوت کا کام میرے لیے آسان ہو جائے"۔

حضورؐ نے دعا فرمائی: "الٰہی! اس کو کوئی نشانی عطا فرمانا"۔

محبوبِ کبریا کی دعا لے کر طفیلؓ اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ طویل سفر کے بعد جس دن اپنی بستی کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور ساری وادی اندھیرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ڈوبی ہوئی تھی۔ راستہ دو پہاڑوں کے درمیان سے ہوتا ہوا بلندی سے نشیب کی طرف دوس کی آبادی سے ملتا تھا۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ناہموار پہاڑی راستے پر اونٹ کو نیچے کی طرف لے جانا بڑا کٹھن کام تھا۔ اس وقت ایک عجیب واقعہ رونما ہوا، طفیلؓ نے جونہی نیچے کا رُخ کیا ان کا چہرہ ماہِ تاباں کی طرح روشن ہو گیا اور اس میں سے پھوٹ کر نکلنے والی روشنی نے اردگرد کی فضا کو منور کر دیا۔ صاحب ''استیعاب'' حافظ ابنِ عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ طفیلؓ اس وقت اپنے قبیلے کے ایک ایک گھر کو دیکھ رہے تھے۔ یہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھا۔ معلوم نہیں اس وقت طفیلؓ کے دل میں کیا خیال آیا کہ انہوں نے بڑے تضرع سے دستِ دعا اٹھائے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا:

''بارِ الٰہا چہرے پر نہیں کسی اور جگہ پر اس نشانی کو منتقل فرما دے''۔

ابھی یہ الفاظ ان کے منہ ہی میں تھے کہ روشنی اس کوڑے میں منتقل ہو گئی جو ان کے ہاتھ میں تھا۔ اب راستہ اترتے وقت کوڑا مشعل کا کام دے رہا تھا۔ یہی وہ نشانی تھی جس کی وجہ سے وہ تاریخ میں ''ذُوالنُّور'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

تھکے ماندے گھر پہنچے تو کسی سے بات چیت کیے بغیر فوراً سو گئے۔ صبح ہوئی تو ان کے ضعیف العمر والد ملنے کے لیے آئے۔ طفیلؓ ان سے مخاطب ہو کر بولے:

''هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ''

باپ نے حیران ہو کر پوچھا: ''کیوں جانِ پدر کیا ہوا؟''

جواب دیا: ''اَسْلَمْتُ وَتَابَعْتُ دِيْنَ مُحَمَّدٍ''

(میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی پیروی اختیار کر لی ہے)

باپ بھی سعید الفطرت تھے انہوں نے کوئی تلخ جواب دینے کی بجائے فوراً کہا ''فديني دينك'' (جو تمہارا دین وہی میرا دین)

طفیلؓ کا چہرہ فرطِ مسرّت سے گلنار ہو گیا، بولے: ''اچھا تو آپ غسل کر کے پاک کپڑے پہنیے اور پھر میرے پاس آیئے''۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ غسل کر کے اور کپڑے بدل کر دوبارہ بیٹے کے پاس آئے تو طفیلؓ نے ان کو اسلام کی تلقین کی اور مکہ میں اپنے قیام اور حضورؐ سے اپنی ملاقات کی روئداد بیان کی۔ وہ پہلے ہی بیٹے کا ساتھ دینے کا اقرار کر چکے تھے اب بلا تامل کلمۂ شہادت پڑھ لیا اور دینِ حق کے علمبرداروں میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد بیوی کی باری آئی۔ طفیلؓ نے ان سے بھی وہی بات کہی جو اپنے والد سے کہی تھی۔ انہوں نے کہا ”قربان جاؤں آخر مجھ سے کون سا قصور سرزد ہوا ہے کہ تم مجھ سے منہ موڑ رہے ہو“۔

انہوں نے کہا۔ ”اسلام نے میرے اور تمہارے درمیان افتراق کی خلیج حائل کر دی ہے۔ میں مسلمان اور تم مشرک، میرا تمہارا نباہ کیسے ہو سکتا ہے“۔

بیوی بھی سعادت مند تھیں۔ فوراً کہا ”میں بھی تمہارا دین اختیار کرتی ہوں، لیکن ذرا مجھے یہ تو بتاؤ کہ یہ ہے کیا“۔

طفیلؓ بولے: ”پہلے معبد ذوالشریٰ (قبیلہ دَوس کے بت کا نام) میں جاؤ اس کے چشمے میں غسل کرو اور پاک کپڑے پہن کر میرے پاس آؤ“ قبیلے کی روایات کے مطابق اس معبد میں داخل ہونا اپنی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ خاوند کی انوکھی بات سن کر بیوی ڈر گئیں اور کہنے لگیں۔ ”میں نے تمہارے کہنے پر عمل کیا تو کہیں ذوالشریٰ ہمیں اور ہمارے بچوں کو اپنے قہر وغضب کا نشانہ نہ بنا لے“۔

طفیلؓ نے خشم آلود لہجے میں کہا ”بھلا بت بھی کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ انہیں تو اپنی ہستی تک کا کوئی علم نہیں، جاؤ تم بے کھٹکے غسل کرو۔ نتیجے کا ذمہ دار میں ہوں“۔

وہ گئیں اور غسل کر کے آ گئیں۔ اب طفیلؓ نے ان کو تفصیل کے ساتھ اسلام کی تلقین کی اور وہ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئیں۔ ایک روایت کے مطابق طفیلؓ کی والدہ نے بھی اسی طرح دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔

اب حضرت طفیلؓ نے اپنے قبیلے کو حق کی طرف بلانا شروع کیا۔ لیکن ان کی مسلسل کوششوں کے باوجود اہلِ دَوس ان کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ابنِ کلبی کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان ہے کہ ان کی شبانہ روز مساعی کے نتیجے میں دَوس کا صرف ایک آدمی مسلمان ہوا۔ انہوں نے نام کی تصریح نہیں کی لیکن بعض علماء نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسلام لانے والے یہ صاحب حضرت ابو ہریرہؓ تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ دَوس میں زنا کی کثرت تھی۔ چونکہ اسلام زنا کو نہایت سختی سے حرام ٹھہراتا ہے۔ اس لیے یہ لوگ اسلام کی طرف راغب نہیں ہوتے تھے۔ کئی ماہ کی جانگسل مساعی کے باوجود جب کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تو حضرت طفیلؓ سخت دل شکستہ ہوئے اور مکہ جا کر رحمتِ عالمؐ کی خدمت میں عرض کیا:۔

''یارسول اللہؐ میری قوم بڑی نابجار ہے۔ میں سارے جتن کر چکا ہوں، لیکن وہ قبولِ حق پر آمادہ نہیں ہوئی۔ آپ اس کی ہدایت کے لیے دعا فرمائیے''۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ طفیلؓ نے حضورؐ سے دَوس کے لیے بددعا کی درخواست کی۔

حضورؐ خیر الخلائق تھے طفیلؓ کی باتیں سن کر آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا (الٰہی دَوس کو ہدایت دے) ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے اس موقع پر یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے ''اور ان پر رحمت برسا''۔

پھر آپؐ نے طفیلؓ سے فرمایا: ''جاؤ اور اپنے قبیلے کو نرمی اور محبت کے ساتھ پھر حق کی دعوت دو''۔

اب جو طفیلؓ اپنے قبیلے میں واپس گئے اور تبلیغ شروع کی تو لوگوں نے ان کی باتیں بڑے دھیان سے سنیں۔ رفتہ رفتہ وہ فواحش و منکرات سے متنفر ہو کر اسلام کی طرف راغب ہونے لگے اور پھر ہادیِ اکرم ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے میں دَوس کے متعدد گھرانے سعادتِ اسلام سے شرف اندوز ہو گئے۔

(۵)

''صحیح مسلم'' میں ہے کہ جس زمانے میں دَوسی اسلام کی نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ یاب ہو رہے تھے، مکہ میں اہلِ حق پر کفار کی چیرہ دستیوں نے شدت اختیار کر لی تھی۔ ابتلا کے اسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دَور میں حضرت طفیلؓ مکّہ آئے اور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپ ہمارے قلعے میں تشریف لے آئیے، دَوس کا بچہ بچہ کٹ مرے گا لیکن آپؐ پر کوئی آنچ نہیں آنے دے گا۔ حضورؐ نے حضرت طفیلؓ کے جذبۂ اخلاص کی تعریف فرمائی، لیکن بعض امُور کے پیشِ نظر آپؐ نے اس وقت مکّہ چھوڑنا پسند نہ فرمایا۔ فی الحقیقت منشائے ایزدی یہی تھا کیونکہ آپؐ کی میزبانی کا شرف اللہ تعالیٰ نے انصار کے مقدر میں لکھ رکھا تھا۔ حضورؐ کا جواب سُن کر طفیلؓ اپنے قبیلے میں واپس تشریف لے گئے اور پہلے کی طرح ہمہ تن تبلیغ واصلاح میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ کئی سال گزر گئے۔

اس دوران میں حضورؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور بدر، اُحد اور خندق کے معرکے بھی گزر گئے۔

شاید والدین کی خدمت کا خیال تھا یا کوئی اور سبب کہ طفیلؓ ۷ ہجری سے پہلے مدینہ نہ جا سکے۔ اس سال سرورِ عالم ﷺ غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تو طفیلؓ دَوس کے ستر اسی گھرانوں کو ساتھ لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھیوں سمیت بڑے ذوق وشوق سے غزوے میں شریک ہو گئے۔ علامہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ حضرت طفیلؓ کی خواہش پر حضورؐ نے دَوسی مجاہدین کو خیبر پر یلغار کرنے والی فوج کے میمنہ پر مقرر فرمایا۔ طفیلؓ اور ان کے ساتھی فتحِ مکّہ تک حضورؐ کے ساتھ رہے۔ حضرت طفیلؓ کا بیان ہے کہ ''اس عرصے میں رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں پر بڑی نوازشیں فرمائیں''۔

فتحِ مکّہ کے بعد وہ سرورِ عالمؐ سے اجازت لے کر اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے اور پھر تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ فتحِ مکّہ نے سارے اہلِ عرب کو اسلام کی طرف مائل کر دیا تھا۔ اب کی بار چند دن کے اندر اندر چار سو آدمیوں نے حضرت طفیلؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ طفیلؓ ان سب کو لے کر غزوۂ طائف کے موقع پر رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لڑائی میں سرگرم حصہ لیا۔ اس کے بعد وہ حضورؐ کے وصال تک مدینہ منوّرہ میں مقیم رہے اور فیضانِ رسالت سے مقدور بھر بہرہ یاب ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶)

علّامہ ابنِ سعدؒ نے طبقات میں لکھا ہے کہ فتح مکّہ کے بعد حضرت طفیلؓ نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ان کے قبیلے میں ابھی تک ایک بت خانہ موجود ہے جس میں ذُوالکَفَّین نام کا ایک بت نصب ہے۔ دَوس کے جو لوگ سعادتِ ایمان سے محروم ہیں وہ بڑے ذوق وشوق سے اس کی پرستش کرتے ہیں، اگر حضورؐ اجازت دیں تو اس بت خانے کو مسمار کر دوں۔

حضورؐ نے فرمایا: ''ہاں اس کو برباد کر دو''۔

چنانچہ حضرت طفیلؓ اپنے قبیلے کے چند مسلمانوں کے ساتھ گئے اور بت خانے کو منہدم کر کے بت کو آگ لگا دی اس وقت وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

یا ذالکفّین لست من عبادکا

میلادنا اقدم من میلادکا

انی حششت النار فی فوادکا

(اے ذُوالکَفَّین میں تیری پرستش کرنے والوں میں نہیں ہوں، میری پیدائش تیری پیدائش سے پہلے کی ہے۔ میں نے تیرے دل میں آگ بھر دی ہے)

غزوہ طائف کے موقع پر انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ذُوالکَفَّین کی بربادی کا حال سنایا تو آپؐ بہت مسرور ہوئے۔

سرورِ عالمؐ کی رحلت کے بعد عرب میں فتنۂ ارتداد کے شعلے بھڑکے تو حضرت طفیلؓ نے کمال استقامت اور عزیمت کا مظاہرہ کیا اور اس فتنہ کے استیصال میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ جب مسیلمہ کذّاب کے خلاف مہم بھیجی گئی تو وہ اس میں بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں مردانہ وار لڑ کر اپنی جان راہِ حق میں قربان کر دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت طفیلؓ کی زندگی کے مزید حالات کُتُبِ سِیَر میں نہیں ملتے۔ اولاد میں صرف ایک بیٹے عمروؓ کا پتہ چلتا ہے۔ وہ بھی مرتدین کی سرکوبی میں بڑے سرگرم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے۔ جب فتنۂ ارتداد کا خاتمہ ہو گیا تو شام جانے والے مجاہدین میں شامل ہو گئے اور جنگ یرموک میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک رات کو جب رسول اللہ ﷺ نمازِ عشاء کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے تو سخت آندھی اور بارش آ گئی۔ بجلی چمکی تو آپؐ نے حضرت قتادہؓ بن نعمان کو دیکھا، آپؐ نے ان سے پوچھا، اے قتادہ کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے خیال کیا کہ اس وقت نماز میں آنے والے کم ہوں گے میں نے اچھا سمجھا کہ نماز میں حاضر ہو جاؤں۔

آپؐ نے فرمایا جب تم نماز پڑھ لو تو ٹھہر جانا یہاں تک کہ میں تیرے پاس آؤں، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک ٹیڑھی ٹہنی دی اور فرمایا، اسے لے یہ تیرے لیے تیرے آگے دس ہاتھ روشنی ڈالے گی اور تیرے پیچھے دس ہاتھ روشنی ڈالے گی۔ (مسند احمد)

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ جب میں مسجد سے نکلا تو وہ ٹہنی شمع کی طرح چمک اٹھی اور میں اس کی روشنی میں گھر پہنچا۔ (طبرانی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ دو صحابی (اندھیری رات میں) حضورؐ کے پاس سے نکلے اور ان دونوں کے ساتھ دو روشنیاں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ان کے سامنے چل رہی تھیں۔ جب وہ دونوں جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ روشنی الگ الگ ہو گئی یہاں تک کہ وہ دونوں اپنے گھر پہنچ گئے۔ (صحیح بخاری)

حضرت زید بن ابی عبسؓ سے روایت ہے کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ وہ (ابو عبس) حضورؐ کے ساتھ ساری نمازیں پڑھتے پھر بنی حارثہ کی طرف لوٹتے۔ ایک رات وہ نکلے تو رات سخت تاریک اور بارش والی تھی۔ ان کے لیے ان کے عصا میں روشنی پیدا ہو گئی یہاں تک کہ وہ بنی حارثہ کے محلّے میں اپنے گھر پہنچ گئے۔ ابو عبسؓ اصحابِ بدر میں سے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رئیس الاوس حضرت سعدؓ بن معاذ..... صدّیقِ انصارؓ

(۱)

غزوۂ احزاب (۵ ہجری) میں سارے عرب کے دشمنانِ اسلام ایکا کر کے مرکزِ اسلام پر چڑھ دوڑے تھے اور خاص مدینہ مُنوّرہ کے اندر یہودِ بنو قُریظہ نے مارِ آستین کا کردار ادا کرنے پر کمر باندھ لی تھی ..... پرستارانِ حق کے لیے یہ بڑا ہی سخت امتحان تھا لیکن ان کے دلوں میں تو راہِ حق میں سر کٹانے کی آرزوئیں مچل رہی تھیں۔ کیا مجال کہ کسی کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر لغزش آئی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے وہ اس امتحان میں پورے اترے اور یہ نقشہ قائم ہو گیا:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا (احزاب:۲۵)

(اللہ نے کُفّار کا منہ پھیر دیا، وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جلن لیے یونہی پلٹ گئے)

دشمنانِ حق کے خائب و خاسر ہونے پر فرزندانِ توحید کو بجا طور پر بے پناہ مَسرّت ہوئی لیکن کسے معلوم تھا کہ ایک ہی ماہ بعد ان پر ایسا کوہِ الم ٹوٹنے والا ہے کہ "یومِ اُحد" کے زخم ہرے ہو جائیں گے لیکن (وقعت الواقعۃ) ہونی ہو کر رہی۔ یہ ماہ ذی القعدۃ ۵ ہجری کا ایک سوگوار دن تھا، جب چشمِ فلک نے دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں اِستادہ ایک خیمے کے اندر سرورِ عالمؐ رونق افروز ہیں اور نورانی صُورت، دوہرے بدن، دراز قد کے ایک صاحب آپؐ کے زانوائے اقدس پر سر رکھے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ حضورؐ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہے۔ اتنے میں صِدّیقِ اکبرؓ آتے ہیں اور یہ دلخراش منظر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھ کر ان کی چیخ نکل جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی بے اختیار ان کے منہ سے نکلتا ہے "ہائے میری کمر ٹوٹ گئی"۔ حضورؐ فرماتے ہیں "ابوبکر ایسا نہ کہو"۔ ادھر حضرت عمرِ فاروقؓ بھی موجود ہیں شدت گریہ سے ان کی آواز گلوگیر ہوگئی ہے اور وہ بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھ رہے ہیں۔ دوسرے صحابہ کرامؓ بھی شدت غم سے نڈھال ہیں۔ اس ابدی نیند سونے والے کا جنازہ اس شان سے اٹھتا ہے کہ اللہ کے ہزاروں پاکباز ترین بندے جن میں خود رحمتِ عالمؐ بھی شامل ہیں اس کو باری باری کندھا دے رہے ہیں۔ ایک طرف سے آواز آتی ہے کہ نعش تو بے حد ہلکی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں "ہاں جنازہ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے"۔ ادھر گورستانِ بقیع میں ابوسعید خدریؓ قبر کھود رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

"واللہ مجھے اس میں سے مشک کی خوشبو آرہی ہے"۔

تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ واپس تشریف لاتے ہیں تو دیکھنے والے یہ دیکھ کر مبہوت ہو جاتے ہیں کہ محسنِ انسانیت ہادیِ برحق ﷺ حزن وملال کے پیکر بنے ہوئے ہیں۔ ریش اقدس ہاتھ میں ہے اور آنکھوں سے مسلسل آنسو گر گرا سے تر کر رہے ہیں...... اور پھر جب لسانِ رسالتؐ سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں کہ: "مرنے والے کی موموت پر عرشِ رحمٰن لرز اٹھا، آسمانوں کے دروازے اس کی روح کے لیے کشادہ کر دیے گئے اور ستر ہزار فرشتے اس کے جنازے میں شریک ہوئے"۔ تو سفرِ آخرت پر روانہ ہونے والے ان صاحبِ رسول کے اعزہ اور اہلِ قبیلہ کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے زخم پر تسکین بخش مرہم کا پھاہا رکھ دیا گیا ہے...... لاریب مرنے والے پر قیامتِ صغریٰ وارد ہو چکی لیکن اس موقع پر انہیں جو لازوال شرف حاصل ہوا اس میں کوئی ان کا شریک وسہیم نہیں تھا

؎ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اور یہ عظیم المرتبت صاحبِ رسولؐ جن کی موت نے عرشِ الٰہی کو ہلا دیا، کون تھے؟ یہ تھے سیّد الاوس حضرت سعدؓ بن معاذ انصاری کہ جن کی خوش بختی اور علوِ مرتبت پر ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبیلہ والے اس طرح اپنے فخر وناز کا اظہار کیا کرتے تھے۔

وما اهتز عرش اللّٰه من موت هالك

سمعنا به اِلّا لسعد ابی عمرو

(کسی مرنے والے کی موت پر اللہ کا عرش جنبش میں نہیں آیا مگر سعد ابی عمرو کی موت پر)

(۲)

مدینہ کے قبیلہ اَوس کی شاخ بنوعبدالاشہل کے سردار...... یہ ابی عمرو سعدؓ بن معاذ (بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل) وہی تو تھے جو ابھی چند سال پہلے اپنے قبیلہ سمیت کفر وشرک کی ظلمتوں میں بھٹک رہے تھے۔ آفتابِ رسالت فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو چکا تھا اور اس کی ضیاباری نے مدینہ کے بعض گوشوں کو بھی منور کر دیا تھا لیکن سعدؓ کا نہاں خانۂ دل بدستور تاریک تھا۔ سرورِ عالمؐ کے مدینہ میں نزولِ اِجلال سے کوئی سال ڈیڑھ سال پہلے ایک دن انہوں نے سُنا کہ مکّہ کے صاحبِ قریش (جناب رسالت مآبؐ) نے اپنا ایک آدمی مدینہ بھیجا ہے جو ان کے خالہ زاد بھائی اسعدؓ بن زُرارہ خزرجی کے ہاں فروکش ہے۔ اور قبائل مدینہ کو اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ کر کے صاحبِ قریش کا دین قبول کرنے کی دعوت دینے میں مشغول ہے۔ یہ سُن کر سعدؓ کا خون کھول اٹھا لیکن اسعدؓ بن زُرارہ کا لحاظ کر کے خاموش ہو رہے۔

رسالت مآبؐ کے یہ داعی حضرت مصعبؓ بن عمیر تھے۔ انہیں حضورؐ نے اسلام کی تعلیم واشاعت کے لیے ان سعید الفطرت یثربیوں کی درخواستوں پر مدینہ بھیجا تھا جو بیعت عقبۂ اولیٰ میں اسلام کی نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوئے تھے اور پھر جب ایک دن کسی نے سعدؓ بن معاذ کو اطلاع دی کہ مُصعَبؓ اور اسعدؓ خود ان کے قبیلہ بنوعبدالاشہل کے ایک باغ میں بیٹھ کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں تو ان کے صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا۔ اپنے ابنِ عم اُسَید بن حُضَیر کو بلا کر کہا:۔

''اُسَید تم کس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آ کر لوگوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو گمراہ کر رہے ہیں۔ تم جاؤ اور انہیں سختی سے منع کر دو کہ وہ آئندہ اَوس کے محلّوں میں نہ آئیں"۔

اُسَیدؓ بڑے شجاع آدمی تھے۔ انہوں نے جوشِ غضب میں اپنا برچھا اٹھایا اور تنِ تنہا بئرِ مرق کی طرف لپکے جہاں مُصعَبؓ اور اسعدؓ بیٹھے تھے۔ اسعدؓ نے اُسَید کو اس طرف آتے دیکھا تو مصعبؓ کے کان میں کہا۔ "یہ عبدالاشہل کے دو بڑے سرداروں میں سے ایک ہیں۔ اگر یہ دینِ حق قبول کر لیں تو ہمیں بڑی تقویت پہنچے گی۔ پوری کوشش کرو کہ یہ کفر کی دلدل سے نکل آئیں"۔

اُسَیدؓ قریب آتے ہی داعیانِ حق پر برس پڑے، ان کا لہجہ بڑا درشت تھا۔ حضرت مُصعَبؓ سے مخاطب ہو کر کہا:-

"تم ہمارے آدمیوں کو بے وقوف بنا رہے ہو اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ اور پھر کبھی ہمارے محلّوں کا رُخ نہ کرنا"۔

حضرت مُصعَبؓ نے ان کی غضب آلود گفتگو بڑے تحمّل سے سنی اور پھر نہایت نرمی سے فرمایا:

"عزیز بھائی! آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام سے میری باتیں سُنیں اگر پسند آئیں تو قبول کر لیں ورنہ ردّ کر دیں"۔

حضرت مُصعَبؓ کی حلم آمیز گفتگو نے اُسَیدؓ کے غیظ و غضب پر پانی کے چھینٹوں کا کام کیا اور وہ اپنا برچھا زمین پر گاڑ کر یہ کہتے ہوئے بیٹھ گئے۔ "اچھا کہو کیا کہتے ہو"۔ حضرت مُصعَبؓ نے دل نشین انداز میں اسلام کے اصول بیان کیے اور پھر قرآنِ کریم کی چند آیات پڑھیں۔ اسَیدؓ بے اختیار پکار اٹھے:

"واہ کیسا اچھا دین ہے اور کیسا اعلیٰ کلام ہے' بھائی مجھے بھی اپنے دین میں داخل کر لو"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مُصعَبؓ نے انہیں غسل کرنے اور پاک کپڑے پہننے کی تلقین کی اور پھر ان سے کلمہ شہادت پڑھوایا جو اُن کے قبولِ اسلام کا واضح اعلان تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد اُسیدؓ بولے:۔

''ایک شخص اور ہے اگر وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا تو سارا قبیلہ اس کی پیروی کرے گا میں اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں''۔

اُسیدؓ سیدھے سعدؓ بن معاذ کے پاس پہنچے اور سعدؓ کو مخاطب کر کے کہا:

''وہاں تو کوئی اور ہی بات درپیش ہے آپ کا بذاتِ خود وہاں جانا ضروری ہے''۔

سعدؓ، اُسیدؓ کا چہرہ دیکھ کر اور ان کی بات سن کر بول اٹھے:۔

''خدا کی قسم یہ وہ چہرہ نہیں ہے جو یہاں سے جاتے وقت تھا''۔

انہیں سخت غصہ آیا اور اپنا نیزہ اٹھا کر تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے، باغ میں پہنچے تو مصعبؓ اور اسعدؓ کو اطمینان کے ساتھ بیٹھا ہوا پایا، بے تحاشا ان کو ملاحیاں سنانے لگے ...... ''اُسید سے تو کچھ نہ ہو سکا، مگر میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ تم علانیہ ہمارے محلّوں میں ایسے عقائد پھیلاؤ جن کو ہم سخت ناپسند کرتے ہیں۔ ابواُمامہ (حضرت اسعدؓ کی کنیت) کی رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتا۔ آخر تمہیں یہ جرأت کیونکر ہوئی؟''

اسعدؓ بن زُرارہ سعد کے خالہ زاد بھائی اور قبیلہ خزرج کے خاندانِ نجّار کے رئیس تھے اور سعدؓ سے دبنے والے نہیں تھے لیکن اس موقع پر انہوں نے بڑے صبر وضبط سے کام لیا اور بڑے سکون ونرمی کے ساتھ کہا ''بھائی ذرا بیٹھ کر سنو تو' یہ صاحب کیا کہتے ہیں' ان کی باتیں تم کو پسند آئیں تو بہتر ورنہ تمہیں اختیار ہے''۔

سعدؓ ان کے کہنے پر بیٹھ گئے۔ حضرت مُصعَب ﷺ نے ان کے سامنے بھی محاسنِ اسلام پیش کیے اور پھر قرآنِ کریم سنایا۔ مبداء فیاض نے اُسیدؓ کی طرح انہیں بھی فطرتِ سعید عطا کی تھی۔ ان کا قلبِ صافی قرآنِ کریم سُنتے ہی نورِ ایمان سے جگمگا اٹھا اور اسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ واپس اپنے قبیلہ میں پہنچے تو سارے بنو عبدالاشہل کو جمع کر کے کہنے لگے:۔

"تمہارے نزدیک میں کیسا ہوں؟"

جواب ملا۔ "آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے عاقل اور معاملہ فہم ہیں"۔

سعدؓ بولے۔ "تو پھر سن لو کہ میں نے دینِ حق قبول کر لیا ہے اور جب تک تم بھی خدائے واحد اور اس کے برگزیدہ رسولؐ پر ایمان نہ لے آؤ مجھے تم سے گفتگو کرنا حرام ہے"۔

حضرت سعدؓ کا اپنے خاندان میں بے پناہ اثر و رسوخ تھا۔ ان کا اعلان سن کر بنو عبدالاشہل کے بیشتر افراد اسی وقت نعمتِ اسلام سے بہرہ ور ہو گئے جو باقی رہ گئے وہ شام ہوتے ہوتے مسلمان ہو گئے اور مدینہ کے بام و در تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے ......قبولِ اسلام کے بعد حضرت سعدؓ بن معاذ نے حضرت مُصْعَبؓ کو اپنا مہمان بنا لیا۔ اپنے اثر و رسوخ کو بروئے کار لا کر پورے قبیلہ کو ایک ہی دن میں دائرۂ اسلام میں داخل کر لینا حضرت سعدؓ بن معاذ کا ایک ایسا کارنامہ اور شرف ہے جس میں کوئی دوسرا ان کا حریف نہیں۔ اس طرح حضرت سعدؓ کا قبولِ اسلام تاریخِ اسلام کا ایک غیر معمولی واقعہ اور درخشاں باب بن گیا۔ حضرت سعدؓ کی اسی امتیازی خصوصیت کی بناء پر رسولِ اکرمؐ ان کے خاندان بنو عبدالاشہل کو انصار کے دو بہترین گھرانوں میں سے ایک گھرانا قرار دیتے تھے۔ دوسرا گھرانا بنو نجّار کا تھا جسے اولیت حاصل تھی۔

(۳)

ہجرتِ نبویؐ کے بعد حضرت سعدؓ بن معاذ نے رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ مہاجرینؓ کی خدمت اور اعانت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ وہ اکثر رحمتِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیضانِ نبوی سے مقدور بھر بہرہ یاب ہوتے۔ ابنِ اسحاقؒ نے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے امین الامت حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح سے ان کا رشتۂ مؤاخاۃ قائم کرا دیا تھا لیکن صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشتۂ مواخاۃ حضرت ابوطلحہؓ انصاریؓ سے قائم ہوا تھا۔ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سعدؓ بن معاذ کا رشتۂ مواخاۃ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے قائم ہوا لیکن یہ روایت بھی چنداں قوی نہیں ہے۔فی الحقیقت حضرت سعدؓ بن معاذ کے رشتۂ مواخاۃ کے بارے میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ یہ بات ثابت ہے کہ وہ اپنے قبیلے سمیت مہاجرین کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ایک دن رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ مشہور دشمنِ اسلام امیّہ بن خلف رئیسِ مکّہ کا ذکر چھڑ گیا۔حضورؐ نے فرمایا کہ یہ شخص ایک دن انہی مظلوم مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا جائے گا، جنہیں ستانے میں اس نے رات دن ایک کر رکھے تھے۔امیّہ سے حضرت سعدؓ کے دیرینہ تعلقات تھے وہ جب کبھی مدینہ آتا انہی کے ہاں قیام کیا کرتا تھا۔چنانچہ انہوں نے اس کے بارے میں حضورؐ کے ارشاد کو اپنے دماغ میں محفوظ کر لیا۔کچھ عرصہ بعد وہ عمرہ کے لیے مکّہ گئے تو دیرینہ شناسائی کی بنا پر امیّہ ہی کے مکان پر ٹھہرے۔انہوں نے امیّہ سے کہا کہ جب حرم طواف کرنے والوں کے ہجوم سے خالی ہو تو مجھے اطلاع دینا۔چنانچہ ایک دن دوپہر کے وقت جب خانۂ کعبہ بت پرستوں سے خالی نظر آیا امیّہ نے انہیں اطلاع دی اور وہ اسے ساتھ لے کر طواف کرنے چلے۔راستے میں ابوجہل سے آمنا سامنا ہو گیا۔اس نے نیا چہرہ دیکھ کر امیّہ سے پوچھا۔"یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟" اس نے جواب دیا "سعدؓ بن معاذ، اَوس کے سردار"۔

ابوجہل کی رگِ جہالت پھڑک اٹھی اور اس نے حضرت سعدؓ سے مخاطب ہو کر کہا "تعجب ہے کہ تم نے اپنے یہاں صابیوں (مسلمانوں) کو پناہ دی ہے اور پھر تم یہاں مکّہ میں بے خوف پھر رہے ہو۔اگر امیّہ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو میں دیکھتا کہ تم یہاں سے بچ کر کیسے واپس جاتے"۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کی غیرتِ دینی جوش میں آ گئی۔کڑک کر بولے:

"ہاں ہاں ذرا مجھے روک کر دیکھو تو سہی، میں نے تمہارا مدینہ کا راستہ نہ بند کر دیا تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعد نام نہیں۔" بات بڑھتی دیکھ کر امیہ بیچ میں بول اٹھا۔" ہائیں سعد کیا کر رہے ہو، یہ ابوالحکم مکّہ کے سردار ہیں ان سے نرم لہجے میں بات کرو"۔

حضرت سعدؓ کب دبنے والے تھے بولے۔" جاؤ بیٹھو میں نے اپنے آقا و مولا رسولِ صادق و امینؐ سے سُنا ہے کہ ایک دن مسلمان تم کو قتل کریں گے"۔ امیہ یہ سُن کر کپکپا اٹھا اور بولا" کیا مکّہ میں آکر ماریں گے" فرمایا" مجھے اس کا علم نہیں"۔

اس گفتگو کے بعد کسی نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور وہ عمرہ کرکے بخیریت مدینہ آگئے۔

(۴)

رمضان المبارک ۲ ہجری میں غزوۂ بدر پیش آیا۔ لڑائی پر روانہ ہونے سے پہلے حضورؐ نے مشورہ کے لیے تمام مہاجرینؓ و انصارؓ کو جمع کیا اور ساری صورتِ حال ان کے سامنے رکھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ فاروقؓ اور حضرت مقدادؓ بن عمرو نے اس موقع پر نہایت پُرجوش تقریریں کیں اور حضورؐ کو یقین دلایا کہ ہم راہِ حق میں اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔ یہ تینوں جانباز مہاجر تھے۔ رسولِ کریمؐ انصارؓ کا منشا بھی معلوم کرنا چاہتے تھے کیونکہ بیعت کے وقت انہوں نے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ ہم مدینہ سے باہر جا کر بھی دشمن سے لڑیں گے۔ حضورؐ نے مہاجرین کی تقریروں کے بعد انصار کی طرف دیکھا (اور ایک روایت کے مطابق فرمایا کہ اب دوسرے حضرات بھی مشورہ دیں) رئیس اوس حضرت سعدؓ بن معاذ حضورؐ کا اشارہ سمجھ گئے۔ معاً اٹھ کھڑے ہوئے اور پُرجوش لہجہ میں عرض کیا:

"یا رسول اللہ.......... ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی، آپ کی فرمانبرداری کا عہد کیا، پس جو بھی مرضی مبارک میں ہو کیجیے۔ ربِّ اکبر کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم کود جائیں گے، ہمارا ایک متنفس بھی پیچھے نہیں رہے گا، اِن شاء اللہ آپ ہمیں میدانِ جنگ میں ثابت قدم پائیں گے، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے"۔

حضرت سعدؓ کا جوشِ جہاد اور جذبۂ فدویت دیکھ کر حضورؐ کا چہرۂ اقدس فرطِ انبساط

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے چمک اٹھا۔ لشکر کی ترتیب کا وقت آیا تو حضورؐ نے قبیلہ اَوس کا عَلَم حضرت سعدؓ بن معاذ کو اپنے دستِ مبارک سے عطا فرمایا۔

غزوۂ بدر میں حضرت سعدؓ بن معاذ نے امیّہ بن خَلَف کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی پیشگوئی کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا۔ ہزیمت کے بعد مشرکین میں بھگدڑ مچی تو امیّہ اور اس کا بیٹا علی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے ہاتھ گرفتار ہو گئے وہ انہیں لے کر جا رہے تھے کہ حضرت بِلالؓ بن رباح نے دیکھ لیا۔ انہوں نے زور سے آواز دی۔ ''مسلمانو! یہ مشرکین کا سرغنہ امیّہ بن خلف جا رہا ہے دیکھنا بچ کے نہ جانے پائے''۔ ان کی آواز سن کر مسلمان امیّہ اور علی بن امیّہ پر ٹوٹ پڑے اور آناً فاناً دونوں کو جہنّم واصل کر دیا۔

(۵)

غزوۂ اُحُد کے مشورے میں حضورؐ کی رائے یہ تھی کہ حدودِ مدینہ میں رہ کر...... دِفاع کیا جائے لیکن نوجوانانِ اسلام کے سینوں میں شوقِ شہادت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ ان میں سے اکثر نے اصرار کیا کہ مدینے سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے حضورؐ ان کی بات مان گئے اور اسلحہ پہننے کے لیے کاشانۂ اقدس کے اندر تشریف لے گئے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر نے لوگوں کو نادم کیا کہ تم نے ناحق حضورؐ کی رائے سے اختلاف کیا اور آپؐ کو باہر چلنے پر مجبور کیا۔ ہوسکتا ہے کہ حضورؐ کی رائے وحی کی بنا پر ہو تمہیں چاہیے کہ حضورؐ تشریف لائیں تو اپنے الفاظ واپس لے لو۔

جب حضورؐ زرہ پہن کر، تلوار اور ڈھال لگا کے کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے تو سب نے ندامت کا اظہار کیا اور عرض کیا:

''ہمیں حضورؐ کی مخالفت کسی صورت میں منظور نہیں۔ آپ مدینہ سے باہر تشریف نہ لے جائیں ہم یہاں آپ کی رفاقت کا حق ادا کریں گے''۔

حضورؐ نے فرمایا، ''نبی جب کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اسے پورا کر کے چھوڑتا ہے۔ اب اسلحہ نہیں اتر سکتے''۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی غزوہ میں حضرت سعدؓ بن معاذ کو آستانۂ نبوت کی پاسبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اس سے بھی بڑھ کر جو سعادت انہیں نصیب ہوئی وہ یہ تھی کہ ہزیمت اور انتشار کے وقت وہ ان چند صحابہ کرامؓ میں سے ایک تھے جو میدانِ جنگ میں اخیر تک ثابت قدم رہ کر دادِ شجاعت دیتے رہے۔ اسی معرکہ میں ان کے بھائی عمروؓ بن معاذ نے جامِ شہادت نوش کیا۔

غزوۂ اُحد کے موقع پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو حضرت سعدؓ بن معاذ کے لیے خوشگوار استعجاب اور خاندانِ عبدالاشہل کے شرف ومجد میں اضافہ کا باعث ہوا۔ یہ واقعہ تقریباً سبھی محدثین نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ حضرت سعدؓ بن معاذ کی پیروی میں ان کا سارا قبیلہ ایک ہی دن میں مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا لیکن اس خاندان کے ایک شخص عمرو (الملقب بہ الاصیرمؓ) بن ثابت اشہلی نے حضرت سعدؓ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے آبائی مذہب پر سختی سے قائم رہے۔ حضرت سعدؓ، حضرت اُسیدؓ اور خاندان کے دوسرے افراد نے انہیں بہتیری ترغیب دی کہ وہ اسلام قبول کر لیں لیکن انہوں نے نہ مانا۔ غزوۂ اُحد میں رسولِ اکرم ﷺ صحابہ کے ہمراہ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے اس وقت اصیرمؓ کہیں باہر تھے۔ گھر واپس آئے تو محلہ سنسان پڑا تھا، پوچھا لوگ کہاں گئے؟ جواب ملا، "رسول اللہ کے ہمراہ اُحد گئے ہیں"۔ یہ سن کر طبیعت میں جوش پیدا ہوا۔ زرہ پہنی، خود سر پر رکھا، ہتھیار جسم پر سجائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر اُحد کی طرف روانہ ہو گئے۔ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر پوچھا، "معرکۂ کارزار گرم ہوا چاہتا ہے یہ فرمایئے کہ پہلے اسلام قبول کروں یا آپ کی حمایت میں لڑوں؟"

حضورؐ نے فرمایا، "دونوں کام کرو، پہلے اسلام قبول کرو اور پھر راہِ خدا میں لڑو"۔

عرض کیا، "یارسول اللہ میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی۔ اگر لڑائی میں کام آگیا تو کیا میری مغفرت ہو جائے گی"۔

حضورؐ نے فرمایا، "ہاں اسلام لانے سے پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ بڑا غفور الرحیم ہے"۔ یہ سن کر اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معرکۂ کارزار گرم ہوا تو وہ شمشیر بکف میدانِ جنگ میں پہنچے۔ بنو عبدالاشہل ان کی سخت دلی سے واقف تھے ان کو اپنی صفوں میں دیکھ کر برافروختہ ہوئے اور کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ، ہمیں کسی کافر کی اعانت کی ضرورت نہیں ہے۔ اصیرمؓ آبدیدہ ہو گئے اور کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، اس کے بعد وہ کفار کی صفوں میں گھس گئے اور ایسی جرأت وجلالت کے ساتھ لڑے کہ کُفّارِ مکّہ کا منہ پھیر دیا۔ آخر بہت سے مشرکوں نے نرغہ کر کے سخت زخمی کر دیا اور وہ بے تاب وتواں ہو کر زمین پر گر گئے۔ لڑائی کے خاتمہ پر بنو عبدالاشہل کے لوگ اپنے شہدا اور زخمیوں کو اٹھانے لگے تو ان پر بھی نظر پڑی' ابھی کچھ سانس باقی تھے، پوچھا ''کیا تمہیں قومی حمیت یہاں کھینچ لائی''۔ بولے ''نہیں میں مسلمان ہو کر اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے لڑا''۔ اسی حالت میں اٹھا کر گھر لائے۔ تمام بنو عبدالاشہل میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ حضرت سعدؓ بن معاذ کو ایسے موقع پر اصیرمؓ کی سعادت اندوزیٔ ایمان پر مسرت خیز حیرت ہوئی۔ فوراً ان کے گھر تشریف لے گئے اور اصیرمؓ کی ہمشیرہ سے سارا واقعہ سنا۔ اسی اثناء میں اصیرمؓ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضورؐ نے سنا تو فرمایا:۔

عَمِلَ قَلِیْلاً وَّاُجِرَ کَثِیْرًا اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا

اس واقعہ نے حضرت سعدؓ کے خاندان عبدالاشہل کے طرۂ امتیاز کو اور اونچا کر دیا۔ صحابۂ کرامؓ کو جب کبھی یہ واقعہ یاد آتا تو ایک دوسرے سے پوچھتے، بھلا وہ کون شخص تھا جس نے ایک وقت کی نماز بھی نہ پڑھی اور سیدھا جنت میں گیا تو جواب ملتا۔ ''اصیرمؓ عبدالاشہل''

(۶)

غزوۂ احزاب (۵ہجری) کی حیثیت ایک ایسی شدید آزمائش کی تھی جس نے مؤمن اور منافق، دوست اور دشمن میں واضح حدِ فاصل کھینچ دی۔ منافقین نے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے پر کمر باندھی اور مؤمنین یہ شعر پڑھتے ہوئے خندق کھودنے میں مشغول ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا

(ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لیے محمدؐ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی ہے)

حضورؐ نے اس نازک موقع پر بنو غطفان کے لٹیروں کو دوسرے مشرکین سے توڑنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ان کے سرداروں کو بلا کر صلح کی گفتگو شروع کر دی۔ انہوں نے واپس جانے کے لیے یہ شرط رکھی کہ اہلِ مدینہ اپنے پھلوں کی پیداوار کا ایک تہائی ہمیں دے دیں۔ حضورؐ کا خیال تھا کہ اگر اس شرط پر فیصلہ ہو جائے تو اہلِ مدینہ اپنے غطفانی پڑوسیوں کی لوٹ مار سے محفوظ ہو جائیں گے تاہم حتمی بات کرنے سے پہلے آپؐ نے اس شرط کے بارے میں انصار سے مشورہ کرنا مناسب سمجھا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ رئیسِ اوس اور حضرت سعدؓ بن عبادہ رئیسِ خزرج دونوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ آپ جو فرمارہے ہیں یہ اللہ کا حکم ہے جس کو ماننے کے ہم پابند ہیں یا حضورؐ ہمیں بچانے کے لیے یہ تجویز فرمارہے ہیں''۔

حضورؐ نے فرمایا: ''یہ اللہ کا حکم نہیں بلکہ تم لوگوں پر مشرکین کا دباؤ کم کرنے کے لیے میں ایسا کر رہا ہوں کیونکہ سارے عرب نے متحد ہو کر تم پر یلغار کر دی ہے''۔

اس پر دونوں سرداروں نے یک زبان ہو کر عرض کیا: ''یارسول اللہ اگر آپ ہمیں صرف بچانے کی خاطر یہ معاہدہ کر رہے ہیں تو ہماری استدعا ہے کہ یہ شرط کسی صورت میں نہ مانیں۔ بنو غطفان تو ہم سے اس وقت بھی کھجور کی ایک گٹھلی تک خراج کے طور پر نہ لے سکے جب ہم مشرک تھے اور اب جبکہ ہمیں اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہے یہ ہم سے کیا خراج لیں گے۔ ہمارے اور ان کے درمیان اب صرف تلوار فیصلہ کرے گی''۔

حضورؐ ان کے جذبۂ ایمانی سے اتنے متاثر ہوئے کہ بنو غطفان کے سرداروں کو صاف جواب دے دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثنائے جنگ میں ایک دن حضرت سعدؓ بن معاذ زرہ پہنے ہاتھ میں حربہ لیے میدانِ جنگ کو روانہ ہوئے۔ راستے میں بنو حارثہ کی گڑھی میں ان کی والدہ کبشہؓ بنت رافع اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پاس پاس بیٹھی تھیں۔ جب یہ رجز پڑھتے ہوئے ان کے سامنے سے گزرے

لبث قليلاً يدرك الهيما حمل

ما احسن الموت اذا حان الاجل

(ذرا تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر۔ میدانِ وغا میں میری سواری کو پہنچ لینے دے۔
جب موت کی ساعت آجائے تو موت کتنی اچھی معلوم ہوتی ہے)

تو ماں نے بلند آواز سے کہا۔ ''بیٹے دوڑ کر جا، تو نے بڑی دیر کر دی''۔

اتفاق سے جس ہاتھ میں حربہ تھا وہ زرہ سے باہر نکلا ہوا تھا۔ اُمّ المؤمنینؓ نے فرمایا۔ ''سعد کی ماں کاش سعد کی زرہ لمبی ہوتی، ان کا ہاتھ باہر نکلا ہوا ہے''۔ اُمّ المؤمنینؓ کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا، میدان میں پہنچے تو ایک مشرک حبان بن عبدِ مناف نے جو ابن العُرقہ کے نام سے مشہور تھا تاک کر ان کے ننگے ہاتھ پر تیر مارا اور ساتھ ہی نعرہ بلند کیا ''خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ العُرقه'' (لو میں ہوں ابنِ عرقہ) اس کے تیر سے حضرت سعدؓ کی رگِ اکحل (ہفت اندام) کٹ گئی اور شدّت سے خون جاری ہو گیا۔

حضورؐ کے سمعِ مبارک تک ابنِ عرقہ کے الفاظ پہنچے اور آپؐ نے حضرت سعدؓ کے زخمی ہونے کا حال سنا تو فرمایا ''حرق الله وجهك في النار'' (اللہ تیرا یعنی ابنِ عرقہ کا چہرہ آگ میں جھلسے)

جنگ کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت سعدؓ کے لیے مسجدِ نبوی کے صحن میں ایک طرف خیمہ نصب کرا دیا اور حضرت رفیدہ اسلمیہؓ کو جو طبیبہ تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں، ان کی خدمت اور علاج کے لیے مامور فرمایا۔ حضورؐ خود بھی ہر روز ان کی عیادت کے لیے تشریف لاتے اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دستِ مبارک سے ان کے زخم کو داغ دیا جس سے خون بہنا رک گیا۔ تاہم وہ پورے طور پر صحت یاب نہ ہوئے۔ اسی علالت کے دوران میں ایک دن انہوں نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی:-

"بارِ الٰہا اگر قریش سے لڑائیوں کا سلسلہ باقی ہو تو مجھے اور مہلت دے دے میں ان لوگوں سے نبرد آزما ہونے کا متمنی ہوں جنہوں نے تیرے رسولِ برحق کو ستایا، جھٹلایا اور وطن سے نکال دیا۔ اور اگر لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا ہے تو اس زخم سے مجھے شہادت نصیب کر البتہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ کہ جب تک بنو قریظہ کے معاملے میں میرا دل مطمئن نہ ہو جائے"۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کا آخری حصہ قبول فرمایا۔ یہودِ بنو قریظہ اثنائے جنگ میں بدترین غداری کے مرتکب ہوئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں سے اپنے حلیفانہ معاہدے کو یہ کہہ کر توڑ ڈالا تھا۔ "لا عقد بيننا وبين محمد ولا عهد" (ہمارے اور محمدؐ کے مابین کوئی عہد و پیمان نہیں ہے) ان لوگوں نے مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپنے کے لیے دو ہزار نیزے، ڈیڑھ ہزار تلواریں، ڈیڑھ ہزار ڈھالیں اور تین سو زرہیں جمع کر رکھی تھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کے شر کا بروقت انسداد نہ کر دیتا تو وہ مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتے تھے۔ جنگِ خندق کے بعد حضورؐ نے حکمِ الٰہی کے مطابق بنی قریظہ کے محلے کا محاصرہ کر لیا اور اس میں اتنی سختی برتی کہ چند ہی دنوں کے بعد انہوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ ان کے معاملے میں رئیس الاوس سعدؓ بن معاذ جو فیصلہ کریں گے اسے فریقین مان لیں گے۔ ان غداروں نے حضرت سعدؓ کو اس امید پر حَکَم بنایا تھا کہ وہ ان کا لحاظ کریں گے کیونکہ قبیلہ اَوس اور بنو قریظہ میں مدتوں سے حلیفانہ تعلقات قائم تھے۔ حضورؐ نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا۔ وہ بیماری کی حالت میں ہی گدھے (یا خچر) پر سوار ہو کر موقع پر پہنچے۔ حضورؐ نے انہیں دیکھ کر انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا "اپنے سردار کی تعظیم کے لیے اٹھو" پھر حضورؐ نے یہود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت سعدؓ سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے فیصلہ کے منتظر ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: ''تو میں یہ فیصلہ دیتا ہوں کہ ان کے لڑنے والے تمام مرد قتل کیے جائیں۔ عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کے املاک مسلمانوں میں تقسیم کر دیے جائیں''۔

حضورؐ نے فرمایا: ''سعدؓ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔

چنانچہ اس فیصلے پر عمل کیا گیا اور حضرت سعدؓ اس وقت وہاں سے واپس آئے جب بنو قریظہ کا ایک ایک جنگجو غدّار اُن کے سامنے قتل ہو گیا۔

(۷)

اس اہم فیصلے کے چند دن بعد حضرت سعدؓ کی علالت خطرناک صورت اختیار کر گئی۔ داغے جانے کے بعد ان کے ہاتھ کے زخم سے خون بہنا تو رک گیا تھا لیکن ہاتھ پھول گیا تھا۔

ایک دن ان کا زخم (خود بخود یا ایک بکری کا کھر لگنے سے جو ان کے خیمے میں آگھسی تھی) اس زور سے پھٹا کہ خون کا پرنالہ جاری ہو گیا اور ان پر نزع کا عالم طاری ہو گیا۔ حضورؐ کو اطلاع پہنچی تو آپؐ عالمِ اضطراب میں ردائے مبارک گھسیٹتے ہوئے مسجد پہنچے۔ اس وقت حضرت سعدؓ کی روحِ مطہر عالمِ بالا کو پرواز کر چکی تھی۔ حضورؐ کو حضرت سعدؓ کی موت کا شدید غم ہوا اور اپنے جاں نثار اور محبوب صحابی کی نعش کو اپنی آغوش مبارک میں لے کر بیٹھ گئے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب رحمتِ عالمؐ حضرت سعدؓ کے خیمے میں پہنچے تو ابھی ان کا کچھ سانس باقی تھا۔ حضورؐ نے ان کا سر اپنے زانوائے اقدس پر رکھ لیا اور فرمایا:-

''الٰہی تیری راہ میں سعدؓ نے بڑی زحمت اٹھائی، اس نے تیرے رسول کی تصدیق کی اور حقوقِ اسلام کو ادا کیا۔ بارالٰہا اس کی روح کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کر جیسا کہ اپنے دوستوں کی روح کے ساتھ کرتا ہے''۔

حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی آواز سن کر آنکھیں کھولیں اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یارسول اللہ کہہ کر اپنا سرزانوائے مبارک سے علیحدہ کرلیا (کہ اس حالت میں بھی حضورؐ کا ادب ملحوظ تھا) اب حضورؐ نے انہیں مسجد سے ان کے گھر منتقل کرادیا جہاں انہوں نے چند لمحوں کے بعد وفات پائی۔ حضرت سعدؓ کی وفات پر مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا جس نے سنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور وہ بے اختیار رونے لگے۔ حضرت سعدؓ کی والدہ حضرت کبشہؓ اس موقع پر رو رو کر ماتمی اشعار پڑھ رہی تھیں جن میں اپنے فرزند کی بے انتہا تعریف کی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا:-

"جتنی رونے (یعنی بین کرنے) والی عورتیں ہیں وہ جھوٹ بولتی ہیں، لیکن اُمّ سعدؓ سچ کہتی ہیں"۔

جنازے اور تدفین کی کیفیت اوپر بیان کی جاچکی ہے۔

بنو عبدالاشہل کو حضرت سعدؓ سے جو محبت اور عقیدت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سعدؓ کی وفات کے کافی عرصہ بعد ایک دفعہ رسولِ اکرمؐ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر اشہلی بھی آپؐ کے ہمرکاب تھے۔ اثنائے راہ میں انہیں اطلاع ملی کہ ان کی اہلیہ نے وفات پائی۔ اس خبر کا اتنا صدمہ ہوا کہ منہ پر کپڑا ڈال کر رونے لگے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ نے فرمایا: "آپ ایک جلیل القدر صحابی ہو کر ایک عورت کے لیے اس طرح روتے ہیں"۔ فوراً خاموش ہو گئے اور منہ پر سے کپڑا اٹھا کر فرمایا۔ "اُمّ المؤمنین آپ سچ فرماتی ہیں، ہمیں صرف سعدؓ بن معاذ پر رونا چاہیے"۔ سرورِ عالمؐ یہ ساری گفتگو سنتے رہے۔

حضرت سعدؓ نے اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑے۔ عمروؓ اور عبداللہؓ دونوں صحابی تھے اور دونوں کو بیعتِ رضوان میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت سعدؓ کے والد معاذ ایامِ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے۔ والدہ کبشہؓ بنتِ رافع نے ہجرتِ نبویؐ سے کچھ عرصہ پیشتر دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو کر صحابیہ ہونے کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرف حاصل کیا۔ وہ فقیہِ انصار حضرت ابو سعید خُدریؓ کی چچازاد بہن تھیں۔ حضرت سعدؓ بن معاذ کی وفات کے بعد بہت عرصہ تک زندہ رہیں۔

(۸)

حضرت سعدؓ بن معاذ کو صرف پانچ سال رحمتِ عالم ﷺ کی صحبتِ بابرکت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا لیکن اس قلیل مدت میں انہوں نے اپنی دینی خدمات، ایثار اور حُبِّ رسول کی بدولت اتنا بلند درجہ حاصل کر لیا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ ان پر رشک کرتے تھے۔ تمام اربابِ سِیَر اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح سرورِ عالمؐ سے ان کی عقیدت اور محبت عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ وہ حضورؐ سے جو حدیث سنتے اس کے منجانب اللہ ہونے پر یقین رکھتے تھے اسی لیے وہ انصار کے صدیقِ اکبر سمجھے جاتے تھے۔ حضورؐ بھی حضرت سعدؓ کو بے حد محبوب رکھتے تھے اور ساتھ ہی ان کا احترام بھی کرتے تھے۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرمؐ کے بعد بنو عبدالاشہل میں سعدؓ بن معاذ، اسیدؓ بن حضیر اور عبادؓ بن بشر کو جو درجہ حاصل ہوا کوئی دوسرا اس تک نہ پہنچ سکا۔

حضرت سعدؓ کی وفات کے بعد ایک دفعہ حضورؐ کے پاس کہیں سے حریر کا ایک جبّہ آیا۔ لوگ اس کی نرمی کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ''تم اس کی نرمی پر متحیّر ہو رہے ہو حالانکہ جنّت میں سعدؓ بن معاذ کے رومال اس سے کہیں زیادہ نرم اور ملائم ہیں''۔

ایک اور موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ اگر قبر کی تنگی سے کوئی نجات پا سکتا تو وہ سعدؓ بن معاذ ہوتے۔ خود حضرت سعدؓ نے ایک دفعہ تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا کہ ویسے تو میں ایک معمولی آدمی ہوں لیکن تین باتوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص فضل سے نوازا ہے۔ پہلی بات یہ کہ حضورؐ کی ہر حدیث کو منجانبِ اللہ خیال کرتا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز میں کوئی وسوسہ پیدا نہیں ہوتا۔ تیسری بات یہ کہ جنازہ کے ساتھ جاتا ہوں تو منکر نکیر کے سوال کی طرف دھیان رہتا ہے۔

پانچ سال کی قلیل مدت میں صدق و یقین کے اس درجہ پر پہنچ جانا اور اَخلاقِ پیغمبری کا حامل بن جانا یقیناً اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا جو حضرت سعدؓ پر ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی حیاتِ اقدس پر کسی بھی پہلو سے نظر ڈالیں وہ مطلع انوار دکھائی دیتی ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیّدنا حضرت عمروؓ بن معاذ، سیّدنا حضرت سعدؓ بن معاذ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اپنے برادرِ بزرگ کے ساتھ ہی شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ ہجرت نبوی کے کچھ عرصہ بعد رسولِ اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتۂ مؤاخاۃ قائم کرایا تو حضرت عمروؓ بن معاذ کو سیّدنا حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (یکے از عشرۂ مبشرہ) کے چھوٹے بھائی حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص کا دینی بھائی بنایا۔

غزوات کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے حضرت عمروؓ بن معاذ کو غزوۂ بدرُ الکُبریٰ میں شریک ہونے کا مہتم بالشان شرف حاصل ہوا۔ ان کے مواخاتی بھائی حضرت عُمیرؓ بن ابی وقاص بھی اس غزوے میں شریک ہوئے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

اگلے سال ۳ ہجری میں غزوۂ اُحد پیش آیا تو حضرت عمروؓ بن معاذ اس میں بھی بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ان کو ضرار بن خطاب نے شہید کیا۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کو اپنے محبوب بھائی کی دائمی جدائی سے سخت صدمہ پہنچا لیکن انہوں نے بڑے ضبط اور حوصلے سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر شاکر ہوگئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوایوب انصاریؓ......میزبانِ رسولؐ

(۱)

ربیع الاوّل ۱۴ نبوت میں فخرِ موجودات خیر الانام رحمتِ عالم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر قبا میں رونق افروز ہوئے تو اہلِ قُبا نے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیے۔ قبیلہ عمرو بن عوف نے ایسے خلوص اور گرمجوشی سے مکّہ کے دُرِّ یتیمؐ کی میزبانی کی کہ اس کا حال پڑھ کر قلوبِ مردہ میں زندگی کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ سرورِ عالم ﷺ قبا میں چودہ دن مقیم رہے اور پھر جمعہ کے دن آپؐ نے اندرونِ یثرب تشریف لے جانے کے لیے اپنی اونٹنی قصوا طلب فرمائی۔ انصارِ مدینہ حضورؐ کی جدائی کے خیال سے افسردہ خاطر ہو گئے اور بنی عمرو بن عوف کے عمائد نے حضورؐ کی اونٹنی کے آگے کھڑے ہو کر عرض کیا "یارسول اللہؐ! ہم سے کوئی کام مزاجِ گرامی کے خلاف تو سرزد نہیں ہوا یا حضورؐ ہمارے غریب خانوں سے بہتر قیام گاہ میں تشریف لے جانا چاہتے ہیں"۔

حضورؐ نے فرمایا، "میں جہاں جا رہا ہوں مجھے وہیں جانے کا حکم ہے" اس سے پہلے رحمتِ عالم ﷺ نے بنو نجار کو اپنے ارادے سے مطلع فرما دیا تھا چنانچہ وہ نہایت مسرّت اور ابتہاج کے عالَم میں ہتھیار سجا کر حضورؐ کی پیشوائی کے لیے یثرب سے قُبا آ پہنچے۔ کوکبۂ نبوی قُبا سے روانہ ہوا تو آگے پیچھے دائیں بائیں انصار و مہاجرین کی مسلّح جماعتیں چل رہی تھیں اور انصار کے تمام قبیلے رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنؐ کے انتظار میں قُبا سے یثرب تک ہتھیاروں سے آراستہ دو رویہ صف بستہ کھڑے تھے۔ دھوپ میں ان کے ہتھیاروں کی چمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی اور فضا تکبیر اور اہلاً و سہلاً و مرحبا کے نعروں سے گونج رہی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کبۂ نبوی بنو سالم کے محلّے میں پہنچا تو نماز کا وقت آ گیا۔ حضورؐ اونٹنی سے اتر پڑے اور لوگوں کو نمازِ جمعہ کی تیاری کی تلقین فرمائی پھر آپؐ نے خطبہ دیا جس میں رَبُّ العزّت کی حمد و ستائش بیان کی اور مسلمانوں کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کی ہدایت فرمائی اور ان کو بتایا کہ ایک دن ہم سب کو احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ آخرت کے لیے نیک عمل کرے اور تقویٰ و طہارت کو اپنی زندگی کا شعار بنائے۔

خطبہ کے بعد آپؐ نے تمام صحابہ کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھی یہ آپؐ کی سب سے پہلی نمازِ جمعہ تھی اور یہ خطبہ آپ کا سب سے پہلا خطبۂ نماز تھا۔

(۳)

نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر ہادیٔ اکرمؐ یثرب کی جنوبی سمت سے شہر میں داخل ہوئے۔ حضورؐ کا یثرب میں داخلہ دنیائے شوق اور تاریخِ عشق میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ جس والہانہ جوش و خروش اور بے پناہ ذوق و شوق سے اہلِ یثرب نے رحمتِ عالمؐ کا استقبال کیا، تاریخِ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس دن یثرب۔ ''مدینۃ النبیؐ'' بن گیا اور اس کی زمین رشکِ آسمان بن گئی۔ انصار کے وفورِ مسرّت کا یہ عالم تھا کہ قبا سے لے کر مدینہ تک تین میل کا راستہ جمالِ رسالت کے مشتاقانِ دید سے پٹا پڑا تھا۔ یہ مدینہ کی تاریخ میں سب سے بڑا یومِ مسرّت تھا۔ خاکِ یثرب کے ذرّات ابھر ابھر کر ہمہ تن دید بن گئے تھے کہ آج انہیں اس رحمتِ مجسمؐ کے پائے اقدس چومنے کا شرف حاصل ہونے والا تھا، جو تمام کائناتِ ارضی و سماوی کا سرمایۂ افتخار تھا۔ سارا شہر جوشِ مسرّت اور فرطِ عقیدت سے گہوارۂ بہار بنا ہوا تھا اور فضا تحمید و تقدیس کے نغموں سے گونج رہی تھی۔ مدینہ کے حبشی غلام وفورِ مسرّت میں اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے اور بچے جاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ جاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (رسول اللہ آئے، رسول اللہ آئے) کے نعرے لگاتے ہوئے ہر طرف خوشی سے اچھل کود رہے تھے۔ جوشِ مسرّت میں پردہ نشین خواتین بھی گھروں کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھتوں پر نکل آئی تھیں، دوشیزہ لڑکیاں غرفوں سے جھانک رہی تھیں۔ راہ میں انصار کا ہر قبیلہ بصد نیاز سرورِ کونینؐ کے سامنے آتا اور عرض کرتا:۔

"یا رسول اللہؐ ہمارا گھر حاضر ہے، جان حاضر ہے، مال حاضر ہے"۔

حضورؐ ہر قبیلے کے احسان کا اعتراف فرماتے اور اس کے حق میں دعائے خیر کرتے۔

(۴)

جس وقت کوکبۂ نبوی کسی کوچے میں داخل ہوتا تو دونوں طرف کے مکانات کی چھتوں پر ایستادہ پردہ نشینانِ انصار کے لبوں پر ہجومِ شوق و مسرت میں یہ ترانہ جاری ہو جاتا:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا — ہم پر چودہویں کا چاند طلوع ہوا ہے
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ — کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا — ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔
مَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاعٍ — جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا — اے ہم میں مبعوث ہونے والے۔
جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ — آپ ایسے امر کے ساتھ آئے ہیں جسکی اطاعت فرض ہے۔

بنونجّار کے جوش و خروش اور مُسرّت و ابتہاج کی تو کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ حضورؐ کے ننھیالی رشتہ دار ہونے کی بنا پر ان کو یقین تھا کہ سرورِ عالمؐ انہی کو شرفِ میزبانی بخشیں گے اور اس طرح ان کو محبوبِ کبریا کا ہمسایہ بننے کی سعادت نصیب ہوگی۔ بنونجّار کی معصوم بچیاں دف بجا بجا کر یہ ترانہ گا رہی تھیں:۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ — ہم بنونجّار کی لڑکیاں ہیں
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٍ — محمدؐ کیا ہی اچھے ہمسایہ ہیں۔

سرورِ کائناتؐ ان لڑکیوں کے پاس سے گزرے تو متبسّم ہو کر ان سے فرمایا:۔

"بچیو کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو"۔

انہوں نے بیک آواز میں کہا، "ہاں یا رسول اللہؐ"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضورؐ نے فرمایا، ''تم بھی مجھ کو عزیز ہو''۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے اُس دن سے زیادہ مبارک اور پُر مسرّت دن کوئی نہیں دیکھا جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروزِ مدینہ ہوئے۔ اس دن مدینہ کے در و دیوار طلعتِ اقدس سے جگمگا اٹھے۔

(۵)

کوکبۂ نبوی جوں جوں آگے بڑھتا تھا انصار کے اشتیاق و تمنا کی بے تابیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ انصار کا ہر قبیلہ اور فرد سراپا اشتیاق بنا ہوا تھا۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ رحمتِ دو عالمؐ کا شرفِ میزبانی اسے حاصل ہو۔ سب جانتے تھے کہ رحمتوں کا یہ بادشاہ امن کا شہزادہ اور لطف و کرم کا یہ پیکرِ جمیلؐ جس کے گھر کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازے گا، رحمت کے فرشتے اس کی دہلیز پر پہرہ دیں گے۔ اللہ کی نعمتیں اس کے گھر میں اتریں گی اور دین و دنیا کی برکتیں اس کے ہاں سمٹ آئیں گی۔ اسی لیے حضورؐ کا میزبان بننے کے لیے انصار میں سخت کشمکش تھی۔ رؤسائے قبائل حضرت عتبانؓ بن مالک: سعدؓ بن عبادہ، عبداللہؓ بن رواحہ، عباسؓ بن عبادہ خارجہؓ بن زید، زیادؓ بن لبید، فروہؓ بن عمرو، سعدؓ بن ربیع، سلیطؓ بن قیس، منذرؓ بن عمرو، ابوسلیط اسیرہؓ بن ابی خارجہ نے فرداً فرداً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ ہمارا غریب خانہ حاضر ہے اس میں قدم رنجہ فرمایئے''۔

سرورِ کونینؐ پر اس وقت نزولِ وحی کی کیفیت طاری تھی۔ آپؐ اپنے چاہنے والوں کے حق میں دعائے خیر کرتے اور پھر فرماتے:-

''خَلُّوْا سَبِيْلَهَا فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ''

(یعنی اس (ناقہ) کو چھوڑ دو (اس کا راستہ نہ روکو) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے)

حضورؐ نے اس وقت اونٹنی کی مہار چھوڑ رکھی تھی اور حکمِ الٰہی کے منتظر تھے۔ ہادیِ اکرمؐ کا ارشاد سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے اور دھڑکتے دلوں کے ساتھ انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ کون خوش نصیب ہے جسے رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ کی میزبانی کی سعادتِ عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔

(۶)

قصوا (سرورِ عالمؐ کی اونٹنی) چلتے چلتے بنونجّار کے محلّے میں پہنچی اور اس جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں آج کل مسجدِ نبوی کا بڑا دروازہ ہے۔ حضورؐ اس پر سے نہ اترے۔ قصوا پھر اٹھی اور تھوڑی دور چل کر واپس آئی اور اسی جگہ پر جہاں پہلے بیٹھی تھی' دونوں پاؤں جما کر بیٹھ گئی۔ اس جگہ بالکل قریب ایک دو منزلہ مکان تھا اس کے مالک گھر کی دہلیز پر حضورؐ کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ انہوں نے قصوا کو اپنے مکان کے قریب اس طرح بیٹھتے دیکھا تو فرطِ مُسَرّت سے بے خود ہو گئے دوڑ کر رحمتِ عالمؐ کا پُر تپاک خیر مقدم کیا۔ اس اثناء میں بنونجّار کے دوسرے لوگ بھی وہاں پہنچ گئے اور ہر ایک اصرار کرنے لگا کہ یارسول اللہ میرے غریب خانے پر نزولِ اجلال فرمائیں ادھر ان صاحب نے عرض کیا:

''یارسول اللہؐ یہ اس مسکین کا گھر ہے اجازت ہو تو حضورؐ کا سامان اُتار دوں''۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتے تھے، فرمایا، ''قرعہ ڈال لو''۔ اللہ کی شان، قرعہ ڈالا گیا تو انہی صاحب کا نام نکلا ...... گویا فخرِ دوجہاںؐ کی میزبانی کا شرف ربُّ العزّت ہی نے ان کے مقدّر میں لکھ دیا تھا۔ انہوں نے نہایت مُسَرّت سے سرورِ عالمؐ کا سامان ناقہ سے اتارا اور ان کا گھر آفتابِ رسالتؐ کی ضیاباریوں سے جگمگانے لگا۔

کلاہِ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید

یہ صاحب جن کو مدینہ مُنوّرہ میں خواجۂ گیہاںؐ کی میزبانی کی سعادتِ عظمیٰ نصیب ہوئی اور جن کی خوش بختی پر جن وانس نے رشک کیا بنونجّار کے رئیس حضرت ابوایوب انصاریؓ تھے۔

(۷)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کا اصل نام خالد بن زید تھا لیکن ان کی کنیت ''ابوایوب'' اتنی مشہور ہو گئی تھی کہ بہت کم لوگوں کو ان کا اصل نام معلوم تھا۔ علامہ ابنِ اثیر کا بیان ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس پُر آشوب زمانے میں باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور وہ نماز کے لیے بھی گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تھے، بعض اصحاب نے حضرت علی کرّم اللہ وجہٗ سے درخواست کی کہ وہ مسجدِ نبوی میں آ کر نماز پڑھائیں۔ حضرت علیؓ نے خود تو نماز پڑھانے سے معذرت کر دی، البتہ فرمایا خالد بن زید سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

لوگوں نے پوچھا۔ ''کون خالد بن زید؟''

آپؓ نے فرمایا: ''ابوایوب'' اس دن عامۃ الناس کو حضرت ابوایوبؓ کا اصل نام معلوم ہوا۔

حضرت ابوایوبؓ خزرج کے خاندان بنونجّار سے تھے جو رسولِ اکرم ﷺ کا ننھیالی رشتہ دار تھا۔ مالک بن نجّار کی اولاد سے ہونے کی بناء پر انہیں المالکی اور انصار کے ازدی ہونے کی وجہ سے الازدی بھی لکھا جاتا ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:-

خالد (ابوایوب) بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف خزرجی۔

حضرت ابوایوب کی والدہ کا نام ہند (اور ایک دوسری روایت کے مطابق زہرا) بنتِ سعد خزرجی تھا جو حضرت ابوایوب کے والد زید بن کلیب کی ماموں زاد بہن تھیں۔

حضرت ابوایوبؓ ہجرتِ نبوی سے اکتیس برس قبل (۴۰ عام الفیل) میں یثرب میں پیدا ہوئے۔ ان کا شمار انصار کے سابقون الاوّلون میں ہوتا ہے وہ حضورؐ کے مدینہ منورہ میں نزولِ اجلال فرمانے سے پہلے ہی حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو چکے تھے۔ اس کے بعد انہیں بیعتِ عقبۂ کبیرہ میں شامل ہونے کا عظیم شرف حاصل ہوا اس موقع پر انہوں نے اپنے ۷۴ رفقاء کے ساتھ ہادیٔ اکرم ﷺ سے یہ مقدس پیمان وفا باندھا کہ:-

''یارسول اللہ آپ یثرب میں قدم رنجہ فرمائیں تو خدائے برتر کی قسم ہم ہمیشہ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپ کی حفاظت اور مدد کریں گے''۔

رحمتِ عالم ﷺ مدینہ مُنوّرہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میزبانیِ رسول کا وہ عظیم شرف حاصل ہوا جس پر دوسرے صحابہؓ کرام ہمیشہ رشک کیا کرتے تھے۔ سرورِ عالمؐ نے حضرت ابوایوبؓ کا گھر اپنے قیام کے لیے کیسے منتخب فرمایا؟ واقعہ کی ایک صورت تو وہ ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ قصوا کو اپنے گھر کے قریب بیٹھتے دیکھ کر حضرت ابوایوبؓ دوڑ کر آگے بڑھے اور حضورؐ کو اہلاً وسہلاً کہا۔ حضورؐ نیچے اترے تو حضرت ابوایوبؓ اونٹنی سے کجاوہ اتار کر فوراً اپنے مکان کے اندر لے گئے دوسرے لوگوں نے آپؐ کو اپنے ہاں لے جانا چاہا تو آپؐ نے فرمایا۔

''آدمی وہیں قیام کرتا ہے جہاں اس کا کجاوہ ہو''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ سرورِ کائناتؐ عمداً حضرت ابوایوبؓ کے ہاں ٹھہرے کیونکہ وہ بنونجار کے رئیس تھے اور بنونجار سے حضورؐ کی قرابت تھی لیکن اس روایت میں اس بات کی تصریح نہیں کی گئی کہ بنونجار کے کسی دوسرے رئیس کے ہاں رسولِ اکرمؐ نے کیوں قیام نہ فرمایا اور یہ سعادتِ دارین حضرت ابوایوب انصاریؓ ہی کو کیوں نصیب ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ حکمِ الٰہی کے تحت ہوا اور حضرت ابوایوبؓ ربّ العزت ہی کی طرف سے حضورؐ کی میزبانی کے لیے منتخب کیے گئے تھے۔

یہ رتبہٗ بلند ملا جس کو مل گیا

(۸)

حضرت ابوایوبؓ کا مکان دو منزلہ تھا ایک کمرہ نیچے اور ایک اوپر، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا۔ ''یارسول اللہ آپ غریب خانہ کی بالائی منزل میں قیام فرمائیں''۔ حضور نے فرمایا ''نہیں میرے پاس لوگوں کی آمدورفت رہے گی، اس لیے نچلی منزل ہی میرے قیام کے لیے موزوں ہے۔ چنانچہ حضورؐ کی خواہش کے مطابق حضرت ابوایوبؓ نے مکان کی زیریں منزل خالی کردی اور خود بالا خانے میں فروکش ہوگئے لیکن انہیں اور ان کی اہلیہ کو ہر وقت یہ خیال مضطرب رکھتا کہ وہ تو بالائی منزل میں مقیم ہیں اور مہبطِ وحی ورسالتؐ نچلی منزل میں ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علّامہ ابنِ ہشامؒ کا بیان ہے کہ ایک روز بالا خانے پر پانی سے بھرا ہوا برتن پھوٹ گیا۔ حضرت ابوایوبؓ اس خیال سے مضطرب ہو گئے کہ پانی بہہ کر نیچے جائے گا اور سرورِ عالمؐ کو تکلیف ہو گی۔ گھر میں اوڑھنے کا ایک ہی لحاف تھا۔ حضرت ابوایوبؓ نے فی الفور یہ لحاف گھسیٹ کر پانی پر ڈال دیا تا کہ بہتا ہوا پانی لحاف کی روئی میں جذب ہو جائے۔ جب پانی کے نیچے بہنے کا امکان نہ رہا تو دونوں میاں بیوی نے اطمینان کا سانس لیا۔

سرورِ کونینؐ اگرچہ اپنی خوشی سے زیریں منزل میں مقیم تھے لیکن حضرت ابوایوبؓ اور ان کی اہلیہ کو بالا خانہ کی سکونت سخت ناپسند تھی۔ یہ خیال ان کے لیے سوہانِ روح تھا کہ فخرِ موجودات، خیرالبشر، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو نیچے کی منزل میں مقیم ہوں اور ان کے ادنیٰ ترین خدّام بالائی منزل میں۔ یہ روحانی اذیت ایک رات اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ دونوں میاں بیوی چھت کے ایک کونے میں سکڑ کر بیٹھ گئے اور ساری رات اسی حالت میں جاگ کر گزار دی۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوایوبؓ سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ ہم ساری رات چھت کے ایک کونے میں بیٹھ کر جاگتے رہے۔ حضورؐ نے وجہ دریافت کی تو عرض کیا: "ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہمیں ہر لحظہ آپ کی بے ادبی کا اندیشہ دامن گیر رہتا ہے۔ رات کو اس اندیشہ نے شدت اختیار کر لی یارسول اللہ ہم غلاموں پر کرم فرمایئے اور بالا خانے پر تشریف لے چلیے۔ حضورؐ کے غلاموں کے لیے آپؐ کے قدموں کے نیچے رہنا ہی باعثِ سعادت ہے"۔

سرورِ عالمؐ نے حضرت ابوایوبؓ کی درخواست قبول فرما لی اور آپ اوپر کی منزل میں منتقل ہو گئے۔ حضرت ابوایوبؓ اور ان کی اہلیہ نے بکمال مسرّت نچلی منزل میں اقامت اختیار کر لی۔

سرورِ کائناتؐ چھ یا سات مہینے حضرت ابوایوبؓ کے گھر مقیم رہے۔ اس عرصہ میں حضرت ابوایوبؓ نے جس والہانہ عقیدت سے رحمتِ دو عالمؐ کی خدمت کی وہ ان کے عشقِ رسولؐ پر دال ہے۔ حضرت ابوایوبؓ دونوں وقت ہادیٔ اکرمؐ کی خدمت میں ماحضر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کرتے۔ بعض اوقات دوسرے انصار کے ہاں سے بھی کھانا آ جاتا۔ کھانے سے جو کچھ بچ جاتا حضورؐ سے حضرت ابوایوبؓ کے پاس بھیج دیتے۔ ان کی عقیدت کیشی اور حُبِ رسولؐ کا یہ عالم تھا کہ کھانے میں جہاں سرورِ عالمؐ کی انگلیوں کے نشانات ہوتے تھے بہ خیال تبرک واِتباعِ رسولؐ انہی پر اپنی انگلیاں رکھ کر کھانا تناول کرتے۔ ایک دفعہ کھانا جوں کا توں واپس آ گیا۔ حضرت ابوایوبؓ مضطرب ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

"یارسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپ نے آج کھانا تناول نہیں فرمایا"۔

حضورؐ نے فرمایا "ہاں آج کھانے میں لہسن تھا اور مجھے لہسن مرغوب نہیں"۔

حضرت ابوایوبؓ نے عرض کیا: فَاِنِّی اَکْرَہُ مَا کَرِہْتَ (جو حضورؐ کو پسند نہیں اسے میں بھی ناپسند کرتا ہوں)[1]

---

[1] لہسن شریعت اسلامیہ میں حرام نہیں ہے چونکہ اس کے کھانے سے منہ میں ناخوشگوار سی بو پیدا ہو جاتی ہے اس لیے رسولِ اطہرؐ اس سے کراہت فرماتے تھے۔ یہ حضرت ابوایوبؓ کا عشق و اِتباع رسول تھا کہ جس چیز کو حضورؐ نے ناپسند فرمایا انہوں نے بھی اس سے کراہت کا اظہار کیا۔ صحیح مسلم میں خود حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپؐ اس میں سے کھاتے اور باقی بچا ہوا میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک روز آپؐ نے میرے پاس (ایسا) پیالہ بھیجا (جس میں کھانا تھا) اور اس میں سے کچھ نہیں کھایا تھا اس لیے کہ اس میں لہسن تھا۔ میں نے حضورؐ سے پوچھا کہ کیا لہسن حرام ہے۔ آپؐ نے فرمایا "نہیں بلکہ اس کی بُو کے سبب میں اس کو (کھانا) پسند نہیں کرتا"۔ میں نے عرض کیا "تو پھر جس چیز کو آپؐ نے ناپسند کیا ہے اس کو میں بھی ناپسند کرتا ہوں"۔
(طالب ہاشمی)

راقم الحروف کا خیال ہے کہ حجاز کا لہسن اور پیاز تیز ہوتی تھی اور ان میں زیادہ بُو آتی تھی...... ہم جو کھانے پکاتے اور کھاتے ہیں ان میں لہسن اور پیاز کی بُو محسوس نہیں ہوتی۔ اس لیے جس بُو کی بنا پر حضورؐ کو لہسن اور پیاز پسند نہ تھی وہ عِلّت پاکستان کی پیاز اور لہسن میں نہیں پائی جاتی یا اس بُو کو مسالوں سے دور کر دیا جاتا ہے۔ سلاد میں جو کچی پیاز ہوتی ہے اس میں بھی بُو نہیں ہوتی۔ اس لیے لہسن اور پیاز کے استعمال میں کوئی دینی نقصان نہیں ہے۔ ہاں یوپی کی کچی پیاز میں بُو آتی ہے میں نے اپنے وطن میں کئی بار محسوس کیا کہ باجماعت نماز میں میرے قریب جو شخص کھڑا تھا وہ کچی پیاز کھا کر نماز پڑھنے کے لیے آ گیا تھا اور اس کے منہ سے پیاز کی ناگوار بُو آ رہی تھی۔ پیاز اور لہسن کی یہی بُو حضورؐ کو ناپسند تھی۔ اگر کسی خطہ کی پیاز اور لہسن میں بُو نہ ہو یا دھو کر اور مسالوں کے ذریعے اس کی بُو کو نکال دیا جائے تو پیاز اور لہسن کے کھانے میں دینی کراہت نہیں ہے۔ (ماہر القادری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خانۂ ابوایوبؓ میں رونق افروز ہونے کے بعد سرورِ کونینؐ نے مدینہ منورہ میں خانۂ خدا بنانے کا ارادہ فرمایا۔ اس مقصد کے لیے حضورؐ نے حضرت ابوایوبؓ کے گھر کے سامنے اس افتادہ قطعۂ زمین کو منتخب فرمایا جہاں آپؐ کی اونٹنی آ کر بیٹھی تھی۔ اس زمین کے مالک بنونجار کے دو یتیم بچے سہیلؓ اور سہلؓ تھے۔ سرورِ عالمؐ نے انصار کو بلا کر فرمایا۔

''میں یہ زمین قیمت دے کر لینا چاہتا ہوں تاکہ اس میں خانۂ خدا کی تعمیر کر سکوں''۔

انصار نے عرض کی ''یارسول اللہ اس زمین کے مالکوں کو ہم قیمت ادا کر دیں گے اور اسے اپنی طرف سے آپؐ کے لیے ہبہ کرتے ہیں اس کا صلہ ہم اللہ سے لیں گے''۔

حضورؐ نے انصار کے جذبۂ ایثار کی تعریف فرمائی لیکن زمین کی قیمت دینے پر اصرار فرمایا اور مالکانِ زمین سہلؓ و سہیلؓ کو طلب فرمایا۔ دونوں سعادت مند بچوں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ہم یہ زمین حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے آپؐ کی نذر کرتے ہیں''۔ ان بچوں کی والدہ نے بھی ان کی تائید کی۔ حضورؐ نے فرمایا ''اللہ تمہیں جزائے خیر دے میں یہ زمین بلا قیمت نہیں لوں گا''۔

پھر آپؐ نے اصحاب الرّائے کے مشورہ سے اس زمین کی قیمت دس مثقال (پونے چار تولے) سونا متعیّن فرمائی۔ یہ قیمت حضورؐ کی طرف سے کس نے ادا فرمائی؟ اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ فتح الباری کی روایت کے مطابق اس زمین کی قیمت حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ادا کی۔

ہجرت کے چھٹے مہینے حضورؐ نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتۂ مواخاۃ قائم فرمایا تو حضرت ابوایوبؓ کو مدینہ میں اسلام کے معلّم اوّل حضرت مُصعَبؓ بن عمیر کا بھائی بنایا۔ عقدِ مؤاخاۃ کے چند دن بعد مسجد اور اس کے ساتھ دو حجروں کی تعمیر مکمل ہو گئی تو سرورِ عالمؐ حضرت ابوایوبؓ کے گھر سے ان حجروں میں منتقل ہو گئے۔

(۹)

ہجرت کے معاً بعد مدینہ کے منافقوں اور یہودیوں نے فرزندانِ توحید کے خلاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ حضورؐ کو ان کی سازشوں کا علم ہوا تو آپؐ نے صحابۂ کرامؓ کو ہدایت فرمائی کہ رات کو ہتھیار باندھ کر سویا کریں اور کچھ آدمی جاگ کر پہرہ دیا کریں تا کہ قریشِ مکہ اور دوسرے دشمنوں کے ناگہانی حملہ کا تدارک کیا جا سکے۔ ایک موقع پر حضرت ابوایوبؓ نے رات بھر کاشانۂ نبوی پر پہرہ دیا، صبح ہوئی تو سرورِ عالمؐ نے ان کے حق میں دعا مانگی:

"اے ابوایوب! اللہ تمہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے کہ تم نے اس کے نبیؐ کی نگہبانی کی"۔

یہ حضورؐ کی دعا ہی کا اثر تھا کہ حضرت ابوایوبؓ زندگی بھر مصائب وآلام سے محفوظ رہے اور وفات کے بعد بھی صدیوں تک نصاریٰ ان کی قبر کی حفاظت اور نگرانی کرتے رہے حتیٰ کہ ان کا مدفن یعنی قسطنطنیہ ہی مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گیا۔ آج بھی ترکی حکومت ان کی قبر کی نگران ہے اور وہاں عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔

(۱۰)

۲ ہجری میں غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو بدر سے بیعتِ رضوان تک اور بیعتِ رضوان سے حنین تک کوئی معرکہ اور موقع ایسا نہ تھا جس میں حضرت ابوایوبؓ رحمتِ عالمؐ کے ہمرکاب نہ رہے ہوں اگر ایک طرف وہ تین سو تیرہ اصحابِ بدر کے مقدس گروہ میں شامل ہیں تو دوسری طرف ان چودہ سو جاں نثارانِ رسولؐ میں نظر آتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے "اصحابُ الشجرۃ" کہہ کر پکارا اور کھلے لفظوں میں جنت کی بشارت دی۔ فتحِ مکہ کے وقت وہ ان دس ہزار قدوسیوں میں سے ایک تھے جن کے بارے میں سینکڑوں سال پہلے کتابِ استثناء میں یوں پیشین گوئی کی گئی تھی۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ کوہِ فاران سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک آتشیں (یعنی نورانی) شریعت تھی"۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱ ہجری میں سرورِ کونینؐ کے وصال کے بعد خلافت کا مسئلہ پیدا ہوا تو حضرت ابوایوبؓ انصاری ان چند اصحاب میں سے تھے جو حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کو مستحقِ خلافت سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت میں کچھ عرصہ توقّف کیا۔ جب حضرت علیؓ نے صدیقِ اکبرؓ کی بیعت کر لی تو انہوں نے بھی اپنے ہم خیال ساتھیوں سمیت ان کا اِتباع کیا اور پھر کسی کے دل میں ان کے خلاف ملال کا شائبہ تک نہ رہا۔

صدیقِ اکبرؓ کے مختصر عہدِ خلافت میں مسلمانوں نے حدودِ عرب سے باہر نکل کر جہاد کا آغاز کر دیا تھا لیکن اُس دَور کے معرکوں میں حضرت ابوایوبؓ انصاری کا نام نہیں ملتا۔ حضرت عمرِ فاروقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو ان کے عہدِ بابرکت میں مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے ایشیا اور افریقہ کے لاکھوں مربع میل علاقے کو روند ڈالا اور اس پر پرچم اسلام بلند کر دیا۔ علامہ واقدی اور بعض دوسرے مؤرّخین نے عہدِ فاروقی کے بعض معرکوں میں حضرت ابوایوبؓ انصاری کا نام صراحت کے ساتھ لیا ہے اور لکھا ہے کہ بھنسا (بیسان) کی لڑائیوں میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا۔ فتح مصر کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص نے ایک لشکر مغرب (شمالی افریقہ) کی تسخیر کے لیے روانہ کیا جو یلغار کرتا ہوا برقہ تک جا پہنچا اور اس پر عَلَمِ اسلام لہرا کر واپس آیا۔ اس لشکر میں حضرت ابوایوبؓ انصاری بھی شامل تھے۔ عام طور پر مؤرّخین نے اس عہد میں حضرت ابوایوبؓ کے کارناموں کی تفصیل نہیں دی لیکن اتنا ضرور ثابت ہے کہ وہ عہدِ فاروقی کے کئی معرکوں میں ایک پُرجوش مجاہد کی حیثیت سے شریک ہوئے اور جہاد کی خاطر بڑے طویل سفر کیے۔

(۱۱)

حضرت عثمانؓ ذُوالنُّورَین کے عہدِ خلافت میں حضرت ابوایوبؓ کا قیام زیادہ تر مدینہ مُنوّرہ ہی میں رہا۔ ان کو بعض امور میں امیر المؤمنینؓ سے شدید اختلافات تھے لیکن انہوں نے کسی شورش میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا۔ جن ایام میں باغیوں نے امیر المؤمنینؓ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا' حضرت ابوایوبؓ مسجد نبوی میں مسلمانوں کی امامت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہے۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ وہ حضرت ابوایوبؓ کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابوایوبؓ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم سے بڑھا کر بیس ہزار درہم کر دیا اور غلاموں کی تعداد جو انہیں بارگاہِ خلافت سے ملے ہوئے تھے، آٹھ سے بڑھا کر چالیس کر دی۔

خلافتِ مرتضوی کے آغاز میں حضرت سہلؓ بن حُنَیف انصاری مدینہ کے امیر تھے۔ ۳۶ ہجری میں حضرت علی مرتضیٰؓ نے ان کو کوفہ بلوا لیا اور مدینہ منورہ کی امارت پر حضرت ابوایوبؓ کو مقرر فرمایا۔ اکثر روایات میں ہے کہ جنگِ جمل اور صفین کے وقت وہ مدینہ کے امیر تھے لیکن علامہ ابنِ عبدالبرؒ نے استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوایوبؓ جنگِ جمل اور صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے شریک ہوئے۔

۳۷ ہجری میں خوارج کے خلاف نہروان کی مشہور جنگ پیش آئی اس میں حضرت ابوایوبؓ فوجِ مرتضوی کے مقدمۃ الجیش کے سالار تھے۔ اس جنگ میں انہوں نے کمال درجے کی شجاعت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جنگ نہروان میں حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ نے اپنا مشہور عَلَم ''رایۃ الایمان'' حضرت ابوایوبؓ کے سپرد کیا۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ حضرت ابوایوبؓ نے اپنی جانبازی اور سرفروشی سے اپنے آپ کو اس اعزاز کا مستحق ثابت کر دیا اور شیرِ خدا نے ان کی شجاعت کی تحسین فرمائی۔

حضرت علی مرتضیٰؓ کی شہادت کے بعد حضرت ابوایوبؓ سیاسی ہنگاموں سے کنارہ کش ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ لیکن شوقِ جہاد ان کے دل میں ہر وقت چٹکیاں لیتا رہتا تھا۔

۴۹-۴۸ھ یا ۵۱-۵۰ھ یا ۵۲ھ ہجری میں امیر معاویہؓ نے ایک اسلامی لشکر قسطنطنیہ کی تسخیر کے لیے روانہ کیا تو حضرت ابوایوبؓ اپنی کبرسنی کے باوجود اس لشکر میں ایک عام مجاہد (سپاہی) کی حیثیت سے شریک ہو گئے۔ بعض مؤرخین کے بیان کے مطابق اس لشکر کی قیادت سفیان بن عوف کے سپرد تھی لیکن اکثر مستند روایات میں ہے کہ اس لشکر کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر یزید بن معاویہؓ تھا۔ یزید تاریخ اسلام کی ایک بدنام ترین شخصیت ہے اس لیے اس کی قیادت میں حضرت ابوایوبؓ انصاری اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہؓ کا کفار کے خلاف جہاد کرنا بعض لوگوں کے لیے حیران کن ہے لیکن اس الجھن کا حل مشہور شیعہ عالم سیّد علی نقی صاحب مجتہد العصر اپنی تصنیف ''تذکرہ حفاظِ شیعہ'' میں یوں پیش کرتے ہیں:

> ''کُفّار کے ساتھ جنگ کرنے کا آپ کو (یعنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کو) خاص شوق تھا۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ میں یزید بن معاویہ کی سپہ سالاری میں جنگ کرنے تک سے آپ نے گریز نہیں کیا۔ آپ کا اجتہادی خیال یہ تھا کہ کُفّار سے جہاد میں اگرچہ فاسق وفاجر کی ماتحتی میں ہو سچی نیت سے شریک ہونا مذہب کی نصرت ہے اس لیے روم کی جنگ میں جو معاویہ کے حکم سے یزید کی ماتحتی میں افواج روانہ کی گئی تھیں ان میں ابوایوب انصاریؓ بھی موجود تھے۔'' (''تذکرہ حُفّاظِ شیعہ'' مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۵۳ ہجری صفحہ ۱۴۶)

مہم قسطنطنیہ کے موقع پر حضرت ابوایوبؓ کی عمر ۸۰ برس سے اوپر تھی لیکن ان کے شوقِ جہاد کا یہ عالم تھا کہ اس ضعیف العمری میں مدینہ منورہ سے شام تک محض شرکت جہاد کے لیے سفر کیا اور پھر ایک عام مجاہد کی حیثیت سے لشکر اسلام میں شامل ہوئے حالانکہ اس لشکر کے قائدین اور افسران میں سے کوئی شخص بھی کسی لحاظ سے ان پر فوقیت نہیں رکھتا تھا۔ فی الحقیقت وہ ''صاحب بدر'' اور ''صاحبِ شجرہ'' ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی موجودگی عساکرِ اسلامیہ کے لیے برکت کا باعث تھی اور اس سے ان کے حوصلے دوچند ہوگئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے اسلامی بیڑے کو ہر طرح کے ساز وسامان سے لیس کیا اور پھر ایک دن یہ بیڑا شوقِ شہادت سے سرشار ہزار ہا مجاہدین کو لے کر ساحلِ شام سے عازمِ قسطنطنیہ ہوگیا۔ چند دن بعد اسلامی بیڑا بحیرۂ روم سے گزر کر آبنائے باسفورس میں داخل ہوا اور قسطنطنیہ کے سامنے ایک موزوں جگہ پر لنگر انداز ہوکر اس نے مجاہدین کو خشکی پر اتار دیا۔ رومی شہنشاہ قسطنطین چہارم بڑے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سازوسامان کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل ہوا، مسلمان ابھی پوری طرح ستانے بھی نہ پائے تھے کہ رومیوں نے ان پر ہلّہ بول دیا۔ مسلمانوں نے بڑے استقلال اور ہمت سے رومیوں کے حملہ کو روکا اور خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ مسلمانوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ دشمن کی صفوں میں گھسے پڑتے تھے۔ ایک مجاہد عبدالعزیزؒ بن زرارہ ایک بار تنہا رومیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے دور چلے گئے۔ مسلمان انہیں اس طرح اپنی جان خطرے میں ڈالتے دیکھ کر پکار اٹھے کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہے۔

لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ ۖ

(تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)

اس موقع پر حضرت ابوایوبؓ آگے بڑھے اور اسلامی لشکر سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''مسلمانو! تم نے اس آیت کا یہ مطلب سمجھا ہے؟ حالانکہ اس کے حقیقی معنی اس کے برعکس ہیں۔ زمانۂ امن میں انصار نے ارادہ کیا تھا کہ جہاد میں مصروف رہنے کی وجہ سے ان کے کاروبار اور تجارت کو جو نقصان پہنچا اس کی تلافی کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد میں نقصان اور ہلاکت نہیں بلکہ جہاد سے کنارہ کشی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔''

حضرت ابوایوبؓ کا ارشاد سن کر مسلمانوں نے رومیوں پر جان توڑ حملہ کیا اور جلد ہی انہیں پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔ رومی شہر کے اندر جا گھسے اور فصیل کے دروازے بند کرلیے۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور اس کی تسخیر کے لیے مناسب موقع کی تلاش میں رہنے لگے۔

(۱۲)

جن دنوں اسلامی لشکر قسطنطنیہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، یورپ کی آب وہوا مسلمانوں کی صحت پر بڑا برا اثر ڈال رہی تھی یہاں تک کہ مجاہدین کی ایک کثیر تعداد بیمار ہو گئی۔ اکثر مورخین نے اس بیماری کو وبائے عام کا نام دیا ہے۔ یہ آنتوں کی کوئی بیماری تھی جس میں مریض کو اسہال آتے تھے۔ بہت سے مجاہدین اسی بیماری سے جانبر نہ ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکے۔ حضرت ابوایوبؓ بھی اس موقع پر سخت بیمار ہو گئے۔ جب ان کی جانبری کی کوئی امید نہ رہی تو امیر لشکر یزید ان کی خدمت میں عیادت کے لیے حاضر ہوا اور کہا: ''آپ کی کوئی وصیت ہو تو فرمائیے۔''

حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا۔ ''جب میں مر جاؤں تو مسلمانوں کو میرا سلام پہنچا دینا اور ان کو بتا دینا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اس حالت میں انتقال کر جائے کہ ربِّ واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت نصیب کرے گا...... اور میرا جنازہ سرزمین عدو میں جہاں تک تم لے جا سکو، لے جا کر دفن کر دینا۔''

یزید نے ان کی وصیت پوری کرنے کا عہد کیا اور حضرت ابوایوبؓ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ان کی وفات سے مسلمانوں پر رنج وغم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ امیر لشکر نے خود جنازہ کی نماز پڑھائی۔ پھر تمام فوج ہتھیار سجا کر ان کی میّت کو قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے لے گئی اور اسلام کے اس بطلِ جلیل کو سپردِ خاک کر دیا۔ صاحب عقد الفرید کا بیان ہے کہ حضرت ابوایوبؓ کی تدفین رات کے وقت عمل میں آئی۔ قیصر قسطنطین کو رات کے وقت مسلمانوں کی ہلچل کی اطلاع ملی تو اس نے قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ رات کو کیا معاملہ تھا۔ مسلمانوں نے اسے بتایا کہ رات کو ہمارے پیشوائے اعظم محمد رسول اللہؐ کے ایک صحابی کا انتقال ہو گیا ہم لوگ ان کی تدفین میں مصروف تھے۔ قیصر نے کہلا بھیجا کہ تم لوگ یہاں سے جاؤ گے تو ہم قبر کھود کر ان کی ہڈیاں باہر پھینک دیں گے۔

قیصر کے گستاخانہ پیغام پر مسلمانوں کا خون کھول اٹھا۔ یزید نے قیصر کو پیغام بھیجا کہ ''اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو خدا کی قسم یاد رکھو کہ مسلمانوں کی وسیع الحدود حکومت میں جتنے گرجے ہیں سب کو منہدم کر دیا جائے گا اور عیسائیوں کی قبروں کو اکھاڑ پھینکا جائے گا۔''

یزید کے اس انتباہ کا خاطر خواہ اثر ہوا قیصر نے جواب میں کہلا بھیجا کہ:

''میں تمہاری دینی غیرت وحمیت کا امتحان لے رہا تھا۔ کنواری مریم کی قسم ہم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے نبیؐ کے صحابی کی قبر کا اکرام اور اس کی حفاظت وحراست کریں گے۔"

مؤرخین کا بیان ہے کہ رومیوں نے فی الواقع اپنے عہد کا احترام کیا ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ قیصرِ روم نے خود حضرت ابوایوبؓ کے مزار پر قبہ تعمیر کرایا۔

طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ قحط کے زمانے میں رومی عیسائی حضرت ابوایوبؓ کے مزار پر حاضر ہوتے تھے اور آپ کے توسّل سے بارش کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ میزبانِ رسولؐ کے نام کی لاج رکھ لیتا تھا اور ان کی مراد پوری کر دیتا تھا۔

حضرت ابوایوبؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور واپس آ گئے۔ فتحِ قسطنطنیہ کی سعادت تقریباً آٹھ سو سال بعد سلطان محمد فاتح کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔ امتدادِ زمانہ سے حضرت ابوایوبؓ کا مزار زمین میں مستور ہو گیا تھا اور سالہا سال تک کسی کو معلوم نہ تھا کہ میزبانِ رسول کا جسد مبارک کہاں مدفون ہے۔ جب ۸۵۷ھ ہجری میں سلطان محمد فاتحؒ نے قسطنطنیہ پر عَلَمِ اسلام لہرایا تو اس وقت بڑی تلاش اور جستجو کے بعد مزار کو زمین کھود کر برآمد کیا گیا۔ سلطانؒ نے اس مقام پر ایک عظیم الشان گنبد تعمیر کرایا اور اس کے قریب ایک رفیع الشان جامع مسجد تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ مسجد مکمل ہو گئی تو سلطان بڑے اہتمام کے ساتھ اس مسجد میں گیا اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد شیخ العصر آقا شمس الدینؒ نے سلطان کے ہاتھ میں تلوار دی اور اس کے لیے دعائے خیر و برکت کی۔ اس کے بعد صدیوں تک یہ رسم رہی کہ ترکی کا جو سلطان تخت نشین ہوتا وہ پہلے جامع ابوایوب میں حاضر ہوتا اور شیخ العصر شمس الدینؒ کی عطا کردہ تلوار اپنی کمر میں باندھتا۔ اس کے بعد باضابطہ اس کی تخت نشینی کا اعلان کیا جاتا گویا یہ رسم تُرک بادشاہوں کی کارونیشن (CORONATION) یعنی تاجپوشی کے مترادف بن گئی۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی میں خلافت کا خاتمہ کر کے مغربی جمہوریت کی بنیاد رکھی تو اس رسم کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

(۱۳)

مختلف روایات کے مطابق حضرت ابوایوبؓ نے اپنی زندگی میں دو شادیاں کیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بیوی کا نام اُمِّ حسن بنتِ زیدؓ بن ثابت تھا۔ ان کے بطن سے ایک بیٹے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ جوانی ہی میں ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی نسل نہیں چلی۔ دوسری زوجۂ محترمہ اپنی کنیت اُمِّ ایوبؓ سے مشہور ہیں۔ یہ خاتون مشہور صحابیہ ہیں اور ان سے کئی حدیثیں بھی مروی ہیں۔ اپنے شوہر محترم کے ساتھ سرورِ عالمؐ کی میزبانی کا شرف ان کو بھی حاصل ہوا۔ وہی حضورؐ کے لیے کھانا تیار کیا کرتی تھیں۔ ان کے بطن سے جو اولاد ہوئی اس میں سے ایوب، خالد اور محمد تین بیٹوں اور ایک بیٹی عمرہ کے نام معلوم ہیں۔ حضرت ابوایوبؓ کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بڑی کثرت اور ترقی عطا فرمائی۔ دنیائے تصوف کے نامور بزرگ شیخ الاسلام پیرِ ہرات خواجہ عبداللہ انصاریؒ (متوفی ۴۸۱ ہجری) حضرت ابوایوبؓ ہی کی نسل سے تھے۔ ان کی اولاد نواحِ ہرات اور افغانستان کے علاقوں میں آج بھی موجود ہے۔ حضرت ابوایوبؓ انصاری کی اولاد سے دو بزرگ حضرت یوسف انصاریؒ اور حضرت علاؤ الدین انصاریؒ ہندوستان تشریف لے آئے۔ ہندوستان اور پاکستان کے انصاریوں کے مورثِ اعلیٰ یہی بزرگ ہیں۔

حضرت ابوایوبؓ بنونجّار کے آسودہ حال لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ وہ ایک دو منزلہ مکان اور اس سے متّصل کھجوروں کے ایک باغ کے مالک تھے۔ ان کا اصل پیشہ تو کھیتی باڑی تھا لیکن بعض روایات کے مطابق انہوں نے معاشی آسودگی کے لیے پارچہ بافی کا اضافی پیشہ بھی اختیار کر رکھا تھا۔ ہجرتِ نبوی کے بعد جوں جوں اسلام کی فتوحات میں ترقی ہوئی، مسلمانوں کی معاشی حالت بھی بہتر ہوتی گئی۔ حضرت ابوایوبؓ بھی پہلے سے آسودہ حال ہو گئے اور قیاسِ غالب یہ ہے کہ انہوں نے ہجرتِ نبوی کے کچھ عرصہ کے بعد پارچہ بافی کا پیشہ ترک کر دیا۔ حضرت عمرؓ فاروقؓ نے ان کا سالانہ وظیفہ بدری صحابی ہونے کی بناء پر پانچ ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں اس وظیفہ کی رقم بیس ہزار درہم کر دی۔ اس طرح وہ اغنیائے قوم کی صف میں شامل ہو گئے۔

حضرت ابوایوبؓ انصاری گوناگوں فضائل اور محاسنِ اخلاق کا پیکرِ جمیل تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے سبھی مکاتبِ فکر ان کے عُلوّ مرتبت کے معترف اور مدّاح ہیں۔ تقدم فی الاسلام، حُبّ رسول، شوقِ جہاد، تَفَقُّہ فی الدّین، حق گوئی و بے باکی، جذبۂ اصلاح اور شغفِ قرآن و حدیث حضرت ابوایوبؓ کی سیرت کے نمایاں ابواب ہیں۔ انہی اوصاف کی بدولت انہیں بارگاہِ رسالت میں درجۂ تقرب حاصل ہو گیا تھا۔ ہجرت کے بعد انہوں نے جس ذوق و شوق سے سرورِ عالمؐ کی میزبانی کی وہ ان کے عشق رسولؐ کا نمایاں ثبوت ہے۔ مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کے بعد حضورؐ اس سے متصلہ حجروں میں منتقل ہو گئے لیکن اس کے بعد بھی حضورؐ کبھی کبھی حضرت ابوایوبؓ کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن سرورِ عالمؐ فاقہ کی حالت میں خانۂ اقدس سے باہر نکلے، راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مل گئے۔ اتفاق سے وہ بھی اس دن فاقہ سے تھے۔ حضورؐ ان دونوں کو ساتھ لے کر حضرت ابوایوبؓ کے گھر رونق افروز ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوایوبؓ اپنے کھجوروں کے باغ میں تھے اور گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضرت ابوایوبؓ کی اہلیہ نے حضورؐ کو اھلاً و سھلاً کہا۔ آپؐ نے پوچھا "ابوایوب کہاں ہیں؟"

حضرت ابوایوبؓ کا باغ مکان کے بالکل قریب تھا۔ انہوں نے حضورؐ کی آواز سنی تو کھجوروں کا ایک گچھا توڑ کر دوڑتے ہوئے گھر آئے اور یہ گچھا مہمانِ عزیزؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بکری ذبح کی۔ آدھے گوشت کا سالن پکوایا اور آدھے کے کباب بنوائے اور حضورؐ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی پر کچھ گوشت رکھ کر فرمایا:

"اسے فاطمہؓ کو بھیج دو اس پر کئی دن کا فاقہ ہے۔"

حضرت ابوایوبؓ نے تعمیلِ ارشاد کی اور حضورؐ نے اپنے رفقائے کرامؓ کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ یہ پُرتکلّف کھانا کھاتے ہوئے آپ پر رِقّت طاری ہو گئی اور فرمایا:۔

"حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے دنیاوی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا (یعنی ان نعمتوں کا حق تم نے کیسے ادا کیا)"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوایوبؓ نہ صرف ذاتِ رسالت مآبؐ کے عاشقِ صادق تھے بلکہ وہ خاندانِ نبوت کے سبھی افراد سے بے حد محبت کرتے تھے۔اسی بناء پر حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضورؐ کے دوسرے قریبی رشتہ داروں کی نظروں میں حضرت ابوایوبؓ کی بے حد قدر و منزلت تھی جس زمانے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ (حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کی طرف سے) بصرہ کے گورنر تھے۔ حضرت ابوایوبؓ ان کی ملاقات کے لیے بصرہ تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کمال مَسَرَّت سے ان کا استقبال کیا اور بصرہ میں اپنا مکان ساز و سامان سمیت یہ کہہ کر ان کی نذر کر دیا کہ جس طرح آپ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کے لیے اپنا گھر خالی کر دیا تھا۔ اسی طرح میری دِلی مَسَرَّت بھی اسی میں ہے کہ آپ کی میزبانی کے لیے اپنا گھر مال و اسباب سمیت آپ کی نذر کر دوں۔

واقعۂ افک میں جب منافقین نے حضرت عائشہؓ صدیقہ پر تہمت لگائی تو ابوایوبؓ کی اہلیہ اُمّ ایوبؓ نے ان سے پوچھا "لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ آپ نے سنا" بولے۔ ہاں لیکن یہ سب جھوٹ ہے، میں تم سے پوچھتا ہوں کہ لوگ جس بات سے اُمّ المؤمنین کو متہم کر رہے ہیں کیا تم ایسا کر سکتی ہو۔"

اُمّ ایوبؓ نے کہا "خدا کی قسم ہر گز نہیں۔"

فرمایا: "اگر تم ایسا نہیں کر سکتیں تو عائشہ صدیقہؓ کا درجہ اور کردار تو تم سے بہت بلند ہے۔"

حضرت ابوایوبؓ کی حق گوئی کی شان یہ تھی کہ ایک دفعہ مصر کے گورنر حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی نے نمازِ مغرب میں کسی سبب سے دیر کر دی۔ حضرت ابوایوبؓ بھی اتفاق سے وہاں موجود تھے۔ انہوں نے برملا کہا۔ "ما ھٰذا الصلوٰۃ یا عقبہ" ...... عقبہ یہ کیسی نماز ہے؟ حضرت عقبہؓ نے جواب دیا کہ ایک کام کی وجہ سے اتفاقاً دیر ہو گئی۔ حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا:

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ مت بھولو کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تمہارا قول و فعل لوگوں کے لیے حجت بن سکتا ہے۔ حضورؐ نے نمازِ مغرب میں عجلت کی تاکید فرمائی ہے اگر تم نماز میں تاخیر کرو گے تو لوگ خیال کریں گے کہ حضور بھی اسی وقت نماز ادا کرتے ہوں گے یاد رکھو کہ کسی صحابی کا کوئی فعل نبی اکرمؐ کی سنت کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔"

حضرت عقبہؓ نے آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔

ایک دفعہ حاکمِ مدینہ مروان بن الحکم نے محض اپنی کاہلی کے سبب مساجد کے اماموں کو بلا کر تاکید کی کہ نماز ذرا دیر کر کے پڑھا کرو تاکہ میں بھی جماعت میں شریک ہو سکوں۔ حضرت ابوایوبؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو فوراً مروان کے پاس گئے اور فرمایا،

"تمہیں نماز میں تاخیر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر تم اس معاملہ میں رسولِ اکرمؐ کا اِتباع نہیں کرو گے تو ہم تمہاری مخالفت کریں گے اور اگر حضورؐ کے عمل کو مشعلِ راہ بناؤ گے تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔"

ایک جنگ میں سالارِ لشکر عبدالرحمٰن بن خالدؓ (بن ولید) نے چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں بندھوا کر قتل کرا دیا۔ حضرت ابوایوبؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا:-

"یہ تو سفاکی اور وحشت ہے رسول اللہؐ نے قیدیوں سے ایسے وحشیانہ سلوک کی ممانعت فرمائی ہے۔ میں تو اس طریقہ سے ایک مرغی کو بھی ذبح کرنا پسند نہیں کرتا۔"

حضرت ابوایوبؓ حق گوئی کے ساتھ بے حد کریم النفس اور رقیق القلب بھی تھے۔ غزوۂ روم میں بہت سے رومی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ انہیں جہاز پر سوار کرا دیا گیا۔ اتفاقاً حضرت ابوایوبؓ ان قیدیوں کی طرف جا نکلے۔ دیکھا کہ ایک قیدی عورت پھوٹ پھوٹ کر رو رہی ہے۔ اسے یوں روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ اس گریۂ بے کسی کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس کا بچہ اس سے چھین لیا گیا ہے اور جہاز میں کسی اور جگہ رکھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے۔ حضرت ابوایوبؓ فوراً اس بچے کو ڈھونڈ کر لائے اور اس کو ماں کے حوالے کر دیا۔ قیدیوں کے افسرِ نگران کو حضرت ابوایوبؓ کا یہ کام ناگوار گزرا اور اس نے سپہ سالار سے شکایت کی۔ سپہ سالار نے جب ان سے باز پرس کی تو فرمایا:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظالمانہ برتاؤ سے منع فرمایا ہے۔ اب تم سمجھ لو کہ میں ایسا جور وستم اپنی آنکھوں کے سامنے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔"

حضرت ابوایوبؓ کوئی بات خلافِ سنت دیکھتے تو بے قرار ہو جاتے تھے اور صدائے حق بلند کرنے سے کبھی باز نہیں رہتے تھے۔ ایک دفعہ شام اور مصر تشریف لے گئے تو وہاں مسلمانوں کے گھروں میں بیت الخلا قبلہ رخ بنے دیکھے۔ انہیں یہ صورت بہت بری معلوم ہوئی۔ بار بار فرماتے "مسلمانو! پاخانوں کا قبلہ رخ بنانا بہت برا ہے' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم رفعِ حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ ادھر پشت کرو۔"

حضرت ابوایوبؓ سے مروی اس حدیث کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ آج مسلمانوں کا بچہ بچہ قبلہ رخ ہو کر پیشاب پاخانہ کرنے کو گناہ سمجھتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت سالمؓ بن عبداللہ انصاری نے حضرت ابوایوبؓ کو دعوتِ ولیمہ میں بلایا۔ وہ ان کے مکان پر گئے تو دیکھا کہ دروازے پر تصویردار پردے لٹک رہے ہیں۔ حضرت ابوایوبؓ یہ دیکھ کر سخت کبیدہ خاطر ہوئے۔ حضرت سالمؓ کو تنبیہ کی اور جب تک یہ پردے ہٹا نہ لیے گئے مکان میں داخل نہ ہوئے۔ حضرت ابوایوبؓ کی شرم وحیا کی یہ کیفیت تھی کہ جب کبھی گھر سے باہر کنوئیں پر نہانے کا اتفاق ہوتا تو چاروں طرف سے کپڑے کی اوٹ کر لیتے تھے۔

(۱۴)

حضرت ابوایوبؓ انصاری کا شمار ان جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ علم وفضل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اعتبار سے ایک متبحّر عالم تھے اور ایک دنیا ان کے کمالاتِ علمی کی معترف تھی۔ فی الحقیقت اس معاملہ میں ان کو مرجعیت عامہ کا شرف حاصل تھا۔ جو جلیل القدر صحابہ اور تابعین ان کے کمالاتِ علمی سے فیض یاب ہوئے، ان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابواُمامہ باہلیؓ، حضرت براءؓ بن عازب، حضرت عروہ بن زبیرؒ، حضرت سعید بن مسیّبؒ، حضرت عطاء بن یسارؒ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ جیسے فقہائے اُمت کے نام نظر آتے ہیں۔

حضرت ابوایوبؓ کو ''تفقہ فی الدّین'' میں ایسا کمال حاصل تھا کہ بڑے بڑے پیچیدہ مسائل آنِ واحد میں حل کر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مسوّرؓ بن مخرمہ میں اس بارے میں اختلاف رائے پیدا ہوا کہ ایک شخص احرام کی حالت میں غسلِ جنابت کرتے وقت اپنے ہاتھ سے سر مل سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت مسورؓ کے نزدیک سر دھونا جائز نہیں تھا۔ لیکن ابنِ عباسؓ اس کے جواز کے حق میں تھے۔ دونوں بزرگوں نے حضرت عبداللہ بن حسینؒ کو حضرت ابوایوبؓ کے پاس بھیجا کہ اس مسئلہ میں ان کی کیا رائے ہے۔ عبداللہ حضرت ابوایوبؓ کے گھر پہنچے تو اتفاق سے وہ اس وقت غسل کر رہے تھے۔ عبداللہؒ نے بلند آواز سے یہ مسئلہ ان کے سامنے بیان کیا۔ حضرت ابوایوبؓ نے اوٹ سے اپنا سر باہر نکالا اور ہاتھ سے سر کو ملنا شروع کر دیا پھر فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی انداز سے غسل فرمایا کرتے تھے۔''

عاصم بن سفیان ثقفی جنگِ سلاسل میں شریک ہونے کے لیے روانہ ہوئے۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ جنگ ختم ہونے کی اطلاع ملی۔ انہیں جہاد سے محرومی کا بہت دکھ ہوا۔ حسرت و یاس کے عالم میں امیر معاویہؓ کے پاس گئے۔ اُس وقت ان کے پاس حضرت ابوایوبؓ انصاری اور حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی بھی موجود تھے۔ تینوں صحابی تھے اور کمالِ علمی سے مشرف تھے۔ عاصم نے براہِ راست حضرت ابوایوبؓ سے مسئلہ دریافت کیا اور امیر معاویہؓ اور حضرت عقبہؓ کی طرف توجہ نہیں کی۔ حضرت ابوایوبؓ نے ان کے استفسار کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب تو دے دیا لیکن دوسرے بزرگوں کی طرف ان کی بے توجہی پسند نہ آئی۔ عاصم کو جواب دے کر وہ خود حضرت عقبہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: ''کیوں عقبہ میں نے صحیح جواب دیا ہے؟'' حضرت عقبہؓ نے ان کے جواب کی تصدیق کی اس واقعہ سے جہاں حضرت ابوایوبؓ کے مبلغ علم کی وسعت کا پتہ چلتا ہے وہاں ان کی منکسر المزاجی اور وسیع الظرفی کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

حضرت ابوایوبؓ سے ایک سو پچاس احادیث مروی ہیں۔ انہیں سماعتِ حدیث کا بھی بہت شوق تھا۔ امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں مشہور صحابی حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی مصر میں مقیم تھے۔ حضرت ابوایوبؓ کو معلوم ہوا کہ وہ ایک خاص حدیث کے راوی ہیں۔ ان کو اس حدیث کی سماعت کا اتفاق نہیں ہوا تھا، اس کے شوقِ سماعت نے بے چین کر دیا اور پیرانہ سالی کے عالم میں صرف ایک حدیث کی سماعت کے لیے مدینہ منورہ سے مصر کا پرصعوبت اور طویل سفر اختیار کیا۔ مصر پہنچ کر پہلے حضرت مسلمہؓ بن مخلد کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہ میزبان رسولؐ سے ملاقات کر کے نہایت مسرور ہوئے اور پوچھا کہ سفرِ مصر کی زحمت کیسے گوارا فرمائی۔ حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ میں عقبہ سے ایک حدیث سننے آیا ہوں کیونکہ عالمِ اسلام میں اس وقت اس حدیث کا جاننے والا اور کوئی نہیں۔ مجھے عقبہ کے مکان کا پتہ بتا دیجیے۔ غرض مسلمہؓ سے وداع ہو کر حضرت عقبہؓ کے مکان پر پہنچے اور ان سے وہ خاص حدیث دریافت فرمائی۔ وہ حدیث سنا چکے تو ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کے لیے چل دیے۔ حضرت ابوایوبؓ کو حدیث سے جو شغف تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ بسترِ مرگ پر نزع کے عالم میں بھی اشاعتِ حدیث میں مصروف تھے۔ غرض ابوایوب انصاریؓ کی سیرت کے کسی باب پر بھی نظر ڈالیں آپ کیف و سرور کے ایک ایسے چمن زار میں پہنچ جائیں گے جس کے گلہائے رنگا رنگ سے آپ کی آنکھوں کو طراوت حاصل ہو گی اور جن کی دلآویز خوشبو سے آپ کا مشامِ جان معطر ہو جائے گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت خُبَیب انصاریؓ...... بَلیغُ الْاَرض

(۱)

غزوۂ اُحد کے چند ماہ بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن رحمتِ عالم ﷺ مدینہ مُنوّرہ میں کسی جگہ صحابۂ کرامؓ کی ایک جماعت کے درمیان رونق افروز تھے۔ دین اور دنیا کی باتیں ہو رہی تھیں اور شمعِ رسالت کے پروانے حضورؐ کے ارشادات سے مستفیض ہونے کے لیے ہمہ تن گوش بنے ہوئے تھے۔ یکا یک سرورِ عالم ﷺ پر نزولِ وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور لسانِ رسالت پر یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا خُبَيْب ...... عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا خُبَيْب

اے خُبَیب تجھ پر سلام ...... اے خُبَیب تجھ پر سلام

صحابۂ کرامؓ نے حیرت سے حضورؐ کی طرف دیکھا کہ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ سرورِ عالمؐ نے ان کی حیرت کو پہچان لیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

”خُبَیب کو اللہ کے دشمنوں نے قتل کر ڈالا۔ یہ جبریلؑ مجھے اس کا سلام پہنچاتے ہیں۔“

یہ شہیدِ راہِ حق جن کا سلام ...... تین سَو میل دوران کے مقتل سے ...... روح الامینؑ نے سرورِ عالم ﷺ کو پہنچایا اور جن پر خود سید الانام خیر الخلائق امام المرسلین ﷺ نے سلام بھیجا، قبیلہ اوس کے چشم و چراغ حضرت خُبَیب بن عدی انصاری تھے۔ وہ مدینہ مُنوّرہ کی ان خوش بخت ہستیوں میں سے تھے جنہیں ہجرتِ نبوی سے قبل اسلام کی سعادتِ عظمٰی حاصل ہوئی۔ رحمتِ عالم ﷺ کے مدینہ مُنوّرہ میں نزولِ اجلال کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے فیضانِ نبوی سے خوب خوب استفادہ کیا یہاں تک کہ بہت جلد فضلائے صحابہ میں شمار ہونے لگے۔ جنگِ بدر میں ان کو تین سَو تیرہ نفوسِ قدسی کی اس مقدس جماعت میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا، جس کے ایثار وخلوص اور شجاعت کی داستان سے تاریخ اسلام کے اوراق تاابد تابندہ رہیں گے۔ اس جنگ میں حضورؐ نے حضرت خبیبؓ کو مجاہدین کے سامان کی نگرانی پر مامور فرمایا تھا تاہم انہیں معرکہ کارزار میں اپنی تلوار کے جوہر دکھانے کا موقع بھی مل گیا اور انہوں نے مشرکینِ قریش کے ایک سر برآوردہ رئیس حارث بن عامر بن نوفل کو جہنم واصل کیا۔ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خبیبؓ کو رسولِ اکرم ﷺ سے والہانہ عقیدت اور محبت تھی۔ اوران کے دل میں دینِ حق پر مر مٹنے کا جذبہ ہر وقت موجزن رہتا تھا۔ حضورؐ بھی ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور اسی بے پایاں شفقت نبوی نے انہیں ایک مثالی مردِ مومن بنا دیا تھا۔

(۲)

غزوۂ اُحد میں مسلمان تیر اندازوں کی لغزش سے اہلِ حق کو جو نقصان اٹھانا پڑا تھا' کفّار کے حوصلے اس سے بہت بڑھ گئے تھے اور اب وہ مسلمانوں کے خلاف نت نئے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ مکّہ اور عسفان کے درمیان ایک مشرک قبیلے بنولحیان کے سردار سفیان بن خالد نے مسلمانوں کے خلاف ایک ذلیل سازش کی طرح ڈالی۔[۱]

ہوا یوں کہ غزوۂ اُحد کے بعد مکّہ کی ایک مالدار قرشیہ سلافہ بنتِ سعد نے اعلان کیا کہ جو شخص یثرب کے عاصمؓ بن ثابت کو زندہ پکڑ کر لائے یا اس کا سر کاٹ کر میرے پاس پہنچائے، میں اس کو اعلیٰ نسل کے سو اونٹ انعام دوں گی۔ اس اعلان کا پس منظر یہ تھا کہ سلافہ کے دو بیٹے مسافع بن طلحہ اور حارث بن طلحہ (یا بروایتِ دیگر کلاب بن طلحہ)

---

[۱] بعض روایتوں میں ہے کہ سفیان بن خالد لحیانی ہذلی ایک لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس لیے بنولحیان نے اس کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں کے خلاف یہ منصوبہ بنایا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگِ اُحد میں حضرت عاصمؓ بن ثابت انصاری کے ہاتھ سے مارے گئے تھے، چنانچہ اس نے عہد کیا تھا کہ جب تک اپنے شوہر اور بیٹوں کے قتل کے عوض عاصمؓ کے کاسۂ سر میں شراب نہ پی لے گی چین سے نہ بیٹھے گی۔ سفیان بن خالد لحیانی نے کچھ تو اس انعام کے لالچ میں اور کچھ مسلمانوں کو دکھ پہنچانے کے خیال سے قبیلہ عضل اور قارہ کے چند آدمیوں کو گانٹھا کہ وہ مسلمانوں کے بھیس میں مدینہ جائیں اور کہیں کہ ان کے تمام اہلِ قبیلہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں بشرطیکہ کچھ مسلمان ان کے پاس جا کر انہیں اسلام کی تعلیم اچھی طرح دے سکیں۔ اگر محمدؐ مان جائیں تو معلّمین میں عاصمؓ بن ثابت کو بھی شامل کرانے کی کوشش کریں۔ عضل اور قارہ کے سات بدبخت آدمیوں نے سفیان بن خالد کے کہنے پر عمل کیا اور مدینہ پہنچ کر نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ کچھ معلّمین ہمارے ساتھ کر دیجیے تا کہ وہ ہمارے قبائل میں تبلیغ کر سکیں اور انہیں احکامِ اسلام سکھا سکیں۔ ازراہِ مکر انہوں نے حضرت عاصمؓ بن ثابت سے اپنے قبائل کے اکثر لوگوں کی محبت کا بہت کچھ اظہار کیا۔ (ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ یہ لوگ مدینہ میں حضرت عاصمؓ کے والد ثابت کے مکان پر فروکش ہوئے تھے) رحمتِ عالم ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور چھ ۶ (اور بروایتِ دیگر دس) صحابہ کو حضرت عاصمؓ بن ثابت کی قیادت میں ان کے ساتھ روانہ فرمادیا۔ داعیانِ حق کی اس مقدس جماعت میں حضرت خبیبؓ بن عدی بھی شامل تھے۔[1]

---

[1] حضرت عاصمؓ اور خبیب کے علاوہ جو صحابہ اس جماعت میں شامل تھے ان میں چار کے نام اہلِ سیر نے تخصیص کے ساتھ لیے ہیں یعنی مرثدؓ بن ابی مرثد، خالدؓ بن البکیر، عبداللہؓ بن طارق اور زیدؓ بن الدثنہ۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اس جماعت کا امیر حضرت مرثدؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ علامہ ابنِ سعد نے اس واقعہ کو "سریۂ مرثد" کا نام دیا ہے لیکن جمہور اہلِ سیر کا رجحان حضرت عاصمؓ کی امارت کی طرف ہے اور انہوں نے اس واقعہ کو "غزوۃ الرجیع" کا نام دیا ہے۔ غزوۂ رجیع کے اسباب وعلل کے بارے میں روایات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اس جماعت کو بطورِ خود تجسس کے لیے روانہ فرمایا تھا لیکن دوسری سب روایات میں سازش کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)

یہ مقدس جماعت جب رجیع کے مقام پر پہنچی تو عضل اور قارہ کے وفد نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق بدعہدی اور غدّاری کی اور بنولحیان کو اطلاع بھیجی کہ تمہارا شکار آ پہنچا۔ چنانچہ دو سو لحیانی جنگجو اہلِ حق کی اس مختصر جماعت پر چڑھ دوڑے۔ ان میں سے سَو اعلیٰ درجے کے قادر انداز تھے۔ مسلمانوں نے ان کے تیور دیکھے تو دوڑ کر ایک قریبی ٹیلے پر چڑھ گئے اور بنولحیان سے مخاطب ہو کر پکارے:۔

"اے بدعہدو! کیوں عرب کی روایات کو پامال کرتے ہو کیا مہمانوں کو یوں دھوکے سے گھر بلا کر قتل کرنا جائز ہے۔ اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو سن لو کہ ہم آخری دم تک تمہارا مقابلہ کریں گے' جو بھی ہمارے نزدیک آیا اس کی جان کی خیر نہیں۔"

لحیانیوں نے کہا:۔

"ہم تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتے۔ ہم تو صرف قریشِ مکّہ سے تمہارے ذریعے کچھ مال حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ اگر تم نیچے اتر آؤ تو ہماری پناہ میں رہو گے۔"

حضرت عاصمؓ نے فرمایا:۔

"خدا کی قسم ہمیں مشرکوں کے عہد و پیان پر کوئی اعتبار نہیں ہے ہم ہرگز تمہاری پناہ نہیں لینا چاہتے۔"

اب چاروں طرف سے کفّار نے ان بے کس مسلمانوں پر تیروں اور برچھیوں سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے نہایت ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ حضرت عاصمؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:۔

"بھائیو ہم سے دھوکا کیا گیا ہے، مگر کوئی بات نہیں۔ منزلِ شہادت تمہارے سامنے ہے اور حورانِ بہشتی تمہیں اپنی آغوش میں لینے کے لیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے قرار ہیں۔"

مسلمانوں نے اپنے ترکش نکال لیے اور کفار کے تیروں کا جواب تیروں سے دیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا۔ حضرت عاصمؓ نے دعا مانگی:-

"الٰہی تیری راہ میں ہم مظلومانہ مارے جا رہے ہیں۔ میں نے اوّل دن سے تیرے دین کی حمایت کی اور اب تیری حمایت کا طالب ہوں میں نے تجھ سے عہد کیا تھا کہ نہ خود کبھی کسی مشرک کو مس کروں گا اور نہ کسی مشرک کو اپنا جسم چھونے دوں گا۔ مرنے کے بعد میرے جسم کی حفاظت اب تیرے ذمے ہے۔"

اس کے بعد رجز پڑھتے ہوئے دشمنوں میں گھس گئے[1] اور اپنے دو ۲ (یا چھ ٦) ساتھیوں کے ہمراہ رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

تین صحابہ حضرت خبیبؓ بن عدی، حضرت زیدؓ بن الدِثنہ اور حضرت عبداللہؓ بن طارق کو مشرکین نے زندہ گرفتار کر لیا۔ حضرت عاصمؓ کی دعا جو ایک دردمند دل سے نکلی تھی معاً موقف اجابت پر پہنچ گئی۔ جب مشرکین نے ان کا سر کاٹنے کا ارادہ

---

[1] طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ اس وقت حضرت عاصمؓ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔"میں کمزور نہیں ہوں، صاحبِ قوت اور قادر انداز ہوں اور میری کمان کی تانت بہت مضبوط ہے۔ چوڑے تیر، کمان کے اوپر سے پھسلتے ہیں۔ موت حق ہے اور زندگی باطل، اور جو کچھ انسان کے مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا اور آدمی اپنے رب کی طرف ضرور لوٹے گا اگر میں تم سے نہ لڑوں پس میری ماں مجھ کو گم کر دے۔

علامہ ابنِ درید نے "جمہرہ" میں حضرت عاصمؓ سے یہ رجز منسوب کیا ہے:-

"میں ابوسلیمان ہوں اور میرے پاس مقعد جیسے نامور تیر گر کا تیر ہے اور یہ تیر شعلۂ آلہ کی مثل ہے"۔

اور جب لڑائی کا تنور گرم ہو جائے تو مجھ پر کپکپی طاری نہیں ہوتی اور میرے پاس بیل کی کھال کی عمدہ ڈھال ہے۔

میں ابوسلیمان ہوں اور مجھ جیسا شجاع اب لڑائی پر تل گیا ہے۔ میری قوم بھی معزز ہے اور میرا خاندان بھی۔ اور میں ان تمام چیزوں پر ایمان لا چکا ہوں جن پر (میرے آقا) محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جسدِ مبارک کے گرد شہد کی مکھیوں (اور بعض روایات کے مطابق بِھڑوں) کا غول بھیج دیا۔ کوئی مشرک ادھر بڑھتا تو اسے بری طرح کاٹ لیتیں۔ آخر انہوں نے لاش کو اسی جگہ پر چھوڑ دیا۔ ان کا خیال تھا کہ مکھیوں (یا بِھڑوں) کا یہ جھنڈ چند ساعتوں کے بعد اڑ جائے گا اس وقت سر کاٹ لیں گے۔ خدا کی قدرت کہ رات کو زبردست بارش ہوئی جس سے سیلاب کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ حضرت عاصمؓ کا جسدِ مبارک اسی سیلاب میں بہہ گیا اور ہزار کوششوں کے باوجود کفار کے ہاتھ نہ آیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو بے حرمتی سے بچالیا، نہ کوئی کافر ان کی زندگی میں انہیں مَس کرسکا اور نہ ان کی شہادت کے بعد[1]

حضرت خبیبؓ، زیدؓ اور عبداللہؓ بن طارق کو کفار اپنی کمانوں کی تانت سے باندھنے لگے تو حضرت عبداللہؓ نے شدید مزاحمت کی تاہم مشرکین انہیں کسی نہ کسی طرح باندھ کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مرالظہران پہنچے تو عبداللہؓ نے اپنا ہاتھ قید کی رسی سے نکال لیا اور ایک مشرک کی تلوار چھیننا چاہی۔ یہ دیکھ کر مشرکین غضب ناک ہو گئے اور پیچھے ہٹ کر ان پر پتھر برسانے شروع کر دیے یہاں تک کہ وہ واصل بحق ہو گئے۔ مشرکین انہیں وہیں دفن کر کے آگے بڑھے۔ (بعض روایتوں میں ہے کہ مشرکین نے عبداللہؓ کو رجیع ہی کے مقام پر شہید کر ڈالا تھا) اب ان کے قبضے میں صرف دو

---

[1] حضرت عاصمؓ بن ثابت انصاری کا شمار بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا۔ بڑے شجاع تھے اور تیر تلوار نیزے کی لڑائی میں کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے۔ غزوۂ بدر میں انہوں نے مشہور دشمنِ اسلام عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا اور جنگِ اُحد میں بنوعبدالدار کے دو شہسواروں مسافع اور حارث یا کلاب پسران طلحہ بن ابی طلحہ وسلافہ بنت سعد کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ بڑے غیور اور نظافت پسند تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد عہد کیا تھا کہ نہ کبھی کسی مشرک کو چھوئیں گے اور نہ کسی مشرک کو اپنا جسم چھونے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے شہادت کے بعد بھی ان کے جسم کو مشرکین کے ناپاک ہاتھوں سے بچالیا۔ حضرت عمرِ فاروقؓ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا کہ ''یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے اپنے مومن بندے کی اس طرح حفاظت فرمائی۔'' حضرت عاصمؓ کی بیٹی جمیلہ حضرت عمرِ فاروقؓ سے منسوب تھیں۔ عاصم بن عمرؓ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاشقانِ حق اور سرفروشانِ دین باقی رہ گئے تھے۔ حضرت خبیبؓ بن عدی اور حضرت زیدؓ بن الدِثنہ۔ بنولحیان انہیں مکہ کے بازار میں لے آئے جہاں ان دنوں حیوانوں کی طرح انسانوں کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ جب قریش کو علم ہوا کہ بنولحیان محمد ﷺ کے دو ساتھیوں کو اسیر کر کے مکہ لائے ہیں تو انہیں بڑی خوشی ہوئی اور بازار کی طرف یہ دیکھنے کے لیے لپکے کہ ان قیدیوں میں کوئی ان کے کسی عزیز کا قاتل تو نہیں۔ حضرت خبیبؓ نے غزوۂ بدر میں حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا۔ اس لیے جب حارث کے اعزّہ نے خبیبؓ کو دیکھا تو ان کی باچھیں کھل گئیں کہ انہیں اتنی آسانی سے حارث کا انتقام لینے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ حارث کے بیٹے (یا بروایتِ دیگر زینب بنتِ حارث) نے حضرت خبیبؓ کو سو اونٹوں کے عوض خرید لیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ خبیبؓ کو حارث بن عامر مقتول کے حلیف حجیر بن ابی اہاب تمیمی نے اسی ۸۰ دینار یا پچاس اونٹوں کے عوض خریدا تاکہ اس کا بھتیجا عقبہ بن حارث انہیں قتل کر کے اپنے باپ کے خون کا انتقام لے[1]

اسی طرح حضرت زیدؓ بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے عوض خرید لیا تاکہ انہیں اپنے باپ امیہ بن خلف مقتولِ بدر کے بدلے میں قتل کرے۔ یوں اللہ کے یہ دو پاکباز بندے لحیانی غداروں کے پنجۂ ستم سے چھوٹ کر مکہ کے قسی القلب مشرکوں کے ہاتھ پڑ گئے۔

(۴)

قریشِ مکہ کفر کی حالت میں بھی اشہرِ حُرم (یعنی حرمت والے چار مہینوں، رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم) میں خونریزی سے اجتناب کرتے تھے۔ چونکہ حضرت خبیبؓ جس زمانے میں فروخت ہوئے وہ ذیقعدہ کا مہینہ تھا۔ اس لیے بنوحارث نے ان کا

---

[1] حافظ ابنِ حجرؒ نے "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ حضرت خبیبؓ کو چھ سات آدمیوں نے مل کر خریدا تھا اور یہ سارے وہ تھے جن کے اعزّہ واقارب بدر میں مارے گئے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل اشہرِ حُرم گزرنے تک ملتوی کر دیا اور انہیں طوق وسلاسل میں جکڑ کر ایک کوٹھڑی میں محبوس کر دیا۔ طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ بنو حارث نے خُبَیبؓ کی نگرانی پر اپنے ایک عزیز موہب کو مقرر کیا۔ ابنِ اسحاقؒ کا بیان ہے کہ خُبَیبؓ کو بنو حارث نے خرید کر حجیر بن ابی اہاب کی کنیز ماویہ (یا ماریہ) کے گھر قید رکھا اور زینب بنتِ حارث کو ان کی نگرانی پر مامور کیا۔ یہ ماویہ جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہو گئیں بیان کرتی ہیں کہ:

"خدا کی قسم میں نے خُبَیبؓ بن عدی سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا وہ رات کے پچھلے پہر ایسی پرسوز آواز میں قرآن پڑھا کرتے تھے کہ قریش کی عورتیں اسے سن کر بے اختیار رویا کرتی تھیں۔ ایک دن میں نے کواڑ کی درز سے جھانکا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ خُبَیبؓ جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، انگور کا ایک بہت بڑا (آدمی کے سر کے برابر) گچھا کھا رہے ہیں حالانکہ یہ انگور کا موسم نہ تھا۔ یہ خدائی رزق تھا جو حق تعالیٰ نے انہیں عطا کیا تھا۔[1]"

میں نے ایک دن خُبَیبؓ سے کہا کہ اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔ خُبَیبؓ نے کہا، مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں البتہ میں تجھ سے تین باتوں کی درخواست کرتا ہوں۔

۱۔ مجھ کو میٹھا پانی پلانا۔

۲۔ جو جانور بتوں کے استھانوں پر ذبح ہوں ان کا گوشت مجھے نہ کھلانا۔

۳۔ جب قریش میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے پہلے آگاہ کر دینا۔[2]

---

[1] صحیح بخاری اور تاریخ طبری میں یہ بیان عقبہ کی بیوی سے منسوب کیا گیا ہے لیکن دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عقبہ اس زمانے میں بارہ چودہ برس کا لڑکا تھا اس لیے اس بیان کا عقبہ کی بیوی کے بجائے ماویہ یا زینب بنتِ حارث سے انتساب زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت خبیبؓ کو قید خانہ میں کئی بار انگور کھاتے دیکھا گیا حالانکہ اس زمانے میں مکہ میں انگور کا نام ونشان تک نہ تھا۔

[2] طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ حضرت خبیبؓ نے ان تین باتوں کی درخواست موہب سے کی تھی اور اس نے انہیں پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے ان تینوں باتوں کے پورا کرنے کی ہامی بھر لی۔ جب اشہرِ حُرم گزر گئے تو قریش خُبَیبؓ کے قتل کے لیے مجتمع ہوئے۔ مَیں نے خُبَیبؓ کو قریش کے ارادے سے مطلع کیا تو خدا کی قسم انہیں مطلق ہراساں نہ پایا۔ ہاں انہوں نے طہارت کے لیے مجھ سے اُسترہ طلب کیا۔ میں نے اپنے کمسن فرزند کے ہاتھ استرہ انہیں بھیج دیا۔ بعد میں خیال آیا کہ میں نے کیسا خلافِ عقل کام کیا ہے۔ یہ قیدی تو اپنی جان سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہے کہیں اس بچے کو نہ مار ڈالے۔ میں دوڑی دوڑی قید خانے میں گئی، دیکھا تو خُبَیبؓ استرہ ہاتھ میں پکڑے بچے سے کہہ رہے تھے' بیٹے کیا تیری ماں نے مجھ سے خوف نہ کھایا کہ تیرے ہاتھ استرہ بھیج دیا...... میں نے دروازے کی آڑ سے کہا۔ ''اے خُبَیبؓ میں نے اس بچے کو تیرے پاس بہ امانِ خدا بھیجا ہے۔'' خُبَیبؓ نے میری گھبراہٹ کو بھانپ لیا اور کہنے لگے:-

''میں وہ نہیں کہ اس معصوم بچے کو قتل کروں۔ ہمارے دین میں ایسا ظلم اور عہد شکنی روا نہیں ہے۔''[۱]

حضرت خُبَیبؓ کی بلندیِ کردار کا مشاہدہ کرنے کے باوجود سیاہ باطن مشرکوں کو رحم

---

[۱] حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''استیعاب'' میں لکھا ہے کہ یہ بچہ حضرت خُبَیبؓ کے نگراں موہب کا تھا۔ وہ حضرت خُبیبؓ سے مانوس ہوگیا تھا اور اکثر ان کے پاس چلا جاتا تھا۔ خُبَیبؓ اس سے بہت محبت کرتے تھے اور اسے ران پر بٹھا کر بڑے مزے سے اس کی توتلی باتیں سنا کرتے تھے۔ جس دن موہب نے انہیں استرہ دیا یہ بچہ بھی حسبِ معمول ان کے پاس چلا گیا۔ لڑکے کی ماں نے دیکھا کہ بچہ خُبَیبؓ کی ران پر ہے اور استرہ ان کے ہاتھ میں ہے تو وہ کانپ اٹھی اور خوفزدہ ہو کر چیخ ماری۔ خُبَیبؓ نے فرمایا ''کیا تم سمجھتی ہو کہ میں اس بے گناہ بچے سے اپنے خون کا بدلہ لونگا؟ حاشا مسلمان کی شان یہ نہیں اور نہ بدعہدی ہمارا شعار ہے۔'' ''استیعاب'' ہی کی ایک دوسری روایت میں اس عورت کو عقبہ بن حارث کی بیوی بیان کیا گیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت خُبَیبؓ نے اس سے فرمایا۔ ''اب اللہ نے مجھے تجھ پر قادر کر دیا'' اس نے کہا ''مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔'' خُبَیبؓ نے استرہ اس کے سامنے پھینک دیا اور فرمایا، ''میں مذاق کر رہا تھا۔'' علامہ شبلیؒ نے سیرۃ النبیؐ میں زرقانی کے حوالے سے اس بچے کو حارث بن عامر مقتول کی نواسی بتایا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے کی ماں زینب بنتِ حارث تھی نہ کہ عقبہ کی بیوی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ آیا اور وہ بدستور اس قدسی صفت انسان کو قتل کرنے پر تلے رہے۔

(۵)

حضرت خُبَیبؓ بلاشبہ قریش کے ایک بڑے سردار کے قاتل تھے، لیکن انہوں نے یہ قتل کسی دھوکے اور فریب سے نہیں کیا تھا بلکہ عین میدانِ کارزار میں مردوں کی طرح لڑ کر کیا تھا۔ اب قریش ان پر قابو پا کر جس بدکرداری کا مظاہرہ کر رہے تھے وہ دنیا کے کسی آئین میں روا نہیں تھا۔ یہ کھلی ہوئی شیطنت اور بزدلی تھی کہ رسیوں میں جکڑے ہوئے ایک بے بس قیدی کو بیسیوں مسلح آدمی مل کر ماریں۔ ایسا فعل تو عربوں کی قومی روایات کے بھی یکسر خلاف تھا لیکن مشرکینِ قریش جوشِ انتقام میں بالکل اندھے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس مظلوم پردیسی کو قتل کرنے کے لیے خاص اہتمام کیا اور طے کیا کہ انہیں سولی پر لٹکا کر نیزوں کے کچوکوں سے ہلاک کیا جائے چنانچہ انہوں نے اشہرِ حُرم گزرنے کے بعد حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر سولی گاڑی اور منادی کر کے تمام اہلِ مکّہ کو دعوت دی کہ وہ خُبَیبؓ کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لیے تنعیم پہنچیں چنانچہ سارا مکّہ یہ تماشا دیکھنے کے لیے اُمڈ پڑا۔ یہ لوگ ڈھول اور دَف پیٹ رہے تھے، جھنڈے لہرا رہے تھے اور نفیریاں بجا رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بہت بڑا میلہ یا جشن ہے۔ حضرت خُبَیبؓ کو پابجولاں وہاں لایا گیا تو اس نابکار ہجوم نے مسرّت کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ ہنگامۂ دار و رسن برپا کرنے سے پہلے ظالموں نے حضرت خُبَیبؓ سے پوچھا، "کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔"

حضرت خُبَیبؓ نے فرمایا۔ "میری اور تو کوئی خواہش نہیں ہے البتہ یہ چاہتا ہوں کہ دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔"

مشرکین نے کہا۔ "پڑھ لو۔"

حضرت خُبَیبؓ فوراً نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ دو رکعت پوری ہو گئیں تو فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا لیکن سوچا کہ تم لوگ سمجھو گے خبیبؓ موت سے ڈر گیا ہے اور قتل کا وقت ٹال رہا ہے۔''[1]

اس کے بعد یہ شجاع ترین مردِ مومن سولی کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا اور فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے:

''لوگ جوق در جوق میرے گرد جمع ہو رہے ہیں، بڑے بڑے گروہ میرے قتل کا تماشا دیکھنے کھڑے ہیں۔''

یہ تمام لوگ مجھ سے عداوت نکال رہے ہیں اور جوش میں بپھرے ہوئے ہیں۔

میں اس مقتل میں دست و پابستہ کھڑا ہوں، قبائل اپنی عورتوں اور بچوں کو میرے قتل کا تماشا دکھانے لائے ہیں۔

لوگ مجھے ایک اونچی لکڑی کے پاس لائے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ اسلام کو چھوڑ دینے سے تیری جان بچ سکتی ہے۔

لیکن دینِ حق چھوڑنے سے مر جانا بہتر ہے۔

میری آنکھیں نمناک ہیں لیکن میں صبر کروں گا اور دشمن کے سامنے نہ جھکوں گا۔

کیونکہ میں وصلِ حق سے شادکام ہونے والا ہوں۔

موت کا مجھے ڈر نہیں ہے، ڈر ہے تو جہنم کی شعلہ بار خون چوسنے والی آگ کا۔

عرشِ اعلیٰ کے مالک نے مجھ سے خدمت لی ہے اور مجھے صبر وضبط کی ہدایت فرمائی ہے۔

---

[1] علامہ شبلیؒ نے سیرۃ النبیؐ میں لکھا ہے کہ اسی زمانے سے دستور ہے کہ کسی کو قتل کرتے ہیں تو مقتول پہلے دو رکعت نماز ادا کر لیتا ہے اور یہ مستحب سمجھا جاتا ہے۔ علامہ موصوف نے شرح سیر کبیر سرخسیؒ کے حوالے سے اس نماز کے استحباب کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو حضرت خبیبؓ کے اس فعل کی اطلاع ملی تو آپؐ نے اس کو پسند فرمایا:

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اوّل جس شخص نے نماز پڑھنے کا طریقہ بوقتِ قتل نکالا وہ خبیبؓ بن عدی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینِ حق کے دشمنوں نے مار مار کر میرے گوشت کا بھرتا بنا دیا ہے۔ میں اپنی غریب الوطنی اور بے کسی کی فریاد اپنے خالق سے کرتا ہوں۔ واللہ میں جب اللہ کی راہ میں جان دے رہا ہوں تو مجھے پروا نہیں کہ کس پہلو پر گرتا ہوں اور کیسے جان دیتا ہوں ذاتِ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے ہر ٹکڑے پر برکت نازل کرے۔"

یہ اشعار پڑھنے کے بعد انہوں نے دعا مانگی:-

"الٰہی ہم نے تیرے رسول کا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیا تو اپنے رسولؐ برحق کو ہمارے حال کی خبر پہنچا دے۔"

یہ دعا مانگ کر انہوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر بزبانِ حال کہا:

بجرمِ عشق تو ام میکشند غوغائیست
تو نیز برسر بام آچہ خوش تماشائیست

اس وقت حضرت خُبیبؓ کی زبان پر اپنے قاتلوں کے لیے بے اختیار یہ بددعا جاری ہوگئی۔ "**اللّٰھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تغادر منھم احدا**" (اے اللہ ان میں سے ہر ایک پر اپنا قہر نازل کر، اور ان کو پراگندہ کر کے ہلاک کر، ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ)

مشرکین حضرت خُبیبؓ کی بددعا سے اتنے خوفزدہ ہوئے کہ ان میں سے اکثر پہلو کے بل زمین پر لیٹ گئے۔ بعض ایک دوسرے کے پیچھے چھپتے پھرتے تھے، کچھ لوگ کانوں میں انگلیاں دے کر بھاگنے لگے اور بعض درختوں کی آڑ میں جا چھپے کیونکہ یہی طریقے ان کے نزدیک بددعا سے بچنے کے تھے۔ یہ منظر اتنا عبرتناک اور درد انگیز تھا کہ اس موقع پر موجود لوگوں کو مدت العمر یاد رہا۔[1]

---

[1] حضرت معاویہؓ بن ابوسفیانؓ جو اس موقع پر موجود تھے، کہتے ہیں کہ جس وقت خُبیبؓ نے بددعا کی، میرے والد ابوسفیان نے مجھ کو اس زور سے دھکا دیا کہ میں سرین کے بل زمین پر گر پڑا۔ پھر مجھ کو ایسی سختی سے گھسیٹا کہ میرا بدن چھل گیا اور میں اس صدمے سے کئی دن تک صاحبِ فراش رہا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بددعا کے بعد حضرت خُبَیبؓ نے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیا۔ عروہؓ اور موسیٰؒ بن عقبہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے جب حضرت خُبَیبؓ کو سولی پر لٹکایا تو ان کو پکار کر اور قسم دے کر پوچھا کیا تمہیں پسند ہے کہ محمد ﷺ تمہاری جگہ سولی پر ہوں اور تو اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے۔

حضرت خبیبؓ نے فرمایا:

"خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد رسول اللہ کے پائے اقدس میں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔"

اس کے بعد کفار نے حضرت خُبَیبؓ کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی آخری کوشش کی لیکن انہوں نے مشرکین کی ترغیب و تحریص کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ ظالموں نے اب سولی کا رسہ کھینچ دیا اور ان کا منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا۔ اس وقت حضرت خبیبؓ کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (تم جس طرف رخ کرو اسی طرف اللہ کی ذات موجود ہے۔)

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت خُبَیبؓ نے اس موقع پر رسولِ اکرم ﷺ پر سلام بھیجا اور بارگاہِ ربُّ العزّت میں دعا کی کہ وہ ان کے حال کی خبر حضورؐ کو پہنچا دے۔

اب شقی القلب مشرکوں نے اس مردِ وفا سرشت کے جسم پر نیزوں سے کچو کے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) حکیمؓ بن حزام کہتے ہیں کہ میں خُبَیبؓ کی بددعا کے خوف سے درختوں کی آڑ میں جا چھپا۔ جبیرؓ بن مطعم دوسرے آدمیوں کے پیچھے چھپتے پھرتے تھے۔ حویطبؓ بن عبدالعزّٰی اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر بڑے زور سے بھاگے کہ خُبَیبؓ کی بددعا نہ سن سکیں۔ یہ اصحاب اس وقت حالتِ کفر میں تھے۔ اسی طرح وہاں پر موجود دوسرے سب لوگوں میں بھی بھگدڑ مچ گئی تھی۔ مشہور صحابی حضرت سعیدؓ بن عامر کو بھی کبھی غشی کے دورے پڑتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ فاروق نے ان سے ان دوروں کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا میں خُبَیبؓ کے قتل کے وقت تماشائیوں میں موجود تھا' مجھے جب کبھی خُبَیبؓ کی بددعا یاد آ جاتی ہے تو میں کپکپا کر بے ہوش ہو جاتا ہوں اور یہ میرے بس کی بات نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگانے شروع کر دیے۔ دفعتہً خُبَیبؓ کا منہ قبلہ رُخ ہو گیا۔ ابھی رمق جان باقی تھی فرمایا:

''الحمد للہ کہ اس نے میرا منہ اپنے گھر کی طرف پھیر دیا۔''

کُفّاران کے رقصِ بسمل کو دیکھ کر خوشی سے نعرے لگاتے تھے۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ خُبَیبؓ کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیں لیکن ناکام رہے۔ بالآخر ایک مشرک نے ان کے سینے میں اس زور سے نیزہ مارا کہ جسم کے آر پار ہو گیا[1] اس وقت ان کی زبان پر کلمۂ توحید جاری تھا۔ اسی حالت میں انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اس کے بعد مشرکین نے اس شہیدِ راہِ حق کی لاش کو سولی پر ہی لٹکتا چھوڑ دیا۔

حضرت خُبَیبؓ کے ساتھی حضرت زیدؓ بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا تھا۔ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ صفوان نے انہیں اپنے غلام فسطاس کے سپرد کر دیا۔ جو انہیں حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر لے گیا اور بہت سے تماشائیوں کے سامنے شہید کر ڈالا۔ لیکن موسیٰؒ بن عقبہ اور کئی دوسرے اہلِ سِیَر نے لکھا ہے کہ حضرت خُبَیبؓ اور حضرت زیدؓ بن دثنہ ایک ہی دن اور ایک ہی جگہ شہید کیے گئے۔ اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو چیز حضرت خُبَیبؓ کے فوری قتل میں مانع تھی وہی زیدؓ کے فوری قتل

---

[1] سیرت کی اکثر کتابوں میں اس مشرک کا نام ابوسروعہ درج ہے۔ یہ ابوسروعہ فتح مکّہ کے دن مسلمان ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ابوسروعہ عقبہ بن حارث بن عامر کی کنیت تھی لیکن اکثر روایتوں کے مطابق ابوسروعہ، عقبہ بن حارث کے علاتی بھائی تھے اور ان کا نام حارث بن حارث بن عامر تھا۔ عقبہ بن حارث جو بعد میں مسلمان ہو گئے کہتے تھے کہ واللہ میں نے خُبَیبؓ کو قتل نہیں کیا' میں اس وقت لڑکا تھا' بنو عبدالدار کے ایک شخص ابومیسرہ (یا ہبیرہ) نے میرا ہاتھ پکڑ کر برچھے پر رکھا اور میرا ہاتھ پکڑے رہا وہ اپنے ہاتھ کے زور سے خُبَیبؓ کو برچھے سے کچوکے لگاتا رہا اس کے بعد ابوسروعہ نے انہیں نیزہ مارا جو ان کی پشت سے پار ہو گیا اور وہ شہید ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی حارج تھی یعنی اَشہرِ حُرم۔

اس واقعہ کے عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ جب مشرکین حضرت خُبَیبؓ اور حضرت زیدؓ کو پابجولاں تنعیم میں لائے تو وہ دونوں ایسی بشاشت اور محبت سے بغلگیر ہوئے کہ کفار حیرت زدہ ہو گئے پھر دونوں ایک دوسرے کو صبر و استقلال کی تلقین کرنے لگے۔ کفار نے انہیں فوراً ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ جب حضرت خُبَیبؓ شہید ہو گئے تو زیدؓ کو مقتل میں لائے۔ ابوسفیان نے ان سے پوچھا:۔

"اے زید! تجھ کو خدا کی قسم سچ سچ بتانا کہ کیا تم یہ پسند نہ کرو گے کہ تمہاری بجائے محمدؐ کی گردن ماردی جائے اور تم اپنے اہل وعیال میں خوش وخرم رہو۔"

ابنِ اسحاق اور ابنِ ہشام کا بیان ہے کہ اس مردِ حق آگاہ نے بھی انہیں ویسا ہی جواب دیا، جیسا کہ حضرت، خُبَیبؓ دے چکے تھے۔ فرمایا:۔

"معاذ اللہ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ محمد ﷺ کے پائے اقدس میں کانٹا بھی چبھ جائے۔"

ابوسفیانؓ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم نے دیکھا محمدؐ کے ساتھی جس قدر محبت اس سے کرتے ہیں، اس کی مثال نہیں ملتی۔"

اس کے بعد ایک ظالم نے حضرت زیدؓ کے قلب پر نیزہ مارا جس نے ان کے دل کو چھید ڈالا اور ان کے منہ سے ایک بلند آواز اللہ اکبر کی نکلی۔ اب صفوان کا غلام فسطاس آگے بڑھا اور اس نے ان کا سر کاٹ لیا۔ یوں وہ مردِ وفا کیش بھی اپنے مولائے حقیقی سے جا ملا۔

(۲)

حضرت خُبَیبؓ نے اپنی شہادت سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ وہ ان کے حال کی خبر اپنے حبیب ﷺ کو پہنچا دے۔ اللہ عزّ وجلّ نے ان کی یہ دعا قبول فرمالی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضورؐ کو اسی وقت اس سانحۂ جاں گداز کی اطلاع وحی کے ذریعہ ہوگئی۔ حِبُّ النَّبِیِّ حضرت زیدؓ بن حارثہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس وقت مجلسِ نبویؐ میں حاضر تھا، آپ پر یکا یک آثارِ وحی ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا:-

"خُبَیبؓ کو اہلِ شرک نے شہید کر دیا اور جبریل میرے پاس ان کا سلام لائے ہیں۔"

ابنِ جریر طبریؒ، اور حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک دن جناب رسالت مآب ﷺ نے حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری سے فرمایا کہ مکہ جا کر خُبَیبؓ کی لاش کا پتا لگاؤ اور اسے سولی سے اتارو۔ حضرت عمروؓ بہت تیز رفتار تھے۔ وہ دن رات ایک کر کے مکہ پہنچے اور رات کی تاریکی میں اس مقام پر گئے جہاں خُبَیبؓ کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ انہوں نے درخت پر چڑھ کر سولی کی رسی کاٹی۔ لاش زمین پر گری۔ حضرت عمروؓ کا ارادہ تھا کہ خُبَیبؓ کے جسدِ اطہر کو مدینہ اٹھا لے جائیں لیکن جب وہ درخت سے نیچے اترے تو یہ دیکھ کر نقش بہ دیوار بن گئے کہ لاش غائب تھی۔ بولے۔

"کیا زمین نگل گئی"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ خُبَیبؓ کی شہادت کے چند دن بعد رحمتِ عالم ﷺ نے صحابۂ کرامؓ سے فرمایا۔ "کون شخص ہے جو خُبَیبؓ کی لاش کو سولی سے اتار لائے اور جنت کا حقدار بن جائے؟"

حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت مقدادؓ بن الاسود بیک وقت اٹھے اور عرض کیا۔

"یارسول اللہ یہ کام ہم کریں گے۔"

چنانچہ دونوں چھپتے چھپاتے مکہ پہنچے۔ جب رات کو خُبَیبؓ کے مقتل میں گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کی لاش سولی پر بالکل تر و تازہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسی دن واصل بحق ہوئے ہیں۔ ان کا ہاتھ اپنے زخم پر تھا جس سے خون ٹپک رہا تھا، حالانکہ ان کو شہید ہوئے چالیس دن گزر چکے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زبیرؓ نے لاش کو سولی سے اتارا اور اسے اپنے گھوڑے پر رکھ کر حضرت مقدادؓ کے ہمراہ مدینہ کا رخ کیا۔ صبح ہوئی تو قریش کو کسی ذریعے سے اس واقعہ کا علم ہو گیا۔ چنانچہ بہت سے مسلّح مشرکین اونٹوں پر سوار ہو کر حضرت زبیرؓ اور مقدادؓ کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ حضرت زبیرؓ نے سوارانِ قریش کو اپنے سر پر پایا تو انہوں نے حضرت خُبیبؓ کی لاش گھوڑے سے اتار کر زمین پر رکھ دی۔ زمین فوراً اس لاش کو نگل گئی۔ چنانچہ اسی وجہ سے حضرت خُبیبؓ کو ''بلیع الارض'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

اب حضرت زبیرؓ قریش کی طرف متوجّہ ہوئے اور للکار کر کہا:

''اے مشرکینِ قریش تمہیں ہم پر دھاوا بولنے کی جرأت کیسے ہوئی، کیا تم نہیں جانتے کہ میں عوام کا بیٹا اور عبد المُطّلِب کا نواسا ہوں۔ یہ میرا ساتھی شیرِ بیشۂ شجاعت مِقداد بن الاسود کِندی ہے۔ ہم اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہیں اور تمہارا کوئی نقصان نہیں کیا۔ اگر تم تیروں سے لڑنا چاہتے ہو تو ہم تیروں سے لڑیں گے، تلواروں سے لڑنا چاہو تو ہم بھی تلواروں سے لڑیں گے۔ واللہ جب تک ہماری جان میں جان ہے ہم تمہیں اپنے نزدیک نہیں پھٹکنے دیں گے۔''

مشرکینِ قریش نے جب دیکھا کہ یہ مردانِ حق مرنے مارنے پر آمادہ ہیں تو ان سے کوئی تعرّض کیے بغیر واپس چلے گئے۔ حضرت زبیرؓ اور مِقدادؓ نے جب دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا تو حضورؐ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ جبریلِ امینؑ نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تم دونوں پر فخر کرتے ہیں۔

حضرت خُبیبؓ اور رجیع کے دوسرے شہیدوں پر ہزاروں سلام۔ انہوں نے اپنے خون سے صفحۂ تاریخ پر استقامت وعزیمت کی ایک ایسی داستان رقم کی جو ابدالآباد تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلوبِ مردہ میں ایمان اور یقین کی حرارت پیدا کرتی رہے گی۔

یہ شہادت گہ اِلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام سے بچو، تم لوگوں میں سب سے زیادہ عابد ہو جاؤ گے اور جو خدا نے تمہیں دیا اس پر راضی ہو جاؤ، تم لوگوں میں سب سے زیادہ غنی شمار ہو گے۔ ہمسایہ سے اچھا برتاؤ کرو، تم مومن بن جاؤ گے۔ اپنے بھائی کے لیے وہی چاہو جو تم اپنے لیے چاہتے ہو، تم مسلم شمار ہو گے۔ زیادہ مت ہنسو اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

(مشکوۃ کتاب الرقاق)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کا حساب لیا اور زندگی بعد موت کے لیے عمل کیا اور عاجز وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنی خواہش کے پیچھے لگا دیا اور اللہ سے اُمیدیں باندھ لیں۔

(ترمذی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت اُسَیدؓ بن حُضَیر اشہلی ...... نِعمَ الرَّجُل

(۱)

سیّد الانام رحمتِ عالم ﷺ کی مجالسِ مُطہّرہ تقدس، متانت اور وقار کا مظہرِ اَتم ہوتی تھیں۔ ان میں ہمیشہ ہدایت وارشاد، اخلاق، اعمال، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کی باتیں ہوتی تھیں۔ حاضرین مجلس سر جھکا کر اس طرح مؤدّب بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ (کَاَنَّمَا عَلٰی رُؤُسِھِمُ الطَّیْرُ) مشہور صحابی حضرت عروہؓ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ کے موقع پر قریشِ مکّہ کی طرف سے سفیر بن کر دربارِ نُبوّت میں حاضر ہوئے، اس وقت وہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مجلس نبوی میں شمعِ رسالتؐ کے پروانوں کا طرزِ عمل دیکھا تو ششدر رہ گئے۔ قریش کے پاس جا کر ان سے کہا:

> "برادران قریش، میں دنیا کے بڑے بڑے فرمانرواؤں (قیصرِ روم، کسرٰی ایران، نجاشیِ حبشہ) کے درباروں میں گیا ہوں لیکن محمدؐ کے ساتھی جس طرح محمدؐ کے والہ وشیدا ہیں اور جس قدر ان کی تعظیم کرتے ہیں، میں نے کسی بادشاہ کے دربار میں عقیدت اور وارفتگی کا یہ منظر نہیں دیکھا۔ محمدؐ تھوکتے ہیں تو یہ لوگ اسے ہاتھوں پر لیتے ہیں اور اپنے جسم اور چہرے پر مل لیتے ہیں۔ محمدؐ وضو کرتے ہیں تو یہ لوگ مستعمل پانی کے ایک ایک قطرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آپس میں لڑ مریں گے، محمدؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص اس کی تعمیل کرنے میں ایک دوسرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومتفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سبقت لے جانا چاہتا ہے۔ان کے سامنے کوئی شخص بلند آواز سے گفتگو
نہیں کرتا اور نہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھتا ہے۔"

یہ مجالسِ نبوی کی ایک ہلکی سی جھلک تھی لیکن ان ساری باتوں کے باوصف ان مجالس اقدس میں خشکی اور افسردگی کی کیفیت نہیں ہوتی تھی۔ رحمتِ عالم ﷺ لوگوں سے نہایت خندہ روئی سے گفتگو فرماتے اور بعض اوقات حضورؐ کا لطفِ طبع ساری مجلس کو شگفتہ کر دیتا۔ ایسے موقعوں پر بعض صحابۂ کرامؓ بھی پاکیزہ مزاح اور ظرافت کی باتیں کر لیتے جن سے ان کے دوسرے ساتھی محظوظ ہوتے اور حضورؐ بھی متبسم ہو جاتے۔ ایسی ہی ایک مجلس مبارک کا ذکر ہے کہ اس میں ایک ملیح اور ہنس مکھ صاحب رسولؐ ظریفانہ باتوں سے اپنے ساتھیوں کو ہنسا رہے تھے۔ جب ان کے مزاح کی لے کچھ زیادہ ہی تیز ہو گئی تو سرورِ عالم ﷺ نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے ٹھوکا دیا۔ انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ آپ کی چھڑی نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی۔"

حضورؐ نے فرمایا، "تو بھائی مجھ سے بدلہ لے لو۔"

بولے: "حضورؐ آپ کی چھڑی تو میرے ننگے بدن کو لگی لیکن آپ کے بدن پر قمیص ہے۔ بدلہ کیسے پورا ہو سکتا ہے۔"

سرورِ عالم ﷺ نے فوراً اپنا پیرہن مبارک اٹھا دیا اور فرمایا:

"آؤ بھائی اب بدلہ لے لو۔"

ان صاحب کی آنکھیں فرطِ جذبات سے نم ہو گئیں، حضورؐ سے والہانہ لپٹ گئے اور آپؐ کے پہلوئے اقدس پر بوسوں کا تار باندھ دیا۔ پھر رُندھی ہوئی آواز میں عرض کیا۔ "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں اور آپ سے بدلہ لوں؟ واللہ میرا تو مقصود یہ تھا کہ مجھے حضورؐ کے پہلوئے اقدس کو چومنے کی سعادت نصیب ہو۔"

خیر البشر ﷺ کے یہ عاشقِ صادق حضرت اُسیدؓ بن حضیر الکتائب اشہلی انصاری تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)

سیدنا ابو یحییٰ اُسیدؓ بن حضیر کا شمار بڑے عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے۔ خود ذاتِ رسالت مآب ﷺ نے ایک موقع پر ان کے بارے میں فرمایا، "نِعْمَ الرَّجُل اُسَید بن حُضَیر" اُسَیّد بن حضیر بہت اچھے آدمی ہیں۔

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ فرمایا کرتی تھیں کہ اُسیدؓ انصار کے تین بہترین آدمیوں میں سے ایک ہیں (دوسرے دو آدمی سید الاوس حضرت سعدؓ بن معاذ اور عبادؓ بن بشر تھے) حضرت اُسیّدؓ قبیلہ اوس کے خاندان عبدالاشہل کے سر برآوردہ لوگوں میں سے تھے۔ ان کا خاندان اوس کا بازوئے شمشیر زن تھا اور سرورِ کونین ﷺ کے ارشاد کے مطابق بنونجار (خزرج) کے بعد انصار کا بہترین خاندان تھا۔

حضرت اُسیدؓ کا باپ حضیر الکتائب (بن سماک بن عتیک بن رافع بن اِمْرُؤ القیس بن زید بن عبدالاشہل) قبیلہ اوس کا سپہ سالار تھا اور زمانۂ جاہلیت کے اربابِ کمال میں شمار ہوتا تھا وہ نہ صرف لکھنا پڑھنا جانتا تھا بلکہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تیر انداز، شمشیر زن اور تیراک بھی تھا۔ اسی لیے لوگوں نے اسے کتائب، کلمہ اور کامل کے القاب دے رکھے تھے۔ حُضیر کا باپ سماک بھی اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ "ایّامِ انصار" میں ایک دفعہ بنوحارثہ اور بنوعبدالاشہل کے مابین ایک خونریز لڑائی ہوئی جسمیں سماک مارا گیا اور بنوعبدالاشہل نے اپنے گھربار چھوڑ کر بنی سُلَیم کے علاقے میں پناہ لی۔ حُضَیر نے قسم کھائی کہ وہ بنوحارثہ سے بدلہ لے کر رہے گا۔ چنانچہ اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایک زبردست جمعیت تیار کر لی اور اس کو ساتھ لے کر بنوحارثہ پر یلغار کر دی۔ بنوحارثہ تابِ مقاومت نہ لا سکے اور خیبر کی طرف بھاگ گئے (یا حُضَیر نے انہیں جلاوطن کر دیا) چند ماہ بعد حُضَیر کو رحم آ گیا اور اس نے ان لوگوں کو واپس یثرب بلا لیا۔ اس کے بعد حضیر نے خزرج کے خلاف کئی لڑائیوں میں اوس کی قیادت کی۔ ہجرتِ نبوی سے پانچ سال قبل بعاث کی مشہور جنگ ہوئی۔ اس میں حسبِ معمول اوس کا سپہ سالار حُضَیر الکتائب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی تھا۔ جانبین نہایت ثابت قدمی سے لڑے لیکن آخر میں اوس پر ہزیمت کے آثار طاری ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حُضَیر میدانِ جنگ میں گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔ نیزہ کی نوک اپنے پیر میں گاڑ لی اور از سر نو اپنے قبیلہ میں ایسی جنگی روح پھونکی کہ بھاگتے ہوئے اوسی پلٹ پڑے اور اس زور کا حملہ کیا کہ خزرجیوں کے لیے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ خزرج کا سپہ سالار عمرو بن نعمان بیاضی میدانِ جنگ میں کام آیا۔ حُضَیر بھی شدید مجروح ہو گیا اور بعد میں اسی جنگ میں کھائے ہوئے زخموں کی وجہ سے مر گیا۔ اُسَیدؓ نے اسی نامور جرنیل کے آغوشِ تربیت میں پرورش پائی تھی اور اپنے باپ کی طرح انہوں نے بھی فنونِ حرب، تیراکی اور نوشت و خواند میں کمال درجے کی مہارت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ لوگ انہیں بھی کتائب اور کامل کہہ کر پکارتے تھے۔ ابنِ ہشامؒ کا بیان ہے کہ حُضَیر کے مرنے کے بعد قبیلہ اوس کی عموی سیادت کا تاج حضرت سعدؓ بن معاذ کے سر پر رکھا گیا اور عسکری سیادت اُسَیدؓ بن حُضَیر کے حصے میں آئی لیکن اس وقت کسے معلوم تھا کہ کاتبِ تقدیر نے سعدؓ اور اُسَیدؓ کے مقدر میں جو مراتب لکھ رکھے ہیں وہ اس سیادت سے اس قدر ارفع و اعلیٰ ہوں گے کہ اُمتِ مرحومہ ان دونوں جوانمردوں پر اَبَدُالآباد تک فخر کرے گی۔

www.KitaboSunnat.com

(۳)

ہجرتِ نبوی سے کچھ مدت پہلے اَوس اور خزرج سالہا سال تک ایک دوسرے کے گلے کاٹ کاٹ کر سخت ضعیف اور درماندہ ہو چکے تھے اور اب ان میں اتنا بوتا نہیں رہا تھا کہ باہمی جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔ چنانچہ وہ سب خزرج کے ایک رئیس عبداللہ بن اُبَیّ بن سُلُول (رئیس المنافقین) کو اپنا تاجدار بنانے پر متفق ہو گئے تھے۔ اس وقت آفتابِ اسلام فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو چکا تھا اور اس کی کرنیں ارضِ یثرب پر بھی پڑنے لگی تھیں۔ ۱۱ بعد بعثت میں خزرج کے چھ آدمی جو حج کے لیے مکّہ گئے تھے نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو کر یثرب واپس آ گئے۔ اگلے سال بارہ سعید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفطرت یثربیوں کو رحمتِ عالم ﷺ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ ان اصحاب کی درخواست پر سرورِ عالمؐ نے حضرت مُصْعَبؓ بن عُمیر کو دین کی تبلیغ اور تعلیم کے لیے یثرب روانہ کیا، وہ یثرب پہنچ کر بڑی تندہی سے تبلیغ حق میں مشغول ہو گئے۔ ایک دن بنوعبدالاشہل کے محلّے سے متصل ایک باغ میں بیٹھ کر تبلیغ کر رہے تھے کہ ایک غضب ناک شخص کو بھالا اٹھائے اپنی جانب آتے دیکھا۔ حضرت مُصْعَبؓ کے میزبان حضرت اسعدؓ بن زرارہ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔ ''یہ اُسَید بن حضیر ہے جو اوس کے دو بڑے سرداروں میں سے ایک ہے اگر اسے قبولِ حق کی توفیق نصیب ہو جائے تو ہمارا کام بہت آسان ہو جائے گا۔''

اس وقت اُسَیدؓ، سید الاوس سعدؓ بن معاذ کے ایماء پر حضرت مُصْعَبؓ اور ان کے ساتھیوں کو اپنے محلّے سے نکالنے کے لیے آئے تھے کیونکہ یہ لوگ اہلِ یثرب کو اپنے آبائی دین سے منحرف کر رہے تھے۔ اُسیدؓ نے آتے ہی اپنا بھالا ہوا میں لہرایا اور نہایت درشت لہجے میں حضرت مُصْعَبؓ سے کہا:

''تمہیں اس محلّہ میں آ کر ہمارے لوگوں کو گمراہ کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ خیریت چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلتے بنو اور آئندہ کبھی ادھر آنے کا نام نہ لینا۔''

حضرت مُصْعَبؓ نے مبلغانہ شانِ تحمل کے ساتھ جواب دیا:

''معزّز بھائی! ذرا بیٹھ کر پہلے میری بات سُن لیں اگر پسند آئے تو بہتر ورنہ آپ کو اختیار ہے۔''

اُسیدؓ حضرت مُصْعَبؓ کے شیریں اور منکسرانہ لب و لہجے سے بہت متاثر ہوئے، غصہ فرد ہو گیا اور نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مُصْعَبؓ نے نہایت بلیغ پیرائے میں ان کے سامنے دعوتِ حق پیش کی اور قرآنِ کریم کی چند آیات پڑھیں۔ اُسیدؓ پڑھے لکھے باشعور آدمی تھے کلامِ ربانی سن کر ان کے دل کی دنیا آناً فاناً بدل گئی۔ اسی وقت کلمہ پڑھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور بولے:

"ایک شخص اور ہے اگر اس نے بھی دین حق قبول کر لیا تو ساری قوم مسلمان ہو جائے گی۔"

یہ کہہ کر سیدھے سعدؓ بن معاذ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے دیکھتے ہی کہا۔ واللہ اب تمہارا وہ چہرہ نہیں۔" اُسیدؓ نے کچھ ایسی باتیں کیں کہ سعدؓ بھی اپنا نیزہ اٹھا کر باغ کی طرف لپکے۔ وہاں ان کو وہی معاملہ پیش آیا جو حضرت اُسیدؓ کے ساتھ پیش آ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فطرت سعید عطا کی تھی وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے اور اپنے اثر ورسوخ سے شام تک سارے قبیلے کو دائرہ اسلام میں لے آئے۔ علامہ ابنِ ہشام کا بیان ہے کہ حضرت اُسیدؓ بن حُضَیر اور سعدؓ بن معاذ کے قبولِ اسلام کا یہ اثر ہوا کہ انصار کے تمام خاندانوں میں اسلام نہایت تیزی سے پھیلنے لگا اور تھوڑے ہی عرصہ میں یثرب کے درودیوار تکبیر کے نعروں سے گونجنے لگے۔

(۴)

۱۳ نبوّت کے موسم حج میں یثرب سے پچھتر پرستاران حق (۷۳ مرد اور دو خواتین) مکّہ معظمہ آئے اور ایک مقررہ رات کو عقبہ کی گھاٹی میں جمع ہوئے۔ سرورِ کونین ﷺ بھی وہاں تشریف لے آئے، یہ سب حضورؐ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور پھر اس عہد کے ساتھ حضورؐ کو یثرب تشریف لانے کی دعوت دی کہ ان کا بچہ بچہ کٹ مرے گا۔ لیکن حضورؐ پر آنچ نہیں آنے دے گا۔

تاریخ میں اس بیعت کو بیعت لیلۃ العقبہ، بیعت عقبہ ثانیہ، بیعت عقبہ کبیرہ مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ بیعت تاریخِ اسلام کا ایک مُہتم بالشّان واقعہ ہے۔ اس میں انصار نے ایسے جوش اخلاص کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ سرزمین عرب کا ذرّہ ذرّہ علمبردارانِ حق کے خون کا پیاسا تھا اور عرب کے کسی قبیلے کو جرأت نہ تھی کہ وہ فدائیانِ اسلام کی حمایت کا اعلان کرے۔ اس وقت ارضِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یثرب کے یہ مقدس انسان اٹھے اور محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنی جانوں، اپنے مالوں اور اپنی اولادوں کو مکّہ کے دُرِ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈالا۔ ان مردان حق میں حضرت اُسیدؓ بن حُضَیر بھی شامل تھے۔ بیعت کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ یثرب سے فرمایا کہ تم دینی اُمور کی حفاظت کے لیے اپنے بارہ نقیب منتخب کرلو۔ چنانچہ انہوں نے اتفاق رائے سے بارہ نقیب منتخب کر لیے۔ ان میں سے نو قبیلہ خزرج اور تین قبیلہ اوس کے چشم و چراغ تھے۔ اوس کے تین نقیبوں میں ایک حضرت اُسیدؓ بن حُضَیر تھے۔ وہ اپنے اثر و رسوخ اور اللہ و رسولؐ سے والہانہ شیفتگی کی وجہ سے اسلام کے نہایت قوی دست و بازو ثابت ہوئے۔

(۵)

ہجرت کے چند ماہ بعد ہادیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے مابین مؤاخاۃ قائم فرمائی تو حضرت اُسیدؓ بن حضیر کو اپنے محبوب صحابی اور منہ بولے فرزند حضرت زیدؓ بن حارثہ کا اسلامی بھائی بنایا۔ ۲ ہجری میں کفر و اسلام کا معرکہ اوّل ''غزوۂ بدر الکبریٰ'' پیش آیا۔ مولانا سعید انصاری مرحوم نے ''سیر الانصار'' میں لکھا ہے کہ ''حضرت اُسیدؓ کی شرکتِ بدر کے بارے میں اختلاف ہے۔'' لیکن فی الحقیقت تاریخ اور سیرت کی کسی مستند کتاب میں حضرت اُسیدؓ کا نام ''اصحابِ بدر'' میں نظر نہیں آتا۔ ایسے آزمودہ کار سپاہی اور اسلام کے شیدائی کی غزوۂ بدر سے غیر حاضری تعجب انگیز ضرور ہے لیکن یقیناً اس کا کوئی معقول سبب ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ علیل ہوں یا مدینہ میں موجود نہ ہوں۔ تاہم اس سے ان کے رتبہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ بیعتِ عقبہ میں شریک ہوچکے تھے اور جمہور علماء کے نزدیک اصحابِ عقبہ کا درجہ اصحابِ بدر سے افضل ہے۔ بدر کے بعد جس قدر غزوات پیش آئے ان سب میں حضرت اُسیدؓ نے جانبازانہ شرکت کی۔ غزوۂ اُحد میں وہ ان مخصوص و ممتاز بہادروں میں تھے جو شروع سے اخیر تک میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہے اور اپنے سروں اور سینوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سپر بنائے رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوہ اُحد میں اوس کا عَلَم حضرت اُسیدؓ کے پاس تھا۔ اس لڑائی میں ان کو سات زخم آئے۔ غزوۂ احزاب میں حضرت اُسیدؓ نے بڑی مستعدی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا اور دو سَو مجاہدین کو ساتھ لے کر کئی دن تک متواتر چوبیں گھنٹے خندق کی حفاظت کرتے رہے۔ اسی جنگ کے دوران میں ایک موقع پر سرورِ عالم ﷺ نے بنو غطفان کے لٹیروں کو کفار سے توڑنے کے لیے ان کے ایک ذی اثر سردار عامر بن طفیل کو بلا بھیجا وہ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ حضورؐ کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے اسے سمجھایا کہ تم لوگ ہمارے پڑوسی ہو اور تمہارا ہمارا ہمیشہ کا ساتھ ہے اس لیے تمہیں کُفّار کی حمایت اور مدینہ پر چھاپے مارنے سے باز رہنا چاہیے۔

اس نے جواب دیا کہ مدینہ کی پیداوار کا ایک تہائی ہمیں دے دیا جائے تو ہم واپس چلے جائیں گے۔ حضورؐ نے مشورہ کے لیے انصار کے سرداروں کو بلایا، ان میں حضرت اُسیدؓ بھی تھے۔ ان سب نے عامر کا مطالبہ یکسر مسترد کر دیا۔ حضرت اُسیدؓ کو اس قدر جوش آیا کہ انہوں نے اپنے نیزے کی نوک سے عامر کے سر کو ٹھوکا دیا اور کہا "لومڑی بھاگ جا یہاں سے۔" عامر نے غضبناک ہو کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟" بولے "اُسیّد بن حضیر"۔ اس نے سوال کیا، حضیر الکتائب کے بیٹے؟ کہا: "ہاں" عامر بولا۔ "تمہارا باپ تم سے اچھا تھا۔" اُسیدؓ نے کڑک کر جواب دیا۔ "ہرگز نہیں۔ میرا باپ بھی کافر تھا اور تم بھی کافر ہو اس لیے میں تم دونوں سے اچھا ہوں۔"

حضرت اُسیدؓ اکثر دربارِ رسالت میں حاضر رہتے تھے اور سرورِ عالم ﷺ کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ علامہ محمد بن سعد (کاتب الواقدی) نے طبقاتِ کبیر میں لکھا ہے کہ ہجرتِ نبوی کے بعد (غالباً ۵ ہجری میں) ایک دفعہ ابوسفیان نے رسولِ اکرم ﷺ کو مدینہ مُنوّرہ میں شہید کرانے کا منصوبہ بنایا اور اس کام کے لیے عمرو بن امیۃ الضمری کو منتخب کیا۔ (ابھی وہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) عمرو ایک خنجر کپڑوں کے نیچے چھپا کر ایک تیز رفتار اونٹ پر عازم مدینہ ہو گئے۔ چھٹے دن مدینہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب ظہر الحرہ کے مقام پر پہنچے، اونٹ کو وہیں چھوڑا اور خود رسولِ کریمؐ کا پتا پوچھتے پوچھتے مسجدِ بنو عبدالاشہل میں آئے جہاں حضورؐ صحابہ کی ایک جماعت کے درمیان استراحت فرمارہے تھے۔ آپؐ کی نگاہ عمرو پر پڑی تو فرمایا، اس شخص کی نیت نیک معلوم نہیں ہوتی۔ صحابہ میں حضرت اُسیدؓ بن حضیر بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضورؐ کا ارشاد سن کر چیتے کی طرح جست لگائی اور عمرو کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ انکی تلاشی لی گئی تو کپڑوں سے خنجر برآمد ہوا۔ عمرو بڑے شہ زور اور تیز رفتار آدمی تھے۔ انہوں نے بھاگنے کی بہتیری کوشش کی لیکن اُسیدؓ کی مضبوط گرفت کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ چلی بے بس ہو کر اپنے جرم کا اقرار کرلیا اور سارا واقعہ من وعن بیان کردیا۔

رحمتِ عالم ﷺ نے متبسم ہو کر حضرت اُسیدؓ سے فرمایا۔ "اسے چھوڑ دو، میں اسے معاف کرتا ہوں۔"

عمروؓ حضورؐ کی شانِ رحیمی دیکھ کر فوراً مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ لیکن حافظ ابنِ عبدالبرؒ اور ابنِ اثیرؒ نے لکھا ہے کہ ایسی تمام روایات جن میں بتایا گیا ہے کہ ابوسفیان نے اسلام لانے سے پہلے فلاں موقع پر حضورؐ کے قتل کی سازش کی، ضعیف ہیں۔ ہو سکتا ہے دوسرے اہلِ مکہ نے کوئی ایسا منصوبہ بنایا ہو۔

(۶)

شعبان ۶ ہجری میں غزوۂ مُریسیع (یا بنی المصطلق) کے موقع پر افک کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ (اس غزوہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ غزوۂ احزاب کے بعد ہوا یا پہلے۔ قیاسِ غالب یہی ہے کہ یہ غزوہ جنگِ خندق کے بعد ہوا) غزوۂ مریسیع کے سفر میں حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی حضورؐ کے ہمراہ تھیں۔ غزوہ کے بعد واپسی سفر کے دوران میں ایک جگہ رات کو لشکر نے قیام کیا۔ حضرت عائشہؓ رفعِ حاجت کے لیے پڑاؤ سے دور نکل گئیں، وہاں ان کے گلے کا ہار بے خبری کے عالم میں گر گیا۔ واپسی پر پتا چلا تو بہت مضطرب ہوئیں پھر اسی سمت لوٹیں، خیال تھا کہ لشکر کے روانہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے سے پہلے ہار ڈھونڈ کر واپس پہنچ جائیں گی لیکن جب ہار ڈھونڈ کر واپس آئیں تو لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ بہت گھبرائیں۔ ناتجربہ کاری کی عمر تھی۔ چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں۔ حضرت صفوانؓ بن مُعطّل سلمی ایک صحابی کسی انتظامی ضرورت کے سلسلے میں یا دیر سے جاگنے کی عادت کی بنا پر لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے اُمّ المومنینؓ کو پہچان لیا کیونکہ بچپن میں (یا حجاب کے حکم سے پہلے) انہیں دیکھا تھا۔ ان سے پیچھے رہ جانے کا سبب پوچھا۔ جب واقعہ معلوم ہوا تو بہت ہمدردی کی۔ اسی وقت اُمّ المومنینؓ کو اونٹ پر بٹھا کر تیزی سے لشکر کے پیچھے روانہ ہوئے اور دوپہر کے وقت لشکر میں جا ملے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ کو جب اس واقعہ کا پتا چلا تو اس نے مشہور کر دیا کہ عائشہؓ اب باعصمت نہیں رہیں (نعوذ باللہ) یہ صریح تہمت تھی لیکن بدقسمتی سے عبداللہ کے کذب وافترا نے کچھ سادہ لوح مسلمانوں کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔ یہ باتیں حضورؐ تک پہنچیں تو آپؐ کو بہت رنج ہوا اور ایک دن آپؐ نے صحابۂ کرامؓ کے سامنے اپنے غم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

"ایک شخص نے میرے اہل کے بارے میں مجھے سخت تکلیف پہنچائی ہے۔ کیا تم میں سے کوئی اس کا تدارک نہیں کر سکتا۔"

حضرت اُسیدؓ جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ! اگر وہ قبیلہ اَوس کا آدمی ہے تو آپ اس کا نام بتائیں۔ خدا کی قسم میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر اس کا تعلق خزرج سے ہے تو بھی آپ جو حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔"[1]

رئیسِ خزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ کو یہ الفاظ ناگوار گزرے کیونکہ ان کے خیال

---

[1] بعض روایتوں میں یہ الفاظ سید الاوس حضرت سعدؓ بن معاذ سے منسوب کیے گئے ہیں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ غزوۂ مریسیع (یا بنو مصطلق) غزوۂ احزاب سے پہلے پیش آیا ہو اور اگر اس غزوہ کا زمانہ احزاب کے بعد کا ہے تو پھر یہ الفاظ یقیناً حضرت اُسیدؓ بن حضیر ہی نے کہے کیونکہ حضرت سعدؓ بن معاذ غزوۂ احزاب کے جلد ہی بعد وفات پا گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس طرح اوس کو خزرج پر برتری حاصل ہو جاتی تھی۔ انہوں نے اُسیدؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''تم غلط کہتے ہو، کسی خزرجی کو تم قتل نہیں کر سکتے۔''

حضرت اُسیدؓ نے کسی جھجک کے بغیر جواب دیا۔ ''تم یہ کہتے ہو اگر رسول اللہ حکم دیں تو خواہ وہ کوئی بھی ہو ہم اس کو ضرور مار دیں گے۔''

قریب تھا کہ بات بڑھ جائے، رسولِ کریم ﷺ نے مداخلت فرمائی اور دونوں قبیلوں کے بھڑکے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کر دیا۔ چند دن بعد آیت براۃ نازل ہوئی اور ذات باری تعالیٰ نے خود حضرت عائشہؓ صدیقہ کی پاکدامنی کی تصدیق کر دی۔ اسی غزوۂ مریسیع (بنی المصطلق) کے موقع پر ایک اور افسوسناک واقعہ بھی پیش آیا جس کا سورۂ المنافقون میں اجمالی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ غزوہ کے بعد مسلمان ابھی بنی مصطلق کے علاقے ہی میں مقیم تھے کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ دونوں نے مہاجرین اور انصار کو اپنی مدد کے لیے پکارا، رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبیّ بھی اس موقع پر موجود تھا اس نے اس جھگڑے کو خوب ہوا دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ مدینے پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔

رحمت عالم ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے فریقین کو تنبیہ فرمائی اور ان کے درمیان صلح کرا دی۔ پھر آپؐ نے معمول کے خلاف لشکر اسلام کو ناوقت کوچ کا حکم دیا، اثنائے سفر میں حضرت اُسیدؓ بن حضیر سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آج آپ نے ایسے وقت کوچ کا حکم دیا جو آپ کے معمول کے خلاف تھا۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''تم نے سنا نہیں کہ تمہارے ان صاحب نے کیا کہا ہے؟''

انہوں نے پوچھا: ''یارسول اللہ! کون صاحب؟''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: عبداللہ بن اُبیّ

حضرت اُسیدؓ نے پوچھا: "اس نے کیا کہا۔"

حضورؐ نے فرمایا: اس نے کہا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عزّت والا ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا۔"

حضرت اُسیدؓ کی غیرتِ دینی جوش میں آگئی۔ بے تاب ہو کر عرض کیا:۔

"یارسول اللہ خدا کی قسم صاحبِ عزّت تو آپ ہیں اور ذلیل وہ ہے آپ جب چاہیں اسے نکال سکتے ہیں۔"

عبداللہ بن اُبیّ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو باپ کی باتوں کا علم ہوا تو وہ بھی جوش غضب سے بیقرار ہو گئے۔ جب قافلۂ اسلام مدینہ طیبہ میں داخل ہونے لگا تو وہ تلوار سونت کر باپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا:

"آپ نے کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر عزّت والا ذلیل کو نکال دے گا۔ اب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ عزت والا کون ہے۔ خدا کی قسم جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دیں، آپ مدینے میں قدم نہیں رکھ سکتے۔"

لوگوں نے یہ بات حضورؐ تک پہنچائی تو آپؐ نے حضرت عبداللہؓ کو پیغام بھیجا کہ "اپنے باپ کو گھر آنے دو۔"

(۷)

۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت اُسیدؓ بن حُضیر نے بیعتِ رضوان کی سعادت حاصل کی اور اس طرح ان چودہ سو اصحابِ شجرہ میں شامل ہو گئے جن کو خود خالقِ کون ومکاں نے اپنی رضا کی نوید ان الفاظ میں دی۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْیُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ

(اللہ راضی ہوا مسلمانوں سے جب بیعت کرتے تھے (اے رسول) تم سے درخت کے نیچے) (سورۃ فتح)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلح حدیبیہ کے بعد ۷ ہجری میں حضرت اُسیدؓ نے غزوۂ خیبر میں اپنی تلوار کے جوہر دکھائے۔ فتح مکّہ کے موقع پر وہ ان دس ہزار صحابہ میں شامل تھے۔ جن کو رحمتِ عالم ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ مزید سعادت ان کو یہ نصیب ہوئی کہ وہ اس دستۂ خاص میں تھے جس میں خود ذاتِ رسالت مآب ﷺ، حضرت ابوبکرؓ صدیق اور دوسرے بہت سے اکابر صحابہ شامل تھے۔ سرورِ عالم ﷺ مکّہ میں داخل ہوئے تو حضرت اُسیدؓ آپؐ کے پہلوئے مبارک کے ساتھ چل رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُسیدؓ کی ایک جانب سرورِ کونین ﷺ تھے اور دوسری جانب صدیقِ اکبرؓ

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

فتح مکّہ کے بعد حضرت اُسیدؓ نے غزوۂ حُنین اور اس کے بعد غزوۂ طائف میں مجاہدانہ شرکت کی۔ غزوۂ حنین کے آغاز میں جب بنوہوازن کی بے پناہ تیراندازی سے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہوا تو حضرت اُسیدؓ اپنی جگہ جم کر کھڑے رہے اس وقت اَوس کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر دوسرے صحابہ کی طرح حضرت اُسیدؓ نے بھی سامانِ جہاد کی فراہمی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور پھر تبوک کے پُر صُعُوبت سفر میں سرورِ کونین ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ حجۃ الوداع میں بھی وہ رحمتِ عالمؐ کے ساتھ تھے۔

(۸)

سرورِ کونین ﷺ کے وصال کے فوراً بعد خلافت کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ انصار کے تقریباً سبھی گھرانوں کے اکثر و بیشتر افراد سید الخزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے سقیفہ بنوساعدہ میں جمع ہوئے۔ اس موقع پر حضرت اُسیدؓ بن حُضَیر نے کمال درجے کے تدبر اور فراستِ ایمانی کا مظاہرہ کیا۔ علّامہ ابنِ جریر طبری کا بیان ہے کہ حضرت اُسیدؓ نے قبیلہ اوس کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت پر آمادہ کرنے کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔ چونکہ سید الاوس حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعدؓ بن معاذ کی وفات کے بعد سب سے زیادہ اثر ورسوخ حضرت اُسَیدؓ ہی کا تھا، اس لیے سب نے بلا تامل ان کی بات مان لی اور حضرت سعدؓ بن عبادہ سے قطع نظر کر کے حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بیعت کر لی۔ ان کی دیکھا دیکھی حضرت سعدؓ کے اپنے قبیلہ خزرج نے بھی حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بیعت میں توقف نہ کیا۔ یوں قریب قریب سارے مسلمان ایک نقطۂ اتحاد پر جمع ہو گئے۔

عہدِ صدیقی میں حضرت اُسَیدؓ بڑے پُرآشوب حالات میں مہاجرین اور انصار کی ایک قلیل جمعیت کے ساتھ مل کر مدینہ مُنوّرہ کی حفاظت کرتے رہے۔ مرتدین اور بدوی لٹیروں نے ایک دو بار مدینہ منورہ پر دھاوا بولنے کی کوشش کی لیکن صدیقِ اکبرؓ نے مدینہ میں مقیم قلیل التعداد صحابہؓ کو ساتھ لے کر ان کا منہ پھیر دیا۔ ان سرفروشوں میں حضرت اُسیدؓ بھی تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت اُسَیدؓ کی شجاعت اور بے باکی کے دل سے معترف تھے اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ صدیقِ اکبرؓ کے نزدیک حضرت اُسیدؓ انصار میں سب سے افضل تھے۔

حضرت عُمَرِ فاروقؓ بھی حضرت اُسَیدؓ کی غایت درجہ تعظیم کرتے تھے اور اہم معاملات میں ان کو مشورے میں شریک کیا کرتے تھے۔ اپنے عہدِ خلافت میں جب وہ بیت المقدس تشریف لے گئے۔ (۱۶ ہجری) تو اپنے ساتھ چند مہاجرین اور انصار کو بھی لے گئے ان میں سے ایک حضرت اُسَیدؓ بن حُضَیر تھے۔ وہ شام کے سارے سفر میں حضرت عُمرؓ فاروق کے ساتھ رہے اور انہی کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔

حضرت اُسَیدؓ بن حضیر نے ۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ جس دن فوت ہوئے مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا۔ مہاجرین اور انصار سب کی آنکھیں اشک ریز تھیں۔ خلیفۂ عرب و عجم امیر المؤمنین حضرت عُمَرِ فاروقؓ بہ نفسِ نفیس ان کے مکان پر گئے اور بے شمار صحابہ کے ساتھ جنازہ اٹھا کر بقیع میں لائے، خود ہی نماز پڑھائی اور پھر بادیدۂ گریاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے اس رجل عظیم کو خاکِ بقیع کے حوالے کر دیا۔ وفات کے وقت حضرت اُسَیدؓ پر چار ہزار درہم قرض تھا۔ حضرت عُمرِ فاروقؓ کو وصیت کی کہ ان کی جائداد سے یہ قرض ادا کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے جائداد فروخت کرنے کے بجائے قرض خواہوں کو چار سالانہ قسطوں میں قرض واپس لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ حضرت اُسَیدؓ کے باغ کے پھل فروخت کر کے چار برس میں سارا قرض ادا کر دیا گیا۔ اس طرح جائداد پوری کی پوری بچ گئی۔ حضرت عُمرِ فاروقؓ نے یہ طریق کار حضرت اُسَیدؓ کے بچوں کی خاطر اختیار کیا۔ فرماتے تھے کہ میں اپنے بھائی کے بچوں کو تنگ دست نہیں دیکھنا چاہتا۔ حضرت اُسَیدؓ کی اولاد میں صرف ایک لڑکے یحییٰ کا نام بخاری کی ایک روایت میں ملتا ہے۔ شاید عتیک نام کا بھی کوئی لڑکا ہو۔ کیونکہ ابو یحییٰ کے علاوہ ان کی کنیت ابو عتیک بھی تھی۔ مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ حضرت اُسَیدؓ کی اہلیہ نے عہدِ رسالت میں وفات پائی۔ وہ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر رسولِ اکرمؐ کے ساتھ واپس آ رہے تھے کہ ذوالحلیفہ کے مقام پر چند انصاری نوجوانوں نے ان کو اہلیہ کی وفات کی خبر دی۔ اُسَیدؓ منہ پر کپڑا ڈال کر رونے لگے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، اللہ آپ کو بخشے آپ ایک بلند مرتبہ صحابی ہو کر ایک عورت کے لیے روتے ہیں۔ انہوں نے فوراً آنسو پونچھ لیے اور کہا آپ سچ فرماتی ہیں۔ اگر ہمیں رونا ہی ہے تو سعدؓ بن معاذ پر رونا چاہیے۔ رسولِ اکرمؐ یہ باتیں سنتے رہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ حضرت اُسَیدؓ کی بے حد مداح تھیں۔ ان سے روایت ہے کہ اُسَیدؓ بن حُضَیر بڑے فاضل لوگوں میں سے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر میری ہمیشہ وہی حالت رہے جو ان تین وقتوں میں ہوتی ہے، تو میں یقیناً اہلِ جنت میں سے ہو جاؤں۔ ایک جس وقت میں قرآن پڑھتا اور سنتا ہوں، دوسرے جب میں رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنتا ہوں۔ تیسرے جب میں کسی جنازہ پر حاضر ہوتا ہوں اور جب کبھی میں کسی جنازہ پر حاضر ہوا تو میرے دل میں سوائے اس بات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اور کوئی خیال نہ آیا کہ معلوم نہیں مرنے والے کے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا اور وہ کس طرف جائے گا۔ (جنّت کی طرف یا دوزخ کی طرف)

(۹)

سیدنا اُسَیدؓ بن حُضَیر کا شمار ان اکابر صحابہ میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے نہایت نامساعد حالات میں پرچمِ اسلام کو تھاما اور پھر زندگی بھر اسلام کے قوی دست وبازو بنے رہے۔ حضرت اُسَیدؓ کی کتابِ سیرت میں حُبِّ رسول، غیرتِ دینی، شوقِ جہاد، شجاعت وتدبّر، پاکیزگیِ نفس، اخلاص وعبادت اور شغفِ قرآن وحدیث کے ابواب بہت نمایاں ہیں۔ قرآنِ حکیم کی تلاوت ایسے ذوق وشوق سے کیا کرتے تھے کہ لوگوں کو رشک آتا تھا۔ صحیح بخاری میں خود ان سے روایت ہے کہ ایک رات میں سورۂ بقرہ پڑھ رہا تھا۔ میرا گھوڑا پاس ہی بندھا ہوا تھا وہ بدکنے لگا۔ میں چپ ہوگیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ میں نے پھر پڑھنا شروع کیا تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ میں پھر خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی رک گیا۔ چونکہ میرا بیٹا یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا۔ اس لیے مجھ کو خوف ہوا کہ کہیں اس کو ضرر نہ پہنچے۔ میں نے نماز سے سلام پھیر کر یحییٰ کو اپنے پاس کھینچ لیا۔ اتفاقاً میری نظر آسمان کی طرف اٹھ گئی تو ایک ابر (سایہ بان) اپنے سر پر پایا جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ صبح کو یہ باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیں۔ حضورؐ نے فرمایا، ''اے ابنِ حضیر اسی طرح پڑھو اور ضرور پڑھو۔'' میں نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! مجھ کو یہ خوف ہوگیا تھا کہ کہیں یحییٰ کو تکلیف نہ پہنچے کیونکہ یہ گھوڑے کے قریب تھا۔ اس لیے میں نے سلام پھیر کر یحییٰ کو اپنے قریب کھینچ لیا' جب آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ کو ایک ابر نظر آیا جس میں چراغوں جیسی روشنی ہو رہی تھی' پھر جب دن نکل آیا تو وہ ابر غائب ہوگیا اور آسمان کی جانب چڑھ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ''تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ کیا تھا؟'' میں نے عرض کیا ''نہیں۔'' فرمایا، وہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے کے لیے آئے تھے اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو وہ بھی صبح تک سنتے رہتے یہاں تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ لوگ ان کو دیکھ لیتے اور وہ کسی سے نہ چھپتے۔

صحیح بخاری میں ایک دوسری روایت ہے کہ ایک رات کو بہت اندھیرا تھا۔ حضرت اُسَیدؓ بن حضیر بارگاہِ نبوی سے اٹھ کر گھر کو چلے تو ایک اور صحابی ساتھ ہو لیے۔ حضرت اُسَیدؓ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ اس کے سہارے چلنے لگے تو دیکھا کہ آگے آگے ایک روشنی چلتی جاتی ہے جس سے تمام راستہ منور ہے جب دونوں ایک مقام پر پہنچ کر ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ الگ الگ ہو گئی۔

مُسندِ ابی داوٗدؒ کی ایک روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت اُسَیدؓ بن حُضَیر کو بنو عبدالاشہل کی مسجد کا امام مقرّر فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اُسَیدؓ بنو عبدالاشہل میں سب سے زیادہ کلام اللہ پڑھے ہوئے تھے یا سب سے زیادہ سُنّت سے واقف تھے کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت ابو مسعودؓ بدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''تم میں سے جماعت کی امامت وہ کرے گا جو سب سے زیادہ کتاب اللہ پڑھا ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو سُنّت سے جو زیادہ واقف ہو، اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی تھی اور اس میں بھی سب برابر ہوں تو جس کی عمر زیادہ ہو۔

حضرت اُسَیدؓ نہ مہاجر تھے اور نہ عمر میں سب اشہلیوں سے بڑے تھے اس لیے ظاہر ہے کہ وہ یا تو بنو عبدالاشہل میں سب سے زیادہ قرآن کے عالم تھے یا سنت کے سب سے زیادہ واقف تھے اور کچھ مستبعد نہیں کہ وہ ان دونوں فضیلتوں کے حامل ہوں۔

حضرت اُسَیدؓ کو کسی نئے شرعی مسئلہ یا حکم کا علم ہوتا تو وہ بہت خوش ہوتے اور اپنی مسرت کا برملا اظہار کرتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ ایک سفر میں اپنی بہن حضرت اسماءؓ کا ہار مانگ کر لے گئیں۔ راستے میں وہ کہیں گر پڑا۔ رسولِ کریم ﷺ نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لیے روانہ کیا۔ انہیں راستے میں نماز کا وقت ہو گیا لیکن وضو کے لیے پانی کا دُور دُور تک پتا نہ تھا۔ سب نے بلا وضو نماز ادا کر لی۔ واپس حضورؐ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں پہنچے تو بڑے افسوس کے ساتھ اپنے بلا وضو نماز پڑھنے کا ذکر کیا۔ اس وقت آیت تیمم کا نزول ہوا۔ حضرت اُسَیدؓ بن حضیر نے (فرطِ مسَرّت میں) حضرت عائشہؓ سے مخاطِب ہو کر کہا۔ ''اُمُّ المؤمنین اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے جب کبھی آپ کا کوئی کام اٹکا اللہ تعالیٰ نے خود اس سے نکلنے کا راستہ بتلا دیا اور مسلمانوں کے لیے بھی اس میں برکت ہوئی۔''

حضرت اُسَیدؓ کو بارگاہِ نبوت میں اتنا تقرب حاصل تھا کہ بعض اوقات وہ حضورؐ سے دوسرے لوگوں کی سفارش کیا کرتے تھے۔ بیہقیؒ اور ابنِ عساکرؒ نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک دن نبی ﷺ نے لوگوں میں غلہ تقسیم فرمایا۔ اس وقت حضرت اُسَیدؓ بن حُضَیر نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہؐ بنی ظفر کا فلاں انصاری گھر حاجت مند ہے اور اس گھر میں عورتوں کے سوا کوئی مرد نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ''اے اُسَیدؓ کاش تم پہلے آئے ہوتے اب تو میں سب تقسیم کر چکا اب جب تم سنو کہ میرے پاس کہیں سے کچھ مال یا سامان آیا ہے تو مجھے یاد دلا دینا۔'' اس کے بعد آپؐ کے پاس خیبر سے جَو اور کھجوریں آئیں۔ حضورؐ نے لوگوں میں یہ سامان تقسیم فرمایا تو بنی ظفر کی ان خواتین کو سب سے زیادہ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا، ''اے گروہ انصار اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اچھی جزا دے تم لوگ بڑے پاکدامن اور صابر ہو۔''

حضرت اُسَیدؓ بن حُضَیر سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔ ان کے راویان حدیث میں حضرت عائشہؓ صدیقہ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت کعبؓ بن مالک اور حضرت ابوسعید خدریؓ جیسے عظیم المرتبت بزرگ شامل ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مُثَنّیٰ رضی اللہ عنہ بن حارثہ شیبانی

(۱)

دسویں سالِ نبوّت کے موسم حج کا ذکر ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ حضرت ابوبکرؓ صدّیق کی معیت میں سالہا سال کے معمول کے مطابق تبلیغِ حق کے لیے منیٰ تشریف لے گئے جہاں عرب کے کونے کونے سے حج پر آئے ہوئے زائرین کے خیموں کا شہر آباد تھا۔ مختلف قبائل کو دعوتِ توحید دیتے ہوئے آپؐ ایک ایسی مجلس میں پہنچے جو بڑی باعظمت اور باوقار تھی اور اس میں چند نہایت معزّز اور ذی وجاہت اشخاص مصروفِ گفتگو تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر ان کو سلام کیا اور پھر پوچھا:

"اے بیت اللہ کے مہمانو! تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟"

جواب ملا: ہم شیبان بن ثعلبہ کی اولاد ہیں اور اہلِ فارس کے پڑوسی ہیں۔"

جواب دینے والا ایک قد آور اور بارعب آدمی تھا، اس کے سر پر سیاہ زلفیں تھیں جو دو حصوں میں منقسم اس کے سینے پر لہرا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کو معاً کچھ یاد آ گیا، انہوں نے اس شخص سے پوچھا:

"اگر میں غلطی نہیں کرتا تو تم مفروق بن عمرو ہو۔"

اس نے کہا: "تم نے خوب پہچانا بھائی میں مفروق ہی ہوں اور یہ میرے ساتھ ہانی بن قبیصہ، مُثَنّیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک ہیں۔"

حضرت ابوبکرؓ جو عرب کے تمام قبیلوں اور ان کے انساب سے خُوب واقف تھے ان لوگوں کو پہچان گئے اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، یہ لوگ اپنے قبیلے کا خلاصہ ہیں اور ان سے بڑھ کر معزز ان کی قوم میں کوئی نہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے مفصل گفتگو کروں۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''ضرور''

اب حضرت ابوبکرؓ پھر مفروق کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے اپنے قبیلے کی ناک تھے، جواب دینے کے لیے سنبھل کر بیٹھ گئے۔

حضرت ابوبکرؓ: ''تمہارے قبیلے میں کتنے لوگ ہوں گے؟''

مفروق: ''ہم لوگ ہزار سے زیادہ ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی کم تعداد نہیں۔''

حضرت ابوبکرؓ: ''ان لوگوں کی حفاظت کا کیا انتظام ہے؟''

مفروق: ''ہم اپنی حفاظت کے لیے ہمیشہ جدوجہد کرتے رہتے ہیں، لیکن ہر قوم کا مقدر بہر حال اس کے ساتھ ہوتا ہے۔''

حضرت ابوبکرؓ: ''تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے مابین جنگ کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟''

مفروق: ''جب ہم جنگ پر آجاتے ہیں تو کچھ نہ پوچھو کہ ہمارے غضب کا کیا عالَم ہوتا ہے۔ حالتِ غیظ میں ہم کس طرح دشمن سے ٹکراتے ہیں، یہ بھی بس ہم ہی جانتے ہیں۔ ہم اپنے گھوڑوں کو اولاد سے بڑھ کر سمجھتے ہیں، اپنے ہتھیاروں کو دودھ دینے والی اونٹنیوں پر ترجیح دیتے ہیں اور فتح وشکست تو بہر حال اللہ کے ہاتھ میں ہے، کبھی ہم فتح پاتے ہیں اور کبھی ہار بھی جاتے ہیں۔''

اس کے بعد مفروق نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا: ''تم مجھے قریش کے قبیلے سے معلوم ہوتے ہو، کیا میرا قیافہ درست ہے؟''

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ''ہاں بھائی تمہارا قیافہ درست ہے۔ تم نے رسول اللہ کے بارے میں سنا ہوگا وہ (حضورؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپؐ ہی ہیں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفروق نے کہا: ''ہاں ہم نے ان کے بارے میں سنا ہے۔'' پھر وہ حضورؐ سے مخاطب ہو کر بولا: ''اے قریشی بھائی، تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو۔''

حضورؐ آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ آپؐ پر اپنے کپڑے کا سایہ کر کے قریب کھڑے ہو گئے آپؐ نے فرمایا: ''مَیں تم کو اس بات کی طرف بُلاتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے مددگار بنو اور میری حفاظت کرو تاکہ میں لوگوں تک اللہ کے احکام بلا روک ٹوک پہنچا سکوں۔

قریش نے اللہ کے احکام کی کُھلم کُھلاّ مخالفت کی ہے، اس کے رسول کو جھٹلایا ہے، باطل پر اَڑ کر حق سے رُوگردانی کی ہے اور اللہ بے شک تمام باتوں سے بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے۔''

مفروق نے پوچھا: ''اور کس کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟''

اس کے جواب میں حضورؐ نے قرآنِ حکیم کی چند آیات کی تلاوت فرمائی جن میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے مت قتل کرو، بے حیائی کے قریب بھی نہ پھٹکو خواہ وہ پوشیدہ ہو یا ظاہر، جن کا خون اللہ نے حرام کیا ہے ان کو ناحق مت قتل کرو، یتیم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ، ناپ تول انصاف کے ساتھ کیا کرو اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو اگرچہ کسی رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ سے جو بھی عہد کرو اس کو پورا کرو۔

مفروق یہ آیات سُنتے ہی بول اٹھا: ''اے قریشی بھائی، جو کچھ تم نے سنایا، یہ ہرگز زمین کی بات نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ کلام زمین والوں میں سے کسی کا ہوتا تو ہم یقیناً پہچان لیتے۔ خُدا کی قسم تمہاری دعوت سراسر بھلائی ہے۔ اس قوم نے جھوٹ بولا اور زیادتی کی جس نے تمہیں جھٹلایا۔ کیوں ہانی میں ٹھیک کہتا ہوں؟''

ہانی بن قبیصہ بھی قرآنِ حکیم کی معجز بیانی سے مسحور ہو چکا تھا۔ اس نے مفروق کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصدیق کی اور حضورؐ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے قریشی بھائی، تم نے جو کلام سنایا بلاشبہ وہ تعریف کے قابل ہے، لیکن تم سے ہماری یہ پہلی ملاقات ہے، ہمارا قبیلہ یہاں موجود نہیں اس لیے ان کے مشورے کے بغیر ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ بہر صورت ہم تمہاری دعوت پر غور وفکر کریں گے۔ یہ ہمارے سردار اور سپہ سالار مثنیٰؓ بن حارثہ بیٹھے ہیں ان سے بھی بات کرلو تو بہتر ہوگا۔''

مثنیٰؓ ایک جوان رعنا تھے، ان کے گٹھے ہوئے فولادی جسم، سرخ وسپید رنگت اور دلکش خدوخال کو دیکھ کر معاً یہ تاثر ابھرتا کہ فی الواقع وہ کوئی رئیس ابنِ رئیس ہیں۔ ان کی آنکھوں میں عقابی چمک تھی اور چہرے پر غور وفکر کے آثار نمایاں تھے۔ قرآنِ حکیم کی سحر آفریں بلاغت نے انہیں دم بخود کر دیا تھا۔ جب ہانی نے ان کا نام لیا، تو وہ چونک پڑے اور حضورؐ سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے قریشی بھائی، میں نے جو حیرت انگیز کلام آپ کے منہ سے سنا' خدا کی قسم ایسا پسندیدہ کلام اس سے پہلے کبھی میرے کانوں میں نہیں پڑا۔ ہانی نے جو کچھ کہا وہ بھی ٹھیک ہے، لیکن بڑی بات یہ ہے کہ ہم فارس کے پڑوس میں آباد ہیں اور وہاں ہمارا قیام کسریٰ کی خوشنودی پر منحصر ہے۔ ہمارا اس سے معاہدہ ہے کہ ہم اس سے سرکشی نہیں کریں گے اور نہ اس کے کسی مخالف کو اپنے ہاں پناہ دیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ جس بات کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں، وہ کسریٰ کو ناگوار گزرے اور وہ ہمیں پیس کر رکھ دے۔ فارس کے حکمران بڑے جابر ہیں اور نرمی یا عفو کے بالکل قائل نہیں۔ ہم عرب کے قرب وجوار کے حاکموں کے مقابلے میں تو آپ کی اعانت کر سکتے ہیں، لیکن کسریٰ کا مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں اس لیے ہم آپ کی دعوت کو مکمل طور پر قبول کرنے سے معذور ہیں۔''

حضورؐ نے مثنیٰؓ کا جواب سن کر فرمایا: شیبانی بھائی، تمہارے جواب میں کوئی برائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے بشرطیکہ تم سچے ہو، لیکن جزوی اعانت اسلام کی روح سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اگر تمہیں حق کا اعتراف ہے تو سارے کا سارا دین قبول کرنا ہوگا۔ کسریٰ اور اسلام کی اطاعت بیک وقت ممکن نہیں۔ اللہ کے دین کو لے کر وہی کھڑا ہو سکتا ہے جو اس کی چاروں طرف سے محافظت پر کمر بستہ ہو۔" یہ فرما کر آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر آگے روانہ ہو گئے۔

یہ ہے وہ واقعہ جس میں بنو شیبان کے شہسوار مثنیٰؓ بن حارثہ کا نام پہلی بار صفحۂ تاریخ پر نمودار ہوتا ہے اور پھر شب و روز کی گردش کے ساتھ یہ واقعہ نظروں سے اوجھل ہو گیا، یہاں تک کہ گیارہ برس گزر گئے۔

(۲)

۱۰ بعثت (نبوّت) سے ۹ ہجری تک زمانہ قیامت کی چال گیا۔ اس دوران میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارض مکّہ کو الوداع کہہ کر مدینہ تشریف لے گئے۔ بدر، اُحد، خندق اور خیبر کے معرکے گزر چکے، حدیبیہ کے صلح نامہ سے فتح مبین کی راہ ہموار ہو چکی، کج کلاہانِ عالم کو اسلام کی دعوت بھیجی جا چکی اور پھر بالآخر مکّہ کی سرزمین نے، جو کبھی توحید کے داعیِ اعظمؐ پر تنگ ہو گئی تھی، ۸ ہجری میں اپنے دُرِ یتیم کے جاہ و جلال اور فتح و اقبال کا منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مرکزِ عرب مکّہ معظمہ پر پرچمِ اسلام لہرانے سے سارا عرب ہل کر رہ گیا، دشمنانِ اسلام پر ہیبت حق طاری ہو گئی، ان کی اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو گئیں اور وہ حق کی صداقت اور عظمت کی شہادت دینے کے لیے عرب کے کونے کونے سے جوق در جوق رحمتِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ۹ ہجری میں اس کثرت سے وفود آئے کہ اس سال کا نام ہی "عام الوفود" پڑ گیا۔ قیصر اور کسریٰ کی ہیبت کا طلسم بھی اب پاش پاش ہو چکا تھا۔ عرب کی شمالی سرحد پر آباد عرب قبائل اب اس طلسم کی گرفت سے آزاد ہو چکے تھے۔ وہی بنو شیبان جنہوں نے کبھی رحمتِ عالمؐ کی دعوت کو حق سمجھتے ہوئے بھی کسریٰ کے خوف سے قبول نہیں کیا تھا ان کے دل اب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی حقانیت اور عظمت نے مسخر کر لیے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ دوسرے قبائل کے پیرو جوان، زن و مرد، غول کے غول لپک لپک کر رسولِ عربیؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو رہے ہیں تو وہ بھی آگے بڑھے اور اپنا ایک وفد اظہارِ اطاعت کے لیے مدینہ منورہ روانہ کیا۔ اس وفد کی قیادت مُثنّیٰ بن حارثہ کر رہے تھے، وہی مُثنّیٰ جن کے پاس، گیارہ برس پہلے ایک دن رحمتِ مجسّم خود چل کر گئے تھے لیکن وائے قسمت کہ مجوسیوں کی قاہرانہ قوت کے خوف سے وہ اس دن سبقت فی الاسلام سے محروم رہ گئے۔ آج وہ اسی رحمتِ مجسّم کا طوقِ غلامی پہننے دُور دراز کی مسافت طے کر کے مدینہ مُنوّرہ پہنچے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سعادت اندوزِ اسلام ہو گئے۔ یہ ان کی زندگی کا یادگار اور تابناک دن تھا۔ اس دن وہ اسلام کی شمشیر برّاں بن گئے، شمشیرِ برّاں جو دمِ آخر تک حق کی حمایت کے لیے بے نیام رہی۔

(۳)

حضرت مُثنّیٰ بن حارثہ کا تعلق بنو شیبان سے تھا جو عدنانی نسل کے مشہور قبیلہ بنو بکر بن وائل کی ایک شاخ تھا۔ نسب نامہ یہ ہے:

مُثنّیٰؓ بن حارثہ بن سلمہ بن ضمضم بن سعد بن مرہ بن ذہل بن شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔ بنو بکر بن وائل چونکہ ربیعہ بن نزار (بن معد بن عدنان) کی اولاد سے تھے اس لیے انہیں اور اس کی تمام شاخوں کو آلِ ربیعہ یا ربعی بھی کہا جاتا تھا۔

ظہورِ اسلام کے وقت عرب کی شمالی سرحد اس دور کی دو عظیم الشان سلطنتوں کی سرحدوں سے ملتی تھی۔ عراق سے مغرب کی طرف کا علاقہ روم کی بازنطینی حکومت کے زیرِ تسلّط تھا اور اس سے مشرق کی جانب جو علاقہ تھا وہ ایران کی ساسانی سلطنت کے زیرِ نگین تھا۔ عراق سے مُتّصل علاقے میں آباد عربی قبائل ایرانی حکومت کے باجگزار یا زیرِ اثر تھے اور شام سے ملحق علاقے میں بسنے والے قبائل رومی حکومت کی اطاعت اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمایت کا دم بھرتے تھے۔ بنوشیبان اوّل الذکر قبائل میں شامل تھے اور مدتوں سے ایرانی اقتدار کی چکی میں پس رہے تھے۔ وہ بڑے شجاع اور جنگجو لوگ تھے۔ عربی غیرت اور حمیت کا بھی ان میں فقدان نہ تھا، لیکن عرب میں کوئی ایسی طاقتور اور منظّم حکومت نہیں تھی جو شاہان ایران کی مہیب قوّت سے ٹکّر لے سکے، اس لیے وہ ایرانی سلطنت کی اطاعت کرنے پر مجبور تھے۔ ایران کا یہی رعب اور دبدبہ تھا جس نے ۱۰ نبوت میں بنی شیبان کے سرداروں کو رسول عربی کا حلقہ بگوش ہونے سے روکا تھا، تاہم ایران کے مطیع ہوتے ہوئے بھی بنوشیبان نے اپنا تعلق عرب سے نہ توڑا تھا۔ انہیں اپنے عربی نژاد ہونے کا گہرا احساس تھا اسی لیے وہ دوسرے عرب قبائل کی طرح ہر سال حج کے لیے مکّہ پہنچتے تھے۔

مثنیٰ ؓ اپنے قبیلے کے سرکردہ رئیسوں میں سے تھے اور بڑے شجاع اور نڈر آدمی تھے۔ وہ جنگی معاملات میں کمال درجے کی سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور اپنی فراست، اصابتِ رائے، دور اندیشی اور تدبیر وحکمت کی بدولت نہ صرف بنوشیبان کی آنکھوں کا تارا تھے بلکہ پڑوس کے قبائل بھی ان کے مضبوط کردار اور شخصیت کے معترف اور مداح تھے۔ ۸ ھ میں مکے پر پرچم اسلام بلند ہوا اور پھر حنین میں بنوہوازن کے جنگجوؤں کی قوت پارہ پارہ ہوگئی تو مثنیٰ کی دُوربین نگاہوں نے بھانپ لیا کہ عرب میں ایک نئی قوت ابھری ہے جس کے جلو میں حق وصداقت بھی ہے اور جس کے ساتھ اللہ کی تائید بھی ہے۔ کسریٰ کی قوتِ قاہرہ کی دہشت اب ان کے دل سے یکسر کافور ہوگئی اور انہوں نے بسرعتِ تمام اپنے آپ کو رسول عربیؐ کے قدموں پر گرادیا۔ اربابِ سیَر نے یہ تصریح نہیں کی کہ قبولِ اسلام کے بعد مثنیٰ ؓ نے کتنی مدّت مدینہ مُنوّرہ میں قیام کیا تاہم قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ عرصہ مدینہ مُنوّرہ میں رہ کر فیضانِ نبوی سے ضرور بہرہ یاب ہوئے ہوں گے، کیونکہ ان کا بعد کا کردار ایک راسخ العقیدہ مثالی مسلمان اور سراپا عمل مجاہد کا کردار ہے۔ ایسے کردار کی تخلیق میں اثرِ نبوّت کی کارفرمائی بعید از قیاس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بلکہ اس کا غالب امکان ہے۔

(۴)

۱۱ ہجری میں رسولِ اکرم ﷺ نے رحلت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو دفعتاً سارے عرب میں فتنۂ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ مرتدین کا ایک طبقہ مسیلمہ کذّاب اور طلیحہ اسدی جیسے نبوّت کے جھوٹے مدعیوں کا معتقد ہو کر اسلام سے پھر گیا۔ دوسرا طبقہ نماز اور زکوٰۃ میں کمی کا مطالبہ کرنے لگا اور تیسرا زکوٰۃ کی ادائیگی سے یکسر منکر ہو گیا۔ انصار مدینہ، قریشِ مکّہ اور بنو ثقیف کے سوا بہت ہی کم قبیلے ایسے تھے جن کے سب یا بعض آدمی مرتد نہ ہو گئے ہوں۔ نوزائیدہ خلافت اسلامیہ کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فقید المثال استقامت اور عزم وہمت سے کام لیا اور مرتدین کے سامنے جھکنے یا انہیں کسی قسم کی رعایت دینے سے نہ صرف صاف انکار کر دیا بلکہ اپنے انتہائی محدود وسائل کے باوجود ان کی سرکوبی کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے گیارہ لشکر مرتب کیے اور انہیں مختلف علاقوں کے مرتدین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔

ان میں سے ایک لشکر کی قیادت حضرت علاءؓ بن عبداللہ حضرمی کر رہے تھے جو بحرین کے مرتدین کا قلع قمع کرنے پر مقرر ہوئے تھے۔ بحرین بنو شیبان کے مسکن کے قریب تھا۔ اہلِ بحرین نے شیبانی جنگجوؤں کو اپنے ساتھ ملانے کی بہت کوشش کی، لیکن مثنّیٰؓ بن حارثہ کوہِ گراں بن کر ان کے راستے میں حائل ہو گئے۔ انہوں نے اسلام کی حمایت میں سر دھڑ کی بازی لگا دی اور اپنے قبیلے کے کسی فرد کو مرتدین کی امداد کے لیے نہ جانے دیا۔ جب علاءؓ نے بحرین میں مرتدین کو شکست دی، تو مثنّیٰؓ بھی بنو شیبان کو لے کر ان کے ساتھ جا ملے اور شکست خوردہ مرتدین کے تمام راستے مسدود کر دیے۔ یہ مثنّیٰؓ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اس علاقے میں فسادی عناصر کو دوبارہ سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ مرتدین کا مکمل استیصال ہو گیا اور اسلامی حکومت کا تسلط تمام عرب پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری طرح بحال ہو گیا، تو مثنیٰؓ نے ایران کے مجوسی ستم شعاروں کے خلاف اس مہتم بالشان جدوجہد کا آغاز کیا جس نے چند ہی سال کے اندر کسروی سطوت واقتدار کی بساط لپیٹ کر رکھدی ۱۲ھ میں مثنیٰؓ نے ایرانیوں کے خلاف جس جدوجہد کا آغاز کیا اس کے کئی محرکات تھے۔ سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ ایرانی حکام اپنے مقبوضہ یا زیر اثر عرب علاقوں کے باشندوں سے بہت بُرا سلوک کرتے تھے اور ان کی تذلیل وتحقیر اور استحصال میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ ان عربوں کی معاش کا انحصار زیادہ تر کاشت کاری پر تھا۔ جب وہ اپنا خون پسینہ ایک کر کے فصل تیار کر لیتے، تو ایرانی حکام آتے اور سارا غلّہ سمیٹ کر لے جاتے اور عربوں کو بخشش کے طور پر چند سکّے دے جاتے۔ اس ذلیل برتاؤ اور بدترین استحصال کے باعث عرب، ایرانیوں سے سخت نفرت کرنے لگے تھے۔

دوسرا سبب یہ تھا کہ اس زمانے میں سلطنت ایران سیاسی خلفشار میں مبتلا ہو گئی تھی۔ ایرانی امراء ایک دوسرے کے خلاف محلّاتی سازشوں میں اس حد تک الجھ گئے تھے کہ چار سال کے عرصے میں تخت ایران پر نو بادشاہ یکے بعد دیگرے بٹھا چکے تھے اور ہر نئے بادشاہ نے اپنے مخالفین کا بے دریغ قتل عام کیا تھا۔

مثنیٰؓ ایران کے حالات کا گہری نظر سے مشاہدہ کر رہے تھے اور بجا طور پر محسوس کر رہے تھے کہ اب ان ستم شعاروں سے پرانے بدلے چکانے اور ان کی حکومت کا جوا گردن سے اتار پھینکنے کا وقت آ پہنچا ہے۔ اسلام نے ان کے جذبات حُریت کو اور بھی جِلا بخشی اور اپنی پشت پر ایک مضبوط عرب حکومت کی موجودگی نے انہیں ولولۂ تازہ عطا کر دیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اندرونی خلفشار کی وجہ سے ایرانیوں کی قوّت میں کمزوری کے آثار نمودار ہو رہے ہیں، تو انہوں نے اپنی شمشیر خاراشگاف بے نیام کر لی اور اپنے قبیلے کو منظم کر کے عراقِ عرب کے ایرانی مقبوضات پر طوفانی دھاووں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ کچھ دوسرے عرب قبائل کے جوانمردوں نے بھی ان کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ دیا اور ایرانی زمینداروں اور جاگیرداروں پر پے بہ پے حملے کر کے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔ مثنیٰؓ کے ساتھیوں میں سوید بن قطبہ عجلی کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ مثنیٰؓ حیرہ کی جانب سے ایرانیوں پر یلغار کرتے اور سوید، اُبلّہ کی طرف سے۔ اس طرح جو کچھ ان کے ہاتھ لگتا اٹھا لاتے۔ اگر ایرانی جی کڑا کر کے ان کا تعاقب کرتے، تو وہ دور صحرا میں گھس جاتے اور ایرانیوں کو بے نیلِ مرام واپس جانا پڑتا۔

ایران کے خلاف عربوں کی یہ جدوجہد ایک قسم کی چھاپا مار جنگ تھی۔ اس کے دوران میں مثنیٰؓ نے ان ایرانی حکام کی بھی خوب گوشمالی کی جنہوں نے بحرین میں اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکانے میں مرتدین کی مدد کی تھی۔ مثنیٰؓ نے آہستہ آہستہ اپنی ترکتازیوں کا سلسلہ خلیج فارس کے ساتھ ساتھ بجانبِ شمال فرات کے دہانے تک پھیلا دیا اور جا بجا ایرانی دستوں اور ان کے حامی قبائل کا بھرکس نکال کر رکھ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق مرتدین کے استیصال کے بعد ابھی اپنے آئندہ لائحۂ عمل کے بارے میں غور وفکر ہی کر رہے تھے کہ انہیں مثنیٰؓ کا ایک طویل خط ملا جس میں انہوں نے اپنی مہموں کے حالات لکھ بھیجے تھے اور خلیفۃ الرسولؐ سے استدعا کی تھی کہ وہ ان کی مدد کے لیے فوراً فوج روانہ کریں۔ ایرانی حکومت ڈانواں ڈول ہو رہی ہے اور اس پر ضرب لگانے کے لیے حالات نہایت سازگار ہیں۔ یہ خط لکھنے کی ضرورت مثنیٰؓ کو اس لیے محسوس ہوئی کہ ان کے پے بہ پے حملوں نے ایرانیوں کو ہوشیار کر دیا تھا۔ بلاشبہ سیاسی خلفشار نے ان کی قوت مدافعت کو ضعف پہنچایا تھا لیکن آخر وہ صدیوں پرانی ایک عظیم سلطنت کے وارث تھے، اس لیے ایسے گئے گزرے بھی نہ تھے کہ چند ہزار چھاپا مار عربوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں، چنانچہ انہوں نے عربوں کی مزاحمت کے لیے اپنے آپ کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ مثنیٰؓ کو ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ خلافتِ اسلامیہ (یا مملکتِ عربیہ) کے سربراہ سے مدد مانگی جائے کیونکہ لامحدود وسائل کی مالک ایک سلطنت سے ایک سلطنت ہی مؤثر طور پر نبرد آزما ہو سکتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ چھاپا مار دستے نہ تو کسی علاقے پر مستقل تسلط قائم رکھ سکتے تھے اور نہ وہ دور دراز علاقوں تک رسد اور دوسری ضروریاتِ جنگ کی نقل وحمل کا بندوبست کر سکتے تھے۔

(۵)

مثنیٰؓ کسروی سطوت واقتدار کی کمر توڑنے کے لیے اس قدر بے تاب تھے کہ خط بھیجنے کے بعد خود بھی برق رفتاری سے چل کر مدینہ منوّرہ پہنچ گئے اور بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کر ایران کے سیاسی انقلابات اور اپنی مہموں کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کیے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی باتیں بڑے غور اور ہمدردی کے ساتھ سنیں اور پھر اہل الرّائے اصحاب سے مشورہ کے بعد انہیں یقین دلایا کہ ان کی بھرپور مدد کی جائے گی۔ اس موقع پر مثنیٰؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی کہ انہیں اسلامی حکومت کی طرف سے باضابطہ طور پر اپنی قوم کا سردار مقرر کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کی درخواست منظور کر لی اور انہیں بنوشیبان کی امارت کا فرمان عطا کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی انہیں ہدایت کی کہ واپس جا کر بنوشیبان اور ان کے حلیف قبائل کو وسیع بنیادوں پر منظم کریں اور مدینے سے کمک پہنچنے کا انتظار کریں۔ علامہ بلاذریؒ کا بیان ہے کہ مثنیٰؓ نے وطن واپس جا کر سب سے پہلے اپنے قبیلے کے ان لوگوں کو اسلام کی ترغیب دی جو ابھی تک عیسائی یا بت پرست تھے۔ ان کی تبلیغ سے یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے بنوشیبان اور دوسرے حامی قبائل کو ساتھ لے کر ایک نئے عزم اور ولولہ کے ساتھ عراق کا رخ کیا اور دریائے دجلہ وفرات کے ڈیلٹائی علاقے میں ایرانیوں پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا، تاہم کمک ملنے سے پہلے انہوں نے اپنے آدمیوں کو کسی بڑی جنگ میں الجھنے کی ممانعت کر دی، کیونکہ یہی خلیفۃ الرّسولؓ کی ہدایت تھی۔

مثنیٰؓ کے جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو حکم بھیجا کہ وہ مخلص مسلمانوں پر مشتمل ایک مضبوط لشکر لے کر فی الفور مثنیٰؓ کی مدد کے لیے پہنچیں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر انہیں ساتھ لے کر عراقِ عرب میں منظم طریقے سے پیشقدمی کریں۔ حضرت خالدؓ ارتداد کی جنگوں سے تازہ تازہ فارغ ہوئے تھے اور ان کے ماتحت لشکر کی تعداد بہت کم تھی۔ کیونکہ اس کا کثیر حصہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہو چکا تھا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی ہدایت تھی کہ وہ اپنے لشکر میں کسی ایسے آدمی کو شامل نہ کریں جو ایک دفعہ مرتد ہو کر دوبارہ مسلمان ہوا ہو، تاہم حضرت خالدؓ ایک ایسے آزمودہ جرنیل تھے جو کسی بڑی سے بڑی مشکل کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ وہ صرف دو ہزار مجاہدین کے ساتھ عراق کی عظیم الشان مہم پر روانہ ہو گئے۔ راستے میں قبائلِ مضر اور ربیعہ سے مزید آٹھ ہزار آدمی فراہم کیے اور یوں دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ عراق کی سرحد پر پہنچ گئے جہاں مثنیٰؓ آٹھ ہزار مجاہدین کے ساتھ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ اس سارے لشکر کی قیادت حضرت خالدؓ نے سنبھال لی اور مثنیٰؓ ان کے دست راست بن گئے۔ وہ ایرانیوں کے قومی خصائص اور عراق کے چپے چپے سے واقف تھے۔ اس لیے حضرت خالدؓ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ان سے ضرور مشورہ کر لیتے۔ عراق پر یلغار کرنے سے پہلے حضرت خالدؓ نے وہاں کے ایرانی گورنر ہرمز کو خط لکھا کہ یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ دو اور مسلمانوں کی پناہ میں آ جاؤ۔ ان دونوں میں سے کوئی بات بھی منظور نہیں تو پھر تم خود قصوروار ہو، میں ایک ایسی جنگجو قوم اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں جس کو موت ایسی پیاری ہے جیسے تم کو زندگی۔ ہرمز کو یہ خط ملا تو اس نے تمام حالات کسریٰ کو لکھ بھیجے اور خود لشکر کی فراہمی میں مشغول ہو گیا۔ چند ہی روز میں وہ ایک جرار لشکر تیار کر کے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔

ادھر دربار ایران سے بھی اس کو حکم موصول ہو گیا کہ حملہ آوروں کو کسی صورت میں آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ ایرانیوں کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ ان کے بہت سے دستوں نے اپنے آپ کو آہنی زنجیروں سے ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ رکھا تھا تاکہ کوئی شخص میدانِ جنگ سے بھاگ نہ سکے۔ شہر کاظمہ کے قریب حفیر کے مقام پر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ ایرانیوں نے مسلمانوں پر ایسا تند و تیز حملہ کیا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر خالدؓ، مثنیؓ اور قعقاعؓ بن عمرو التمیمی اپنے لشکر کو سنبھال نہ لیتے تو شاید ان کی صفیں ٹوٹ جاتیں۔ مسلمانوں نے سنبھل کر ایسا شدید جوابی حملہ کیا کہ دشمن کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ اب دو بدو دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ عین معرکۂ کارزار میں ہرمز، حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کے قتل نے ایرانیوں کو بددل کرنے کی بجائے اور مشتعل کر دیا اور وہ دیوانہ وار مسلمانوں پر پل پڑے۔ دیر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی، لیکن سپہ سالار کی عدمِ موجودگی کے باعث ایرانیوں پر ہزیمت کے آثار نمودار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کا میمنہ اور میسرہ (دایاں اور بایاں بازو) بالکل برباد ہو گیا۔ باقی لشکر بدحواسی کے عالم میں بھاگ اٹھا۔

اس لڑائی میں بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ایرانیوں نے جن زنجیروں سے اپنے آپ کو جکڑ رکھا تھا وہ میدانِ جنگ سے جمع کی گئیں تو ان کا وزن تقریباً ساڑھے سات من نکلا۔ اسی وجہ سے اس معرکے کو ''ذات السلاسل'' بھی کہا جاتا ہے۔

مالِ غنیمت کا جو حصہ مدینہ منوّرہ بھیجا گیا اس میں ایک ہاتھی بھی تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے اسے شہر میں پھرایا گیا۔ سن رسیدہ عورتیں دیکھتیں اور حیران ہو کر کہتیں امّن خَلَقَ اللّٰہ مانری کیا جو ہمارے سامنے ہے خدا کی مخلوق ہے؟ گشت کے بعد یہ ہاتھی واپس عراق بھیج دیا گیا۔

(۲)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جنگ سلاسل کے بعد حضرت خالدؓ نے مثنیؓ کو مفرور ایرانیوں کا تعاقب کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ وہ ایک مضبوط دستۂ فوج کے ساتھ بھگوڑے ایرانیوں کے پیچھے روانہ ہوئے۔ راستے میں انہوں نے دو مضبوط قلعے دیکھے جو ایک ایرانی شہزادی اور اس کے خاوند کی ملکیت تھے۔ مثنیؓ نے یہ دونوں قلعے فتح کر لیے اور ہزیمت خوردہ لشکر کا تعاقب پھر شروع کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ مفرور ایرانیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مدائن پہنچنے سے پہلے پہلے ختم کر دیا جائے۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ مدائن سے ایرانیوں کے ایک زبردست لشکر کی آمد کی اطلاع ملی۔ شہنشاہ اردشیر نے یہ لشکر ہرمز کی شکست کی خبر سن کر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کی قیادت ایک نامور ایرانی امیر قارن بن قریانس کر رہا تھا۔ راستے میں جنگِ سلاسل سے بھاگے ہوئے ایرانی بھی اسمیں شامل ہو گئے۔ کچھ دور آگے بڑھ کر اس لشکر نے مذار کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت مثنیٰؓ کے دستۂ فوج کو اس تازہ دم لشکر کی تعداد سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ لیکن وہ ایک انتہائی جری آدمی تھے۔ وہاں سے ہٹنا گوارا نہ کیا اور ایرانی لشکر کے قریب ہی موزوں جگہ پر خیمہ زن ہو گئے۔ ساتھ ہی ایک تیز رفتار قاصد بھیج کر حضرت خالدؓ کو ایرانیوں کے عزائم سے مطلع کر دیا۔ www.KitaboSunnat.com

(۷)

حضرت خالدؓ کو مثنیٰؓ کا پیغام ملا، تو انہوں نے ایک لمحہ بھی توقف نہ کیا اور اسی وقت ان کی مدد کے لیے چل پڑے۔ عین اس وقت جب قارن، مثنیٰؓ کے قلیل التعداد لشکر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہا تھا، خالدؓ نے مذار پہنچ کر اس کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ جنگ کا آغاز ہوا تو ایرانی اس طرح گرجتے ہوئے بڑھے کہ زمین دہل گئی۔ ان کے دل جوشِ انتقام سے لبریز تھے اور وہ مسلمانوں کو اپنی سرزمین سے نکال باہر کرنے کا عزم بالجزم کیے ہوئے تھے۔ مثنیٰؓ اپنے لشکر کے ہراول کی قیادت کر رہے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو للکارا کہ برادرانِ عرب! ان بزدلوں کے شور وغوغا کی پروا نہ کرو، میں بارہا ان کے دست وبازو آزما چکا ہوں۔ اپنے نیزے سیدھے کر لو اور ان کے جگر چھید ڈالو۔ یہ کہہ کر وہ ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کی کئی صفیں درہم برہم کر دیں۔ ایرانیوں نے مقدور بھر دادِ شجاعت دی اور جنگِ سلاسل سے زیادہ ثابت قدمی دکھائی، لیکن خالدؓ بن ولید کے سیف اللٰہی حملے نے ان کے پرخچے اڑا کر رکھ دیے۔ تیس ہزار ایرانی موت کے گھاٹ اتر گئے جن میں قارن اور بہت سے دوسرے ایرانی سردار بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل تھے۔

مذار کی لڑائی کے بعد دلجہ، الّیس، یوم المقر، حیرہ، عین التمر، دومۃ، انبار، حصید، مضیح، ثنی اور فراض کے معرکے پیش آئے۔

عراق چونکہ سلطنت ایران کا مستقر تھا اور کسریٰ کا پایہ تخت مدائن اسی صوبے میں (بغداد کے قریب) واقع تھا، اس لیے ایرانیوں نے ہر معرکے میں جان توڑ کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا، لیکن حضرت خالدؓ سیف اللہ نے مثنیٰؓ بن حارثہ، ضرارؓ بن ازور، قعقاعؓ بن عمرو اور دوسرے جانبازوں کی مدد سے ہر معرکے میں دشمن کو عبرتناک شکست دی اور چند ہی روز تک مدائن تک میدان صاف کر دیا۔ مثنیٰؓ کی بے خوفی اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ وہ ایرانیوں کا تعاقب کرتے ہوئے مدائن کے ایرانی مورچوں تک جا پہنچے، لیکن حضرت خالدؓ نے انہیں مزید پیشقدمی کرنے سے روک دیا، کیونکہ محاذ جنگ بہت پھیل چکا تھا۔ اسی اثناء میں مسلمان شام پر بھی حملہ آور ہو چکے تھے اور کئی معرکوں میں شامیوں کو تابڑ توڑ شکستیں دے کر شہنشاہ روم ہرقل کو حواس باختہ کر دیا تھا۔ پہلے تو وہ یہی سمجھتا رہا کہ اس کی آزمودہ کار فوجیں اپنی کثیر تعداد اور اعلیٰ سامانِ حرب کے بل بوتے پر چند دن میں مسلمانوں کو خاک چاٹنے پر مجبور کر دیں گی لیکن جب معاملہ اس کے برعکس ہوا تو اس نے کئی لاکھ رومی جنگجو کیل کانٹے سے لیس کر کے شام میں مسلمانوں کے مقابل لا کھڑے کیے۔ یہ صورتِ حال بڑی خطرناک تھی کیونکہ مسلمان تعداد اور سامان کے لحاظ سے رومیوں کا دسواں حصہ بھی نہیں تھے۔ رومیوں کی ان جنگی تیاریوں کی خبر مدینہ پہنچی، تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو حکم بھیجا کہ عراق کے معاملات مثنیٰؓ کے سپرد کر کے اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کر کے شام پہنچو۔ حضرت خالدؓ نے یہ حکم پہنچتے ہی عراق کی امارت حضرت مثنیٰؓ کے سپرد کی اور خود بسرعت تمام شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸)

حضرت خالدؓ کے شام جانے کے بعد حضرت مثنیٰؓ کے پاس بہت کم فوج رہ گئی۔ تاہم انہوں نے حیرہ کو مستقر بنا کر نہایت حسن وخوبی کے ساتھ مفتوحہ علاقوں کے دفاع کا انتظام کیا۔ اسی زمانے میں ایران میں یکا یک ایک اور سیاسی انقلاب آ گیا۔ ایرانی امراء نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خائف ہو کر وقتی طور پر اپنے باہمی جھگڑے ختم کر دیے اور بالاتفاق شہریان (یا شہر براز) بن اردشیر کو اپنا شہنشاہ تسلیم کر لیا اور ایران کے سبھی عوام وخواص نے اس کی اطاعت کرنے کا عہد کیا۔ شہریان چند دن تو ملک کا نظم ونسق درست کرنے میں مصروف رہا، اس کے بعد وہ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ تخت نشینی کے ساتھ ہی اس کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ عربوں کا سپہ سالار نصف فوج لے کر شام جا چکا ہے اور اب عراق میں موجود باقی فوج کی عنانِ قیادت ایک بدوی سردار کے ہاتھ میں ہے۔ شہریان کے نزدیک مسلمانوں کو عراق سے نکالنے کا یہ بہترین موقع تھا، چنانچہ اس نے دس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ایک لشکر کو ہر قسم کے سامانِ حرب وضرب سے لیس کر کے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی مثنیٰؓ کو طنز اور تحقیر سے بھرا ہوا ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا:

> ”میں نے تمہارے مقابلے کے لیے ایک لشکر بھیجا ہے۔ اس میں بیشتر لوگ مرغیاں اور سور چرانے والے ہیں لیکن تم دیکھو گے کہ وہ کس طرح تمہارا کچومر نکالتے ہیں۔“

مثنیٰؓ نے یہ خط ملتے ہی حیرہ سے روانہ ہو کر بابل کے کھنڈروں میں جا پڑاؤ ڈالا اور شہریان کو جواب بھیجا:

> ”یا تو تم سرکش ہو یا دروغ گو۔ دونوں صورتیں تمہارے لیے بری ہیں کہ اللہ کے نزدیک سرکشی اور دروغ گوئی دونوں قابلِ مواخذہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرغیاں اور خنزیر چرانے والوں کے سوا دوسرے لوگ ہمارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے سے جان چُراتے ہیں اور تم ایسے ہی لوگوں سے مدد لینے پر مجبور ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارا مکروفن تمہی پر لوٹا دیا ہے۔"

ایرانی لشکر مدائن سے پچاس میل کی مسافت طے کر کے بابل کے ویرانوں میں پہنچا، تو مثنیٰؓ نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا۔ ان کے دونوں جانباز بھائی مسعودؓ اور معنیٰؓ بھی ساتھ تھے۔ ایک نے میسرہ سنبھال رکھا تھا اور دوسرے نے میمنہ۔ ایرانی لشکر میں ایک مہیب جنگی ہاتھی بھی تھا۔ وہ چنگھاڑتے اور سونڈ ہلاتے ہوئے اسلامی لشکر کی طرف بڑھا، تو مسلمانوں کے گھوڑے بدکے۔ مثنیٰؓ اپنے گھوڑے سے کود پڑے، کچھ اور جانبازوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور وہ سب اپنی تلواریں سونت کر ہاتھی پر پل پڑے۔ ہاتھی کی سونڈ کٹ گئی اور وہ بہت جلد زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اب مسلمانوں نے ایرانیوں پر نئے جوش اور عزم کے ساتھ ایسا شدید حملہ کیا کہ جلد ہی ان کی قوّتِ مقاومت جواب دے گئی اور وہ اپنے ہزاروں آدمی کٹوا کر بدحواسی کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ شہریران پر اس شکست کی خبر بجلی بن کر گری اور وہ شدید بخار میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

شہریران کی موت کے بعد ایران پھر انقلاب کی زد میں آ گیا۔ پہلے دخت زناں تخت نشین ہوئی لیکن اسے جلد ہی تخت سے اتار دیا گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے شاپور اور آزرمیدخت نے تاجِ کسروی اپنے سر پر رکھا، لیکن ان کے بخت نے بھی یاوری نہ کی۔ بالآخر پوران دُخت ایران کے تاج وتخت کی مالک بنی۔ وہ ایک دانشمند عورت تھی۔ اس نے ایران کے نامور بہادر رستم بن فرخ زاد کو اپنا وزیر اور سپہ سالار مقرر کیا اور تمام ملکی معاملات اس کے سپرد کر دیے۔ رستم نے برسرِاقتدار آتے ہی مسلمانوں کو روکنے کے لیے ایک بڑی فوج تیار کی۔ مثنیٰؓ اس وقت حیرہ میں مقیم تھے۔ انہیں ایرانیوں کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ملی تو فوراً حضرت ابوبکرؓ کو خط لکھا کہ میرے پاس بہت تھوڑی فوج ہے اور ایرانی لشکر کے دَل بادل کا مقابلہ کرنے کے لیے اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہیں زیادہ فوج کی ضرورت ہے، اس لیے آپ جلد کمک بھیجیں اور مجھے اپنے لشکر میں ان قبائل کو بھی شامل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں جو ارتداد سے تائب ہو کر دوبارہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے ہیں۔ جب کئی ہفتے تک اس خط کا جواب موصول نہ ہوا تو مثنیٰؓ بشیرؓ بن خصاصیہ کو اپنا قائم مقام بنا کر خود عازمِ مدینہ ہو گئے۔

(۹)

حضرت مثنیٰؓ جب مدینہ منوّرہ پہنچے، تو خلیفۃ الرّسول حضرت ابو بکر صدیقؓ سخت بیمار تھے اور زندگی کی آخری منزل طے کر رہے تھے۔ انہوں نے اسی حالت میں مثنیٰؓ سے عراق کے حالات سنے اور فوراً حضرت عمرؓ کو بلا بھیجا جنہیں وہ اپنا جانشین نامزد کر چکے تھے۔ وہ حاضرِ خدمت ہوئے تو انہیں وصیت کی:

> ''اے عمرؓ! میرا پیمانۂ زندگی لبریز ہو چکا ہے، امید نہیں میں آج شام تک زندہ رہوں، میں جو کہتا ہوں اس کو غور سے سنو اور اس پر عمل کرو، دن میں میرا دم نکلے، تو شام سے پہلے اور رات میں نکلے تو صبح ہونے سے پہلے مسلمانوں کو ترغیب دے کر مثنیٰؓ کی مدد پر آمادہ کرنا، کوئی مصیبت تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور دین کے کام سے غافل نہ کرنے پائے۔ تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد میں نے کون سا لائحۂ عمل اختیار کیا تھا حالانکہ وہ بہت بڑا امتحان تھا۔ اگر میں اس وقت کمزوری دکھاتا تو دینِ حنفی کا خاتمہ ہو جاتا۔ اگر خدا تعالیٰ شام میں مسلمانوں کو فتح دے تو خالدؓ کے لشکر کو واپس عراق بھیج دینا کیونکہ وہی اس علاقے کی مہمات کے لیے دوسرے لوگوں سے زیادہ موزوں ہے۔''

اس وصیت کے بعد حضرت ابو بکرؓ صدیق نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور حضرت عُمرِ فاروقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ انہوں نے صدیقِ اکبرؓ کی وصیت کے مطابق سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مسلمانوں کو جمع کر کے انہیں جہاد کے لیے عراق جانے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترغیب دی۔ یہ بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔ اس لیے لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر خاموش ہو جاتے تھے۔ تین دن تک یہی کیفیت رہی۔ چوتھے دن مثنیٰؓ نے مجمع عام میں اٹھ کر بڑے جوش سے کہا:

"مسلمانو! معلوم نہیں تم خاموش کیوں ہو۔ شاید تم ایران کو ہوّا سمجھتے ہو، خدا کی قسم ہم نے مجوسیوں کو آزما کر دیکھ لیا ہے، وہ مردِ میدان نہیں ہیں، ہم نے ان کے ایک وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا ہے اور ان سے اپنی شجاعت کا لوہا منوایا ہے اِن شآءَ اللّٰہ وہ ہمارے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکیں گے۔"

مثنیٰؓ کی تقریر ختم ہوئی، تو قبیلہ بنو ثقیف کے ایک مجاہد ابو عبیدؒ بن مسعود اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: "امیر المؤمنین! اس کام کے لیے میں حاضر ہوں۔" حضرت ابو عبیدؒ کی جرأت نے سارے مسلمانوں کو گرما دیا۔ حضرت سلیطؓ بن قیس اور حضرت سعدؓ بن عبید انصاری بھی انا لھذا (میں بھی اس کام کے لیے حاضر ہوں) کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ہر طرف سے جہادِ عراق پر جانے کے خواہشمند لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔

(۱۰)

حضرت عُمرِ فاروقؓ نے حضرت مثنیٰؓ کی مدد کے لیے ایک ہزار جوان منتخب کیے اور ان کا سردار حضرت ابو عبیدؒ کو مقرر کیا کیونکہ صحابی نہ ہونے کے باوجود انہوں نے دعوت جہاد کے قبول کرنے میں سبقت کی تھی اور اس طرح اپنے آپ کو سیادت کا مستحق بنا لیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مثنیٰؓ کو ہدایت کی:

"تم فوراً عراق روانہ ہو جاؤ، امدادی لشکر ضروری تیاری کے بعد بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ جب تک یہ لشکر نہ پہنچے لڑائی کا آغاز نہ کرنا۔"

حضرت مثنیٰؓ امیر المؤمنین کے حکم کے مطابق اسی وقت عازمِ عراق ہو گئے۔ مثنیٰؓ حیرہ پہنچے، تو سارے ایران کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ پایا۔ رستم،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایران کی عسکری قوت کو نئے خطوط پر منظم کر چکا تھا اور اس نے عراقِ عرب کے تمام سرحدی اضلاع میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکا دی تھی۔ مثنیٰؓ ایک دوراندیش اور زیرک جرنیل تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ ان حالات میں ان کا حیرہ میں ٹھہرنا مسلمانوں کی سلامتی کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے، چنانچہ وہ اپنی فوج کو حیرہ سے ہٹا کر خفّان لے آئے جہاں ایرانی اس پر پشت کی طرف سے حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک ماہ بعد ابوعبید ثقفیؒ بھی خفان میں ان سے آ ملے۔ ابوعبیدؒ کا لشکر اب کئی ہزار جوانوں پر مشتمل تھا کیونکہ راستے میں متعدد عرب قبائل جہاد میں شرکت کا شرف حاصل کرنے کی خاطر ان کے ساتھ ہو لیے تھے۔ ان میں بہت سے ایسے جنگجو بھی تھے جو فتنۂ ارتداد میں مبتلا ہونے کے بعد تائب ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں مثنیٰؓ کے مشورے پر اسلامی لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ بعد میں واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت مثنیٰؓ کا مشورہ بالکل درست تھا کیونکہ ایران اور شام کی لڑائیوں میں ان لوگوں نے بے مثال شجاعت اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔

اسی اثناء میں رستم نے دو زبردست لشکر جابان اور شہزادہ نرسی کی ماتحتی میں مسلمانوں کے مقابلے کے لیے روانہ کیے۔ جابان نے حیرہ اور قادسیہ کے درمیان نمارق کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ابوعبیدؒ خفّان سے نکل کر ایرانی لشکر پر حملہ آور ہوئے اور ایک خونریز جنگ کے بعد اسے شکست فاش دی۔ جابان کو ایک مسلمان سپاہی مطرؓ بن فضہ نے گرفتار کر لیا۔ مطرؓ جابان کو نہیں پہچانتے تھے۔ انہوں نے جابان کی منت سماجت پر اسے امان دے دی۔ بعد میں مسلمانوں نے جابان کو پہچان لیا، اور اسے گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا۔ ابوعبیدؒ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ جابان کو رہا کر دیا جائے کیونکہ ایک مسلمان اس کو امان دے چکا ہے۔ دوسری طرف نرسی تیس ہزار فوج کے ساتھ کسکر میں خیمہ زن تھا۔ جابان کی بچی کھچی فوج بھی اس کے لشکر میں جا کر شامل ہو گئی۔ ادھر رستم کو جب جابان کی شکست کی خبر ملی تو اس نے نرسی کی مدد کے لیے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امدادی لشکر جالینوس نامی ایک ایرانی امیر کی سرکردگی میں کسکر بھیج دیا۔ نرسی ابھی اس امدادی لشکر کے پہنچنے کا انتظار کر رہا تھا کہ ابوعبیدؓ دریائے فرات عبور کر کے اس کے سر پر جا پہنچے۔ کسکر کے قریب سقاطیہ کے مقام پر دونوں فوجوں میں ہولناک جنگ ہوئی۔ ایرانیوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے لیکن مسلمانوں کے تیز وتند حملوں کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ چلی اور وہ جلد ہی میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ اس کے بعد مسلمان جالینوس کی طرف بڑھے جو بارسماء (یا باقیثیا) میں مقیم تھا۔ انہوں نے ایک ہی حملے میں اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا اور اس نے مدائن پہنچ کر دم لیا۔ اب ابوعبیدؓ نے مثنیٰؓ اور کئی دوسرے فوجی افسروں کو چھوٹے چھوٹے دستے دے کر عراقِ عرب کے طول وعرض میں پھیلا دیا۔ انہوں نے چند دن کے اندر اندر تمام باغی قبائل کو زیر کر لیا اور عراقیوں پر اپنی دھاک بٹھا دی۔

نرسی اور جالینوس کی شکست کی خبر سن کر رستم سخت برہم ہوا۔ اس نے اپنے ایک جہاندیدہ اور نامور افسر ذوالحاجب بہمن جادویہ کو بھاری فوج دے کر اس شان سے روانہ کیا کہ ایران کا قومی جھنڈا ''درفشِ کاویانی'' اس کے سر پر لہراتا تھا اور بہت سے کوہ پیکر جنگی ہاتھی اس کی فوج کے آگے آگے چل رہے تھے جن کے پاؤں کی دھمک سے زمین ہل رہی تھی۔ یہ فوج دریائے فرات کے کنارے ایک مقام قس الناطف میں خیمہ زن ہوئی۔ ادھر سے ابوعبیدؓ کسکر سے روانہ ہو کر فرات کے دوسرے کنارے پر واقع ایک مقام مروحہ میں مقیم ہوئے۔ بہمن جادویہ نے انہیں پیغام بھیجا کہ تم اس پار اتر کر آؤ گے یا ہم آئیں؟ مثنیٰؓ، سلیطؓ اور دوسرے صائب الرائے مسلمانوں نے ابوعبیدؓ کو مشورہ دیا کہ ایرانی فوج کو اس طرف بلانا چاہیے، لیکن ان کے خیال میں دوسری طرف جا کر لڑنا مناسب تھا، چنانچہ وہ جوشِ شجاعت میں اپنی فوج لے کر دریا کے پار اتر گئے۔ مثنیٰؓ کو ابوعبیدؓ کے اس طرزِ عمل سے سخت اختلاف تھا۔ لیکن اطاعتِ امیر سے انحراف ان کا شیوہ نہ تھا، بس اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ دریا کے پار جا کر لڑنے سے مسلمانوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخت نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے، مگر ہم بہر حال امیر کے پیچھے چلیں گے۔

بدقسمتی سے دریائے فرات کے پرلے کنارے اور ایرانی لشکر کے درمیان میدان بہت تنگ تھا اس لیے مسلمان اپنی صف بندی مناسب طریقے سے نہ کر سکے۔ مقابلہ شروع ہوا تو ایرانیوں نے پہلے اپنے ہاتھی آگے بڑھائے مسلمانوں کے گھوڑے ان کی مہیب صورتیں دیکھ کر بدکنے لگے۔ ابو عبیدؓ اور کئی دوسرے جانباز اپنے گھوڑوں سے کود پڑے اور تلواریں سونت کر ہاتھیوں پر حملہ بول دیا۔ وحشی ہاتھیوں نے بہت سے مسلمانوں کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل ڈالا۔ ابو عبیدؓ بڑھ بڑھ کر ان کی سونڈوں پر وار کرتے اور اپنے ساتھیوں کی ہمت بندھاتے تھے۔ ان کی بے پناہ جرأت دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی دیوانہ وار ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ عین اس وقت ایک مہیب سفید ہاتھی ابو عبیدؓ پر حملہ آور ہوا۔ انہوں نے اپنی تلوار کے ایک بھرپور وار سے اس کی سونڈ مستک سے الگ کر دی لیکن ہاتھی نے بھی آگے بڑھ کر انہیں اپنے پاؤں کے نیچے کچل ڈالا۔ ابو عبیدؓ کی شہادت کے بعد ان کے بھائی حکمؓ بن مسعود ثقفی نے پرچم اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ایک ہاتھی نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ غرض قبیلہ ثقیف کے چھ بہادر اسی طرح عَلَم سنبھال کر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

آخر مثنیٰؓ بن حارثہ نے عَلَم سنبھالا اور لوگوں کی ٹوٹی ہوئی ہمتیں بندھانے کی کوشش کی۔ لیکن ہاتھیوں کے خوفناک ریلے سے مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ چکی تھیں اور وہ بے تحاشہ پیچھے ہٹ رہے تھے۔ ایک مجاہد عبداللہ بن مرثد ثقفی نے غیرت کھا کر دریا کا پل توڑ دیا اور مسلمانوں کو للکار کر کہا:

"لوگو! ابو عبیدؓ کے نقشِ قدم پر چل کر جان دے دو یا دشمن پر فتح حاصل کرو۔"

عبداللہ کے اس جذباتی فعل سے مسلمانوں کو اور بھی نقصان پہنچا اور ان کی کثیر تعداد بدحواسی کے عالم میں پیچھے ہٹتے ہوئے غرق آب ہو گئی، تاہم مثنیٰؓ کچھ دوسرے سرفروشوں کو ساتھ لے کر ایرانیوں کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو دوبارہ پل تیار کرنے کا حکم دیا اور بھاگنے والوں کو پکار کر کہا:

"لوگو گھبراؤ نہیں، میں ہوں مثنیٰؓ دشمن میری لاش پر سے ہی گزر کر تمہاری طرف آ سکتا ہے۔ اطمینان سے پل عبور کرو۔"

اسی اثناء میں مثنیٰؓ پر کسی ایرانی نے نیزے کا وار کیا جوان کی زرہ پر لگا اور اس کی ایک کڑی ان کے جسم میں پیوست ہو گئی، لیکن ان کے قدم لمحہ بھر کے لیے بھی نہ ڈگمگائے اور وہ اس وقت تک میدان میں ڈٹے رہے جب تک کہ پل دوبارہ تیار نہ ہو گیا۔ اب وہ باقی فوج کے ساتھ نہایت منظم طریقے سے دریا کی دوسری طرف اتر گئے۔ یہ افسوسناک واقعہ تاریخ میں معرکۂ جسر یا پل کی لڑائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں مسلمانوں کو شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ نو ہزار میں سے ان کے چھ ہزار آدمی شہید ہو گئے۔ بھگدڑ کے وقت اگر مثنیٰؓ بے مثال جرأت واستقامت سے کام نہ لیتے تو شاید بمشکل کوئی آدمی زندہ بچتا۔ جن لوگوں نے اس لڑائی میں راہِ فرار اختیار کی وہ مدتوں لوگوں سے اپنا منہ چھپاتے رہے۔ بہمن جادویہ نے اگرچہ اس جنگ میں شاندار کامیابی حاصل کی لیکن اس کو مسلمانوں کا تعاقب کرنے کی ہمت نہ پڑی اور وہ اپنی فوج کو لے کر وہاں سے ہی واپس مدائن چلا گیا۔

(۱۱)

فاروقِ اعظمؓ کو معرکۂ جسر میں مسلمانوں کی ہزیمت اور ابو عبیدؓ کی شہادت کی خبر ملی تو انہیں بے حد دکھ ہوا، انہوں نے تمام عرب میں خطیب اور نقیب پھیلا دیے جو لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے اور جسر کی شکست کا انتقام لینے پر عربوں کے قومی جذبات کو ابھارتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں عرب کے طول وعرض میں آگ سی لگ گئی اور مدینہ منورہ میں ہر طرف سے جذبۂ جہاد سے سرشار عرب قبائل کا تانتا بندھ گیا۔ یہاں تک کہ بنو نمر اور بنو تغلب کے عیسائی سردار بھی اپنے اپنے قبیلے کے ہزاروں جنگجو ساتھ لے کر فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان کے نزدیک یہ عرب اور عجم کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قومی جنگ تھی جس میں کسی عرب کا پیچھے رہنا بزدلی اور نامردی کے مترادف تھا۔ حسن اتفاق سے اس موقع پر قبیلہ بجیلہ کے نامور سردار حضرت جریرؓ بن عبداللہ بھی اپنے قبیلے کے ہمراہ مدینہ منورہ آ پہنچے۔ اس سے پہلے حضرت عمرؓ، حضرت مثنیٰؓ کو ابوعبیدؓ کی جگہ عراق میں مقیم مسلمان فوج کا سپہ سالار مقرر کر چکے تھے۔ حضرت جریرؓ کو انہوں نے ایک زبردست لشکر دے کر حضرت مثنیٰؓ کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ ادھر جواں ہمت مثنیٰؓ نے سرحدی اضلاع میں نقیب بھیج کر ایک بڑی فوج جمع کر لی تھی اور بویب کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے تھے۔ حضرت جریرؓ بھی امدادی فوج لے کر بویب میں ان کے ساتھ آ ملے۔

دوسری طرف ایران میں رستم اپنے مخالفوں پر غالب آ گیا تھا اور وہاں امن جمی ہو گئی تھی۔ رستم نے مسلمانوں کے دوبارہ جمع ہونے کی خبر سنی تو اس نے مہران بن مہرویہ ہمدانی کو بارہ ہزار جنگجوؤں کا لشکر دے کر مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے روانہ کیا۔ راستے میں ایرانی فوج کے کئی اور دستے اور ایران کے حامی قبائل بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ یوں مہران کے جھنڈے کے نیچے ایک لاکھ سے بھی اوپر فوج جمع ہو گئی۔ مہران برق و باد بن کر بویب پہنچا اور دریائے فرات کے دوسرے کنارے پر مسلمانوں کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ دوسرے دن اس نے مثنیٰؓ کو پیغام بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے ادھر آؤ گے یا ہم ادھر آئیں؟ مثنیٰؓ کو جسر کا واقعہ یاد تھا۔ انہوں نے جواب کہلا بھیجا کہ ہم اپنی جگہ نہیں چھوڑیں گے تم ادھر آ جاؤ۔

مہران نے دریا عبور کر کے مسلمانوں کے مقابل اپنی فوج اس طرح آراستہ کی کہ سب سے آگے زرہ پوش پیادے تھے، ان کے پیچھے جنگی ہاتھی جن پر نہایت ماہر تیرانداز سوار تھے، داہنے اور بائیں سواروں کے دستے تھے۔ حضرت مثنیٰؓ نے بھی نہایت ترتیب سے اپنی صفیں درست کیں اور پھر اپنے سیماب صفت گھوڑے پر سوار ہو کر ساری فوج کا چکر لگایا۔ وہ ہر ایک علَم کے نیچے کھڑے ہو کر مجاہدین کی ہمت بندھاتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران سے کہتے تھے:

"مجھے امید ہے تم آج عرب کی شجاعت اور شرافت پر داغ نہیں لگنے دو گے۔ خدا کی قسم میں آج اپنے لیے اسی چیز کا طلبگار ہوں جو تمہارے لیے پسند کرتا ہوں۔"

مثنیٰؓ کی ولولہ انگیز تقریروں نے ہر مسلمان کے دل میں شوقِ شہادت کے شعلے بھڑکا دیے۔ جس وقت وہ لڑائی کی صفیں درست کر رہے تھے، ایک مسلمان جوشِ جہاد میں اپنی صف سے نکل کر ایرانیوں کی طرف بڑھا۔ مثنیٰؓ نے اپنے نیزے سے اسے پیچھے دھکیل دیا اور کہا: "تمہارا باپ نہ ہو، اپنی جگہ کھڑے رہو، جب لڑائی شروع ہو جائے تو اپنے دل کے ارمان پورے کر لینا۔"

ایرانیوں نے حملہ کرنے سے پہلے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ مثنیٰؓ نے اپنی فوج کو پکار کر کہا: "یہ نامردانہ شور و غوغا ہے اس کا جواب تم اپنے تیروں اور نیزوں سے دو۔" مسلمان ابھی ہتھیار سنبھال ہی رہے تھے کہ ایرانی فوج نے حملہ کر دیا۔ حضرت مثنیٰؓ نے نہایت ہمّت سے اپنے لشکر کو سنبھالا اور پھر دستور کے مطابق تین تکبیریں کہہ کر ایرانیوں سے نبرد آزما ہو گئے۔ ایرانیوں کا حملہ اتنا تند و تیز تھا کہ مسلمان لڑکھڑا گئے اور بنو عجل کی صفیں بے ترتیب ہو گئیں۔ مثنیٰؓ نے انہیں پیغام بھیجا کہ مسلمانوں کو رسوا نہ کرو اور پیچھے ہٹنے کے بجائے کٹ مرنے کو ترجیح دو۔ بنو عجل یہ پیغام ملتے ہی سنبھل گئے اور جم کر لڑنے لگے۔ اب لڑائی کا میدان خوب گرم ہو گیا اور کئی گھنٹے تک اس زور کا رن پڑا کہ دشت و جبل کانپ اٹھے۔ مثنیٰؓ اس جوش کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ سر پیر کا ہوش نہ تھا۔ ان کے پہلو بہ پہلو بنو تغلب اور بنو نمر کے عیسائی سردار ابنِ الفہر تغلبی اور انس بن ہلال بھی دادِ شجاعت دے رہے تھے۔

عین معرکۂ کارزار میں مثنیٰؓ کے بھائی مسعودؓ بن حارثہ شیبانی مہلک زخم کھا کر گرے اور نزع کے عالم میں پکار کر کہا۔ "اے فرزندانِ بکر بن وائل! اپنا پرچم بلند رکھو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تمہیں بلند کرے گا۔ خبردار میری موت سے تمہارے قدموں میں لغزش نہ آنے پائے۔" اس وقت مثنیٰ ؓ نے بھی مسلمانوں کو للکارا: "مسلمانو! شرفاء کے جان دینے کی یہی ادا ہوتی ہے' تمہارے عَلَم ہرگز نہ جھکنے پائیں۔"

اسی اثناء میں انس بن ہلال بھی شدید زخم کھا کر گر پڑا، مثنیٰ ؓ نے اسے اپنے شہید بھائی کے پہلو میں لٹا دیا اور پھر شمشیر بدست دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اس وقت تک ایرانی فوج کے بڑے بڑے افسر مارے جا چکے تھے۔ لیکن مہران ابھی تک جم کر لڑ رہا تھا۔ بنو تغلب کے ایک نوجوان نے اسے تاڑ لیا اور یکا یک تلوار سونت کر اس پر جا پڑا۔ مہران گھوڑے سے گرا، تو نوجوان اچک کر اس کے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور بآواز بلند نعرہ لگایا: "میں ہوں تغلب کی اولاد اور ایرانی سپہ سالار کا قاتل۔" ایرانی فوج اپنے سپہ سالار کو قتل ہوتے دیکھ کر بددل ہو گئی اور نہایت ابتری کے عالم میں بھاگ کھڑی ہوئی۔ مثنیٰ ؓ فوج کے چند مضبوط دستے ساتھ لے کر پل پر پہنچ گئے اور بھاگتے ہوئے ایرانیوں کا راستہ روک کر انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ بروایتِ ابنِ خلدون ایک لاکھ کے قریب ایرانی مسلمانوں کی تلواروں کا نشانہ بن گئے اور ہزاروں دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ اکثر مؤرخین لکھتے ہیں کہ بویب کی لڑائی میں جس قدر ایرانی قتل ہوئے کسی دوسری لڑائی میں انہیں جانی نقصان نہیں اٹھانا پڑا۔ بویب کے میدان میں مدتوں ایرانیوں کی ہڈیوں کے بڑے بڑے ڈھیر پڑے رہے، مسافر ادھر سے گزرتے تو ان کی زبانوں پر بے اختیار عبرت کے الفاظ جاری ہو جاتے۔

بویب کا معرکہ فی الحقیقت معرکہ جسر کا بھرپور جواب تھا۔ اس لڑائی میں ایک لاکھ ایرانی مقتولوں کے مقابلے میں صرف ایک سو مسلمان شہید ہوئے اور ایک ایک مسلمان نے دس دس ایرانیوں کو قتل کیا۔ اسی لیے یہ لڑائی یوم الاعشار بھی کہلاتی ہے۔ معرکہ ختم ہوا تو مثنیٰ ؓ اپنے بھائی مسعودؓ اور عیسائی سردار انس بن ہلال کی لاشوں سے چمٹ گئے اور رِقت انگیز لہجے میں ان کی شجاعت کو خراجِ تحسین ادا کیا۔ پھر مسلمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور کہا:

"خدا کی قسم ان لوگوں نے اپنی شجاعت، استقامت اور بے خوفی کے جھنڈے گاڑ دیے اور جان کا نذرانہ دے کر اپنے گناہوں کا کفّارہ ادا کر دیا۔"

(۱۲)

معرکۂ بویب کے بعد خالدؓ بن ولید کی طرح سارے عراق میں مثنیٰؓ بن حارثہ کا طوطی بولنے لگا۔ انہوں نے کچھ فوجی دستوں کو مدائن کے بالمقابل ساباط پر یلغار کرنے کا حکم دیا اور کچھ دستے اپنے ساتھ لے کر خنافس اور انبار پر حملہ آور ہوئے۔ ان دنوں وہاں ایرانیوں کا ایک سالانہ میلہ لگا ہوا تھا اور بازار ہر قسم کے نقد اور اجناس سے پُر تھے۔ ایرانی پہلی ہی جھڑپ میں بھاگ کھڑے ہوئے اور بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے لیے چھوڑ گئے۔ ادھر بویب کی شکست کی خبر مدائن پہنچی تو سارے ایران میں کہرام مچ گیا اور غیرتِ قومی نے ہر ایرانی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ حیران ہو ہو کر ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ بھوکے اور ننگے عربوں میں یہ جرأت کیسے پیدا ہو گئی کہ وہ تختِ کیانی کی آرزو کرنے لگے ہیں۔

ایرانیوں نے اب اپنے سارے اختلافات فراموش کر دیے اور ملکہ پوران دخت کو تخت سے اتار کر ایک نوجوان شہزادے یزدگرد کو تخت پر بٹھایا۔ ایران کے تمام خواص وعوام مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے اور قومی غیرت اور جوش نے سارے ملک میں آگ سی لگا دی۔ جن علاقوں پر مسلمانوں نے قبضہ کیا تھا وہاں بھی بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور مسلمان چاروں طرف سے خطرات میں گھر گئے۔ مثنیٰؓ نے تمام حالات دربارِ خلافت میں لکھ بھیجے۔ وہاں سے حکم موصول ہوا کہ اپنی فوجیں سمیٹ کر سرحدِ عرب کی طرف ہٹ آؤ اور ربیعہ اور مضر کے قبیلوں کو بھی اپنی مدد کے لیے بلا بھیجو۔ مثنیٰؓ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنی فوجوں کو سمیٹ کر مقام ذوقار میں مقیم ہو گئے اور مدینہ منورہ سے مزید احکام کا انتظار کرنے لگے۔ ادھر خلیفۃ المسلمین عمرؓ فاروقؓ عراق کے حالات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سن سن کر سخت مضطرب تھے اور بار بار جوش میں آ کر کہتے تھے:

"خدا کی قسم! میں ملوکِ عجم سے ملوکِ عرب کو ضرور ٹکراؤں گا۔"

انہوں نے تمام عرب قبیلوں میں قاصد دوڑا دیے کہ لوگ مجوسیوں کے خلاف جہاد کے لیے تیار ہو کر آئیں۔ ان کی دعوتِ جہاد پر سارے عرب نے لبیک کہا اور ہر طرف سے لوگ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر مدینہ پہنچنے لگے۔ البتہ جو لوگ عراقِ عرب کی سرحد کے نزدیک تھے وہ براہِ راست مثنیٰؓ کے پاس ذوقار پہنچ گئے۔ جب مدینہ منوّرہ میں مجاہدین کی بڑی تعداد جمع ہو چکی تو حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ خود ایرانیوں کے مقابلے پر جائیں لیکن صحابہؓ نے روکا کہ آپ کا مدینہ میں رہنا ہی مناسب ہے، چنانچہ انہوں نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو عراقی مہم کی قیادت کے لیے منتخب فرمایا۔ حضرت سعدؓ تیس ہزار مجاہدین کو لے کر عراق کی طرف بڑھے اور ثعلبہ میں جا کر پڑاؤ ڈالا۔ مثنیٰؓ کی آٹھ ہزار فوج بھی اس بڑے لشکر میں آ ملنے والی تھی۔ بعد میں یہ فوج شراف کے مقام پر حضرت سعدؓ کے لشکر میں شامل بھی ہو گئی، لیکن افسوس کہ اس میں مثنیٰؓ نہیں تھے۔

ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ مثنیٰؓ کو معرکۂ جسر میں شدید زخم آئے تھے، گو انہیں عارضی طور پر افاقہ ہو گیا تھا اور معرکۂ بویب میں انہوں نے ایک بار پھر اپنی تیغ شجاعت کے جوہر دکھا کر ایرانیوں کو دنگ کر دیا تھا، لیکن قیامِ ذوقار کے دوران میں ان کے زخم بگڑنے لگے اور کسی علاج سے مندمل نہ ہوئے۔ مثنیٰؓ کو یقین ہو گیا کہ اب خالق حقیقی کی طرف سے بلاوا آیا ہی چاہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی جگہ بشیرؓ بن خصاصیہ کو فوج کا امیر مقرر کیا اور انہیں وصیت کی کہ حضرت سعدؓ کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا۔

"جہاں تک ممکن ہو سکے عرب کی سرحد کے قریب رہ کر ایرانیوں سے جنگ کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غالب کرے تو پھر بے دریغ ایران کے اندر گھس جائیں اور اگر خدانخواستہ مسلمان ایرانیوں کو مغلوب نہ کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکیں، تو اپنے ملک کی سرحد کے اندر جا کر دوبارہ منظّم ہو کر یلغار کریں۔"

اس وصیت کے بعد بنوشیبان کے اس عظیم شہسوار نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور خاکِ ذوقار نے اس کے جسد خاکی کے لیے اپنی آغوش وا کر دی۔ حضرت سعدؓ اور دوسرے مجاہدین نے مثنیٰؓ کی وفات کی خبر سنی، تو انہیں بے پناہ صدمہ ہوا کیونکہ اس نازک وقت میں وہ ان کے نہایت قوی دست وبازو ثابت ہوتے۔ مثنیٰؓ کی دِقّتِ نظر اور دور اندیشی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب حضرت سعدؓ نے خط لکھ کر مثنیٰؓ کی وفات کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی، تو انہوں نے اپنے جواب میں حضرت سعدؓ کو قریب قریب ویسی ہی ہدایات لکھ بھیجیں جو مثنیٰؓ نے اپنی وصیّت میں بیان کی تھیں۔

مثنیٰؓ بن حارثہ اگرچہ اخیر عہد رسالت میں مشرف بہ اسلام ہوئے، لیکن انہوں نے اپنے اخلاص، ایثار، سرفروشی، بے خوفی، استقامت اور تدبر کے جو نقوش صفحۂ تاریخ پر ثبت کیے ان کی بنا پر ہم انہیں بلا تامّل اسلام کے صفِ اوّل کے مجاہدین وقائدین میں شمار کر سکتے ہیں۔ محمد حسین ہیکل کے الفاظ میں اگر حضرت خالدؓ بن ولید کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ ایک عدیم النظیر سپہ سالار اور اللہ کی تلوار ہیں، تو مثنیٰؓ بن حارثہ کی اس اوّلیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اسلامی سلطنت کے بساط گستروں کی صفِ اوّل میں تھے اور ان کا شمار ان کے دانشمند اور طاقتور بانیوں میں کیا جائے گا۔ فتحِ عراق کی بساط سب سے پہلے انہی نے بچھائی۔ وہ ایک آزمودہ کار قائد تھے۔ جنہوں نے انتہائی نازک موقعوں پر مسلمانوں کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی اور وہ ایک ایسے مدبر تھے جنہوں نے مذہبی اختلاف کے باوجود عراق کے تمام عربی النسل قبائل کے دل موہ لیے تھے اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر بویب کی جنگ میں ایرانیوں پر وہ کاری ضرب لگائی تھی جسے ایرانی ہمیشہ سینکتے رہے اور جس کے بعد انہیں کبھی فتح کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ضِرارؓ بن اَزْوَرْ اَسَدی...... ضَیغَمِ اسلام

(۱)

۸ ہجری میں مکّہ معظّمہ پر پرچم اسلام بلند ہوا تو معبودان باطل کے پرستاروں پر ہیبت حق طاری ہو گئی۔ ۹ ہجری میں تو اس کثرت سے وفود آئے کہ اس سال کا نام ہی ''عام الوفود'' پڑ گیا۔ اسی سال کے اوائل کا ذکر ہے کہ ایک دن دس قوی ہیکل اور بارعب آدمی اس شان سے مدینہ مُنوّرہ میں وارد ہوئے کہ ان کے ہاتھوں میں علَم برچھیوں اور تلواروں کی چمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ انہوں نے اپنے اونٹ مسجدِ نبوی کے باہر باندھے اور اس طرح قدم اٹھاتے ہوئے بارگاہِ نُبوّت کی طرف روانہ ہوئے کہ گویا زمین ان کے بوجھ کے نیچے دبی جا رہی ہے۔ رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے فخریہ لہجے میں عرض کیا:

''یارسولؐ اللہ ہم بنو اسد بن خزیمہ کے لوگ ہیں۔ آپؐ نے اپنا کوئی آدمی ہماری طرف نہیں بھیجا بلکہ ہم نے خود بخود اسلام قبول کیا اور پھر دور دراز کی مسافت طے کر کے آپ کی خدمت میں آئے۔''

بنو اَسد بڑے جنگجُو اور شجاع لوگ تھے، انہوں نے کفر و اسلام کے معرکوں میں ہمیشہ قریش کا ساتھ دیا تھا لیکن فتح مکّہ کے بعد انہوں نے خود بخود ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور اب حضورؐ کی زیارت اور بیعت سے مشرف ہونے کے لیے اپنے قبیلے کا ایک وفد مدینہ مُنوّرہ بھیجا تھا۔ اس وقت اس وفد نے جو کچھ کہا وہ حرف بحرف درست تھا لیکن ان کے لہجے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ حضورؐ پر اپنے اسلام کا احسان رکھ رہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ نازش پسند نہ آئی اور ارشاد ہوا۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۵ (الحجرات:۱۷)	(اے نبیؐ) یہ لوگ تم پر یہ احسان رکھتے ہیں کہ ہم اسلام لائے، کہہ دو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت کی اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔

اس موقع پر اراکینِ وفد میں سے ایک وجیہ اور تنومند شخص آگے بڑھے اور بڑے پُرسوز لہجے میں یہ شعر پڑھے۔

تركت الخمور وضرب القداح	والـلـهـو تـعـلـلـه وانتهـالا
وكـرى الـخـيـر فـي عـمـره	وجهدى على المسلمين قتالا
فـيـارب لاتـغـبـنـن صـفـقـتـي	فـقـد بـعـت اهـلـي ومالي مدالا

(میں نے بادہ نوشی ترک کردی اور ظروف بادہ توڑ ڈالے اور اس ذات کی طرف آیا جو بہت بلند ہے اور جس کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ میری تمام قوت اور کوشش مسلمانوں سے جنگ کرنے میں صرف ہوتی تھی۔

اے میرے ربّ میرے مال میں کساد بازاری نہ ہو۔ میں نے اپنا مال اور اقربا ہمیشہ کے لیے تیری راہ میں بیچ کر دیے ہیں)

ان کے شعر سن کر رحمتِ عالم ﷺ متبسم ہو گئے اور فرمایا:

''تمہاری تجارت خسارے میں نہیں رہی۔''

یہ صاحب جن کے اخلاص اور ایثار کو بارگاہِ رسالت میں شرفِ قبول حاصل ہوا اور جن کے طرزِ عمل کو سرورِ کون ومکاںؐ نے نفع مند سودا قرار دیا۔ حضرت ضرارؓ بن ازْوَر اَسَدی تھے۔ وہی ضرارؓ بن ازور کہ جن کی شجاعت، بے جگری اور بے خوفی کے ولولہ انگیز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعات سے تاریخ اسلام کے اوراق جگمگا رہے ہیں اور جنہیں پڑھ کر عروقِ مردہ میں بھی زندگی کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲)

سیدنا ابوازور ضرار بن مالک اَزْوَر (بن اوس بن خزیمہ بن ربیعہ بن مالک بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ) کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھا جو نواح خیبر میں آباد تھا۔ حضرت ضرارؓ اپنے قبیلے میں جاہ وتمول کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ وہ تنہا ایک ہزار اونٹوں کے گلّے کے مالک تھے اور نہایت آسودہ حالی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ اپنے قبیلے کی روایات کے مطابق تیغ زنی اور نیزہ بازی میں کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے اور ان کی شجاعت اور شہ زوری کی علاقے بھر میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ شعروشاعری میں بھی درک رکھتے تھے اور دختِ رز سے بھی جی بہلاتے رہتے تھے۔ ان کے یہی لیل ونہار تھے کہ کہیں سے اسلام کا چرچا سنا۔ اللہ تعالیٰ نے قلبِ گداز عطا فرمایا تھا، اسلام کی تعلیم سے بہت متاثر ہوئے لیکن قبولِ اسلام سے پہلے وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ داعیِ اسلام اور قریش کی کشمکش کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ جب انہوں نے سنا کہ مرکزِ عرب مکّہ معظّمہ پر علمبردارانِ حق نے قبضہ کر لیا ہے اور قریش نے اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ ڈھونڈی ہے تو ان کے دل نے گواہی دی کہ اسلام دینِ حق ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کا انتظار کیے بغیر کہ کوئی مُبلّغ ان کے پاس آئے دل وجان سے اسلام قبول کر لیا، بنو اسد کے بیشتر افراد نے ان کی تقلید کی، ان میں طلیحہ بن خویلد اور وابصہ بن معبد جیسے نامور لوگ بھی شامل تھے۔

اسلام نے حضرت ضرارؓ کی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔ انہوں نے بادہ خواری سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی اور شراب کے برتن توڑ ڈالے، اس کے ساتھ ہی اپنا سب مال ودولت راہ خدا میں دے دیا۔ چنانچہ ۹ ہجری کے اوائل میں جب وہ بنو اسد کے وفد میں شامل ہو کر رحمتِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پہنچے تو دولت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ حضورؐ نے ان کے اِنفاق فی سبیل اللہ کا حال سنا تو اس کی تحسین فرمائی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس وفد کے اراکین نے حضورؐ سے پوچھا:

''یارسولؐ اللہ جانوروں کی بولیوں سے شگون لینا کیسا ہے۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''ناجائز ہے۔''

پھر انہوں نے پوچھا: ''خط کشی (رمل) کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''یہ بلاشبہ ایک علم ہے بشرطیکہ کوئی جانتا ہو۔''

حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ حضرت ضرارؓ کے قبولِ اسلام کے بعد سرورِ عالمؐ نے انہیں حکم دیا کہ بنوصیدا اور بنوہذیل میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرو، ضرارؓ ارشاد نبویؐ کی تعمیل میں اس مقدس مشن پر روانہ ہو گئے اور حضورؐ کی رحلت تک تبلیغِ حق کا فرض ادا کرتے رہے۔

اگرچہ اہلِ سِیَر نے یہ صراحت نہیں کی کہ حضرت ضرارؓ کو کتنے عرصہ تک فیضان نبوی سے براہ راست بہرہ یاب ہونے کا موقع ملا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ضرور کچھ مدت حضورؐ کی خدمت میں رہ کر احکامِ دین سیکھے اور تبلیغ کی تربیت حاصل کی کیونکہ حضورؐ صرف انہی اصحاب کو تبلیغ دین کے لیے بھیجتے تھے جو آپؐ کے نزدیک اس کام کے اہل ہوتے تھے اور لوگوں کو نہ صرف اسلام کی برکات اور فضائل سے آگاہ کر سکتے تھے بلکہ انہیں اوامر ونواہی کی تعلیم بھی دے سکتے تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ کے آخری ایّامِ سعادت میں طلیحہ بن خویلد اسدی نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر نبوّت کا دعویٰ کر دیا اور سمیرا کو اپنا مستقر بنا کر اغوائے خلق میں مشغول ہو گیا۔ سرورِ عالم ﷺ نے حضرت ضرارؓ بن ازور کو طلیحہ کی سرکوبی کے لیے اپنے اُن عُمّال اور قبائل کے پاس تحریکِ جہاد کی غرض سے روانہ کیا جو سمیرا کے قریب تھے۔ حضرت ضرارؓ نے سنان بن ابوسنان، علی بن اسد، قبیلہ قضاعہ اور بنو ورقا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ کو حضورؐ کا پیغام پہنچایا کہ مرتدین کے خلاف پوری قوت سے جہاد کرو۔ ان لوگوں نے حضورؐ کے ارشاد پر لبیک کہا اور حضرت ضرارؓ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ واردات کے مقام پر مرتدین اور اہلِ حق کے درمیان خونریز جنگ ہوئی جس میں طلیحہ اور اس کے حواریوں کو عبرت ناک شکست ہوئی اور وہ بدحواسی کے عالم میں میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت ضرارؓ مظفر و منصور واپس مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن وہ ابھی راستے ہی میں تھے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا تو فتنۂ ارتداد کے شعلے سارے عرب میں بھڑک اٹھے۔ صدیقِ اکبرؓ نے مرتدین کے استیصال کے لیے مختلف اطراف کو جیوش بھیجے تو حضرت ضرارؓ بھی حضرت خالدؓ بن ولید کے دستے میں شامل ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سب سے پہلے طلیحہ کی طرف متوجہ ہوئے جو حضرت ضرارؓ سے شکست کھا کر بزاخہ میں مقیم ہو گیا تھا اور قبائل طے، فزارہ اور اسد کو اپنے جھنڈے تلے جمع کر لیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے طلیحہ کو فیصلہ کن شکست دے کر شام کی طرف بھگا دیا[1] اور پھر بطاح کی طرف بڑھے جہاں بنوحنظلہ کے رئیس اور محصّلِ زکوٰۃ مالک بن نویرہ نے "نیمے دروں نیمے بروں" کی حکمتِ عملی اختیار کر رکھی تھی۔ اس نے اپنے قبیلہ کی زکوٰۃ بارگاہِ خلافت میں نہیں بھیجی تھی اور کچھ دن جھوٹی نبوّت کی مدّعی سجاح بنتِ حارث تمیمیہ سے بھی اس کا بہت ربط وضبط رہا تھا۔ جب سجاح نے راہ فرار اختیار

---

[1] طلیحہ کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور قیام شام کے دوران میں انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ ایک مرتبہ خلافتِ صدیقی کے زمانے میں وہ عمرہ کے لیے مکّہ جا رہے تھے، مدینہ کے قریب سے گزرے تو کسی نے حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع دی کہ طلیحہ جا رہا ہے۔ سن کر فرمایا، اب وہ داخل اسلام ہو چکا ہے، اس سے تعرض کرنا مناسب نہیں جانے دو۔ خلافتِ فاروقی میں طلیحہ نے مدینہ آ کر حضرت عمرؓ کی بیعت کی اور اُس دور کے متعدد معرکوں میں محیّر العقول کارنامے انجام دیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی[1] تو بنو تمیم کے بیشتر افراد دوبارہ مسلمان ہو گئے اور مالک بن نویرہ بھی اسلام کا دم بھرنے لگا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے بطاح پہنچ کر مسلمانوں کی ایک جماعت علاقے کی مختلف بستیوں کی جانب بھیجی اور اسے ہدایت کی کہ جس بستی میں پہنچو وہاں پہلے اذان دینا، اگر جواب میں وہ لوگ بھی اذان دیں تو انہیں چھوڑ دینا اور اگر سکوت اختیار کریں یا کوئی شرارت کریں تو ان سے جنگ کرنا۔ اس جماعت نے تبلیغی گشت کے دوران میں مالک بن نویرہ اور اس کے چند ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور انہیں حضرت خالدؓ بن ولید کے سامنے پیش کیا۔ ان لوگوں کے بارے میں تبلیغی جماعت کے ارکین کے درمیان اختلاف رائے تھا کچھ لوگ کہتے تھے کہ مالک بن نویرہ کی بستی سے اذان کی آواز آئی تھی اس لیے ان لوگوں کو چھوڑ دینا چاہیے، بعض دوسروں کا بیان تھا کہ ان لوگوں نے اذان کے جواب میں سکوت اختیار کیا اس لیے ان لوگوں کی گرفتاری ضروری تھی۔ حضرت خالدؓ نے ان کے بیانات سن کر حکم دیا کہ فی الحال ان لوگوں کو زیر حراست رکھو۔ چنانچہ انہیں ایک خیمے کے اندر محبوس کر دیا گیا اور ان کی نگرانی پر حضرت ضرارؓ بن ازور مقرر ہوئے۔ رات کو سخت سردی پڑ رہی تھی۔ حضرت خالدؓ نے منادی کرائی ''اِدْفِئُوا اَسْرَاکُمْ'' (یعنی اپنے قیدیوں کو گرمی پہنچاؤ) عرب کے بعض قبائل کی زبان میں ان الفاظ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا تھا کہ اپنے قیدیوں کو قتل کر دو۔ ضرارؓ بن ازور نے یہی مطلب سمجھا، تلوار لے کر جھپٹے اور مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا[2]۔ مشہور صحابی حضرت ابوقتادہؓ انصاری بھی لشکر میں موجود تھے، ان کے خیال

---

[1] سجاح نے پہلے بنو تغلب میں پناہ لی پھر وہ اپنی قوم کے ساتھ بصرہ آ گئی اور اپنے سارے قبیلے سمیت اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی ساری زندگی نہایت پرہیزگاری اور دینداری کے ساتھ گزاری۔ امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں وفات پائی۔ مشہور صحابی حضرت سمرۃؓ بن جندب نے جو ان دنوں حاکم بصرہ تھے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

[2] مشہور شاعر متمم بن نویرہ، مالک بن نویرہ کے بھائی تھے انہیں اپنے بھائی سے بے پناہ محبت تھی اس کے قتل کے بعد وہ ہمیشہ رویا کرتے اور مرثیے کہا کرتے تھے۔ لوگ ان کے مرثیے سن کر بے اختیار رو دیتے تھے۔ مالک کے قتل پر ایسا پُر درد مرثیہ لکھا کہ سننے والوں پر رقّت طاری ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق مقتولین کی بستی سے اذان کی آواز آئی تھی اس لیے وہ معافی کے مستحق تھے۔
اس واقعہ سے ناراض ہو کر وہ سیدھے صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں مدینہ منوّرہ پہنچے اور خالدؓ بن ولید کے خلاف شکایت کی کہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو ناحق قتل کرایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو مدینہ منوّرہ بلا کر جواب طلبی کی۔ انہوں نے جو واقعہ گزرا تھا سچ سچ عرض کر دیا۔ صدیقِ اکبرؓ نے ان کا عذر قبول کرلیا لیکن حضرت عُمرِ فاروقؓ نے رائے دی کہ خالدؓ سے بے احتیاطی ضرور ہوئی ہے اس لیے انہیں معزول کر دینا چاہیے۔

صدیقِ اکبرؓ نے جواب دیا:

''لااشیم سیفًا سله اللّٰه علی الکافرین''

(جس تلوار کو اللہ تعالیٰ نے کفار پر کھینچا ہو میں اس کو نیام میں نہیں ڈال سکتا)

(۴)

اس واقعہ کے بعد حضرت ضرارؓ بن ازور حضرت خالدؓ کی ماتحتی میں یمامہ کی خونریز جنگ میں شریک ہوئے۔ مسیلمہ کذّاب نے باختلاف روایت چالیس ہزار یا ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں کا زبردست مقابلہ کیا۔ مؤرخ طبری کا بیان ہے لم یلق المسلمون حرباً مثلها قط (یعنی مسلمانوں کو اس سے زیادہ سخت معرکہ کبھی پیش نہیں آیا) حضرت ضرارؓ اس لڑائی میں ایسے جوش اور بے جگری سے لڑے کہ سارا جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا۔ جانبری کی کوئی امید نہ تھی لیکن اللہ کو ابھی ان سے اور بڑے بڑے کام لینے منظور تھے، کچھ مدت کے بعد زخم مندمل ہو گئے اور وہ پھر دشمنانِ خدا کو تہ تیغ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ مرثیہ سننے کی خواہش کی۔ مُتمّم نے مرثیہ پڑھا تو حضرت عمرؓ اشکبار ہو گئے اور فرمایا۔ ''کاش میں بھی مرثیہ کہہ سکتا تو اپنے بھائی زیدؓ بن خطاب کا مرثیہ کہتا۔'' مُتمّم نے کہا۔ ''امیر المومنین اگر میرا بھائی آپ کے بھائی کی طرح لڑ کر شہید ہو جاتا تو میں ہرگز اس کا ماتم نہ کرتا۔'' حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ مُتمّم نے جیسی میری تعزیت کی کسی نے نہیں کی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علّامہ ابنِ اثیرؒ نے "اُسدُ الغابہ" میں مورّخ واقدی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "حضرت ضرارؓ بن ازور نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ لڑتے لڑتے ان کے دونوں پاؤں پنڈلیوں سے کٹ گئے تو گھٹنوں کے بَل گھسٹ گھسٹ کر لڑتے رہے حتیٰ کہ گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے کچلے گئے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں واقدی کو کسی وجہ سے تسامح ہوا ہے۔ بلاشبہ حضرت ضرارؓ جنگ یمامہ میں شدید زخمی ہوئے لیکن ان کی وفات کئی سال بعد ہوئی۔ تمام مؤرخین نے شام کی جنگوں میں حضرت ضرارؓ کی پرجوش اور نمایاں شرکت کا اعتراف کیا ہے۔ یہاں تک کہ خود واقدی نے شام کے معرکوں میں حضرت ضرارؓ کے کارنامے صراحت کیساتھ بیان کیے ہیں اس لیے جنگ یمامہ میں حضرت ضرارؓ کی شہادت کی روایت کسی اعتبار سے درست نہیں۔

جب مسلمانوں نے شام پر لشکر کشی کی تو حضرت ضرارؓ اور ان کی بہادر بہن خولہؓ بنتِ ازور بھی مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ شام کے معرکوں میں ان دونوں سرفروشوں نے ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام دیے کہ ان کا حال پڑھ کر خون میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ ضرارؓ نے اپنی جانبازی، سخت کوشی اور بے خوفی کی دھاک بٹھا دی تھی لڑائی کے وقت کبھی تو وہ سرتاپا زرہ پوش ہوتے تھے اور کبھی ان کی یہ کیفیت ہوتی کہ کُرتا بھی اتار دیتے تھے اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر رجز پڑھتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اپنی ہیئت کذائی کی وجہ سے وہ رومیوں میں "جِن" مشہور ہو گئے تھے۔ جدھر رخ کرتے، رومی "جِن آیا، جِن آیا" کہہ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ اکثر اصحابِ مغازی نے لکھا ہے کہ اپنی بے مثال شجاعت کی بدولت حضرت ضرارؓ ایک ہزار شجاعانِ عرب کے برابر تسلیم کیے جاتے تھے۔

(۵)

۱۳ ہجری میں مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ کیا تو سپہ سالارِ اسلام حضرت خالدؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابنِ ولید نے حضرت ضرارؓ کو دو ہزار سوار دے کر طلایہ کا افسر مقرر کیا۔ ان کا کام یہ تھا کہ تمام لشکر اسلام کے گرد چکر لگاتے رہیں اور سب کی حفاظت کریں۔ اثنائے محاصرہ میں ایک دن حضرت خالدؓ بن ولید کو اطلاع ملی کہ محصورین کی مدد کے لیے رومیوں کا ایک لشکر دمشق کی طرف بڑھ رہا ہے۔ انہوں نے حضرت ضرارؓ کو پانچ سو سوار دے کر کہا کہ جس طرح ہو سکے اس لشکر کو روک لو۔ حضرت ضرارؓ اپنے رفیقوں کے ہمراہ طوفان باد کی طرح اس مہم پر روانہ ہو گئے۔ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کی تعداد دس بارہ ہزار سے کم نہیں بعض مسلمان سپاہیوں نے مشورہ دیا کہ ہماری تعداد بہت قلیل ہے، اس وقت اتنی بڑی جمعیت سے لڑنا خلافِ مصلحت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مزید کمک لے کر ان پر حملہ آور ہوں۔ حضرت ضرارؓ نے جوش میں آ کر کہا:

"خدا کی قسم میں تو یہاں سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا، جو لوگ جانا چاہیں میری طرف سے ان کو اجازت ہے بیشک چلے جائیں لیکن میں تو اپنی جان راہِ خدا میں بیچ چکا ہوں۔"

دوسرے مسلمانوں کو بھی جوش آ گیا۔ انہوں نے کہا، یہ تو محض ایک مشورہ تھا ورنہ ہم بھی سر سے کفن باندھ کر نکلے ہیں۔ یہ کہہ کر سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور بجلی کی طرح دشمن پر جا گرے۔ رومیوں کا خیال تھا کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کو ہم چند لمحوں میں ٹھکانے لگا دیں گے۔ ان کی یہ خوش فہمی بجا تھی کیونکہ وہ سب آزمودہ کار سپاہی تھے اور ان کی قیادت ہرقل کا ایک نامور جرنیل وردان کر رہا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں انہیں معلوم ہو گیا کہ ان مٹھی بھر سرفروشوں کو زیر کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ حضرت ضرارؓ نے اس موقع پر جوش شجاعت اور وارفتگی کے عالم میں اپنا کُرتا اتار دیا۔ پھر ایک لمبا نیزہ ہاتھ میں لے کر شیر کی طرح رومیوں پر جھپٹے اور لاشوں پر لاشیں گراتے رومیوں کے سردار وردان کی طرف بڑھے۔ بہت سے رومی جنگجو اپنے سردار کی حفاظت کر رہے تھے، وہ حضرت ضرارؓ کے مزاحم ہوئے اور انہیں اپنے گھیرے میں لے کر چاروں طرف سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹوٹ پڑے لیکن وہ کسی کو اپنے نزدیک نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ اس دستے میں وردان کا بیٹا حمران بھی شامل تھا۔ وہ ایک نامی جنگجو تھا۔ اس نے رومیوں کو ملامت کی کہ تم ایک آدمی پر بھی قابو نہیں پاسکتے۔ یہ کہہ کر اپنے نیزے سے ضرارؓ پر حملہ آور ہوا، ان کا بازو زخمی ہو گیا لیکن اسی حالت میں پوری قوّت سے اپنا نیزہ حمران کو مارا اور اسے خاک وخون میں لوٹا دیا۔ رومیوں نے اب اپنا گھیرا تنگ کر لیا۔ چند دوسرے مسلمان سر دھڑ کی بازی لگا کر ضرارؓ کی مدد کے لیے بڑھ رہے تھے کہ یکایک ضرارؓ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر گئے۔ رومیوں نے انہیں اور کچھ دوسرے مسلمانوں کو گرفتار کر لیا۔ اسیروں میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے آزاد کردہ غلام سالمؓ بھی تھے۔ وہ راستے میں کسی طرح اپنی بندشیں دور کر کے رومیوں کی قید سے نکل بھاگے اور سیدھے حضرت خالدؓ بن ولید کی خدمت میں پہنچ گئے۔

(۶)

حضرت خالدؓ بن ولید کو سالمؓ کی زبانی ضرارؓ بن ازور کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ بے حد ملول ہوئے۔ اسی وقت میسرہؓ بن مسروق کو ایک ہزار جوان دے کر دمشق کے شرقی دروازے پر محاصرے کے لیے چھوڑا اور باقی فوج کو ساتھ لے کر موقع جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں یکایک انہوں نے دیکھا کہ لشکر اسلام کے آگے آگے ایک نقاب پوش سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار، بڑی تیزی سے میدانِ جنگ کی طرف لپک رہا ہے۔ وہ حیران ہوئے کہ یہ کون شخص ہے لیکن تحقیق کا موقع نہ تھا خاموش ہو رہے۔ جب رومی لشکر سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ وہ نقاب پوش اس بے جگری سے لڑ رہا ہے کہ جدھر جھک پڑتا ہے کُشتوں کے پُشتے لگا دیتا ہے۔ زخم پہ زخم کھاتا ہے لیکن پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے اس نقاب پوش کے بارے میں دریافت کیا لیکن سب نے لاعلمی کا اظہار کیا، اتنے میں وہ نقاب پوش مارتا کاٹتا رومی فوج کے قلب سے خون میں نہایا ہوا نکلا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت خالدؓ اپنا گھوڑا دوڑا کر اس کے پاس پہنچے اور پکارے: ''اے مردِ مجاہد تو نے جانبازی کا حق ادا کر دیا، تو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے سامنے سرخرو جائے گا، تیرے جیسے سرفروشوں کو نقاب پوشی زیبا نہیں، اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے تا کہ میں دیکھ سکوں کہ تو کون شیر بیشۂ شجاعت ہے۔''

نقاب پوش پہلے تو خاموش رہا لیکن جب حضرت خالدؓ نے بہت اصرار کیا تو وہ یوں گویا ہوا:

''اے امیر! مَیں ضرارؓ بن ازور کی بہن خولہ بنتِ ازور ہوں۔ میں اپنے پیارے بھائی کی گرفتاری سے سخت بے چین ہوں، خدا کی قسم میں اپنے بھائی کو دشمن کے پنجہ سے رہا کراؤں گی یا اسی کوشش میں اپنی جان دے دوں گی۔''

حضرت خالدؓ خولہؓ کی دلیری دیکھ کر حیران رہ گئے فرمایا ''خولہ آفرین ہے تم پر' جس قوم میں تمہارے جیسی بیٹیاں ہوں اسے دشمن کبھی مغلوب نہیں کر سکتا' بیٹی تم مطمئن رہو اگر ضرارؓ زندہ ہے تو اِن شاءَ اللہ میں اسے چھڑا کر رہوں گا اگر وہ شہید ہو کر زندۂ جاوید ہو گیا ہے تو میں نے بھی اس کے نقشِ قدم پر چلنے کے لیے کمر باندھ رکھی ہے۔''

یہ کہہ کر انہوں نے فوج کے چیدہ چیدہ دستے ساتھ لیے اور رومیوں پر ''سیف اللّٰہی'' حملہ کیا۔ خولہؓ بھی ان کے ساتھ تھیں اس وقت ان کی زبان پر یہ شعر تھے ۔

یا واحدی یا ابن امی   کدرت عیشی وازلت نومی

این الضرار لااراہ یومی   ولا یراہ معشری وقومی

(اے میرے اکلوتے بھائی، اے میری ماں کے بیٹے تو نے میرا عیش مکدّر کر ڈالا۔ اور میری نیند حرام کر دی)

اے ضرار تو کہاں ہے کہ آج مجھے نظر نہیں آتا اور نہ میرے قبیلہ اور قوم کو نظر آتا ہے)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خولہؓ کے پُر درد اشعار نے مسلمانوں کے دلوں میں آگ لگا دی، وہ دیوانہ وار ضرارؓ کو ڈھونڈ رہے تھے، اسی اثناء میں رومیوں کا ایک دستہ گرفتار ہو کر حضرت خالدؓ کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے رومیوں سے پوچھا۔ ''ہمارا ایک ساتھی جو گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر برہنہ تن لڑ رہا تھا تمہارے ہاتھ گرفتار ہو گیا ہے اسے تم نے کہاں رکھا ہے؟''

رومیوں نے جواب دیا۔ ''اس شخص کو ہمارے سردار نے سَو سواروں کی حفاظت میں حمص روانہ کر دیا ہے تا کہ شہنشاہ (ہرقل) کے سامنے پیش کر کے بتایا جائے کہ ہمیں کس قسم کے جنوں سے واسطہ پڑا ہے۔''

(۷)

حضرت خالدؓ بن ولید نے فوراً رافعؓ بن عمیرہ طائی کو حکم دیا کہ تم سَو سوار لے کر تیزی کے اتھ حمص کے راستے پر جاؤ اور ضرارؓ کو رومیوں کے پنجے سے چھڑا لاؤ۔ رافعؓ اسی وقت سَو سواروں کو لے کر رومیوں کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ حضرت خولہؓ بھی حضرت خالدؓ سے اجازت لے کر اس دستے کے ساتھ ہو لیں۔ کافی دوڑ دھوپ کے بعد مسلمانوں کو رومیوں کا دستہ نظر آیا، انہوں نے ضرارؓ اور ان کے ساتھیوں کو دست و پابستہ اونٹوں پر لاد رکھا تھا اور خود ہنستے کھیلتے جا رہے تھے۔ ضرارؓ اس وقت دردناک لہجے میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

أَلَا أَبْلِغَا قَوْمِيْ وَ خَوْلَةَ ابْنَتِيْ ... أَسِيْرٌ رَهِيْنٌ مُوَثَّقَ الْيَدِ بِالْقَيْدِ
وَحَوْلِيْ عُلُوْجُ الرُّوْمِ مِنْ كُلِّ كَافِرٍ ... وَ أَصْبَحْتُ مَعَهُمْ لَا أُعِيْدُ وَلَا أُبْدِ
فَيَا قَلْبُ مُتْ هَمًّا وَ حُزْنًا وَ حَسْرَةً ... وَيَا دَمْعُ عَيْنِيْ كُنْ مُعِيْنًا عَلَى خَدِّ
فَلَوْ أَنْ أَقْوَامِيْ وَ خَوْلَةُ عِنْدَنَا ... وَالْلُزَّمُ مَا كُنَّا عَلَيْهِ مِنَ الْعَهْدِ

یعنی (اے خبر پہنچانے والے تو میری قوم اور خولہ کو یہ خبر پہنچا دے کہ میں گرفتار ہوں، بے بس اور جکڑا ہوا ہوں، میرے اردگرد روم کے زرہ پوش اور ہتھیار بند کافر ہیں اور میں انکے درمیان اس طرح ہوں کہ نہ پلٹ کر واپس جا سکتا ہوں اور نہ مجھے کوئی مدد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مل سکتی ہے۔

پس اے دل تو رنج وغم اور حسرت سے مردہ ہو جا اور اے میری آنکھ تو میرے رخساروں پر چشمہ جاری کر دے کاش میری قوم اور خولہ میرے پاس ہوتی تو میں لازم کر لیتا اپنے لیے اس امر کو جس پر میرا عہد ہے۔)

خولہؓ یہ اشعار سن کر بے تاب ہو گئیں اور پکار کر کہا ''یا اخی میں آ پہنچی'' یہ کہہ کر شیرنی کی طرح رومیوں کی طرف جھپٹیں، دوسرے مجاہدین بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر رومیوں پر جا پڑے اور چند لمحوں میں انہیں کاٹ کر رکھ دیا۔ بھائی بہن گلے ملے اور فرطِ مسّرت سے اس قدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ حضرت ضرارؓ اور ان کے ساتھی دشمن کی قید سے رہائی پا کر حضرت خالدؓ کے لشکر میں آ ملے جو وردان کے مقابل پڑا تھا۔ مسلمانوں کو ان کی بخیریت مراجعت پر بے پناہ مسّرت ہوئی اور ان کے حوصلے دوچند ہو گئے۔ دوسرے دن لڑائی شروع ہوئی تو رومی بہت جلد ہمت ہار بیٹھے اور اپنے سینکڑوں آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کو کثیر مالِ غنیمت ہاتھ لگا اور وہ مظفر و منصور دمشق کو واپس آئے۔

(۸)

دمشق ابھی فتح نہیں ہوا تھا کہ حضرت خالدؓ بن ولید کو اطلاع ملی کہ ہرقل نے ایک زبردست فوج اجنادین بھیج دی ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے مشورہ کے مطابق حضرت خالدؓ نے دمشق کا محاصرہ عارضی طور پر اٹھا لیا اور اجنادین کا رخ کیا۔ ساتھ ہی دوسرے محاذوں کے سپہ سالاروں کو خطوط روانہ کیے کہ اپنی اپنی فوجوں کیساتھ اجنادین پہنچو۔ مسلمان دمشق سے روانہ ہوئے تو حضرت خالدؓ نے مقدمۃ الجیش (ہراول) کی کمان سنبھالی اور حضرت ابوعبیدہؓ عورتوں اور بچوں کو اپنی نگرانی میں لے کر لشکر کے پیچھے روانہ ہوئے۔ محصور دمشقیوں نے جب دیکھا کہ مسلمان واپس جا رہے ہیں تو وہاں کے دو رومی سرداروں کی باسی کڑھی میں ابال آیا۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور بیک وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائیوں کے مذہبی رہنما بھی تھے اور جنگی قائد بھی۔ ایک کا نام پیٹر (پطرس) تھا اور دوسرے کا پال یا قولوس (بولص) دونوں سولہ ہزار پیادوں اور سواروں کو ساتھ لے کر دمشق سے نکلے اور مسلمانوں کے عقب لشکر پر حملہ کر دیا۔ چونکہ یہ حملہ ناگہانی تھا مسلمانوں کے ادھر متوجہ ہوتے ہوتے رومی کچھ مسلمان عورتوں کو گرفتار کر کے پیچھے لوٹ گئے۔ ان عورتوں میں ضرارؓ کی شجاع بہن خولہؓ بھی تھیں۔ جب ایک جگہ رومیوں نے ستانے کے لیے پڑاؤ ڈالا تو خولہؓ نے اپنی قیدی بہنوں سے کہا:

''بہنو! ہم شجاعانِ عرب کی بیٹیاں ہیں اور ہادیٔ برحقؐ کی نام لیوا ہیں، ہم کو ان مشرکوں کی اطاعت قبول کرنے کی بجائے جان پر کھیل جانا چاہیے۔''

ان خواتین میں تبع اور حمیر کے قبائل کی عورتیں بھی تھیں جو نیزہ بازی اور شہسواری میں مردوں کے برابر تسلیم کی جاتی تھیں، خولہؓ کی ولولہ انگیز تقریر سن کر ان کے خون میں حرارت پیدا ہوگئی اور انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ ''خولہ تم نے ٹھیک کہا ہمیں جان پر کھیل جانا چاہیے لیکن ہتھیاروں اور گھوڑوں کے بغیر رومیوں سے مقابلہ کی کیا تدبیر ہو؟''

خولہؓ نے کہا۔ ''بہادری یہی ہے کہ مادّی سامان کے بغیر محض اللہ کے بھروسے پر باطل کے سامنے ڈٹ جائیں۔ آؤ خیموں کی چوبیں اکھاڑ لیں اور ان سے رومیوں کے سر توڑ ڈالیں۔ اس طرح اگر رہائی مل گئی تو اپنے لشکر سے جا ملیں گی ورنہ رتبۂ شہادت پر فائز ہو جائیں گی۔''

اب تمام عورتیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر لڑنے مرنے پر کمربستہ ہوگئیں۔ خولہؓ نے انہیں ایک دائرے کی صورت میں منظّم کیا اور پھر سب یہ رجز پڑھتے ہوئے کفار پر حملہ آور ہوئیں۔

نحنُ بنات تبع وحمیر — وضربنا فیکم لیس منکر
لافنا فی الحرب نار تسعر — الیوم تلعون العذاب الاکبر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ہم تبع اور حمیر کی بیٹیاں ہیں، ہمارے نزدیک تمہیں ہلاک کرنا کارِ ثواب ہے اس لیے ہم لڑائی میں جانسوز آگ بن جاتی ہیں یاد رکھو آج تم عذابِ عظیم میں ڈالے جاؤ گے)

رُومیوں نے چاروں طرف سے عورتوں کا محاصرہ کرلیا لیکن وہ خیموں کی چوبوں سے ان کے سر توڑ دیتی تھیں اور کسی کو اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دیتی تھیں۔ کافی دیر اسی طرح مقابلہ جاری رہا اور کئی رومی ان جانباز خواتین کے ہاتھوں جہنّم واصل ہو گئے۔ آخر رومیوں نے غضب ناک ہو کر ان پر ایک فیصلہ کُن وار کرنے کا ارادہ کیا۔ اُدھر خالدؓ اور ضرارؓ کو عورتوں کی گرفتاری کی اطلاع ملی تو وہ فوج کے ایک تیز رفتار دستے کے ساتھ رومیوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے عین اس وقت جب رومی بنات اسلام پر آخری حملے کے لیے ہتھیار سنبھال رہے تھے انہوں نے مسلمان شیروں کی ہیبت ناک دھاڑ سُنی۔ ان کے فلک شگاف نعروں سے زمین دہل رہی تھی، رومیوں کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر الٹے پاؤں دمشق کی طرف بھاگے۔ حضرت ضرارؓ نے برق رفتاری سے بڑھ کر پیٹر کو جالیا اور اپنا خون آشام نیزہ اس کے جسم کے پار کر دیا اور پھر دمشق کے دروازے تک بزدل رومیوں کا تعاقب کیا۔

عورتیں اس امداد غیبی پر خدا کا شکر بجا لائیں اور ضرارؓ اپنی جانباز بہن سے مل کر بہت مسرور ہوئے۔

(۹)

خواتین کے قضیہ سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ اجنادین کی طرف بڑھے جہاں وردان نوّے ہزار جنگجوؤں کا لشکر لیے پڑا تھا اور مسلمانوں کو پیس ڈالنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اجنادین پہنچ کر اپنے لشکر کو نئے سرے سے مرتب کیا اور افسروں کو مناسب ہدایات دیں۔ لڑائی کا آغاز ہوا تو ارمنی تیر اندازوں نے مسلمانوں پر تیروں کی ایسی بارش کی کہ بیسیوں مسلمان زخمی ہو کر گر گئے۔ اس وقت حضرت ضرارؓ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مضبوط زرہ پہن رکھی تھی وہ معاً اپنی صفوں سے نکلے اور اپنے نیزے سے ارمنی تیراندازوں پر ٹوٹ پڑے۔ آناً فاناً انہوں نے تیس ارمنیوں کے سینے چھید ڈالے اور باقی کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد وہ میدان میں کھڑے ہو گئے اور رومیوں کو للکارنے لگے کہ کوئی مرد میدان ہے تو سامنے آئے۔ ایک رومی افسر بنکارتا ہوا ان کے مقابل ہوا لیکن چشم زدن میں ضرارؓ کا نیزہ اس کے جگر سے پار ہو گیا۔ اب رومیوں کا ایک جنگجو اصطفان حضرت ضرارؓ کے سامنے آیا۔ وہ ایک آزمودہ کار سپاہی تھا اور کسی طرح ضرارؓ کے نیزے کی زد میں نہ آتا تھا۔ اس کے برعکس اس نے اپنے نیزے سے ضرارؓ پر پے بہ پے وار کرنے شروع کر دیے۔ ان دونوں کی لڑائی نے اتنا طول کھینچا کہ دونوں لشکر بیقرار ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ضرارؓ کو آواز دی:

> ''ضرارؓ کیا بات ہے کہ تمہارا حریف ابھی تک زندہ ہے۔ تم اپنے عربی گھوڑے سے کیوں کام نہیں لیتے، دشمن کے گرد چکر باندھ کر اسے مبہوت کر دو۔''

ضرارؓ نے حضرت خالدؓ کی ہدایت پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ اصطفان کا گھوڑا تھک گیا۔ اتنے میں ضرارؓ نے دیکھا کہ ایک رومی تازہ دم گھوڑا لے کر اصطفان کی مدد کے لیے آ رہا ہے۔ ضرارؓ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گھوڑا لانے والے رومی کے پاس پہنچ کر اپنے نیزے سے اس کا کام تمام کر دیا اس کے ساتھ ہی جست لگا کر رومی کے کوتل گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنے تھکے ہوئے گھوڑے کو اسلامی لشکر کی طرف ہنکا دیا۔ اس کے بعد وہ اصطفان پر ایسی چابکدستی سے حملہ آور ہوئے کہ وہ سنبھل نہ سکا اور گھوڑے سے نیچے آ رہا۔ حضرت ضرارؓ نے فوراً اس کا سر کاٹ لیا۔ اصطفان کو اس کی زبردست قوت جسمانی اور مہارت جنگ کی بنا پر رومیوں میں بہت مانا جاتا تھا۔ اس کے قتل کا نظارہ دیکھ کر رومی لشکر کی چیخیں نکل گئیں اور مسلمانوں کی تکبیروں سے دشت وجبل گونج اٹھے۔ اس کے بعد دونوں لشکروں میں عام مقابلہ شروع ہو گیا۔ شام تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اگلے دن پھر دونوں لشکروں میں خونریز جنگ ہوئی۔ اس میں رومی سپہ سالار وردان حضرت ضرارؓ کے ہاتھ سے مارا گیا اور پچاس ہزار رومی میدانِ جنگ میں کھیت رہے۔ اس طرح مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی اور انہوں نے دوبارہ دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ عیسائیوں نے چند دن تو ثابت قدمی سے مقابلہ کیا لیکن پھر وہ جی چھوڑ گئے اور شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ فتحِ دمشق میں بھی حضرت ضرارؓ نے نمایاں حصہ لیا اور عیسائیوں کے ساتھ کئی جھڑپوں میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔

(۱۰ www.KitaboSunnat.com

اجنادین اور دمشق کی فتح کے بعد مسلمانوں نے فحل کی طرف پیش قدمی کی یہاں ہرقل کا ایک جرنیل سقلاء بن مخراق ایک جرار لشکر لیے پڑا تھا۔ فحل کی طرف روانہ ہوتے وقت حضرت ابو عبیدہؓ (یا ہاشمؓ بن عتبہ) نے میسرہ کی کمان سنبھالی، خالدؓ بن ولید مقدمۃ الجیش کے، شرحبیلؓ بن حسنہ قلبِ لشکر کے، عمروؓ بن عاص (یا معاذؓ بن جبل) میمنہ کے، سعیدؓ بن زید پیدل فوج کے اور ضرارؓ بن ازور رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ فحل کے مقام پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ یہ جنگ کئی دن تک مسلسل جاری رہی۔ رات دن میدانِ جنگ گرم رہتا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد رومیوں کے مقابلے میں نہایت قلیل تھی لیکن انہوں نے بے حد حوصلے اور پامردی کا ثبوت دیا اور باوجود مسلسل رزم و پیکار کے تکان کو اپنے آپ پر غالب نہ آنے دیا۔ ضرارؓ اور ان کے سوار دشمن کے لیے قہر و غضب کا طوفان ثابت ہوئے۔ انہوں نے اس قدر رومی ہلاک کیے کہ میدان ان کی لاشوں سے پٹ گیا۔ آخر ان کا سردار سقلاء بھی کسی مسلمان کی تلوار سے مارا گیا اور اس کے ساتھ ہی رومی فوج بھاگ نکلی۔ جنگِ فحل کا شمار شام کی اہم لڑائیوں میں ہوتا ہے۔ اس معرکہ کے بعد اردن کے تمام شہر اور مقامات نہایت آسانی سے فتح ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱)

۱۵ہجری میں یرموک کی ہولناک جنگ پیش آئی جس نے شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ اس جنگ میں رومیوں کی مجموعی تعداد باختلافِ روایت دو لاکھ سے دس لاکھ کے درمیان تھی جس میں بڑے بڑے آزمودہ کار جرنیل اور سپاہی شامل تھے۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو پہلے دونوں طرف سے قاصد آتے جاتے رہے۔ رومی چاہتے تھے کہ مسلمان روپیہ لے لیں اور واپس چلے جائیں لیکن مسلمان اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ لڑائی کا آغاز ہوا تو پہلے دن ساٹھ ہزار عربی نژاد عیسائی جبلہ بن ایہم کی قیادت میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے ان کے مقابلے پر صرف ساٹھ مجاہدین بھیجے جو عرب کے منتخب شہسوار تھے اور ان میں سے ہر ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ حضرت ضرارؓ بن ازور بھی ان جانبازوں میں شامل تھے۔ ان ساٹھ سرفروشوں نے چھاپا مار طریقے سے لڑائی شروع کی۔ کبھی حریف لشکر کے ایک حصے پر جا پڑتے تھے اور کبھی دوسرے پر، اس طرح انہوں نے شام تک دشمن کو مصروف رکھا اور اپنے بڑے لشکر کی طرف بڑھنے نہ دیا۔ اس عجیب وغریب لڑائی میں دشمن کے سینکڑوں سپاہی مارے گئے جبکہ مسلمانوں کے دس آدمی شہید ہوئے اور پانچ جنگی قیدی بنا لیے گئے (دوسرے دن قیدیوں کو حضرت خالدؓ نے رہا کروالیا)

لڑائی کا پہلا دن رومیوں کے لیے بڑا تلخ ثابت ہوا۔ لیکن اس کے بعد وہ بڑی بے جگری سے لڑے۔ مسلمانوں نے ان پر کئی بار جی توڑ کر حملے کیے لیکن رومیوں نے انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ اس جنگ میں مسلمان خواتین کی ہمت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر جب رومی یلغار کرتے ہوئے عورتوں کے خیموں تک آ پہنچے تو انہوں نے خیموں کی چوبیں اکھاڑ لیں اور ان سے کفار کے منہ پھیر دیے۔ جن مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے ان جانباز خواتین نے ان کو غیرت دلائی کہ ایّامِ جاہلیت میں تو تم حق کے خلاف بڑھ چڑھ کر لڑتے تھے۔ اب اللہ کی راہ میں لڑنا پڑا ہے تو قدم پیچھے ہٹاتے ہو، مسلمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیرت کھا کر پیچھے پلٹے اور اس جوش سے لڑے کہ رومیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ ان خواتین میں حضرت خولہؓ بھی تھیں اور وہ ہندؓ بنتِ عتبہ اور دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر رجز پڑھتی تھیں اور مسلمانوں کو لڑائی پر ابھارتی تھیں۔ اثنائے جنگ میں مشہور صحابی حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ کا مقابلہ ایک قوی ہیکل رومی سے ہو گیا۔ شرحبیلؓ کثرتِ صوم وصلوٰۃ سے قدرے کمزور ہو گئے تھے۔ رومی نے انہیں زمین پر گرا لیا اور چاہتا تھا کہ ان کا سر کاٹ لے کہ ضرارؓ بن ازور تیر کی طرح جھپٹ کر اس کے سر پر جا پہنچے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر اڑا دیا۔

مورخ طبری اور حافظ ابنِ کثیرؒ کا بیان ہے کہ لڑائی میں ایک ایسا نازک موقع آ گیا کہ مسلمانوں کو ہزیمت کا خطرہ پیدا ہو گیا اس وقت حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل آگے بڑھے اور للکار کر کہا:

''عیسائیو! میں حالت کفر میں خود رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑ چکا ہوں اس وقت کہ مجھے نعمتِ اسلام حاصل ہے' میں تمہیں کیسے پیٹھ دکھا سکتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اپنی فوج کی طرف دیکھا اور کہا:

''کون میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کرتا ہے!''

چار سو مجاہدین جن میں ضرارؓ بھی شامل تھے، آگے بڑھے، عکرمہؓ کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی اور پھر حضرت خالدؓ کے خیمے کے سامنے اس جوش، وارفتگی اور ثابت قدمی سے لڑے کہ سب وہیں کٹ کر رہ گئے اور اُمتِ مُسلمہ کے لیے یہ پیغام چھوڑ گئے

موت کیا ہے، دھیان میں تجھ کو نہ لانا چاہیے
کس طرح جیتے ہیں یہ مر کر دکھانا چاہیے

ان جوانمردوں کی قربانی نے لڑائی کا پانسہ پلٹ دیا اور عیسائیوں کے ٹڈی دل کو ایسی عبرتناک شکست ہوئی کہ وہ پھر کبھی نہ پنپ سکے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے ''الاصابہ'' میں موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ضرارؓ نے جنگِ اجنادین میں جرعۂ شہادت نوش کیا لیکن انہوں نے یہ تصریح نہیں کی کہ کون سی جنگِ اجنادین میں۔ کیونکہ اجنادین میں دو مرتبہ جنگ ہوئی۔ پہلی بار ۱۳ ہجری میں جنگِ یرموک سے پہلے اور دوسری بار ۱۵ ہجری میں جنگِ یرموک کے بعد۔ بعض مؤرخین لڑائی میں حضرت ضرارؓ کی شہادت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ جنگِ یرموک کے بعد حضرت ضرارؓ نے حلب، انطاکیہ وغیرہ کی جنگوں میں بھی جانبازانہ شرکت کی اور ۱۸ ہجری میں جب سارا شام فتح ہو چکا تھا طاعون کی وبا میں پچیس ہزار دوسرے مجاہدین کے ساتھ دمشق کے قریب پیکِ اجل کو لبیک کہا۔ ان کی بہادر بہن خولہؓ بھی اسی وبا میں جاں بحق ہوئیں۔ دمشق کے باب الشرقی کے باہر آج بھی دو قبریں موجود ہیں، جن میں ایک حضرت ضرارؓ اور دوسری حضرت خولہؓ سے منسوب کی جاتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت ضرارؓ خواہ جس طرح بھی جاں بحق ہوئے ہوں' انہوں نے اپنی سرفروشی، اور شجاعت کے جو نقوش صفحۂ تاریخ پر مرتسم کیے وہ تا قیامت ان کا نام زندہ و تابندہ رکھیں گے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عدیؓ بن حاتم طائی

(۱)

''امیر المؤمنین کیا آپ نے مجھے پہچانا؟''

ادھیڑ عمر کے ایک وجیہ آدمی جن کا لباس گرد آلود تھا اور چہرے پر تکان اور تعجب کے آثار نمایاں تھے، مسجدِ نبوی میں یہ الفاظ امیر المؤمنین حضرت عمرِؓ فاروقؓ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے۔ یہ فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ خلافت کے بارِ گراں نے آپ کو اس قدر خاموش اور سنجیدہ مزاج بنا دیا تھا کہ ملاقات کے لیے آنے والوں کو ان کے رَوِیّہ پر سرد مہری کا گمان ہوتا تھا۔ امیر المؤمنین نے ان صاحب سے رسمی انداز میں مصافحہ کیا تو انہیں شک گزرا کہ حضرت فاروقؓ نے انہیں پہچانا ہی نہیں، لیکن جونہی ان کی زبان سے استفہامیہ لہجے میں یہ الفاظ ادا ہوئے، فاروقِ اعظمؓ نے ان پر شفقت بھری ایک بھرپور نگاہ ڈالی اور بڑے گھمبیر انداز میں یوں گویا ہوئے:

''ہاں ہاں! خدا کی قسم! خوب پہچانتا ہوں، تمہیں اللہ تعالیٰ نے حسنِ معرفت سے مشرف کیا۔ واللہ تم اس وقت ایمان لائے جب بہتیرے لوگ کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹک رہے تھے، تم نے اس وقت حق کا اقرار کیا جب لوگ انکار کر رہے تھے، تم نے اس وقت وفا کی جب لوگ بدعہدی کر رہے تھے تم اس وقت آگے بڑھے جب لوگ پیچھے ہٹ رہے تھے۔ سب سے پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چہروں کو بشاش کیا تمہارے ہی قبیلہ طے کا تو تھا......"

امیر المومنینؓ اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ نووارد ملاقاتی بے اختیار پکار اٹھا:

"بس اے امیر المومنین بس.........میرے لیے یہی کافی ہے۔"

فاروقِ اعظمؓ کے یہ ملاقاتی ابوطریف عدیؓ طائی تھے۔

(۲)

ابوطریف عدیؓ اُس نامور باپ کے فرزند تھے جس کی سخاوت، شجاعت، مروت اور مہمان نوازی کی ظہور اسلام سے کچھ عرصہ پہلے ساری دنیائے عرب میں دھوم مچی ہوئی تھی، ہماری مراد حاتم طائی سے ہے۔

حضرت عدیؓ کا قبیلہ طے مدتوں سے یمن میں آباد تھا اور وہاں کے سر برآوردہ قبیلوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس قبیلہ نے ایک عرصہ سے دین عیسوی قبول کر لیا تھا اور عیسائیوں کے رکوی فرقہ میں شامل ہو گیا تھا۔ حاتم طائی اس قبیلہ کا سردار تھا۔ حضرت عدیؓ نے ہوش سنبھالا تو امارت وسطوت اور جاہ وحشمت کو اپنے گھر کی کنیز پایا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت سے چند سال پہلے جب حاتم طائی نے وفات پائی تو قبیلہ طے کی سیادت کا تاج دستور کے مطابق عدیؓ کے سر پر رکھا گیا اور ظہور اسلام کے وقت وہی بنو طے کے سردار اور حکمران تھے۔ جب اسلام کی فتوحات کا سیلاب عرب میں ہر طرف پھیلنے لگا تو عدیؓ نے اپنے اقتدار کا سنگھاسن ڈولتا ہوا محسوس کیا۔ وہ سمجھ گئے کہ اس سیلاب کو روکنا ان کے بس کی بات نہیں لیکن حکومت کا نشہ آسانی سے نہیں اترتا۔ چنانچہ لوائے اسلام تھامنے کے بجائے انہوں نے اس موقع پر جو طریقِ کار اختیار کیا اسکو بعد میں ان الفاظ میں بیان کیا:

"رسول اللہ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے بعد ہر طرف سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے مگر مجھے اپنے دین کی صداقت کا پورا یقین تھا۔ ادھر رسول اللہ ﷺ کی فتوحات کا دائرہ روز بروز وسیع ہونے لگا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب میرے دل میں اپنی حکومت اور دین دونوں کے بارے میں خطرہ پیدا ہوا۔ اسی زمانے میں ایک دن کسی شخص نے مدینہ سے آ کر مجھے بتایا کہ محمد (ﷺ) نے میرے بارے میں یہ پیشنگوئی کی ہے کہ کسی دن سردار طے عدیؓ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں یہ سن کر دہشت زدہ ہوگیا اور ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ ہر وقت سامان سفر تیار رکھے اور جونہی اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنے مجھے اطلاع دے۔ ایک دن وہ غلام علی الصباح میرے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ آقا محمدؐ کا لشکر بڑھتا چلا آ رہا ہے۔" گھوڑوں پر زینیں کسی ہوئی تھیں اور سامان سفر بندھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیا اور سیدھا شام کا رخ کیا جہاں میری عیسائی برادری آباد تھی وہاں میں نے "جوشیہ" (بستی) میں اقامت اختیار کر لی۔ گھر سے روانہ ہوتے وقت جو بھگدڑ مچی اس میں میری بہن مجھ سے بچھڑ گئی اور اسلامی لشکر کے ہاتھ اسیر ہوگئی۔"

یہ واقعہ ۹ ہجری میں اس وقت پیش آیا جب رسولِ اکرمؐ نے پچاس مجاہدین کا ایک دستہ حضرت علی کَرَّمَ اللہ وَجْہَہٗ کی قیادت میں بنو طے کی طرف بھیجا۔ رئیس قبیلہ عدی فرار ہو چکے تھے، دوسرے اہلِ قبیلہ نے معمولی مزاحمت کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔ جنگی اسیروں میں سفانہؓ بنتِ حاتم بھی تھیں۔ ان سب کو مالِ غنیمت کے ہمراہ مدینہ پہنچا دیا گیا۔

(۳)

مدینہ مُنوَّرہ میں جب بنو طے کے اسیروں کو رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو سفانہ نے آگے بڑھ کر عرض کیا:

"اے صاحبِ قریش، مجھ بے کس پر رحم کیجیے۔ باپ کا سایہ میرے سر سے اٹھ چکا ہے اور بھائی مجھے بے یارومددگار چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے والد سردارِ قبیلہ تھے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے، یتیموں کی سرپرستی کرتے تھے، حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرتے تھے، پڑوسیوں کے حقوق ادا کرتے تھے، اسیروں کو رہائی دلاتے تھے، زیردستوں کی دست گیری کرتے تھے، مظلوموں کی حمایت کرتے تھے اور ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچاتے تھے میں اس حاتم طائی کی بیٹی ہوں جس کے در سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں گیا تھا۔ اگر حضور مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کر دیں تاکہ میری وجہ سے عربوں کی قومی روایات پر حرف نہ آئے۔"

حضورؐ نے سفانہؓ کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا: "اے خاتون جو صفات تو نے اپنے والد کی بیان کی ہیں یہ تو مسلمانوں سے مخصوص ہیں اگر تیرے والد زندہ ہوتے تو ہم ان سے اچھا سلوک کرتے۔"

اس کے بعد آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اس عورت کو چھوڑ دو، یہ ایک نیک خصلت باپ کی بیٹی ہے۔ کوئی معزز شخص ذلیل ہو جائے اور کوئی مالدار محتاج ہو جائے یا کوئی عالم جاہلوں میں پھنس جائے تو اس کے حال پر ترس کھایا کرو۔"

حضورؐ کے ارشاد کے مطابق سفانہؓ کو رہا کر دیا گیا لیکن وہ اپنی جگہ پر کھڑی رہیں۔ حضورؐ نے پوچھا، "کیوں اب کیا بات ہے؟"

سفانہؓ نے عرض کیا۔ "اے محمدؐ میں جس باپ کی بیٹی ہوں اس کا یہ دستور نہ تھا کہ قوم مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ سکھ کی نیند سوئے جہاں آپ نے مجھ پر کرم فرمایا ہے وہاں میرے ساتھیوں پر بھی رحم فرمائیے اللہ آپ کو جزا دے گا۔"

حضورؐ سفانہؓ کی استدعا سے بڑے متاثر ہوئے اور حکم دیا کہ سارے اسیرانِ طے کو رہا کر دیا جائے۔ اس پر سفانہؓ کی زبان پر بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو گئے:

"اللہ آپ کی نیکی کو اس شخص تک پہنچائے جو اس کا مستحق ہو۔ اللہ آپ کو کسی بدکیش اور بدطینت کا محتاج نہ کرے اور جس فیاض قوم سے کوئی نعمت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھن جائے اسے آپ کے ذریعے سے واپس دلا دے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سفانہ نے جب پہلی مرتبہ حضورؐ سے اپنی رہائی کے لیے درخواست کی تو آپؐ نے ان سے پوچھا "تمہارا نگران کون تھا؟"

سفانہؓ نے جواب دیا: "عدی بن حاتم، میں اس کی بہن ہوں۔"

حضورؐ نے فرمایا، "وہی عدی جس نے خدا اور رسول سے فرار اختیار کیا؟"

سفانہؓ نے اثبات میں جواب دیا تو حضورؐ کوئی فیصلہ کیے بغیر تشریف لے گئے، دوسرے دن بھی حضورؐ اور سفانہؓ کے درمیان ایسا ہی مکالمہ ہوا لیکن حضورؐ نے کوئی فیصلہ صادر نہ فرمایا، تیرے دن سفانہؓ نے پھر وہی درخواست کی۔ اس مرتبہ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ، نے بھی ان کی سفارش کی۔ رسولِ اکرمؐ نے اب یہ درخواست قبول فرمالی اور سفانہؓ کو رہا کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ ابھی وطن جانے میں جلدی نہ کرو جب یمن جانے والا کوئی معتبر آدمی مل جائے تو مجھے اطلاع دو۔

چند دن بعد یمن کے قبیلہ بَلّی یا قضاعہ کا ایک وفد مدینے آیا۔ سفانہؓ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ اس وفد کی واپسی کے وقت مجھے اس کے ہمراہ بھیج دیجیے۔ چنانچہ حضورؐ نے سفانہؓ کے مرتبے کے مطابق سواری، لباس اور زادِ راہ کا انتظام کر کے انہیں قافلے کے ساتھ روانہ کر دیا۔

(۴)

سفانہؓ کو عدیؓ کی اقامت گاہ کا علم تھا، مدینہ مُنوّرہ سے وہ سیدھی "جوشیہ" پہنچیں۔ بہن اور بھائی کی ملاقات کیسے ہوئی، اس کو حضرت عدیؓ کے اپنے الفاظ میں سنیے:

"ایک دن جوشیہ میں ہمارے گھر کے سامنے ایک سانڈنی آ کر رکی۔ محمل میں ایک نقاب پوش عورت بیٹھی تھی۔ مجھے شک گزرا کہ میری بہن ہے لیکن پھر خیال آیا کہ اسے تو مسلمان اسیر کر کے لے گئے ہیں وہ ایسے کرّ وفرّ سے کیسے آ سکتی ہے۔ معاً محمل کا پردہ اٹھا اور یہ الفاظ میرے کان میں پڑے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ظالم، قاطعِ رحم، تُف ہے تجھ پر، اپنے اہل وعیال کو لے آئے اور حاتم کی بیٹی کو تنہا چھوڑ دیا۔''

بہن کی باتیں سن کر میں سخت نادم ہوا، اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور معافی مانگی۔ بہن خاموش ہوگئی پھر سواری سے اُتر کر جب کچھ دیر آرام کر چکی تو میں نے پوچھا:

''صاحب قریش کیسا آدمی ہے؟'' بہن نے جواب دیا:

''جس قدر جلد ہو سکے تم ان سے ملو اگر وہ نبی ہیں تو ان سے ملنے میں سبقت کرنا تمہارے لیے سرخروئی کا باعث ہوگا اور اگر بادشاہ ہیں تو بھی یہ سبقت تمہاری قدر ومنزلت کا وسیلہ ہوگی۔''

میں نے بہن کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی گھوڑے پر زین کسی اور سیدھا مدینے کا رُخ کیا۔

(۵)

حضرت عدیؓ مدینہ مُنوّرہ پہنچے تو بہت سے لوگوں نے انہیں پہچان لیا اور فرطِ حیرت سے پکار اٹھے۔ ''اے یہ تو عدی بن حاتم ہے۔''

لیکن کسی نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور وہ سیدھے مسجدِ نبوی میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کا نام پوچھا اور پھر ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر کاشانۂ اقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک بوڑھی عورت اور پھر ایک نوعمر لڑکے نے آپ کو روک لیا اور دیر تک آپؐ سے باتیں کرتے رہے جب انہوں نے از خود گفتگو ختم کی تو حضورؐ آگے روانہ ہوئے۔ حضرت عدیؓ یہ واقعہ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ یہ طرز عمل کسی دنیاوی بادشاہ کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ گھر پہنچ کر حضورؐ نے عدیؓ کو بااصرار چمڑے کے گدّے پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ حضورؐ کا اَخلاقِ کریمانہ دیکھ کر حضرت عدیؓ کو پختہ یقین ہوگیا کہ یہ دنیاوی بادشاہ نہیں ہیں، اب سرورِ عالمؐ اور حضرت عدیؓ کے درمیان گفتگو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع ہوئی، اس گفتگو کی تفصیل خود عدیؓ نے بعد میں اس طرح بیان کی:

رسولِ خدا: ''اے عدیؓ تم آج تک دینِ اسلام سے بھاگتے رہے حالانکہ یہ دین ہر قدم پر سلامتی کا ضامن ہے۔''

عدیؓ: ''میں دینِ عیسوی کا پیرو ہوں اور میرا دین بھی سلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔''

رسولِ خدا: ''مَیں تمہارے دین کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔''

عدیؓ: (حیرت سے) ''کیا آپ میرے دین کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں؟''

رسولِ خدا: ''بیشک۔ کیا تم رکوی نہیں ہو اور اپنی قوم کے سربراہ کی حیثیت سے ان سے پیداوار کا چوتھائی حصہ نہیں لیتے؟''

عدیؓ: ''جی ہاں میں رکوی ہوں اور اپنے علاقہ کی پیداوار کا چوتھائی حصہ وصول کرتا ہوں۔''

رسولِ خدا: ''کیا ''چوتھ'' دینِ عیسوی میں جائز ہے؟''

حضورؐ کے اس سوال کا مجھ سے کوئی جواب بن نہ پڑا کیونکہ چوتھ دینِ عیسوی میں واقعی ناجائز تھی۔ اب رسول اللہؐ نے فرمایا:

> ''اے عدی تمہارا یہ خیال تمہیں دینِ حق قبول کرنے سے روک رہا ہے کہ مسلمان ایک فلاکت زدہ قوم ہیں اور ان کا کوئی پُرسانِ حال نہیں لیکن عنقریب تم دیکھو گے کہ یہی مسلمان کسرٰی بن ہرمز کے خزانوں پر قابض ہو جائیں گے۔''

عدیؓ: (حیرت زدہ ہو کر) کسرٰی بن ہرمز؟

رسولِ خدا: ہاں کسرٰی بن ہرمز اور مال و دولت کی اس قدر فراوانی ہو گی کہ لوگوں کو دیا جائے گا اور وہ لینے سے انکار کریں گے اور کسرٰی کے قصرِ ابیض پر بھی مسلمانوں کا تصرّف ہو گا۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عدیؓ کہتے ہیں کہ چند سال بعد یہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہوا اور جس لشکر نے کسریٰ کے دارالحکومت مدائن اور اس کے قصرِ ابیض پر قبضہ کیا میں خود اس میں شامل تھا)

پھر رسولِ خداؐ نے مجھ سے سوال کیا۔ ''اے عدی تم نے حیرہ بھی دیکھا ہے؟''

میں: ''میں کبھی حیرہ گیا تو نہیں البتہ اس کا نام ضرور سنا ہے۔

رسولِ خداؐ: اے عدی اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ وقت آنے والا ہے جب (اسلام کی برکت سے) ایک محمل نشین عورت تنہا (کسی محافظ کے بغیر) حیرہ سے آ کر کعبہ کا طواف کرے گی اور کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔

(عدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے چند سال بعد بعینہٖ یہی منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک محمل نشیں خاتون نے تنہا حیرہ سے آ کر کعبہ کا طواف کیا اور پھر اسی طرح وطن کو مراجعت کی)

اس گفتگو کے بعد حضرت عدیؓ فوراً حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ حضورؐ ان کے قبولِ اسلام پر بڑے مسرور ہوئے اور انہیں اپنی طرف سے قبیلہ طے کی امارت پر ممتاز فرمایا۔

اس کے بعد وہ اکثر دربار رسالت میں حاضر ہوتے اور فیضانِ نبویؐ سے مقدور بھر بہرہ یاب ہوتے۔

(۶)

سرورِ کائنات کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو دفعتاً سارے عرب میں فتنۂ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے اور اکثر قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عدیؓ نے اس نازک اور پُر آشوب دور میں کمال استقامت کا مظاہرہ کیا وہ نہ صرف خود ثابت قدم رہے بلکہ اپنے قبیلہ کو بھی اس فتنہ سے محفوظ رکھا۔ فتنہ کے عروج کے زمانہ میں وہ ایک دفعہ رات کے وقت اپنی قوم کی زکوٰۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کر مدینہ منورہ پہنچے حالانکہ قدم قدم پر زبردست خطرات تھے۔ انہوں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال دی لیکن زکوٰۃ کے بیت المال بھیجنے میں التوا اور تاخیر کو گوارا نہ کیا۔

عہدِ فاروقی میں حضرت عدیؓ اپنے قبیلہ کے ساتھ عراقِ عرب اور شام کی بہت سی لڑائیوں میں مجاہدانہ شریک ہوئے اور ہر معرکہ میں اپنی جانبازی اور شجاعت کی دھاک بٹھا دی۔ عراقِ عرب کی جنگیں انہوں نے پہلے حضرت مُثنّیٰؓ اور پھر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی قیادت میں لڑیں۔ وہ ان مجاہدین میں شامل تھے جنہوں نے کسریٰ کے خزانے پر قبضہ کیا۔ اس طرح انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی پیشینگوئی کو اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھ لیا۔ شام کی کئی لڑائیوں میں انہوں نے حضرت خالدؓ بن ولید کے ہمراہ دادِ شجاعت دی۔

حضرت عثمان ذُوالنّورینؓ کے عہد خلافت میں حضرت عدیؓ نے خانہ نشینی اختیار کر لی کیونکہ انہیں بعض معاملات میں حضرت عثمانؓ سے اختلاف تھا۔ وہ فطرتاً نیک طبع تھے اس لیے ہنگامہ آرائی کی بجائے انہوں نے سیاسی سرگرمیوں سے بالکل کنارہ کش ہو جانا ہی مناسب سمجھا۔ البتہ عہدِ مرتضوی میں انہوں نے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کی پرجوش حمایت کی۔ جنگ جمل میں حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کی حمایت میں لڑتے ہوئے ان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی اور ایک بیٹا محمد لڑائی میں کام آیا۔ جنگ صفین میں بھی ایسی ثابت قدمی اور بہادری سے لڑے کہ خود شیر خدا نے اس کی برملا تعریف کی اور ان کی خدمات کو سراہا۔ صفین کے بعد خارجیوں کے خلاف نہروان کا معرکہ پیش آیا تو اس میں بھی حضرت عدیؓ نے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کی رفاقت کا حق ادا کیا۔ اس لڑائی میں ان کے ایک دوسرے بیٹے نے دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت پیا، غرض شروع سے اخیر تک وہ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کے جاں نثاروں میں شریک رہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کی شہادت کے بعد حضرت عدیؓ نے کوفہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور یہیں ۶۷ہجری میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ ایک روایت کے مطابق وفات کے وقت ان کی عمر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک سو بیس برس کی تھی۔

(۷)

حضرت عدیؓ سے ۶۶ چھیاسٹھ احادیث مروی ہیں۔ان میں سے چھ متفق علیہ اور تین میں امام بخاریؒ اور دو میں امام مسلمؒ منفرد ہیں۔شیخینؓ اور حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کے فیضِ صحبت سے انہیں علومِ دینی میں کافی دسترس ہو گئی تھی۔نہایت عابد وزاہد تھے اور ہر وقت باوضو رہتے تھے،نماز اور روزوں سے خاص شغف رکھتے تھے۔

حضرت عدیؓ نہ صرف اپنی قوم میں معزز اور قابلِ تعظیم سمجھے جاتے تھے بلکہ دوسرے قبائل کے لوگ بھی ان کا اکرام کرتے تھے۔قبولِ اسلام کے بعد وہ جب کبھی رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضورؐ کے چہرۂ اقدس پر بشاشت نمودار ہو جاتی اور آپؐ اپنی نشست ان کے لیے خالی کر دیتے۔حق گوئی اور بیباکی ان کا خاص وصف تھا۔حضرت علیؓ کے بعد امیر معاویہؓ نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا البتہ ایک دفعہ ان کی حضرت عدیؓ سے ملاقات ہوئی تو ان کو حضرت علیؓ کی مصاحبت کا طعنہ دیا۔حضرت عدیؓ گو عملی سیاست سے کنارہ کش ہو چکے تھے لیکن یہ طعنہ برداشت نہ کر سکے اور کڑک کر فرمایا:

”واللہ وہ دل جو تمہاری مخالفت کا جوش رکھتے تھے ابھی تک ہمارے پہلو میں ہیں اور وہ تلواریں جن سے ہم تمہارے خلاف لڑے ابھی تک ہمارے قبضے میں ہیں،اگر تم ہمارے ساتھ برائی کا ارادہ کرو گے تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے،ہم اس بات پر موت کو ترجیح دیتے ہیں کہ علی ابنِ ابی طالب کے حق میں کوئی ناملائم کلمہ سنیں۔“

امیر معاویہؓ نہایت بردبار اور مدبّر تھے انہوں نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:

”عدی کی باتیں نہایت صحیح ہیں ان کو لکھ لو۔“

پھر وہ بڑی دیر تک حضرت عدیؓ سے نہایت نرمی اور ملاطفت سے گفتگو کرتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے۔ حق گوئی کیساتھ حضرت عدیؓ میں جوانمردی اور وفا شعاری کا وصف بھی بدرجۂ اُتم موجود تھا۔ جس زمانہ میں وہ کوفہ میں عزلت گزیں تھے، گورنر کوفہ زیاد نے ایک شورش کے سلسلہ میں ان کے چچازاد بھائی عبداللہ بن خلیفۃ الطائی کی گرفتاری کا حکم دیا، انہوں نے حضرت عدیؓ کے پاس پناہ لی۔ زیاد نے حضرت عدیؓ سے باز پُرس کی اور کہا کہ ''عبداللہ کو میرے حوالے کردو ورنہ تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔''

حضرت عدیؓ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔ ''تو یہ چاہتا ہے کہ میں اسے تیرے حوالے کردوں اور تو اسے قتل کر دے۔ واللہ مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا'' زیاد نے حضرت عدیؓ کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ اس سے لوگوں میں ہیجان برپا ہوگیا اور ایک وفد نے زیاد کے پاس جا کر کہا۔ ''بڑے غضب کی بات ہے کہ تو صحابیِؓ رسول اللہ اور سردارِ قبیلۂ طےؔ سے ایسا سلوک کرتا ہے۔'' زیاد نے عوام کی ناراضی سے خائف ہوکر اسی وقت حضرت عدیؓ کو رہا کر دیا اور پھر ان کو کبھی تنگ نہ کیا۔

سخاوت اور بخشش حضرت عدیؓ کو اپنے باپ سے ورثے میں ملی تھی۔ کوئی سائل ان کے در سے کبھی خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ لوگوں کو جھولیاں بھر بھر کر دیتے تھے۔ اگر کوئی شخص ان کے مرتبہ سے کم سوال کرتا تو دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے سَو درہم مانگے جواب دیا۔ ''میں حاتم طائی کا بیٹا ہوں اور تم مجھ سے صرف سَو درہم کا سوال کرتے ہو۔ خدا کی قسم (اتنی حقیر رقم) ہرگز نہ دوں گا۔''

ایک مرتبہ اشعثؓ بن قیس نے دیگیں مانگیں، حضرت عدیؓ نے انہیں بھروا کر بھیجا۔ اشعثؓ نے کہلوایا کہ میں نے تو خالی مانگی تھیں، حضرت عدیؓ نے انہیں جواب بھیجا کہ خالی دیگ کسی کو دینا میری عادت کے خلاف ہے۔ غرض ایک دنیا ان کی فیاضی سے مستفیض ہوتی تھی یہاں تک کہ چیونٹیوں تک کے لیے ان کی طرف سے غذا مقرر تھی اور وہ روٹیوں کا چورہ کر کے ان کے بلوں میں ڈالا کرتے تھے۔ علامہ ابنِ عبدالبرؒ نے ان کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ''عدیؓ اپنی قوم کے معززین میں سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، خطیب، فاضل، حاضر جواب اور کریم تھے۔"

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی احادیث میں سے تین یہ ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) تم میں سے ہر شخص سے اس کا پروردگار اس طرح بلاواسطہ اور دُو بدُو کلام فرمائے گا کہ نہ درمیان میں کوئی ترجمان ہوگا، نہ کوئی پردہ حائل ہوگا۔ (اس وقت بندہ کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ حیرت اور بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھے گا) پس جب نظر کرے گا اپنی دائیں جانب تو سوائے اپنے اعمال کے کچھ نہ دیکھے گا اور ایسے ہی جب اپنی بائیں جانب نظر کرے گا تو سوائے اپنے اعمال کے کچھ اس کو نظر نہ آئے گا اور جب سامنے نظر دوڑائے گا تو اپنے روبرو آگ ہی آگ دیکھے گا۔ پس اے لوگو! دوزخ کی اس آگ سے بچو اگرچہ خشک کھجور کے ایک خشک ٹکڑے ہی کے ذریعے اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(۲) نبی ﷺ کے ساتھیوں (اصحاب) کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص ان کے سامنے ان کی تعریف کرتا تو وہ کہتے: "اے میرے اللہ جو کچھ یہ لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں اس کی بنیاد پر مجھے نہ پکڑنا اور میرے جو عیوب یہ نہیں جانتے انہیں معاف کر دینا۔ (الادب المفرد۔ بخاریؒ)

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی بات پر قسم کھائی، پھر اس کو معلوم ہوا کہ اس بات کے غیر میں تقویٰ زیادہ ہے تو جس کام میں تقویٰ زیادہ ہے وہی کام کرے۔[1] (صحیح مسلم)

---

[1] شارحینِ حدیث نے حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قسم توڑے اور تقویٰ والا کام کرے۔ البتہ قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔ (ریاض الصالحین)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت جَرِیرؓ بن عبداللہ اُلبجَلی

(۱)

فتحِ مکّہ اور غزوۂ حنین (۸ ہجری) کے بعد تاریخِ اسلام کا ایک نیا موڑ دکھائی دیتا ہے اور اس موڑ پر وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کا نقشہ قائم ہو گیا۔ عرب کے کونے کونے سے مختلف علاقوں اور قبیلوں کے وفود (DEPUTATIONS) جوق در جوق بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے لگے۔ کوئی اسلام قبول کرنے کے لیے، کوئی احکام دین سیکھنے کے لیے اور کوئی معاہدۂ صلح وامن طے کرنے کے لیے۔

رمضان المبارک ۱۰ ہجری میں ایک دن اسی طرح کا ایک وفد مدینہ منوّرہ میں اس شان سے وارد ہوا کہ اہلِ مدینہ اس کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دفد کے تمام اراکین نہایت عمدہ پوشاکوں میں ملبوس تھے اور سب کے کندھوں پر بیش قیمت یمنی چادریں تھیں۔ ان کی قیادت ایک کشیدہ قامت وجیہ جوان کر رہا تھا جس کا شہابی رنگ اور انتہائی دلکش خدوخال اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان کا فرد ہے۔ یہ دفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو حضورؐ ان لوگوں کا سلیقہ اور قرینہ دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ ان کو اہلاً وسہلاً ومرحبا کہا اور قائدِ وفد کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھادی۔ پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو۔"

اس کے بعد آپؐ نے اُس جوانِ رعنا سے پوچھا: "تمہارا کس غرض سے یہاں آنا ہوا۔" اُس نے عرض کیا، "اسلام قبول کرنے کے لیے۔"

حضور ﷺ کے روئے مبارک پر بشاشت پھیل گئی اور آپؐ نے فرمایا: "اچھا تو تم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان امور پر میری بیعت کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ نمازیں جو تم پر فرض کی گئی ہیں ان کی پابندی کرو، مقررہ زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کرو، ہمیشہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور ہمدردی کرو کیونکہ جو کسی پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا، اپنے امیر کی اطاعت کرو خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔"

قائد وفد نے بلا تامل عرض کیا۔ "یارسول اللہؐ میں ان سب باتوں کا اقرار کرتا ہوں۔ لائیے اپنا دستِ مبارک۔

حضورؐ نے متبسّم ہو کر ان سے بیعت لی اور اس کے ساتھ ہی وفد کے دوسرے ارکان بھی کلمۂ شہادت پڑھ کر پرستاران حق کے اس گروہ میں شامل ہو گئے جن کے بارے میں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ فرمایا گیا ہے۔

یہ سعادت مند خوبرو نوجوان جس کے لیے حضورؐ نے اپنی ردائے مبارک بچھائی، حضرت جَرِیرؓ بن عبداللہ البجلی تھے۔

(۲)

ابوعمر جَرِیرؓ بن عبداللہ البجلی کا تعلق قبیلہ بجیلہ سے تھا جو عرب کے مختلف اضلاع میں پھیلا ہوا تھا وہ اپنے علاقے کے بنو بجیلہ کے سردار تھے۔ جَرِیرؓ کے اجداد کسی زمانے میں یمن کے فرمانروا تھے اس لیے ان کی رگوں میں شاہی خون تھا اور وہ اپنے وطن میں بڑی عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

جَرِیرؓ بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نضر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسر بن عبقر بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث بجلی۔

جَرِیرؓ اخیر عہدِ رسالت میں مسلمان ہوئے۔ اس لیے غزواتِ نبویؐ میں شرکت سے محروم رہ گئے تاہم انہیں حجۃ الوداع میں سرورِ عالم ﷺ کی ہمرکابی اور حضورؐ کے حکم پر ایک سریّہ کی قیادت کا شرف ضرور حاصل ہو گیا۔

یہ سریّہ، جو فی الحقیقت بت شکنی کی ایک مہم تھی، کب پیش آیا؟ اس کے بارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دو روایتیں ہیں۔ طبقات ابنِ سعد کی روایت کے مطابق یہ سریّہ حضرت جریرؓ کی بیعت کے معاً بعد (یعنی حجۃ الوداع سے پہلے) پیش آیا اور اس مہم کے سر کرنے کی اطلاع حضرت جریرؓ نے خود واپس آ کر حضورؐ کو دی۔ اس کے برعکس صحیح بخاری میں ہے کہ یہ سریّہ حجۃ الوداع کے بعد پیش آیا اور اس میں کامیابی کی اطلاع حضورؐ کو جریرؓ کے فرستادہ قاصد کے ذریعے ملی۔ اس کے چند دن بعد آپؐ رحلت فرما گئے۔

طبقات کی روایت کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت جریرؓ جب رسولِ اکرم ﷺ کی بیعت سے مشرف ہو چکے تو آپ نے ان سے پوچھا۔ ''جریر تمہاری قوم کے جو لوگ بت پرستی ترک کر کے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے بتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟''

جریرؓ: ''یا رسول اللہ، خدا نے اسلام کو غلبہ عطا کیا' مساجد اور صحراؤں میں صدائے توحید (اذان) بلند ہوئی تو انہوں نے اپنے بتوں کو توڑ ڈالا۔''

رسولِ اکرمؐ: ''تمہارے بتکدۂ ذی الخلصہ کا کیا ہوا؟''

جریرؓ: ''یا رسول اللہ! ابھی تک وہ باقی ہے جب ہم واپس جائیں گے تو اس کو منہدم کر دیں گے۔''

رسولِ اکرمؐ: ''ہاں جاؤ اور اس کو ڈھا کر مجھے اطلاع دو۔''

حضرت جریرؓ اسی وقت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس مہم پر روانہ ہو گئے اور چند دن بعد حضورؐ کی خدمت میں واپس آ کر عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! ہم نے ذی الخلصہ کو گرا کر آگ لگا دی، اب وہ خاکستر کا ڈھیر ہے کسی کو ہمارے کام میں مزاحم ہونے کی ہمت نہیں پڑی۔''

سرورِ عالمؐ یہ اطلاع پا کر بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے حضرت جریرؓ اور ان کے ساتھیوں کے لیے دعائے خیر کی۔

صحیح بخاری میں اس سریّہ کے بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق جس بت خانے کے انہدام کا کام حضرت جَرِیرؓ کے سپرد کیا گیا تھا اس کا نام ذی الحلیفہ تھا۔ دوسری روایت میں اس کا نام ذی الخلصہ بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح نام ذی الخلصہ ہی ہے کیونکہ اس میں رکھے ہوئے بتوں میں سب سے بڑے بت کا نام ''خلَصَہ'' تھا۔ حضرت جَرِیرؓ کہتے ہیں کہ ذی الخلصہ قبیلہ خثعم اور بجیلہ کا بنایا ہوا ایک مکان تھا جس میں بہت سے بت رکھے ہوئے تھے اور لوگ اسے کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ ایک دن میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ ''جَرِیر! ذی الخلصہ کب تک قائم رہے گا۔ کیا تم اسے گرا کر مجھے آسودہ خاطر نہیں کرو گے؟'' حضورؐ کا ارشاد سن کر میں اسی وقت قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس سوار لے کر اس مہم پر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ یہ لوگ گھڑ سواری کے بڑے مشاق تھے اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا، میں نے حضورؐ کے سامنے اپنی مشکل بیان کی تو آپؐ نے میرے سینے پر اپنا دستِ مبارک اس زور سے مارا کہ آپؐ کی انگلیوں کے نشان میرے سینے پر پڑ گئے۔ اور پھر آپؐ نے دعا کی ''الٰہی! تو اس (جَرِیر) کو (گھوڑے کی پیٹھ پر) قائم رکھ اور ہدایت یافتہ رہبر (ہادی ومہدی) بنا۔'' اس کے بعد ہم لوگ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو ذی الخلصہ کو گرا کر اس کے ملبے کو آگ لگا دی اور پھر ایک قاصد اس کی اطلاع دینے کے لیے رسول اللہؐ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس قاصد (حضرت ابوارطاۃؓ) نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

> ''یا رسولَ اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے میں آپ کے پاس اس وقت تک نہیں آیا جب تک ہم نے ذی الخلصہ کو جلا کر خارشتی اونٹ نہیں بنا دیا۔''

حضورؐ یہ مژدہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور آپؐ نے اس مہم پر جانے والے پیدل اور سواروں کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جَرِیرؓ ابھی یمن ہی میں تھے کہ رسولِ اکرم ﷺ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے رحلت فرمائی۔ حضورؐ کے وصال کے تین دن بعد انہوں نے عمرو نامی ایک یمنی سے یہ خبر سنی تو بے تاب و غمگین ہو گئے اور اسی وقت عازمِ مدینہ ہو گئے۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ کچھ سوار مدینہ مُنوّرہ کی طرف سے آتے ہوئے ملے۔ انہوں نے اس المناک خبر کی تصدیق کی اور یہ بھی بتایا کہ حضورؐ کی رِحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مَسنَدِ خلافت پر بیٹھے ہیں۔

یہ روایت یہیں ختم ہو جاتی ہے لیکن قیاسِ غالب یہ ہے کہ حضرت جُریرؓ نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی اور اس کے بعد اپنے وطن واپس ہوئے۔

(۳)

صِدّیقِ اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں جب مسلمانوں نے عراق اور شام پر لشکر کشی کی تو حضرت جُریرؓ یمن سے مدینہ مُنوّرہ آئے اور صدّیقِ اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"اے خَلیفۃُ الرّسولؐ! میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ بنو بجیلہ کو جو مختلف قبائل میں بکھرے ہوئے ہیں، یکجا کر دیا جائے اور ان کی سیادت میرے سپرد کی جائے۔ حضورؐ نے یہ درخواست قبول فرمالی تھی لیکن ابھی اس کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حضورؐ وفات پا گئے۔ اگر آپ اب یہ کام کر سکیں تو میری قوم بھی جہاد میں موثر حصہ لینے کے قابل ہو جائے گی۔"

حضرت صدّیقِ اکبرؓ نے فرمایا۔ "اس وقت ہم شام اور عراق کی جنگوں میں الجھے ہوئے ہیں اس لیے سرِ دست اس مسئلے کو رہنے دو۔"

چنانچہ جریرؓ واپس یمن چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد صدّیقِ اکبرؓ نے وفات پائی اور حضرت عُمرِ فاروقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ ان کی خلافت کے ابتدائی ایّام (رمضان ۱۳ ہجری) میں جسر کا افسوسناک واقعہ پیش آیا جس میں تدبیر کی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو ایرانیوں کے ہاتھوں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی اور سالارِ لشکر حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوعبید ثقفیؓ سمیت ہزاروں مسلمان شہید ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کو اس سانحہ کی اطلاع ملی تو انہیں سخت صدمہ ہوا اور انہوں نے تمام عرب میں خطباء اور نقیب بھیج دیے جنہوں نے اپنی شعلہ بیانیوں سے تمام قبائلِ عرب کا خون گرما دیا۔ یہاں تک کہ عیسائی عرب بھی ایرانیوں کے خلاف بھڑک اٹھے اور چند دن کے اندر اندر ہر طرف سے جنگجو عرب قبائل کا مدینہ منورہ میں تانتا بندھ گیا۔ اسی زمانے میں حضرت جَرِیرؓ بھی حضرت فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بنو بجیلہ کو یکجا کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے اسی وقت تمام عُمالِ حکومت کے نام احکام بھیج دیے کہ جہاں جہاں بنو بجیلہ کے آدمی ہوں وہ مقررہ تاریخ پر جَرِیرؓ کے پاس پہنچ جائیں۔ چنانچہ حضرت جَرِیرؓ واپس گئے اور چند دن بعد بنو بجیلہ کا ایک زبردست لشکر لے کر دوبارہ بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے۔ ابوحنیفہ الدینوری صاحبِ ''الاخبار الطّوال'' کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے جَرِیرؓ کو بنو بجیلہ سمیت تمام قبائل کا امیر مقرر کیا اور انہیں مُثَنّیٰؓ بن حارثہ شیبانی کی مدد کے لیے عراق روانہ کیا جو ابوعبیدؓ کی شہادت کے بعد ایرانیوں کا مقابلہ کرنے والے مسلمانوں کی قیادت کر رہے تھے۔ جَرِیرؓ نے مدینہ سے چل کر ثعلبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں مُثَنّیٰؓ بھی اپنے ساتھیوں سمیت ان سے آن ملے۔ پھر یہ متحدہ لشکر ثعلبیہ سے کوچ کر کے کوفہ کے قریب بویب کے مقام پر خیمہ زن ہوا ادھر ایرانی حکومت نے ایک آزمودہ کار جرنیل مہران بن مہرویہ ہمدانی کو ایک جرار لشکر دے کر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ وہ بویب پہنچ کر دریائے فرات کے مغربی کنارے پر مسلمانوں کے سامنے (جو مشرقی کنارے پر تھے) جم گیا۔ دوسرے دن ایرانیوں نے دریا پار کر کے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مُثَنّیٰؓ اسلامی لشکر کے میمنہ کو ساتھ لے کر ایرانی لشکر سے گتھ گئے۔ اس کے ساتھ ہی جَرِیرؓ میسرہ اور قلب کے دستوں کو لے کر ایرانیوں پر بجلی کی طرح گرے۔ ایرانی لشکر کے تمام سپاہی منتخب جنگجو تھے وہ ایسے جی توڑ کر لڑے کہ مسلمانوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ مُثَنّیٰؓ نے اپنی ڈاڑھی ہاتھ میں پکڑ کر مسلمانوں کی غیرت کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للکارا۔ان کی للکار پر مسلمانوں نے پلٹ کر پھر بڑے جوش سے ایرانیوں پر حملہ کیا۔اس حملہ میں مثنیٰؓ کے بھائی مسعودؓ بن حارثہ دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ وہ گرے تو مثنیٰؓ نے پکار کر کہا:

"مسلمانو! شرفا یوں ہی جان دیا کرتے ہیں۔ دیکھنا تمہارے جھنڈے جھکنے نہ پائیں۔"

ادھر جریرؓ نے اپنے قبیلہ کو للکار کر کہا۔ "اے برادرانِ بجیلہ یہ تمہاری آزمائش کا وقت ہے۔ دیکھنا دشمن کو نیست و نابود کرنے میں کوئی دوسرا تم پر بازی نہ لے جائے اگر اللہ نے تمہیں کامیاب کیا تو اس ملک کے سب سے زیادہ حقدار تمہی ہو گے۔"

ان دونوں کی للکار پر مسلمانوں نے ایسا قیامت خیز حملہ کیا کہ ایرانی ہزار کوشش کے باوجود نہ سنبھل سکے اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔تاہم مہران ثابت قدمی سے لڑ رہا تھا۔ایک تغلبی نوجوان نے اس کو تاک لیا اور آگے بڑھ کر اپنی تلوار کے ایک بھرپور وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ مہران کے قتل سے ایرانی بالکل بدحواس ہو گئے اور اندھا دھند بھاگنے لگے۔ ہزاروں بھاگتے ہوئے مارے گئے اور ہزاروں دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ مسلمانوں نے پل پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ واقعۂ جسر کا جواب تھا۔ گو اس لڑائی میں مسلمان بھی کافی تعداد میں شہید ہوئے لیکن ایرانیوں کی لاشوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ بقول علامہ شبلیؒ "مؤرخین کا بیان ہے کہ "کسی لڑائی نے اس قدر بے شمار لاشیں اپنی یادگار میں نہیں چھوڑیں"۔

اس معرکے کے بعد مسلمان عراق میں دُور دُور تک پھیل گئے۔

(۴)

بویب کی شکست سے سارے ایران میں کہرام مچ گیا۔عمائدِ سلطنت نے ملکہ پوران دخت کو تخت سے اتار کر ایک نوجوان شہزادے یزدگرد کو بادشاہ بنایا اور پھر بڑے زور شور سے جنگی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ چند دن بعد وہ بڑے عزم اور حوصلے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اٹھے اور مسلمانوں کے تمام مفتوحہ علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ حضرت مثنیٰؓ اور جریرؓ جنگی حکمتِ عملی کے مطابق عرب کی سرحد کی طرف ہٹ آئے۔ ادھر حضرت عمرِ فاروقؓ کو ان واقعات کی اطلاع ملی تو انہوں نے سارے عرب میں قاصد بھیج کر مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلا بھیجا۔ چند دن کے اندر اندر جذبۂ جہاد سے سرشار کثیر التعداد مسلمان مدینہ منورہ میں جمع ہو گئے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اس لشکر کے قائد مقرر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں مناسب ہدایات دیں اور پھر جلد از جلد عراق پہنچنے کا حکم دیا۔ حضرت سعدؓ جب سرحدِ عراق کے قریب پہنچے تو حضرت مثنیٰؓ نے جنگِ بویب میں کھائے ہوئے زخموں کی وجہ سے وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت جریرؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر حضرت سعدؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

حضرت سعدؓ نے آگے بڑھ کر قادسیہ کے میدان میں پڑاؤ ڈالا، اسی جگہ تاریخ کی وہ خونریز جنگ لڑی گئی جس نے ایران کی قسمت کا بڑی حد تک فیصلہ کر دیا۔ حضرت جریرؓ نے معرکۂ قادسیہ میں نمایاں کارنامے انجام دیے۔ ایرانی سپہ سالار رستم بڑے سازوسامان کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ تین دن کی خوفناک جنگ میں اس کے جنگی ہاتھیوں اور زرہ پوش سواروں نے مسلمانوں پر ایسے تندوتیز حملے کیے کہ ان کے قدم اکھڑ اکھڑ گئے لیکن اپنے جانباز سرداروں کی للکار پر وہ پھر سنبھل جاتے تھے۔ ان سرداروں میں حضرت جریرؓ بھی تھے۔ ان کے قبیلہ بجیلہ کے شہسواروں نے اس لڑائی میں ایسی ہمت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ ایرانی شہسوار ان کا سامنا کرنے سے کنی کتراتے تھے۔ لڑائی کے تیسرے دن ایک موقع پر چند ایرانی دستے جمع ہو کر یکبارگی بنو بجیلہ پر آپڑے۔ انہوں نے حضرت جریرؓ کی قیادت میں جان لڑا کر مقابلہ کیا لیکن ایرانیوں نے انہیں اپنے نرغے میں لے لیا۔ اس نازک وقت میں یکا یک ایک نقاب پوش سوار گردوغبار سے نمودار ہوا، اور ایرانیوں پر اس طرح ٹوٹ کر گرا کہ ان کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور بنو بجیلہ گردابِ بلا سے نکل آئے۔ یہ نقاب پوش شہسوار ثقیف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نامور بہادر حضرت ابو محجن تھے۔[1] اس کے بعد بنو بجیلہ نے بنو کندہ، بنو اسد، نخع اور کچھ دوسرے قبائل کے ساتھ مل کر دشمن کے قلب پر اس زور کا حملہ کیا کہ ایرانیوں کی قوت مقاومت جواب دے گئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی افراتفری میں رستم بھی مارا گیا۔ ابو حنیفہ دینوریؒ کا بیان ہے کہ لڑائی کے بعد جریرؓ ایرانیوں کا تعاقب کرتے ہوئے دور تک نکل گئے اور دریا کے پل پر جا کر ایرانیوں کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ بھگوڑے ایرانیوں نے ان پر برچھیوں سے حملہ کر دیا اور وہ زمین پر گر پڑے اتنے میں ان کے بچھڑے ہوئے ساتھی پہنچ گئے اور انہوں نے ایرانیوں کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ جریرؓ کو کوئی شدید زخم تو نہ آیا البتہ ان کا گھوڑا ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کی جگہ انہیں ایک ایرانی ٹٹو مل گیا جس کے گلے میں زمرد کی کنٹھی تھی۔ حضرت جریرؓ اس پر سوار ہوئے تو وہ ان کے گھوڑے کی طرح سبک رفتار نکلا۔

قادسیہ میں مسلمانوں کی فتح اتنی شاندار تھی کہ تخت ایران ڈگمگا گیا۔ قادسیہ سے مسلمانوں کا سیلِ رواں مدائن اور جلولا کی طرف بڑھا اور ان پر قبضہ کر لیا۔ حضرت جریرؓ چار ہزار سواروں کے ساتھ جلولا کی حفاظت پر متعین ہوئے۔ چند دن بعد حضرت سعدؓ نے ان کے پاس مزید تین ہزار سپاہی بھیجے اور انہیں ہدایت کی کہ قریبی شہر حلوان پر حملہ کریں جہاں ایرانیوں کا خطرناک اجتماع تھا۔ حضرت جریرؓ طوفانِ برق وباد کی طرح حلوان پر حملہ آور ہوئے۔ ایرانیوں کو مقابلے کی ہمت نہ پڑی اور اس اہم شہر پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

---

[1] (حضرت ابو محجن ثقفیؓ ۹ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے۔ بڑے شجاع اور فیاض تھے۔ شاعری میں بھی درک رکھتے تھے۔ قادسیہ کی لڑائی سے پہلے شراب نوشی کے جرم میں نظر بند تھے۔ عین اس وقت جب لڑائی اپنے پورے شباب پر تھی انہوں نے حضرت سعدؓ کی بیوی سلمٰی سے التجا کی کہ خدا کے لیے میری بیڑیاں کھول دو اور سعدؓ کا گھوڑا اور ہتھیار مجھے دے دو۔ اگر زندہ بچ گیا تو واپس آ کر بیڑیاں پہن لوں گا۔ (حضرت سعدؓ عرق النساء یا دنبل کی وجہ سے خود لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے) سلمٰی نے انکار کیا تو انہوں نے ایسے دردناک اشعار پڑھے کہ سلمٰی کا دل پسیج گیا اور انہوں نے ابو محجنؓ کو رہا کر دیا۔ وہ اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر حضرت سعدؓ کے گھوڑے پر سوار اس شان سے میدانِ جنگ میں پہنچے کہ جس طرف رُخ کرتے ایرانیوں میں تہلکہ پڑ جاتا تھا۔ لڑائی کے بعد حضرت سعدؓ نے انہیں رہا کر دیا اور انہوں نے شراب نوشی سے توبہ کر لی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵)

تسخیرِ حلوان کے بعد حضرت جَرِیرؓ نے اہواز اور تستر (یا شوستر) کے معرکوں میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ ان معرکوں میں شکست کھانے کے بعد ایرانیوں نے اپنی تمام بچی کھچی قوت نہاوند میں جمع کی اور مسلمانوں کو ایران سے نکالنے کے لیے اپنا آخری سپاہی تک داؤ پر لگا دیا۔ انکی قیادت ایک نامور ایرانی جرنیل مردان شاہ بن ہرمز کر رہا تھا۔ حضرت عُمرِ فاروقؓ نے حضرت نعمانؓ بن مقرّن کو تیس ہزار کی جمعیت دے کر ایرانیوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے بھیجا اور ساتھ ہی وصیت کی کہ اگر اس لڑائی میں نعمانؓ شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ امیر سپاہ حذیفہؓ بن الیمان ہوں گے اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو مغیرہؓ بن شعبہ لشکر کی قیادت سنبھالیں گے اور اگر وہ بھی مارے جائیں تو اشعثؓ بن قیس امیر ہوں گے۔

قادِسیہ کے بعد ایران کی سرزمین پر لڑی جانے والی جنگوں میں نہاوند کا معرکہ سب سے زیادہ سخت تھا۔ حضرت جَرِیرؓ نے اس معرکے میں کمال شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت نعمانؓ شہید ہو گئے تو حذیفہؓ بن الیمان سرِ عسکر بنے۔ جَرِیرؓ نے ان کی قیادت میں بنو بجیلہ اور دوسرے قبیلوں کو ساتھ لے کر ایرانیوں پر ایسا طوفانی حملہ کیا کہ وہ حواس باختہ ہو گئے اور اپنے بیس ہزار آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ہمدان تک ان کا تعاقب کیا۔ یہ فتح اتنی شاندار تھی کہ اس کے بعد عجم پھر کبھی زور نہ پکڑ سکا اسی لیے مسلمانوں نے اسے ''فتح الفتوح'' کا نام دیا۔

(۶)

حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان ذُوالنّورَینؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو انہوں نے حضرت جَرِیرؓ کی دینی اور ملّی خدمات کے پیشِ نظر انہیں ہمدان کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو حضرت جَرِیرؓ نے بلا تامّل حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کی بیعت کر لی اور پھر اپنے علاقے کے لوگوں سے حضرت علیؓ کی بیعت لے کر ان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس کوفہ آ گئے۔ ابو حنیفہ دینوری نے ''الاخبار الطوال'' میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت حضرت جریرؓ (ان کی طرف سے) زحر بن قیس جعفی کے اشتراک سے سرزمین جبل کے عامل تھے اور اسی علاقے کے لوگوں سے انہوں نے حضرت علی کَرَّمَ اللہ وَجْہَہٗ کی بیعت لی۔ حضرت علیؓ نے مختلف صوبوں کے حاکموں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو والیِ شام امیر معاویہؓ ـــــ کے نام بھی خط لکھا۔ امیر معاویہؓ کو یہ خط پہنچانے کی خدمت حضرت جَرِیرؓ کے سپرد کی گئی۔ جَرِیر یہ خط لے کر امیر معاویہؓ کے پاس دمشق پہنچے۔ اس وقت ان کے دربار میں شام کے کئی سربرآوردہ لوگ موجود تھے۔ جریرؓ نے حضرت علیؓ کا خط انہیں دے کر کہا۔ ''یہ امیر المؤمنین علیؓ کا خط آپ کے اور اہلِ شام کے نام ہے۔ وہ آپ کو اپنی بیعت کی دعوت دیتے ہیں۔ مکہ معظمہ، مدینہ مُنوّرہ، کوفہ، بصرہ، یمن، بحرین، عمان، یمامہ، فارس، جبل، خراسان اور مصر وغیرہ سب بالاتفاق انہیں خلیفہ مان چکے ہیں۔ آپ کے علاقے کے سوا اب کوئی علاقہ ان کے حلقۂ اطاعت سے باہر نہیں اور اگر حضرت علیؓ کی سیال وادیوں میں سے ایک وادی بھی اس ملک کی طرف بہہ نکلی تو یہ غرق ہو جائے گا۔''

امیر معاویہؓ چند دن اپنے اعیان وانصار کے ساتھ اس بارے میں تبادلۂ خیال کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت جَرِیرؓ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا کہ ''آپ اپنے رفیق (حضرت علیؓ) کے پاس واپس چلے جائیں اور ان کو بتا دیں کہ میں اور اہلِ شام ان کی بیعت نہیں کریں گے۔''

حضرت جَرِیرؓ نے واپس جا کر حضرت علیؓ کو امیر معاویہؓ کا جواب سنایا اور اس کے ساتھ ہی انہیں امیر معاویہؓ کی جنگی تیاریوں سے بھی آگاہ کیا اور وہ لوگ کیا کرنے والے ہیں اس کا بھی اتا پتا دیا۔ اس پر حضرت علیؓ کے بعض رُفقا کو جوش آ گیا اور وہ حضرت جَرِیرؓ پر امیر معاویہؓ کی طرفداری کا الزام دھرنے لگے۔ مالک اشتر تو اتنے برہم ہوئے کہ انہوں نے سرِ عام حضرت علیؓ سے کہا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"امیر المؤمنین جس کام کے لیے آپ نے جریرؓ کو بھیجا تھا اگر مجھے بھیجتے تو خدا کی قسم میں معاویہ کا گلا دبانے میں ذرا نرمی سے کام نہ لیتا اور اس کی ہر تدبیر اور دلیل کا تدارک پہلے سے سوچ لیتا۔"

حضرت جریرؓ بولے: "اگر پہلے نہیں جا سکے تو اب جا کر اپنی سی کر دیکھو۔"

مالک اشتر نے کہا۔ "اب میں جا کر کیا کر سکتا ہوں تم نے سارا معاملہ چوپٹ کر دیا ہے۔ بخدا مجھے تو یہ گمان ہے کہ تم نے در پردہ معاویہ سے کوئی معاملہ طے کر لیا ہے ورنہ تم ہمیں اس کی فوجوں سے ہراساں نہ کرتے۔ اگر امیر المؤمنین مجھے اجازت دیں تو میں تمہیں اور تم جیسے دوسرے مشکوک لوگوں کو حوالۂ زنداں کر دوں۔"

مالک اشتر کی تند و تیز گفتگو سے حضرت جریرؓ کو سخت دکھ پہنچا اور وہ دل شکستگی کے عالم میں اپنے خاندان کے ہمراہ راتوں رات کوفے سے نکل کر قرقیسیا چلے گئے اور باقی زندگی خاموشی کے ساتھ وہیں گزار دی۔ قرقیسیا میں ان کی اقامت کے بعد ملک میں کئی سیاسی اتار چڑھاؤ آئے لیکن انہوں نے مطلق کسی میں حصہ نہیں لیا۔ اگر ان کے دل میں کوئی کھوٹ ہوتی تو وہ نہایت آسانی کے ساتھ امیر معاویہؓ کے پاس جا سکتے تھے جو انہیں بڑے سے بڑا عہدہ دینے کے لیے تیار تھے لیکن وہ آخری دم تک حضرت علیؓ کی بیعت فسخ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

حضرت جریرؓ نے ۵۴ ہجری میں قرقیسیا کے کنجِ عزلت میں ہی سفرِ آخرت اختیار کیا۔ وفات کے وقت پانچ لڑکے عمر، منذر، ایوب، ابراہیم اور عبید اللہ اپنی یادگار چھوڑے۔

مبداء فیاض نے حضرت جریرؓ کو حسن سیرت کے ساتھ کمال درجے کا حسن صورت بھی عطا کیا تھا۔ اتنے وجیہ اور خوبرو تھے کہ حضرت عمرؓ فاروق انہیں اُمتِ محمدیہ کا یوسف کہا کرتے تھے۔ علامہ ابنِ عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ ان کے قد کی لمبائی چھ ذراع تھی۔ بے حد...... حسین و جمیل تھے۔ بال سفید ہوئے تو ان میں مہندی کا خضاب لگانے لگے۔ اس سے ان کی وجاہت اور خوب رُوئی میں اور بھی اضافہ ہو جاتا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ فاروقؓ بڑے مردم شناس تھے۔ وہ حضرت جریرؓ کی خوبیوں کے دل سے معترف تھے اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ ملاقات کے لیے آئے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اللہ تم پر فضل کرے تم زمانۂ جاہلیت میں بھی اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی اچھے سردار ہو۔"

(۷)

حضرت جریرؓ رسولِ اکرم ﷺ کے وصال سے صرف چھ سات ماہ قبل مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور یہ مختصر عرصہ بھی انہوں نے مسلسل حضورؐ کی خدمت میں نہیں گزارا تاہم انہیں فیضانِ نبوی سے بہرہ یاب ہونے کے جو لمحات بھی میسر آئے ان سے انہوں نے مقدور بھر فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ ان سے سَو حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں۔ ایک میں امام بخاریؒ اور سات میں امام مسلمؒ منفرد ہیں۔ ان حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جریرؓ کو جب بھی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے کا موقع ملتا تھا وہ سفر و حضر میں حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے اور آپؐ کے ارشادات کو حرزِ جان بنا کر رکھتے تھے جو واقعہ ان کے سامنے گزرتا اس کی ذرا ذرا تفصیل یاد رکھتے تھے اور اس کو بلا کم و کاست لوگوں کے سامنے دہرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ آئے تو نبی کریم ﷺ انہیں اور دوسرے صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ ہم تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ ہم نے ایک سوار کو تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوار تمہارے ہی پاس آ رہا ہے۔ اتنے میں وہ آ ہی پہنچا اور سلام کیا۔ ہم نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا "کدھر سے آ رہے ہو۔" اس نے عرض کیا، "بیوی بچوں اور اپنے خاندان کے پاس سے۔"

آپؐ نے پوچھا، "کدھر کا قصد ہے؟"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے عرض کیا: ''اللہ کے رسولؐ کے پاس جانے کا ارادہ ہے۔''

حضورؐ نے فرمایا، ''تو تم اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔''

اس نے عرض کیا: ''یا رسولؐ اللہ مجھے سکھایئے ایمان کیا ہے؟''

آپؐ نے فرمایا، ''اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ نماز پابندی سے پڑھو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو۔''

اس نے کہا میں نے ان سب باتوں کا اقرار کیا۔ اس کے بعد جب یہ شخص وہاں سے چلا تو اس کے اونٹ کا پیر کسی جنگلی چوہے کے کھودے ہوئے سوراخ میں جا پڑا اور اونٹ گر پڑا۔ وہ شخص بھی اونٹ پر سے سر کے بل گرا اور مر گیا۔ حضورؐ نے فرمایا، اس شخص کو ذرا میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت حذیفہؓ بن الیمان اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ فوراً اس کو بلانے کے لیے لپکے۔ اس کو زمین سے اٹھا کر بٹھایا تو وہ مر چکا تھا۔ انہوں نے آ کر عرض کیا، یا رسولؐ اللہ وہ شخص تو فوت ہو گیا۔ یہ سن کر حضورؐ اس شخص کے بجائے کسی اور سمت دیکھنے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، تم نے دیکھا کہ میں اس شخص کے بجائے دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے اس کے منہ میں جنت کے میوے ڈال رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں سمجھا کہ ضرور یہ شخص بھوکا مرا ہو گا۔ خدا کی قسم یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لا چکے اور پھر ایمان میں معصیت کا ذرا بھی داغ نہ لگنے دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں، پھر آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔ ہم اسے اٹھا کر پانی کے پاس لائے، غسل دیا، خوشبو لگائی، کفن پہنایا اور تدفین کے لیے اٹھا کر چلے۔ حضورؐ قبر کے ایک کنارے بیٹھ گئے اور فرمایا بغلی قبر بنانا صندوق نہ بنانا کیونکہ ہمارے لیے بغلی ہی مناسب ہے، صندوق دوسروں کے لیے ہے۔ اسی روایت کے ایک دوسرے طریقے میں ہے کہ اس موقع پر حضورؐ نے اس شخص کے لیے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَمِلَ قَلِیْلًا وَ اُجِرَ کَثِیْراً

(اس نے عمل تو تھوڑا کیا مگر ثواب بہت پایا) (طبرانی، مستدرک حاکم، ترمذی)

حضرت جَرِیرؓ ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فوج کا ایک مختصر دستہ قبیلہ خثعم کی طرف روانہ کیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے سجدہ میں گر کر اپنی جان بچانی چاہی لیکن لشکرِ اسلام نے ان کو بلا تاخیر قتل کر ڈالا۔ جب یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے ان کی نصف دِیَت ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا میں ہر ایسے مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں گھس کر رہے۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ یہ کیوں؟ فرمایا دونوں کو اتنے فاصلے پر رہنا چاہیے کہ ایک کو دوسرے کی آگ کی روشنی نظر نہ آئے۔'' (ابوداؤد)

(شارِحین حدیث نے لکھا ہے کہ اتنے فاصلے پر رہنے کا حکم اُس دور کے قبائل کے ماحول سے مختص تھا۔ بہرصورت مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ مل جل کر رہنے سے اجتناب کرنا چاہیے)

حضرت جَرِیرؓ حضورؐ کے ارشادات پر کس طرح عمل کرتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کا خادم ان کی گایوں کو چرا کر واپس لایا تو ان کے ریوڑ میں کسی اور کی گائے بھی آ گئی۔ حضرت جَرِیرؓ نے خادم کو حکم دیا۔ ''اسے نکال دو' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ دوسرے کے جانور کو صرف گمراہ اپنے ہاں رکھ سکتا ہے۔''

(۸)

حضرت جَرِیرؓ بن عبداللہ البجلی کا شمار ان خوش قسمت صحابہؓ میں ہوتا ہے جن سے رحمتِ عالَم ﷺ نہ صرف محبت فرماتے تھے بلکہ ان کی تعظیم و تکریم بھی فرمایا کرتے تھے۔ جب وہ پہلی مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھا دی اور لوگوں کو بھی یہ حکم دیا کہ جب کسی قوم کا کوئی معزز آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔ اس کے بعد بھی جب کبھی جَرِیرؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ ان کے ساتھ نہایت عزت واحترام سے پیش آئے۔ وہ مدینہ منورہ آتے تو حضورؐ انہیں ضرور شرفِ باریابی بخشتے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ انہیں دیکھتے تو متبسم ہو جاتے اور آپؐ کے روئے انور پر بشاشت پھیل جاتی۔ اگر کبھی حضورؐ کی مجلس میں جریرؓ کا ذکر آ جاتا تو آپؐ نہایت اچھے الفاظ میں ان کا ذکر فرماتے۔ خود حضرت جریرؓ کا بیان ہے کہ:

''ایک مرتبہ میں مدینہ منورّہ آیا اور سواری بٹھا کر کپڑوں کے تھیلے سے اپنا حُلّہ نکالا اور اسے زیب تن کر کے مسجد نبوی کی طرف روانہ ہوا۔ حضورؐ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ لوگ میری طرف عجیب شفقت کے انداز میں دیکھنے لگے۔ میں نے اپنے قریب کے آدمی سے پوچھا:

''عبداللہ کیا حضورؐ میرا تذکرہ فرما رہے تھے؟''

انہوں نے کہا: ''ہاں، ابھی خطبہ کے دوران میں حضورؐ نے فرمایا، کہ تھوڑی دیر میں اس دروازہ یا کھڑکی کے راستے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص آئے گا اس کے چہرے پر بادشاہی کی علامت ہوگی۔''

میں اپنے بارے میں حضورؐ کے یہ ارشادات سن کر بہت مسرور ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اللہ اللہ حضرت جریرؓ کے علوئے مرتبت کی اس سے بڑی شہادت کیا ہوسکتی ہے کہ خود نطقِ رسالتؐ نے انہیں یمن کا بہترین شخص قرار دیا۔

سیدنا حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی احادیث میں سے کچھ یہ ہیں:

(۱) میں (جریر) نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی نماز ادا کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی مخلصانہ خیر خواہی پر۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(۲) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص پر اللہ کی رحمت نہ ہوگی جو (اس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پیدا کیے ہوئے) انسانوں پر رحم نہ کھائے گا اور ان کے ساتھ ترحم کا معاملہ نہ کرے گا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(۳) جب سے مجھے اسلام نصیب ہوا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے (اپنی خدمت میں) حاضری سے روکا ہو اور جب بھی آپؐ نے مجھے دیکھا تو آپ نے تبسم فرمایا۔ (یعنی ہمیشہ مسکرا کر ملے) (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(۴) مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک (کسی نامحرم عورت پر) نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا۔ (یعنی ایسی صورت پیش آجائے تو مجھے کیا کرنا چاہیے) آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اُدھر سے اپنی نگاہ پھیر لوں۔ (صحیح مسلم)

(۵) (ایک رات کو) ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے چاند کی طرف دیکھا اور یہ چودھویں رات تھی (اور چودھویں رات کا چاند پوری آب وتاب کے ساتھ نکلا ہوا تھا) پھر آپؐ نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا، یقیناً تم اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے جیسے کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں اس کے دیکھنے میں کوئی کشمکش نہیں کرنی پڑے گی، اور کوئی زحمت نہ ہوگی۔ پس اگر تم یہ کر سکو کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے والی نماز اور غروبِ آفتاب سے پہلے والی نماز کے مقابلے میں کوئی چیز کبھی تم پر غالب نہ آئے (یعنی کوئی مشغلہ، کوئی دلچسپی اور آرام طلبی فجر اور عصر کی نمازوں کے وقت تمہیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے) تو لازماً ایسا کرو، اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۔ (اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے) (طٰہٰ: ۱۳۰) (صحیح بخاری ومسلم)

(۶) رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہیں گے جن کے دلوں میں دوسرے آدمیوں کے لیے رحم نہیں (جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے) (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت صخرؓ بن حرب ...... سپہ سالارِ قریش

(۱)

رمضان المبارک ۸ ہجری میں رحمتِ عالم ﷺ نے مکّہ معظمہ پر اسلام کا عَلَم لہرایا تو سارے عرب نے اس کو دینِ اسلام کی صداقت کا نشان تسلیم کر لیا۔ لیکن مکّہ کے قریب ہوازن کے طاقتور قبیلے کی بدبختی تھی یا کم عقلی کہ مرکزِ عرب مکّہ پر اہلِ حق کے استیلا نے ان کو سیخ پا کر دیا اور وہ اسلام کا قلع قمع کرنے کے لیے آناً فاناً بڑے زور شور سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے ساتھ نصر اور جشم کے قبیلوں کو بھی ملا لیا اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ مکّہ کی طرف بڑھے، علمبردارانِ حق اور ان لوگوں کے درمیان وادیٔ حنین میں ایک خونریز لڑائی ہوئی جس میں بنو ہوازن اور ان کے حلیفوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کے بہت سے آدمی میدانِ جنگ میں کھیت رہے اور ایک کثیر تعداد مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہو گئی۔ البتہ ہوازن کے کچھ لوگ بھاگ کر طائف کے قلعے میں جمع ہو گئے جہاں مشرکینِ بنو ثقیف نے انہیں پناہ دی۔ سرورِ عالم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے فوراً طائف کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ کم و بیش تین ہفتے تک جاری رہا۔ اس دوران میں مسلمانوں نے قلعے پر بار بار حملے کیے لیکن ہر بار اہلِ قلعہ کی بے پناہ آتش باری اور تیر اندازی نے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ ایسے ہی ایک حملے میں ایک دن ایک معمر لیکن چاق چوبند اور قوی الجثہ صاحبِ رسول پیش پیش تھے کہ یکایک دشمن کا ایک تیر ان کی آنکھ میں لگا جس سے آنکھ کا ڈھیلا حلقۂ چشم سے باہر نکل کر لٹکنے لگا۔ یہ صاحب اسی حالت میں حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے، آپؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

''اگر آپ کی خواہش ہو تو میں دعا کروں کہ آپ کی آنکھ اچھی ہو جائے لیکن اگر آپ پسند کریں اور صبر کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں آپ کو جنت دے گا۔''

وہ صاحب حضورؐ کا ارشاد سن کر اپنی تکلیف بھول گئے، رخسار پر لٹکتے ہوئے آنکھ کے ڈھیلے کو کاٹ کر پرے پھینک دیا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میں جنت چاہتا ہوں۔''

یہ صاحبِ رسول جنہوں نے ساقیِ کوثرؐ سے جنّت کی نوید پا کر اپنی آنکھ کا اچھا ہونا پسند نہ کیا اور صبر کو ترجیح دی قریش کے نامور سردار حضرت صخرؓ بن حرب اموی تھے جو تاریخ میں اپنی کنیت ابوسفیان سے مشہور ہیں۔ ان کی ایک اور کنیت ابوحنظلہ بھی تھی لیکن اس نے شہرت نہیں پائی۔

(۲)

حضرت ابوسفیان صخرؓ بن حرب قریش کے نہایت مقتدر اور با رسوخ خاندان (شاخ) بنوامیہ کے سردار تھے۔ وہ سرورِ کائنات ﷺ کے ہم جَدّ تھے اور ان کا نسب چوتھی پشت میں حضورؐ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ نسب نامہ یوں ہے:

۱۔ حضرت سرورِ کائنات محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قُصَیّ۔

۲۔ حضرت ابوسفیان صخرؓ بن حرب بن اُمیّہ بن عبدالشمس بن عبدِ مناف بن قُصَیّ۔

قریش کے گھرانوں میں سب سے ممتاز، با اثر، شریف اور معزز گھرانا بنوہاشم کا تھا۔ کعبہ کی تولیت (حجابۃ) کے علاوہ سقایۃ اور رفادہ کی اہم خدمات بھی اسی خاندان سے متعلق تھیں۔ بنوہاشم کے بعد دوسرا درجہ بنواُمیّہ کا تھا جو قریش کی عَلَم برداری، فوجی قیادت اور قافلہ سالاری کے مناصب پر فائز تھے۔ اگرچہ بعض روایتوں کے مطابق قبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فوجی کیمپ کا انتظام وانصرام) بنومخزوم کے سپرد تھا لیکن اپنی جاہ وحشمت، کثرتِ نفوس، حوصلہ مندی، بہادری اور سوجھ بوجھ کی بدولت بالعموم بنوامیہ ہی قریش کی عَلَمبَرداری کے ساتھ سپہ سالاری کا فرض بھی انجام دیتے تھے۔ بہرصورت عَلَمبَرداری کی خدمت بنواُمیہ میں بالاِستقلال تھی۔ قریش کا جنگی نشان رایت العقاب صرف سخت لڑائی کے موقع پر باہر نکالا جاتا اور یہ جنگی پھریرا ہمیشہ بنوامیہ کے سربراہ کے ہاتھ میں ہوتا۔ جس زمانے میں رحمتِ عالم ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا، ابوسفیانؓ خاندان بنوامیہ کے سردار تھے اور اسی حیثیت سے وہ قریش کے عَلَمدار (یعنی صاحبِ عقاب) بھی تھے۔

بنو ہاشم اور بنوامیہ کے مابین مدت سے حریفانہ کشمکش چلی آرہی تھی۔ اس کا آغاز ان دونوں خاندانوں کے مورثِ اعلیٰ عبدِمناف کے آنکھیں موندتے ہی ہوگیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ عبدِمناف کے بعد ہاشم باپ کے جانشین ہوئے کیونکہ ان کے بڑے بھائی عبدالشمس باپ کے سامنے ہی فوت ہوگئے تھے۔ امیہ بن عبدالشمس نے چچا کی امارت کو گوارا نہ کیا اور بڑے بیٹے کی اولاد کی حیثیت سے جانشینی کا دعویٰ کیا مگر قریش کی پنچایت نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔ چنانچہ امیہ سخت غم وغصہ کی حالت میں وطنِ مالوف کو خیرباد کہہ کر شام چلا گیا اور جب تک ہاشم زندہ رہے واپس نہ آیا۔ ہاشم کی وفات کے بعد ان کے بھائی مُطّلِب اور فرزند عَبدُالمطّلِب یکے بعد دیگرے کعبہ کے متولّی بنے۔ اُمیہ نے واپس آکر قریش کی عَلَمداری، قافلہ سالاری اور فوجی قیادت کے مناصب پر ہی قناعت کرلی۔ تاہم اس کے اور اس کی اولاد کے دل میں بنوہاشم کے خلاف جو کھٹک پیدا ہوگئی تھی وہ دور نہ ہوئی۔ یہ کھٹک اور چشمک بنوامیہ تک ہی محدود نہیں تھی۔ قریش کے بعض دوسرے قبائل مثلاً بنومخزوم، بنوسہم اور بنوجُمح وغیرہ بھی بنوہاشم سے خار کھاتے تھے۔ ان لوگوں نے بنوہاشم کو نیچا دکھانے کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلے لیکن اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوئے زیادہ سے زیادہ ان کو یہ زعم ہوسکتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ دنیوی جاہ وحشمت اور اثر ورسوخ کے لحاظ سے وہ بنو ہاشم کے ہمسر ہیں۔ ان کے اس زعم پر اس وقت کاری ضرب لگی جب نبی آخر الزماں ﷺ نے بنی ہاشم میں ظہور فرمایا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بنو ہاشم کا شرف ومجد جو پہلے ہی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا اب ہمیشہ کے لیے بنو ہاشم کے لیے مخصوص ہو کر رہ جائے۔ ان قبائل کے اکثر رُوساء دل سے سرورِ عالمؐ کی صداقت کے قائل تھے لیکن آپؐ کی رسالت تسلیم کرنے میں ہمیشہ ان کی خاندانی عصبیت آڑے آتی تھی۔

ابنِ ہشام اور بیہقی نے مستند حوالوں سے یہ بات نقل کی ہے کہ حضورؐ کی بعثت کے بعد ایک دفعہ اخنس بن شُریق نے ابوجہل سے حضورؐ کے بارے میں اس کی رائے دریافت کی تو اس نے کہا کہ ہم میں اور بنو عبدِ مناف میں مقابلہ تھا کہ کون شرف میں بڑھ کر ہے، انہوں نے بھی ذمہ داریاں سنبھالیں اور ہم نے بھی سنبھالیں، انہوں نے بھی عامتہ الناس کے لیے دستر خوان بچھایا اور ہم نے بھی۔ انہوں نے بھی فیّاضیاں کیں اور ہم نے بھی یہاں تک کہ جب وہ اور ہم برابر کی ٹکر کے ہو گئے تو وہ کہنے لگے کہ ہم میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے جس کے پاس وحی آتی ہے' اب اس بات میں ہم ان کا مقابلہ کیسے کریں' خدا کی قسم ہم ان کے نبی کو نہیں مانیں گے۔"

ایک اور روایت میں علامہ ابنِ جریر طبریؒ نے ابوجہل سے یہ الفاظ منسوب کیے ہیں۔ "خدا کی قسم ابنِ عبداللہ سچے ہیں ان کی زبان کبھی جھوٹ سے آلودہ نہیں ہوئی مگر جب آلِ قصیّ لِواء اور حجابت اور سقایت کے ساتھ نبوت کے وارث بھی بن جائیں تو باقی قریش کے لیے کیا رہ جاتا ہے؟"

فی الحقیقت ابوجہل کے خیالات اس کی قبیل کے تمام رُوسائے قریش کے جذبات کی عکاسی کرتے تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ قبائل جو عبدِ مناف کی اولاد سے نہیں تھے وہ ظہورِ اسلام سے قبل صرف بنو ہاشم ہی سے نہیں، بنو امیہ سے بھی حسد کرتے تھے البتہ حضورؐ کی بعثت کے بعد عمائدِ قریش میں اتحاد کا معیار اسلام کی مخالفت یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موافقت قرار پایا۔

اسلام سے پہلے قریش کے تمام قبائل اپنی باہمی عداوتوں اور رنجشوں کے باوجود کسی بیرونی دشمن کے مقابلے میں اکٹھے ہو جاتے تھے اور ایک ہی جھنڈے کے نیچے غنیم سے نبرد آزما ہوتے تھے۔ اس ضمن میں ایامِ قریش کی مشہور لڑائی حربِ فجار ثانی کا ذکر کرنا بے جانہ ہوگا۔ اس لڑائی میں ایک طرف بنوقیس عیلان تھے اور دوسری طرف بنوکنانہ اور قریش۔ قریش کے تمام قبائل کی عِنانِ قیادت ابوسفیانؓ کے والد حرب بن امیہ کے ہاتھ میں تھی۔ ابنِ ہشام کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں رسولِ اکرم ﷺ بھی شریک تھے۔ اس وقت آپؐ کی عمر چودہ پندرہ سال کی تھی۔ ابنِ اثیرؒ نے اس وقت حضورؐ کا سن مبارک دس سال لکھا ہے اور بعض دوسرے مؤرخوں نے بیس سال۔ اس معرکے میں ہاشمیوں کے سردار حضورؐ کے بڑے چچا زبیر بن عبدالمطلب تھے اور آپؐ کے دوسرے چچا ابوطالب، حمزہؓ اور عباسؓ بھی شریکِ کارزار تھے۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضورؐ اس لڑائی میں شریک تو ہوئے تاہم آپؐ نے لڑائی میں کسی متنفس پر ہاتھ نہیں اٹھایا، بلکہ شروع سے اخیر تک اپنے چچاؤں کو دشمن کے تیروں سے بچاتے رہے۔ حضرت ابوسفیانؓ بھی اس لڑائی میں حضورؐ کے پہلو بہ پہلو شریک تھے۔ میدانِ جنگ میں پہلے تو بنوقیس کا پلّہ بھاری تھا لیکن بعد میں قریش ان پر غالب آگئے۔ یومِ فجار ثانی کے بعد قریش کو کبھی کسی بیرونی دشمن کا سامنا نہیں کرنا پڑا البتہ ان کے مختلف قبائل کے مابین رقابتوں اور عداوتوں کا سلسلہ چلتا رہتا تھا اور آپس میں چھوٹے موٹے جھگڑے بھی ہوتے رہتے تھے۔ قریش کے ایسے ہی لیل ونہار کے درمیان وہ عظیم ہستی اپنے ارفع واعلیٰ کردار کے ساتھ بچپن سے جوانی کی منزلیں طے کر رہی تھی جس سے بہتر انسان پر کبھی آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ (ﷺ)

(۳)

ابوسفیان صخر تقریباً پچاس برس کے پیٹے میں تھے کہ مکّہ معظمہ سے خورشیدِ رسالت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلوع ہوا۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا بلکہ حق اور باطل کے درمیان ایک طویل کشمکش کا نقطۂ آغاز تھا۔ وہی رُؤسائے قریش جو حضورؐ کی عظمتِ کردار کے دل وجان سے معترف تھے اور جن کی زبانیں آپؐ کو صادق اور امین کہتے کہتے نہیں تھکتی تھیں۔ پیغامِ حق سنتے ہی آتش زیرپا ہو گئے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اسلام کی بیخ کنی اور رحمتِ عالمؐ کی مخالفت کے لیے وقف کر دیا۔ ابوسفیان پختہ عمر کو پہنچ چکے تھے اور خاندانی عصبیت ان کی طبیعت میں راسخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہ بھی مخالفِ اسلام گروہ کے رکن بن گئے تاہم ان کی مخالفت کا رنگ وہ نہیں تھا جو ابولہب، ابوجہل، عقبہ بن ابی مُعیط، امیہ بن خَلَف، ابنِ الاصداء، نضر بن الحارث، اسود بن عبدِ یغوث، ولید بن مغیرہ، منبہ بن الحجاج اور عدی بن حمراء وغیرہ جیسے شریر النفس لوگوں کی مخالفت کا تھا۔ علّامہ ابنِ سعدؒ نے طبقات میں لکھا ہے کہ یہ لوگ حضورؐ کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے تھے اور انہیں آپؐ کی ایذا رسانی کے لیے کسی ذلیل سے ذلیل اور کمینہ سے کمینہ حرکت سے بھی اجتناب نہیں تھا۔ حضورؐ کے راستے میں کانٹے بچھانا، آپؐ کا گلا گھونٹنا، پشتِ مبارک پر اونٹ کا اوجھ رکھنا، گالیاں دینا، تمسخر اڑانا اور اسی قسم کی چھچھوری اور ذلیل حرکات کا ذِمہ دار یہی گروہ تھا۔ اس کے برعکس ابوسفیان، اُن کا خسر عتبہ بن ربیعہ اور چچا خسر شیبہ بن ربیعہ جیسے کچھ لوگ اسلام کے دشمن ضرور تھے لیکن انہوں نے کبھی کوئی جسمانی ایذا حضورؐ کو نہیں پہنچائی اور نہ کسی کمینہ حرکت کے مرتکب ہوئے۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

"بعثت کے بعد جب مشرکینِ مکہ آپؐ کو بہت ستاتے تھے تو آپؐ ان کے ہجوم اور شر سے بچنے کے لیے ابوسفیان کے مکان میں چلے جاتے وہ بنوامیہ کے سردار ہونے کے علاوہ فوج کے سپہ سالار بھی تھے اس لیے اہلِ مکّہ پر ان کا بڑا رعب تھا۔ ان کے گھر میں داخل ہوتے ہی حضورؐ شرپسندوں کی ایذا سے محفوظ ہو جاتے۔ اس وقت ابوسفیان اور ان کے گھرانے کے سب افراد اسلام دشمن ہونے کے باوجود حضورؐ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کرتے تھے، شاید اسی بات کا صلہ تھا کہ چند سال بعد جب حضورؐ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ فتح کیا تو آپؐ نے اعلان فرما دیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا وہ امن میں ہوگا۔" (اَلاِصابہ)

امام جلال الدین سیوطیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

"حضورؐ کی بعثت کے ابتدائی زمانے میں ایک دن ابوجہل نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کسی بات پر تھپڑ مار دیا۔ وہ اس وقت بہت کمسن تھیں روتی روتی حضورؐ کے پاس گئیں اور ابوجہل کی شکایت کی۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: "بیٹی جاؤ اور ابوسفیان کو ابوجہل کی اس حرکت سے آگاہ کرو۔" وہ فوراً ابوسفیان کے پاس گئیں اور انہیں سارا واقعہ بتایا۔ ابوسفیان نے ننھی فاطمہؓ کی انگلی پکڑی اور سیدھے وہاں پہنچے جہاں ابوجہل بیٹھا تھا۔ انہوں نے فاطمہؓ سے کہا، بیٹی جس طرح اس نے تمہارے منہ پر تھپڑ مارا تھا، تم بھی اس کے منہ پر تھپڑ مارو (اور اگر یہ کچھ بولے گا تو میں اس سے نبٹ لوں گا) چنانچہ انہوں نے ابوجہل کو تھپڑ مارا اور پھر گھر جا کر حضورؐ کو یہ بات بتائی۔ آپؐ نے اسی وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَنْسَاهَا لِاَبِیْ سُفْیَان (الٰہی ابوسفیان کے اس نیک سلوک کو نہ بھولنا) حضورؐ کی اسی دعا کا نتیجہ تھا کہ چند سال بعد ابوسفیانؓ نعمتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ (سیرۃ نبویہ سید احمد زینی دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ۲)

بہت سی مستند روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان دل سے رسولِ اکرم ﷺ کی صداقت کے قائل تھے مگر دینِ آبائی کا تعصب اور جاہلی عصبیت ان کے قبولِ اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔

حضرت معاویہؓ بن ابوسفیانؓ سے روایت ہے کہ (حضورؐ کی بعثت کے بعد) ایک دفعہ میں اپنے والد ابوسفیان اور ماں ہند کے ساتھ اپنے صحرائی علاقے کی طرف جا رہا تھا۔ میرے والد اور والدہ ایک گدھی پر سوار تھے اور میں ایک دوسری گدھی پر سوار ان کے آگے آگے جا رہا تھا۔ اتفاق سے راستے میں ہمیں رسولِ اکرمؐ مل گئے۔ میرے والد نے مجھ سے کہا، معاویہ تم اپنی گدھی سے اتر جاؤ تا کہ محمد (ﷺ) اس پر سوار ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں۔ چنانچہ میں اتر گیا اور حضورؐ اس پر سوار ہو گئے۔ پھر آپؐ نے میرے والد اور والدہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے ابوسفیان، اے ہند بنتِ عتبہ خُدا کی قسم تم سب پر ایک دن موت وارد ہوگی، پھر دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔ اس وقت جو نیک ہیں وہ جنّت میں جائیں گے اور جو بد ہیں وہ دوزخ میں جائیں گے۔ پھر آپؐ نے سورہٗ حٰم السجدہ کی پہلی گیارہ آیات ان کو سنائیں اس کے بعد آپ گدھی سے اتر گئے اور میں سوار ہو گیا۔ راستے میں میری ماں نے میرے باپ سے کہا، ''اس ساحرِ کذّاب (نعوذ باللہ) کی خاطر تم نے میرے بچے کو سواری سے اتارا۔'' میرے باپ نے کہا، خدا کی قسم یہ شخص نہ ساحر ہے نہ کذّاب۔

اسی طرح کی بعض اور روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوسفیانؓ نے کئی موقعوں پر حضورؐ کی صداقت کا برملا اعتراف کیا تاہم اجتماعی اور سیاسی سطح پر انہوں نے ہمیشہ قوم کا ساتھ دیا اور اسلام کی بیخ کنی کے ہر منصوبے میں ان کے ساتھ شریک رہے۔ دعوتِ حق کے اوائل میں قریش کے وفود یکے بعد دیگرے ابوطالب کے پاس حضورؐ کی شکایت لے کر گئے ان میں ابوسفیان بھی شامل تھے۔ بلاشبہ اسلام کی مخالفت میں وہ اپنی قوم کے ساتھ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے حضورؐ سے میل ملاپ کا سلسلہ ہمیشہ قائم رکھا اور وقتاً فوقتاً آپؐ سے ایسا برتاؤ کیا جو شرافت اور آدمیت کا آئینہ دار تھا۔ جس زمانے میں مشرکینِ قریش نے بنو ہاشم اور بنی المُطّلب کو شِعبِ ابی طالب میں محصور کر رکھا تھا۔ (۷ نُبوّت تا ۹ نُبوّت) کبھی کبھار کوئی مسلمان یا رحم دل مشرک چوری چھپے محصورین کو کچھ غلہ پہنچا دیتا تھا ایسے ہی لوگوں میں ایک نیک دل شخص ہشام بن عمرو العامری بھی تھا۔ وہ رات کے وقت اونٹ پر غلّہ لاد کر اور شعبِ ابی طالب کے سرے پر جا کر اونٹ کو شعب کے اندر دھکیل دیتا۔ محصورین اونٹ سے غلّہ اتار کر اسے واپس چھوڑ دیتے۔ مشرکینِ قریش نے ایک دفعہ اس کو پکڑ لیا اور بڑی سختی کے ساتھ محصورین کی امداد کرنے سے روکا۔ اس موقع پر ابوسفیان اٹھ کھڑے ہوئے اور قریش کو ڈانٹا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ شخص اگر اپنے رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کر رہا ہے تو تمہارا کیا جاتا ہے۔ کرنے دو"

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب مشرکینِ قریش نے رسولِ اکرمؐ کو بہت ستایا تو ایک مرتبہ آپؐ نے دعا کی کہ:

"یا الٰہی یوسفؑ کے سات سالہ قحط کی طرح ان لوگوں پر بھی قحط نازل فرما"

چنانچہ مکہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگوں نے ہڈیاں اور مردار تک کھانے شروع کر دیے۔ آخرکار ابوسفیانؓ اور کچھ دوسرے عمائدِ قریش حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابوسفیان نے ان کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا:

"محمدؐ تم لوگوں کو صلۂ رحمی کی تعلیم دیتے ہو، تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے اپنے خدا سے قحط دور ہونے کی دعا کیوں نہیں کرتے۔"

گو قریش کی ایذا رسانی اور شر انگیزی انسانیت کی حدوں کو بھی پھاند گئی تھی لیکن ابوسفیان کی بات سن کر فوراً رحمتِ عالمؐ کے دستِ مبارک دعا کے لیے اٹھ گئے اور اس قدر مینہ برسا کہ جل تھل ایک ہو گئے یہاں تک کہ لوگ بارش کی کثرت سے تنگ آ گئے۔ اب وہ دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے کہ اس بارش کے ختم ہونے کی دعا کریں۔ آپ نے دعا فرمائی:

"الٰہی ہمارے نواح میں بارش ہو، ہم پر نہ ہو۔"

اس کے بعد آسمان صاف ہو گیا۔

بخاری کی ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قحط کا واقعہ اس طرح منقول ہے کہ "قحط کی شدت کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کو اور کچھ نہ ملا تو صُوف تک کھانے لگے۔ آخر ایک دن ابوسفیان نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھوک کی فریاد کی۔ آپؐ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے یہ قحط دور فرما دیا۔

سنہ ۱۰ نبوت میں سرورِ عالمؐ تبلیغ حق کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ اہلِ طائف نے عربوں کی روایتی مہمان نوازی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آپؐ سے جو بدسلوکی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وہ تاریخ کا ایک افسوسناک باب ہے۔ آپؐ طائف سے واپس ہوئے تو پریشان تھے کہ مشرکینِ مکہ طائف کا واقعہ سن کر پہلے سے بڑھ کر شرانگیزی کریں گے۔ علامہ ابنِ اسحاقؒ کا بیان ہے کہ حراء کے قریب پہنچ کر آپؐ نے عبداللہ بن اُرَیقِطْ کے ذریعے پہلے اخنس بن شریق ثقفی اور پھر سہیل بن عمرو کو پیغام بھیجا کہ وہ آپؐ کو اپنی حمایت میں لے لیں، ان دونوں نے معذرت کردی تو حضورؐ نے بنی نوفل بن عبدِ مناف کے رئیس مطعم بن عدی کو یہی پیغام بھیجا۔ اگرچہ اس وقت مکے کا ذرہ ذرہ حضورؐ کا دشمن ہورہا تھا لیکن اس دلیر شخص نے مشرک ہونے کے باوجود حمایت کی حامی بھرلی۔ چنانچہ حضورؐ مکہ میں اس کے گھر تشریف لے گئے اور اس کے چھ سات لڑکے مسلح ہوکر آپؐ کی حفاظت کرتے رہے۔ دوسرے رؤسائے قریش نے مطعم کی اس کارروائی پر سخت پیچ وتاب کھایا لیکن ابوسفیانؓ نے یہ کہہ کر ان کے سارے جوش وخروش کو فرو کردیا کہ جس کو مطعم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی، مطعم کی پناہ کو نہیں توڑا جاسکتا۔

حضرت ابوسفیانؓ اگرچہ فتح مکہ تک شرفِ اسلام سے محروم رہے لیکن ان کا اپنا گھر اور قبیلہ اسلام سے لاتعلق نہیں رہا۔ ان کی صاحبزادی رملہؓ (جن کو بعد میں اُمّ المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا اور جو اپنی کنیت اُمِّ حبیبہ سے مشہور ہوئیں) اوائلِ بعثت ہی میں مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ اور حضورؐ کے ایما پر اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ حبش کو ہجرت کرگئیں۔ ابوسفیانؓ کی ایک دوسری بیٹی فارعہؓ بھی آغازِ اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ ان کا نکاح حضرت ابواحمدؓ بن جحش سے ہوا۔ عبیداللہؓ اور ابواحمدؓ آپس میں سگے بھائی تھے اور رسولِ اکرمؐ ان کے ماموں زاد بھائی تھے۔ اسی طرح بنوامیہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان، عمروؓ بن سعید بن عاص اور خالدؓ بن سعید بن عاص بھی آغازِ دعوت میں سعادت اندوزِ اسلام ہوکر سابقون اوّلوں میں شمار ہوئے۔

(۴)

ہجرتِ نبوی سے قبل اسلام کے تیرہ سالہ مکی دور میں ابوسفیانؓ معاندینِ اسلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے شریکِ کار تو ضرور تھے لیکن حق اور داعیِ حقؐ کے خلاف سرگرمیوں کی قیادت ہمیشہ ابوجہل، ابولہب، عاص بن وائل، امیہ وابی پسران خلف اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ دوسرے رؤسائے قریش کے ہاتھ میں رہی۔ ہجرت کے انیس ماہ بعد قریشِ مکّہ اور اہلِ حق کے درمیان فوجی سطح پر پہلا ٹکراؤ بدر کے مقام پر ہوا۔ اس لڑائی میں قریش کی قیادت ابوجہل کر رہا تھا ابوسفیان اس میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ وہ اس تجارتی قافلے کی قیادت کر رہے تھے جس کی حفاظت کی آڑ لے کر قریش نے علمبردارانِ حق پر یلغار کی تھی۔ یہ عظیم الشان قافلہ باختلافِ روایت ڈیڑھ یا اڑھائی ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا جن پر پانچ لاکھ درہم کا سامان لدا ہوا تھا، اس میں قریش کا قریب قریب ہر خاندان حصہ دار تھا۔ رمضان ۲ ہجری میں شام سے واپسی کے سفر کے دوران میں ابوسفیان کو خبر ملی کہ مسلمان اس قافلہ پر چھاپا مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں، انہوں نے ایک تیز رفتار قاصد اہلِ مکّہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ قافلہ کی سلامتی خطرہ میں ہے اس کو مسلمانوں کی تاخت وتاراج سے بچانے کے لیے فوراً پہنچو۔ یہ پیغام ملتے ہی قریش کے ایک ہزار جنگجو بڑے ساز وسامان کے ساتھ عازم مدینہ ہو گئے۔ اس اثناء میں ابوسفیان نے اپنا راستہ تبدیل کر کے قافلے کو صحیح وسلامت مکّہ پہنچا دیا، قریش کے لشکر کو بھی اس کا علم ہو گیا لیکن وہ واپس جانے کے بجائے جارحانہ انداز میں آگے بڑھتا رہا اور بدر کے میدان میں جا کر پڑاؤ ڈالا۔ یہیں حق وباطل کا معرکۂ اوّل پیش آیا، جس میں مشرکینِ مکّہ کو عبرت ناک شکست ہوئی اور ابوجہل سمیت ان کے بڑے بڑے سردار لڑائی میں کام آئے۔ مقتولین میں ابوسفیان کا بیٹا حنظلہ، ان کا خسر عتبہ، برادر نسبتی ولید بن عتبہ، چچا خسر شیبہ اور کئی دوسرے رشتہ دار بھی شامل تھے۔ ہزیمتِ بدر کی خبر مکّہ پہنچی تو وہاں ماتم برپا ہو گیا اور اہلِ مکّہ نے بدر کا انتقام لینے کے لیے زور شور سے تیاریاں شروع کر دیں۔ اب ان کی عنانِ قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لیں گے دنیا کا لطف نہیں اٹھائیں گے۔ تین ماہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد انہوں نے دوسو مسلح شتر سواروں کے ساتھ مدینہ منورہ پر چھاپا مارا، شہر کے نواح میں کھجور کے باغوں کی ٹٹیاں کچھ مکانات اور گھاس کے گٹھے جلا ڈالے اور دو مسلمانوں کو شہید کر کے تیزی سے مکہ واپس آ گئے۔ یہ واقعہ غزوۂ سویق کے نام سے مشہور ہے کیونکہ قریش کا توشہ اس سفر میں سویق یعنی ستو تھے جس کو وہ گھبراہٹ میں پیچھے پھینک گئے تھے۔ سرورِ عالمؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے حملہ آوروں کا قرقرۃ الکدر تک تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

اگلے سال شوال ۳ ہجری میں ابوسفیان نے غزوۂ اُحد میں مشرکینِ قریش کی قیادت کی۔ اس لڑائی میں اہلِ حق کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ (ستر مسلمانوں نے جامِ شہادت پیا) تاہم عسکری نقطۂ نگاہ سے ابوسفیان مسلمانوں کو مکمل شکست دینے میں کامیاب نہ ہوئے۔ لڑائی کے آخری مرحلے میں حضورِ اکرم ﷺ زخمی حالت میں اپنے چند جاں نثاروں کے ہمراہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان فوج کا ایک دستہ لے کر مسلمانوں کی طرف بڑھے لیکن اوپر سے پتھروں کی شدید بوچھاڑ نے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ ناچار سامنے کی ایک قریبی چٹان پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو آواز دی، ''کیا تم میں محمدؐ ہیں؟'' حضورؐ نے اپنے ساتھیوں کو جواب دینے سے منع فرما دیا۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان سمجھے کہ سرورِ عالمؐ کی شہادت کی خبر صحیح تھی، پھر آواز دی۔ ''کیا تم میں ابنِ ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) ہیں؟'' اس کا بھی جواب نہ ملا تو پوچھا، ''کیا عمرؓ ہیں؟'' اس سوال کے جواب میں بھی خاموشی رہی تو بولے، ضرور یہ سب لوگ مارے گئے۔ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا، انہوں نے کڑک کر کہا۔

''او دشمنِ خدا ہم سب زندہ ہیں۔''

ابوسفیان نے باآوازِ بلند کہا، ''اُعلُ ہُبل'' (اے ہبل بلند رہ۔ یعنی ہبل کی جے یا ہبل زندہ باد)

حضورؐ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں کہا، ''اللہ اعلیٰ و اجل''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یعنی اللہ بلند و برتر ہے)

ابوسفیان بولے، "ہمارے پاس ہمارا معبود عزّیٰ ہے اور تمہارے پاس نہیں ہے۔"

صحابہؓ نے جواب دیا، "اللہ ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔"

ابوسفیان نے اب بڑے فخر کے ساتھ کہا، آج کا دن بدر کا جواب ہے، میرے لوگوں نے مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کر ڈالا ہے لیکن میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ اب جو ہوگیا سو ہوگیا، اس پر کیا افسوس۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، "مسلمان شہید ہو کر جنّت میں گئے ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں۔"

ابوسفیان نے اب قسم دے کر حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ محمدؐ واقعی زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا۔ "خدا کی قسم وہ زندہ ہیں اور تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔" یہ سن کر ابوسفیان نے کہا۔ "مجھے ابنِ قمیہ نے بتایا تھا کہ میں نے محمدؐ کو قتل کر ڈالا لیکن تم کہتے ہو کہ وہ زندہ ہیں تو یہی صحیح ہوگا کیونکہ تم ابنِ قمیہ سے بڑھ کر راست باز ہو۔"

اس گفتگو کے بعد ابوسفیان اپنے لشکر کو سمیٹ کر تیزی سے مکّہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کے تعاقب میں ستّر آدمی بھیجے اور دوسرے دن خود بھی مقام حمراء الاسد تک تعاقب میں تشریف لے گئے لیکن ابوسفیان کو پلٹ کر آنے کی ہمت نہ پڑی۔

غزوۂ اُحد میں ابوسفیان کی اہلیہ ہند بنتِ عتبہ نے بھی بڑی سرگرمی دکھائی۔ وہ دوسری عورتوں کے ہمراہ اپنے مَردوں کو لڑائی پر ابھارتی تھیں۔ عمِ رسولؐ حضرت حمزہؓ نے شہادت پائی تو ہند نے جوشِ غضب میں انکی لاش کا مُثلہ کیا یہاں تک کہ ان کا جگر منہ میں ڈال کر چباتی رہیں۔ یہ غیظ و غضب اس لیے تھا کہ غزوۂ بدر میں ان کا باپ، چچا، بھائی اور بیٹا مارے گئے تھے۔

دو سال بعد غزوۂ خندق پیش آیا تو اس میں بھی قریش اور ان کے حلیفوں کی عِنانِ قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ اس لڑائی میں عرب کے تمام دشمنانِ اسلام نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متحد ہو کر مدینۂ مُنوّرہ پر چڑھائی کی تھی۔ سرورِ عالمؐ نے مدینہ کے گرد حفاظتی خندق کھود کر اس طوفان بلاخیز کا مقابلہ کیا اور دشمنوں کو شہر کے اندر نہ گھسنے دیا۔ حملہ آوروں نے تقریباً تین ہفتے تک محاصرہ جاری رکھا۔ اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان پھوٹ ڈال دی اور پھر ایک رات ان پر ایسی خوفناک آندھی نازل کی کہ ان کے خیمے اکھڑ گئے، کھانے کی ہنڈیاں چولہوں پر الٹ گئیں اور گھوڑے بھاگ اٹھے۔ اس ناگہانی آفت نے کفّار کے حوصلے پست کر دیے اور وہ سب اسی رات محاصرہ اٹھا کر چلتے بنے۔

(۵) www.KitaboSunnat.com

۶ ہجری میں معاہدۂ حدیبیہ سے فارغ ہو کر سرورِ عالمؐ نے پڑوسی ممالک کے فرمانرواؤں کو خطوط بھیج کر اسلام کی دعوت دی تو ایک خط حضرت دِحیہ کلبیؓ کے ہاتھ قیصرِ روم ہرقل کے نام بھی بھیجا جو اس وقت بیت المقدس یا ایلیا میں مقیم تھا۔ ہرقل کو حضورؐ کا مکتوب گرامی ملا تو اس نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ حجاز کے تاجر اگر کہیں ملیں تو انہیں حاضر کیا جائے۔ اتفاق سے اسی زمانے میں ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ لے کر شام گئے ہوئے تھے اور غزہ میں مقیم تھے۔ رومی افسر اس قافلے کو ساتھ لے کر ہرقل کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس نے بھرے دربار میں ان لوگوں سے ترجمان کے واسطہ سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے اس نے اہلِ قافلہ سے مخاطب ہو کر پوچھا،

”برادرانِ عرب تم میں سے کون اس مُدّعیِ نُبُوّت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے؟

ابوسفیان نے آگے بڑھ کر کہا۔ ان سب سے زیادہ میں اس کا قریبی رشتہ دار ہوں۔ ہرقل نے اپنے درباریوں سے کہا: اس شخص کو میرے قریب بٹھاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے بٹھا دو۔ پھر اس نے ابوسفیان کے ساتھیوں سے کہا: ”میں اس شخص سے مُدّعیِ نُبُوّت کے بارے میں کچھ سوالات کروں گا اگر یہ صحیح جواب نہ دے تو تم اس کے جھوٹ کو ظاہر کر دینا۔“

ابوسفیان کا بیان ہے کہ واللہ اگر اس وقت مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوسفیان کا بیان ہے کہ واللہ اگر اس وقت مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی واپس مکّے جا کر لوگوں سے میری دروغ گوئی کا تذکرہ کریں گے تو میں غلط بیانی سے بھی دریغ نہ کرتا۔

(یہ بیان حضرت ابوسفیان کی راست گوئی کی دلیل ہے قبولِ اسلام کے بعد یہ واقعہ بیان کر کے وہ لوگوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ ان کے دل میں اسلام کے خلاف اس قدر کد تھی کہ غلط بیانی بھی ان کے بس میں ہوتی تو کر گزرتے لومۃ لائم کے خوف سے وہ سچ بولنے پر مجبور تھے کیونکہ اس وقت عرب میں جھوٹ کو سب سے بڑا جرم اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ زانی اور قاتل کہلوانا تو گوارا کر لیتے تھے لیکن کاذب کہلانا انہیں گوارا نہ تھا) اب ہرقل اور ابوسفیان میں حسبِ ذیل گفتگو ہوئی:

ہرقل: "یہ شخص جو تم میں پیغمبری کا دعوٰی کرتا ہے، نسب میں کیسا ہے؟"

ابوسفیان: "وہ اعلیٰ نسب کا آدمی ہے۔ (نہایت شریف النسب ہے)"

ہرقل: "اس سے پہلے بھی اس کے خاندان میں کسی نے ایسا دعوٰی کیا تھا؟"

ابوسفیان: "نہیں"

ہرقل: "اس کے دین کو جن لوگوں نے قبول کیا ہے، شرفاء اور معزز لوگ ہیں یا کمزور اور بے حیثیت؟"

ابوسفیان: "زیادہ تر گرے پڑے لوگ اس کے پیچھے جا رہے ہیں۔"

ہرقل: "اس کے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی؟"

ابوسفیان: "ماننے والے تو روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔"

ہرقل: "کیا کوئی شخص اس کے دین کو قبول کرنے کے بعد اس سے پھر بھی گیا ہے؟"

ابوسفیان: "نہیں۔"

ہرقل: "کیا نبوّت کے دعوٰی سے قبل تم میں سے کسی نے اس کو جھوٹ بولتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا ہے ؟"

ابوسفیان: "نہیں۔"

ہرقل: "اس نے کبھی اپنے عہد اور اقرار کی خلاف ورزی بھی کی ہے؟"

ابوسفیان: "اب تک تو نہیں کی مگر ابھی ہمارا اور اس کا ایک معاہدہ چل رہا ہے۔ معلوم نہیں وہ اسے نبھاتا ہے یا توڑتا ہے۔"

ہرقل: "کبھی اس سے تمہاری جنگ بھی ہوئی ہے؟"

ابوسفیان: "ہاں ہوئی ہے"

ہرقل: "اس کا انجام کیا رہا؟"

ابوسفیان: "کبھی ہم غالب آئے کبھی وہ۔"

ہرقل: "اچھا، وہ شخص کیا تعلیم دیتا ہے۔ اس کا پیغام کیا ہے؟"

ابوسفیان: "وہ کہتا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک مت ٹھہراؤ۔ اپنے آباؤ اجداد کا مذہب چھوڑ دو، نماز پڑھو، سچ بولو، جنسی بے راہروی سے بچو (پرہیزگاری اختیار کرو) خیرات کرو، عزیز واقربا اور اہلِ تعلّق کے ساتھ نیکی، رحم اور فیّاضی کا برتاؤ کرو۔"

ہرقل بڑا زیرک اور فہیم بادشاہ تھا وہ اس گفتگو سے بڑا متاثّر ہوا اور کہنے لگا، اے سردار قریش جو کچھ تم نے کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو یہ مدّعیِ نبوّت بلاشبہ سچا پیغمبر ہے' مجھ کو یہ خیال ضرور تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ میرے پاؤں کے نیچے کی اس مٹی پر قبضہ کرلے گا۔ میں اس کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں' ہوسکتا تو میں جاتا اور اس کے پاؤں دھوتا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہرقل نے تخلیہ میں حضرت دِحیہ کلبیؓ سے کہا، "مَیں جانتا ہوں کہ رسولِ عربیؐ اپنے دعوے میں سچے ہیں لیکن میں اپنی جان اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت کے خوف سے علی الاعلان ان کا دین نہیں اختیار کر سکتا۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ ہرقل کا ردِّ عمل دیکھ کر ابوسفیان دربار سے باہر آئے تو اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "ارے ابنِ ابی کبشہ (حضورؐ) کا معاملہ اب اس حد تک پہنچ گیا کہ رومی گوروں کا بادشاہ بھی ان سے ڈرنے لگا۔"

اسی روایت میں خود ابوسفیان کے یہ الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں کہ "بس اسی دن سے مجھے یقین ہو گیا کہ غلبہ ان کا (حضورؐ) کا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام میں داخل فرما دیا۔"

اسی سال (۶ ہجری میں) حضرت اُمِّ حبیبہ رملہؓ بنتِ ابوسفیان کا نکاح رسولِ اکرم ﷺ سے ہوا۔ یوں ابوسفیانؓ کا رحمتِ عالمؐ سے رشتۂ مصاہرت قائم ہو گیا۔ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے اوائل بعثت ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور دوسری ہجرتِ حبشہ میں اپنے شوہر عبیدَاللہ بن جحش کے ہمراہ حبش کی غریب الوطنی اختیار کر لی تھی۔ وہاں بدقسمتی سے عبیداللہ بری صحبت میں پڑ کر مرتد ہو گیا اور عیسائی مذہب اختیار کر کے شراب نوشی شروع کر دی۔ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے اسی وقت اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ عبیداللہ کچھ عرصہ بعد کثرتِ بادہ خواری سے ہلاک ہو گیا۔ اب حضرت اُمِّ حبیبہؓ تنہا تھیں۔ تاہم وہ بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ بیوگی کے دن کاٹنے لگیں۔ سرورِ عالمؐ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپؐ نے انہیں نکاح کا پیغام دینے کے لیے حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کو نجاشی شاہ حبشہ کے پاس بھیجا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عمروؓ بن امیہ کو حبش بھیجنے سے پہلے ابوسفیان کو کہلا بھیجا کہ تمہاری لڑکی اُمِّ حبیبہ رملہ بیوہ ہو گئی ہیں، میں ان سے نکاح کرنا چاہتا ہوں تم بھی اجازت دے دو تو بہتر ہے۔ ابوسفیان نے اسلام دشمنی کے باوجود بلا تامل اجازت دے دی۔ نجاشیؓ کو حضورؐ کا پیغام ملا تو انہوں نے اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعے حضرت اُمِّ حبیبہؓ کے پاس آپؐ کا پیام پہنچایا۔ وہ بڑی خوشی کے ساتھ حضورؐ سے نکاح پر رضامند ہو گئیں اور حضرت خالدؓ بن سعید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہاجرِ حبشہ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے محفلِ نکاح ترتیب دی اور باختلافِ روایت انہوں نے خود یا حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ بادشاہ نے چار سو دینار بطور مہر حضورؐ کی طرف سے خالدؓ بن سعید کو ادا کیے اور پھر سب حاضرین مجلس کو کھانا کھلا کر رخصت کیا۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد حضرت اُمِ حبیبہؓ نے بحری جہاز کے ذریعہ حجاز کو مراجعت کی۔ اس وقت رحمتِ عالمؐ خیبر میں تشریف فرما تھے۔

حافظ ذہبیؒ نے ''منتقٰی'' میں لکھا ہے کہ جب ابوسفیانؓ کو اس نکاح کی اطلاع ملی تو ان کی زبان پر حضورؐ کے لیے تعریف و تحسین کے کلمات جاری ہو گئے۔ علّامہ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ اس موقع پر ابوسفیانؓ کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے: ''محمدؐ میری بیٹی کے لیے بہتر ہیں۔''

بعض روایتوں میں حضرت اُمِ حبیبہؓ سے حضورؐ کا سالِ نکاح ۷ ہجری بھی درج ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حضور نے ۶ ہجری کے اواخر میں پیغام بھیجا ہو اور ۷ ہجری کے اوائل میں نکاح ہوا ہو۔ حافظ ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اُمِ حبیبہؓ سے نکاح کے بعد ابوسفیانؓ کے دل میں نرمی پیدا ہوئی جو محبت کا سبب بنی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اسی زمانے میں سرورِ عالمؐ اور ابوسفیانؓ کے درمیان کچھ تحائف کا تبادلہ بھی ہوا۔ حافظ ذہبیؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری کے ہاتھ کچھ عجوہ کھجور حضرت ابوسفیان کو ہدیۃً بھیجی۔ انہوں نے اس کے جواب میں کوئی چیز (جس کو حدیث میں اُدم کہا گیا ہے) حضورؐ کے پاس ہدیۃً بھیجی۔ ایک اور روایت کے مطابق حضورؐ نے اوم کے لیے خود فرمائش کی تھی۔

فتحِ مکّہ سے کچھ مدت پہلے مکّہ میں شدید قحط پڑ گیا، حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب'' میں بیان کیا ہے کہ حضورؐ کو اس قحط کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت عمروؓ بن امیہ کے ذریعے حضرت ابوسفیان کو کئی اشیاء ہدیۃً بھیجیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے مکّہ میں قحط اور تنگی کا حال سنا تو کئی سو دینار حضرت ابوسفیان کو بھجوائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ انہیں مکّہ کے اہلِ حاجت میں تقسیم کر دیا جائے۔ ابوسفیان نے یہ رقم لے تو لی لیکن ہنس کر کہا:

''اچھا اب محمدؐ کیا ہمارے جوانوں کو خریدنا چاہتے ہیں۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفاء'' میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت اُمِ حبیبہؓ کے نکاح سے کچھ پہلے جو آیت نازل ہوئی اس کا ترجمہ یہ ہے: ''شاید اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ سے دشمنی رکھنے والوں کے درمیان دوستی کرا دے۔''

یہ آیت حضرت اُمِ حبیبہؓ کی شان میں تھی اور اس میں ان کے والد کے دل میں اسلام اور حضورؐ کے بارے میں نرم گوشہ پیدا ہونے کی طرف اشارہ تھا۔

(۶)

معاہدۂ حدیبیہ میں یہ طے پایا تھا کہ جو قبیلہ مسلمانوں کا حلیف بننا چاہے اسے آزادی ہے اور جو قریش سے عہد و پیمان کرنا چاہے اسے بھی اختیار ہوگا۔ چنانچہ اس معاہدے کے مطابق بنوخزاعہ نے رسولِ اکرمؐ سے اور بنوبکر نے قریش سے دوستی کا معاہدہ کر لیا تھا۔ اب طرفین اس بات کے پابند تھے کہ دوسرے فریق کے حلیفوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور نہ ان کے مقابلے میں ان کے دشمنوں کی مدد کریں گے۔ بنوخزاعہ اور بنوبکر میں عرصہ دراز سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ معاہدہ کے اٹھارہ مہینے تک تو یہ قبیلے امن سے رہے لیکن پھر یکایک بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا اور بڑی بے رحمی سے ان کے بچوں اور عورتوں تک کو قتل کیا۔ انہوں نے حرم میں پناہ لی لیکن بنوبکر نے انہیں وہاں بھی نہ چھوڑا۔ عکرمہ بن ابوجہل اور متعدد دوسرے رؤسائے قریش نے اس موقع پر علی الاعلان بنی بکر کی امداد کی اور اس طرح صلح نامۂ حدیبیہ کو عملاً پارہ پارہ کر دیا۔

بنوخزاعہ نے چالیس آدمیوں کا ایک وفد عمرو بن سالم خزاعی کی سرکردگی میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارگاہِ رسالتؐ میں بھیجا۔ اس وفد نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑے درد انگیز الفاظ میں اپنی مظلومی کی فریاد پیش کی۔ سرورِ عالمؐ نے بنی بکر اور قریش کی شقاوت اور بدعہدی کے واقعات سنے تو آپؐ کو سخت دکھ ہوا تاہم آپؐ نے اتمامِ حجت کے لیے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں کہ وہ ان میں سے کوئی ایک منظور کر لیں۔

۱۔ مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش بنو بکر کی حمایت سے دست کش ہو جائیں۔

۳۔ کھلم کھلا اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا۔

جب قاصد قریش کے پاس پہنچا تو انہوں نے نہایت متکبرانہ انداز میں جواب دیا۔ ''جاؤ ہم محمدؐ کی رعیت نہیں ہیں، جو ہم نے چاہا کیا، ہمیں معاہدے کی پروا نہیں ہے۔'' اس وقت تو انہوں نے جاہلیت کے جوش میں یہ باتیں کہہ دیں لیکن قاصد کے جانے کے بعد انہوں نے اپنے جواب کی نامعقولیت اور اس کے نتائج پر غور کیا تو سخت پچھتائے اور اسی وقت ابوسفیانؓ کو اپنا سفیر بنا کر مدینہ بھیجا کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کرا لائیں۔

ابوسفیانؓ مدینہ پہنچے تو پہلے اپنی بیٹی اُمِ حبیبہؓ کے گھر گئے جو اب اُمُّ المؤمنین تھیں۔ انہوں نے چاہا کہ رسولِ اکرم ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھیں لیکن حضرت اُمِ حبیبہؓ نے فوراً بستر لپیٹ دیا۔ بولے، یہ کیا؟ بیٹی نے جواب دیا:

''یہ رسولؐ اللہ کا بستر ہے۔ آپ چونکہ مشرک ہونے کی وجہ ناپاک ہیں اس لیے اس پاک بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔''

ابوسفیانؓ بیٹی کی بات سن کر سکتے میں آ گئے۔ یہ ان کی سب سے پیاری بیٹی تھیں جن پر وہ یہ کہہ کر ناز کیا کرتے تھے:

عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابنِ حجرؒ نے ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ اس موقع پر ابوسفیان اس کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکے کہ بیٹی مجھ سے جدا ہو کر تو خرابیوں میں مبتلا ہو گئی ہے (یعنی اپنے دین کی خاطر باپ کو شوہر کے بچھونے پر نہیں بیٹھنے دیا) اس کے بعد ابوسفیانؓ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور تجدیدِ معاہدہ کی خواہش ظاہر کی، حضورؐ کو قاصد کے ذریعے مکہ کے تمام واقعات کی اطلاع مل چکی تھی، اس لیے آپؐ نے تجدیدِ معاہدہ کی ہامی نہ بھری۔ اب انہوں نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو درمیان میں ڈالنا چاہا لیکن وہ سفارش پر آمادہ نہ ہوئے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے بھی اس معاملہ میں پڑنے سے انکار کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر وہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں قرابت کا واسطہ دے کر کہا کہ بیٹی حسنؓ تمہارے ابا کو بہت محبوب ہیں ان سے اپنے ابا کو کہلواؤ تو وہ معاہدہ کی تجدید پر راضی ہو جائیں گے۔ لیکن حضرت فاطمہؓ نے بھی معذرت کر دی۔ بالآخر انہوں نے خود ہی (یا ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ کے مشورہ سے) مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر معاہدے کی تجدید کا یک طرفہ اعلان کر دیا اور واپس مکے چلے گئے۔ ادھر سرورِ عالمؐ نہایت خاموشی کے ساتھ مکّہ پر چڑھائی کی تیاری فرما رہے تھے۔ جب سب انتظامات مکمل ہو گئے تو آپؐ نے ۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو دس ہزار جاں نثاروں کے ہمراہ مدینہ سے مکّہ کا عزم فرمایا۔

(۷)

لشکرِ اسلام نے مکّہ سے ایک منزل ادھر مَرُّ الظّہران کے مقام پر رات کو پڑاؤ ڈالا۔ قریش کو بھی مسلمانوں کی نقل و حرکت کی سُن گُن مل گئی لیکن یہ بات ان کے سان گمان میں بھی نہیں تھی کہ حضورؐ کے ساتھ اتنا لشکرِ جرار آیا ہے۔ ابوسفیانؓ، بدیلؓ بن ورقا اور حکیمؓ بن حزام کے ساتھ تجسّس کے لیے نکلے۔ ''مَرُّالظّہران'' کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ جگہ جگہ آگ روشن ہے اور دور دور تک لوگ پھیلے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ شان دیکھ کر سناّٹے میں آ گئے۔ ادھر عمِ رسولؐ حضرت عباسؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اگر فوج کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے اہلِ مکہ نے امان طلب نہ کی تو ان کو سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہ سوچ کر اپنے لشکر سے باہر نکلے کہ مکہ جانے والا کوئی آدمی مل جائے تو اس کے ہاتھ قریش کو پیغام بھیج دیں کہ مسلمان مکہ پر حملہ آور ہوا چاہتے ہیں۔ اگر سلامتی منظور ہے تو آ کر امان طلب کر لو۔ اتفاق سے وہ اسی طرف گئے جہاں ابوسفیان اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عباسؓ آواز پہچان کر پکارے ''ابوسفیان۔'' انہوں نے کہا، ابوالفضل ہیں؟ فرمایا ''ہاں'' ابوسفیان بولے، ''میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ یہاں کہاں؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ ''یہ مسلمانوں کی فوج ہے اور مکہ پر قبضہ کرنے کا عزم رکھتی ہے۔'' ابوسفیان پریشان ہو گئے اور کہا۔ ''پھر آپ ہی کوئی تدبیر بتائیں۔''

حضرت ابوالفضل عباسؓ اور ابوسفیان میں بہت دوستی تھی انہیں ابوسفیانؓ پر رحم آ گیا، ان کے ساتھیوں کو واپس بھیج دیا اور خود ابوسفیانؓ کو اپنے خچر پر بٹھا کر حضورؐ کی خدمت میں لے چلے، راستے میں حضرت عمرؓ مل گئے۔ انہوں نے ابوسفیانؓ کو پہچان لیا اور یہ کہہ کر ان پر جھپٹے کہ او دشمنِ خدا، شکر ہے کہ اللہ نے کسی ذِمّہ داری کے بغیر ہمیں تجھ پر قابو دے دیا۔ مگر حضرت عباسؓ ان کو لے کر تیزی سے حضورؐ کے خیمۂ مبارک میں داخل ہو گئے اور عرض کیا، ''یارسول اللہ میں نے ابوسفیانؓ کو پناہ دی ہے۔'' اتنے میں حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے اور حضورؐ سے ابوسفیانؓ کا سر قلم کرنے کی اجازت طلب کی۔ لیکن حضرت عباسؓ ان کی ڈھال بن گئے۔ حضرت عمرؓ نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت عباسؓ کو غصہ آ گیا اور بولے:

''عمر اگر بنو عدی (حضرت عمرؓ کا خاندان) کا کوئی آدمی ہوتا تو تم اس کے قتل پر اتنا اصرار نہ کرتے لیکن تم کو بنو عبدِ مناف کی کیا پروا۔''

حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ ''عباسؓ واللہ جب آپ اسلام لائے تو مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اپنے باپ خطّاب کے قبولِ اسلام پر بھی نہ ہوتی۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب حضورؐ نے دونوں کو خاموش کرا دیا اور حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو اس وقت اپنے خیمے میں لے جا کر سلاؤ۔ صبح ہونے پر ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

صبح ہوئی تو حضرت عباسؓ، ابوسفیانؓ کو ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ۔''

انہوں نے جواب میں عرض کیا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کتنے حلیم اور نیک ہیں۔ خدا کی قسم اگر خدا کے سوا کوئی اور ذات پرستش کے لائق ہوتی تو آج میری مدد کرتی۔'' پھر ارشاد ہوا:

''ابوسفیان! کتنے افسوس کا مقام ہے، کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول مانو۔''

عرض کیا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کس قدر شریف، حلیم الطبع اور صلۂ رحمی کرنے والے ہیں۔ سچ پوچھیں تو ابھی اس معاملہ (رسالت) کے بارے میں میرا دل مطمئن نہیں۔''

علامہ ابنِ ہشامؒ کہتے ہیں کہ اس جواب پر حضرت عباسؓ نے ابوسفیانؓ کو ڈانٹ پلائی کہ جاہلی عصبیت کو چھوڑو اور خدا اور خدا کے رسول پر ایمان لاؤ، اس پر انہوں نے فوراً کلمۂ توحید پڑھ کر اپنے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا اقرار کر لیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابوسفیانؓ فتح مکہ سے دو دن پہلے اسلام لائے۔

حافظ ابنِ حجرؒ کا بیان ہے کہ وہ فتح مکہ سے قبل کی رات کو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک دلچسپ روایت بیان کی ہے لکھتے ہیں کہ:

''ابوسفیان حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ مسلمان آپ کے قریب پہنچنے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اس وقت ان کے دل میں خیال پیدا ہوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ میں بھی ان کے مقابلے کے ایک زبردست فوج جمع کروں گا، عین اسی وقت حضورؐ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ ''اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہیں ذلیل کرے گا۔'' ابوسفیان حیران رہ گئے اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا استغفر اللّٰہ واتوب الیـــہ پھر عرض کیا۔ ''خدا کی قسم میرے دل کا حال اللہ نے آپ پر روشن کر دیا، بلاشبہ آپؐ رسولِ برحق ہیں۔'' لیکن ابھی دل وسوسوں سے پاک نہیں تھا۔ چند لمحے بعد خیال آیا۔ ''نہ جانے محمد کس سبب سے ہم پر غالب آرہے ہیں۔'' اسی وقت حضورؐ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ کی مدد سے غالب ہوں۔'' اب حضرت ابوسفیان کا دل ہر قسم کے شکوک وشبہات سے پاک ہوگیا اور وہ سچے دل سے کلمۂ شہادت پڑھ کر سعادت اندوزِ اسلام ہو گئے۔''

حضور ﷺ کو ان کے اسلام قبول کرنے سے بڑی مسرّت ہوئی اور آپؐ نے نہ صرف ان کی جان بخشی فرمائی بلکہ یہ اعلانِ عام بھی فرمایا کہ (منجملہ چند دوسرے مقامات کے) جو شخص ابوسفیانؓ کے گھر میں پناہ لے گا اس سے کوئی باز پُرس نہیں۔

اس کے بعد حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ابوسفیانؓ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر ذرا افواجِ الٰہی کی شان اور جلال کا منظر دکھاؤ۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے انہیں لے جا کر ایک مناسب جگہ پر کھڑا کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد لشکرِ اسلام کے دستے بڑی سج دھج کے ساتھ گزرنے شروع ہوئے۔ سب سے پہلے بنو غفار پرچم اڑاتے گزرے، پھر جہینہ، ہذیم اور سُلیم سرتاپا مسلح نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے گزرے۔ سب سے آخر میں انصارِ مدینہ اس شان سے نمودار ہوئے کہ حضرت ابوسفیان مبہوت ہو گئے اور حضرت عباسؓ سے پوچھا، ''یہ کون لوگ ہیں۔'' انہوں نے بتایا کہ یہ اہلِ مدینہ ہیں۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سید الانصار حضرت سعدؓ بن عبادہ عَلَم بدست برابر سے گزرے۔ حضرت ابوسفیان پر نظر پڑی تو بے اختیار پکار اٹھے:

الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آج گھمسان کی لڑائی کا دن ہے آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا)

حضرت ابوسفیانؓ یہ سن کر گھبرا گئے اور انصار کے بعد جب خود آفتابِ رسالت کا دستہ نمودار ہوا تو حضورؐ سے مخاطب ہو کر عرض پیرا ہوئے:

''یارسول اللہ اپنی قوم پر رحم فرمائیے۔ آپ نیکوکار اور رحیم ہیں، سعدؓ بن عبادہ ابھی کہہ گئے ہیں کہ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔''

رحمتِ عالمؐ نے فرمایا۔ ''سعدؓ نے غلط کہا آج کعبہ کی عظمت دوبالا ہونے کا دن ہے۔ آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔''

حضورؐ کا ارشاد سن کر حضرت ابوسفیانؓ مطمئن ہو گئے اور مکہ جا کر لوگوں کو تلقین کی کہ وہ اسلام قبول کر لیں تو محفوظ رہیں گے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس موقع پر ان کی اہلیہ ہند بنتِ عتبہ جوشِ غضب سے بیقرار ہو گئیں اور شوہر کی ڈاڑھی پکڑ کر باآوازِ بلند پکاریں۔ ''اے آلِ غالب یہ بڈھا سٹھیا گیا ہے۔ تمہیں اپنے باپ دادا کے دین سے پھر جانے کی تلقین کرتا ہے کیوں نہیں اس کو ختم کر دیتے۔'' حضرت ابوسفیانؓ نے ڈانٹ کر کہا۔ ''میری ڈاڑھی چھوڑ خدا کی قسم اگر تو نے اسلام قبول نہ کیا تو میں تیری گردن مار دوں گا۔ تیرا ناس جائے محمدؐ رسولِ برحق ہیں تو اپنے گھر میں بیٹھ اور خاموش رہ۔''

بیان کیا جاتا ہے کہ قبولِ اسلام کے وقت حضرت ابوسفیانؓ کی عمر ۷۱ سال کی تھی تاہم وہ نہایت تروتازہ اور توانا تھے۔ فتحِ مکّہ کے موقع پر ان کی اہلیہ اور دوسرے اہلِ خاندان بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(۸)

شرفِ اسلام سے بہرہ یاب ہونے کے بعد حضرت ابوسفیانؓ سب سے پہلے غزوۂ حنین میں شریک ہوئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت سے انہیں چالیس اوقیہ سونا اور سو اونٹ مرحمت فرمائے۔ حنین کے بعد انہوں نے غزوۂ طائف میں حضورؐ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ اہلِ طائف نے حنین کے مفروروں کو اپنے ہاں پناہ دی تھی اور قلعہ بند

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ حضورؐ نے طائف کا محاصرہ کر لیا جو اٹھارہ یا بیس دن تک جاری رہا۔ اس دوران میں مسلمان جب بھی قلعہ پر حملہ کرتے تھے مشرکین ان پر قلعے کی برجیوں سے لوہے کی گرم سلاخوں، پتھروں اور تیروں کی بارش کر دیتے تھے۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے حکم دیا کہ شہر کے باہر مشرکین کی انگوری ٹٹیاں برباد کر دی جائیں۔ یہ اہلِ طائف کی دکھتی رگ تھی۔ انہوں نے ابنِ الاسود ثقفی کو حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ محمدؐ نے اگر ہمارے سرسبز باغوں کو برباد کر دیا تو ہم اپنی روزی سے محروم ہو جائیں گے۔ ان سے خدا اور صلہٴ رحمی کا واسطہ دے کر درخواست کریں کہ فی الحال ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ حضورؐ کے سامنے یہ درخواست پیش ہوئی تو آپ نے محاصرہ کو مزید طول دینا مناسب نہ سمجھا اور اس دعا کے ساتھ محاصرہ اٹھا لیا ''اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَّاْتِ بِھِمْ'' (الٰہی ثقیف کو ہدایت فرما اور توفیق دے کہ میرے پاس حاضر ہو جائیں) یہ دعا قبول ہوئی اور اگلے ہی سال بنو ثقیف (اہلِ طائف) نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر قبولِ اسلام کا شرف حاصل کیا۔

غزوہٴ طائف میں حضرت ابوسفیانؓ نے اپنی ایک آنکھ راہِ حق کی نذر کی۔ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ طائف کے بعد حضورؐ نے حضرت ابوسفیانؓ اور مغیرہؓ بن شعبہ کو مشرکین کا ایک صنم خانہ گرانے پر مامور فرمایا۔ یہ کام حضورؐ خاص خاص صحابہؓ ہی کے سپرد فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے اس کو کامیابی سے انجام دیا۔ بلاذریؒ نے لکھا ہے کہ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت ابوسفیانؓ کو نجران کا گورنر بنا دیا تھا لیکن بعض مؤرخین بالخصوص واقدی نے اس روایت کو ضعیف بتایا ہے۔

سرورِ عالمؐ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مسندِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو حضرت ابوسفیانؓ نے کچھ دوسرے صحابہ کی طرح ان کی بیعت میں توقف کیا، یہ اصحاب نیک نیتی کے ساتھ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے۔ بعض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایتوں میں ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ نے حضرت علیؓ سے یہاں تک کہا کہ ابوبکرؓ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کے فرد ہیں اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی حمایت میں مدینہ کی گلیوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔" حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نے ان کی بات قبول نہ کی اور کچھ عرصہ کے بعد اپنے حامیوں سمیت صدیقِ اکبرؓ کی بیعت کرلی۔ حضرت ابوسفیانؓ بھی ان میں شامل تھے۔

حضرت عمرِ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں وہ اپنے سارے کنبے کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے شام پہنچ گئے۔ اس وقت ان کی عمر اسّی برس کے لگ بھگ تھی۔ لیکن شوقِ شہادت میں گھر بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ دراصل وہ قبلِ اسلام کی زندگی کی تلافی کرنا چاہتے تھے۔ اربابِ سیَر ومغازی نے جنگِ یرموک میں حضرت ابوسفیانؓ کے جانبازانہ کردار کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ اس لڑائی کا شمار شام کے نہایت خونریز اور فیصلہ کن معرکوں میں ہوتا ہے۔ اس میں تقریباً تین لاکھ رومیوں کا ٹڈی دل بڑے ساز وسامان کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل ہوا۔ مسلمانوں کی تعداد مل ملا کر چالیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اس کے ایک حصے کے سردار حضرت یزیدؓ بن ابوسفیانؓ تھے۔ حضرت ابوسفیانؓ اسی حصۂ فوج میں اپنے مجاہد فرزند کی قیادت میں شریکِ کارزار تھے۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضرت ابوسفیانؓ نے گھوڑے پر سوار ہوکر پوری فوج کا چکر لگایا۔ وہ ہر جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوکر مجاہدین کو باِیں الفاظ استقامت اور حوصلے کی تلقین کرتے تھے:

"مسلمانو! تم دشمن کے ملک میں ہو اور وطن سے بہت دور۔ دشمن تم سے تعداد میں بہت زیادہ ہے اور تم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہے لیکن فتح وشکست کا انحصار نہ تعداد پر ہے اور نہ کسی کے غیظ وغضب پر' تم لوگ عرب کا خلاصہ اور اسلام کے دست وبازو ہو اللہ پر بھروسا کر کے کمرِ ہمت باندھ لو اور میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہو۔ اِن شاءَ اللہ رحمتِ حق تم پر بارش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرح برسے گی۔"

لڑائی شروع ہوئی تو مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے لیکن رومیوں نے اپنے پُرجوش حملوں سے مسلمانوں کے میسرہ میں ابتری پھیلا دی۔ جونہی وہ پیچھے ہٹے مسلمان خواتین نے اپنے خیموں کی چوبیں اکھاڑ لیں اور پکاریں کہ اگر تم پیچھے آئے تو ہم چوبوں سے تمہارے سر توڑ دیں گے۔ ادھر میسرے کے افسر یزیدؓ بن ابوسفیانؓ، قباثؓ بن اشیم، سعیدؓ بن زید اور شرحبیلؓ بن حَسَنہؓ چٹان بن کر رومیوں کے راستے میں حائل ہو گئے ان بہادروں کے ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے جاتے تھے اور دوسرے مسلمان دوڑ دوڑ کر ان کے ہاتھوں میں تلواریں یا نیزے پکڑا دیتے تھے۔ اتفاق سے حضرت ابوسفیانؓ جو فوج کو جوش دلاتے پھرتے تھے اس طرف آ نکلے۔ بیٹے کو دیکھ کر للکارے "جانِ پدر تو مسلمانوں کا افسر ہے اور سپاہیوں کی نسبت تجھ پر شجاعت کا حق زیادہ ہے تجھے چاہیے کہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ آخرت کا طالب، میدان میں ثابت قدم، دشمنوں پر سخت اور شدائدِ جنگ کا برداشت کرنے والا ہو، اگر ایک سپاہی بھی میدانِ رزم میں تجھ پر سبقت لے گیا تو تیرے لیے شرم کا مقام ہے۔"

پھر انہوں نے بڑی پُرسوز آواز میں دعا کی "اے نصرتِ خداوندی جلد آ" عین اس موقع پر تائیدِ غیبی نمودار ہوئی اور قیسؓ بن ہبیرہ جو میسرہ کی پشت پر متعین تھے اپنے دستۂ فوج کو ساتھ لے کر عقب سے نکلے اور رومیوں پر حملہ آور ہوئے انہوں نے اپنے آپ کو بہت سنبھالا لیکن مسلمانوں کا حملہ اتنا تُند و تیز تھا کہ تھوڑی دیر میں اُن کی صفیں ابتر ہو گئیں اور وہ نہایت بے ترتیبی کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ عین معرکۂ وغا میں حضرت ابوسفیانؓ کی اچھی آنکھ پر ایک تیر یا پتھر لگا اور یہ آنکھ بھی راہِ خدا میں جاتی رہی یوں وہ رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش میں ظاہری بصارت سے یکسر محروم رہ گئے۔

دونوں آنکھیں راہِ حق میں قربان کرنے کے بعد حضرت ابوسفیانؓ خانہ نشین ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ صرف نماز پڑھنے یا کسی ضروری کام کے لیے غلام کے سہارے گھر سے باہر آتے تھے، آخری عمر میں مدینہ منوّرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ وہیں حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں ۳۳ ہجری کے اواخر یا ۳۴ ہجری کے اوائل میں وفات پائی اور قبرستانِ بقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر بااختلافِ روایت اٹھاسی ۸۸ یا ستانوے ۹۷ سال کی تھی۔ نمازِ جنازہ کے بارے میں بھی دو روایتیں ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ نے پڑھائی اور بعض کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے پڑھائی۔ بہت خوبصورت گندم گوں بلند و بالا آدمی تھے۔ چہرہ چوڑا چکلا تھا اور سر اتنا بڑا تھا کہ خود بخود رئیس اور سردار دکھائی دیتے تھے۔ حضرت ابوسفیانؓ کی اولاد میں حضرت اُمِ حبیبہؓ، امیر معاویہؓ اور یزید الخیرؓ تاریخِ اسلام کی نامور شخصیتیں ہیں۔ حضرت اُمِ حبیبہؓ ازواجِ مُطہّرات اور اُمّہات المؤمنین میں داخل ہیں۔ امیر معاویہؓ کاتبِ وحی اور اموی حکومت کے بانی تھے۔ ان کا شمار مُدبّرینِ عرب میں ہوتا ہے۔ حضرت یزیدؓ جو اپنی فیاضی اور نیک طبعی کی بدولت یزید الخیر کے لقب سے مشہور تھے، شجاعانِ عرب میں شمار ہوتے تھے۔ شام کی فتوحات میں انہوں نے حضرت خالدؓ بن ولید، ضرارؓ بن ازور، عمروؓ بن معدی کرب، زبیرؓ بن العوام، قیسؓ بن ہبیرہ، شرحبیلؓ بن حسنہ جیسے نامور بہادروں کے پہلو بہ پہلو نہایت نمایاں کارنامے انجام دیے۔ لیاقت اور تدبر میں بھی وہ امیر معاویہؓ سے کم نہیں تھے۔ علامہ شبلیؒ نے الفاروق میں لکھا ہے کہ تمام بنوامیہ میں ان سے بڑھ کر کوئی لائق نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے انہیں فلسطین کا حاکم بنا دیا تھا۔ کچھ عرصہ دمشق کی امارت پر بھی فائز رہے۔ کتب سیر میں حضرت ابوسفیانؓ کی تین اور بیٹیوں کے نام ملتے ہیں۔ ایک کا نام فارعہؓ تھا جو رسولِ اکرمؐ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت ابواحمدؓ بن جحش سے بیاہی گئی تھیں۔ دوسری آمنہ تھیں جو حضرت عروہؓ بن مسعود ثقفی کے عقد میں تھیں۔ تیسری کا نام عزّہ تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت اُمِ حبیبہؓ نے بھولپن میں حضورؐ سے پوچھا، ''یا رسولؐ اللہ آپ میری بہن عزّہ سے کیوں نکاح نہیں کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیتے"۔ آپؐ نے فرمایا: "عزّہ میری سالی ہے اور بیوی کی زندگی میں اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں۔"

حضرت ابوسفیانؓ قریش کے ان لوگوں میں سے تھے جو ظہورِ اسلام کے وقت اچھی طرح پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ ان سے چند احادیث بھی مروی ہیں جنہیں حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کیا ہے۔

(۹)

سیّدنا حضرت ابوسفیان صخرؓ بن حرب تاریخِ اسلام کی ایک قدآور شخصیت ہیں۔ ان کے شرفِ صحابیت کی اہمیت اس وجہ سے نہیں گھٹائی جا سکتی کہ وہ فتحِ مکّہ تک کفر وشرک کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہے اور ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اسلام کی مخالفت میں گزرا۔ فی الحقیقت اس معاملے میں وہ تنہا نہیں ہیں، بہت سے دوسرے صحابۂ کرامؓ بھی ایسے ہیں جو فتحِ مکہ سے قبل اسلام کے سخت دشمن رہے اور اس کی بیخ کنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مثلاً حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل، سہیلؓ بن عمرو، صفوانؓ بن امیہ، جبیرؓ بن مطعم، عبداللہؓ بن زبعری، شیبہؓ بن عثمان بن ابی طلحہ، مغیرہؓ بن حارث (حضورؐ کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے، ان کی کنیت بھی ابوسفیان تھی) اور بہت سے دوسرے بزرگ۔ یہ سارے بزرگ صحابۂ کرامؓ کی مقدس جماعت میں داخل ہیں اور ہر لحاظ سے ادب اور احترام کے مستحق ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ قرآنِ حکیم کے فیصلہ کے مطابق ان کا درجہ فتح مکہ اور بالخصوص ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہونے والے بزرگوں کے برابر نہیں ہے لیکن یہ معاملہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ ہمارے لیے تمام صحابۂ کرامؓ کسی تخصیص کے بغیر واجب الاحترام ہیں۔

کچھ لوگ حضرت ابوسفیانؓ پر یہ کہہ کر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں کہ وہ صدقِ دل سے نہیں بلکہ جان کے خوف سے اسلام لائے تھے لیکن یہ لوگ اپنے مؤقف کے حق میں جو دلائل پیش کرتے ہیں۔ وہ اتنے کمزور اور بودے ہیں کہ طبعِ سلیم رکھنے والا کوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص انہیں کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ حضرت ابوسفیانؓ کے اخلاص میں شک کرنے والوں کی یہ دلیل کہ قبولِ اسلام سے پہلے وہ اسلام کے شدید دشمن تھے، تو یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو ان کے خلوصِ دل سے اسلام لانے میں حارج ہوتی۔ آخر وہ لوگ بھی تو نعمتِ اسلام اور عفو عام سے بہرہ یاب ہوئے جنہیں حضورؐ نے اسلام دشمنی کی بنا پر واجب القتل قرار دیا تھا۔ خود حضورؐ کے چچازاد بھائی مغیرہؓ بن حارث بن عبدالمطلب اسلام دشمنی میں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ حضورؐ کا چہرہ تک دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ حضرت سہیلؓ بن عمرو، صفوانؓ بن امیہ، عبداللہؓ بن زبعری اور ایسے ہی کتنے اصحاب نے قبولِ اسلام سے پہلے اسلام کی بیخ کنی کے لیے کیا کچھ نہ کیا۔ اگر یہ اصحاب صدقِ دل سے ایمان لا کر حضورؐ کی شفقتوں کا مستوجب بنے تو حضرت ابوسفیانؓ نے ان سے بڑھ کر کیا جرم کیا تھا؟

دوسری دلیل حضرت ابوسفیانؓ کے خلاف یہ دی جاتی ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد انہوں نے بعض موقعوں پر اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ یہ اسلام دشمنی کیا تھی؟ حضورؐ کے وصال کے بعد انہوں نے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ سے کہا کہ ابوبکرؓ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے (بنو تیم) کے آدمی ہیں۔ اگر آپ خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑے ہوں تو میں آپ کی حمایت میں مدینہ کی وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ دوسرا مشہور واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عُمرِ فاروقؓ نے حضرت بلالؓ، صہیبؓ اور سلمانؓ کو رؤسائے قریش سے پہلے ملاقات کے لیے اندر بلا بھیجا تو انہوں نے اعتراض کیا کہ غلاموں کو ہم سردارانِ قریش پر ترجیح دی جاتی ہے۔ تیسرا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے پر انہیں مشورہ دیا کہ اب بنی امیّہ کو بڑھانا چاہیے۔ اگر اس قسم کی روایتوں کو من و عن درست تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ انہیں خاندانی عصبیت (نہ کہ اسلام دشمنی سے) تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رکھنی چاہیے کہ حضرت ابوسفیانؓ کوئی معمولی آدمی نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ قریش کے علم بردار اور سپہ سالار تھے۔ بنو امیہ کے رئیس ابنِ رئیس تھے ان کی دو پشتیں امارت اور ریاست میں گزری تھیں۔ اگر کسی موقع پر ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکل گئے جن سے خاندانی عصبیت کا اظہار ہوتا ہو تو اس سے ان کی نیت اور اخلاص پر شک کرنا کیسے روا ہو سکتا ہے؟ فی الحقیقت اس قبیل کے متعدد واقعات تو کئی دوسرے جلیل القدر صحابۂ کرامؓ سے بھی منسوب ہیں جو خود سرورِ کونینؐ کے سامنے پیش آئے۔ یہاں ان کی تفصیل بیان کرنا غیر ضروری ہے کیونکہ ان سے ان بزرگوں کی عظمت اور مرتبہ پر ذرہ برابر اثر نہیں پڑتا۔

حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب'' میں اور علامہ ابنِ اثیرؒ نے ''اُسْدُ الغابہ'' میں پُر زور الفاظ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ سے بہت سے ایسے واقعات منسوب کر دیے گئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں (بالخصوص ایسے واقعات کہ فلاں موقع پر، قبل از اسلام) حضرت ابوسفیانؓ نے حضورؐ کے قتل کی سازش کی اور آپؐ کو شہید کرنے کے لیے فلاں آدمی مدینہ بھیجا۔)

طریقِ صواب تو یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ کے بارے میں ہمیشہ حسن ظن سے کام لیا جائے نہ یہ کہ چھوٹے موٹے واقعات کی آڑ لے کر ان کو ہدفِ طعن بنایا جائے اور ان کے اخلاص میں شک کیا جائے۔

حضرت ابوسفیانؓ کی زندگی پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاف گو اور بہادر آدمی تھے۔ حالتِ کفر میں بھی جب مکّہ کا ذرّہ ذرہ حضورؐ کے خون کا پیاسا تھا، انہوں نے آپ کے خلاف کبھی اخلاق سے گری ہوئی کوئی ذلیل اور چھچھوری حرکت نہ کی۔ حضورؐ کے اعلیٰ وارفع کردار کی شہادت دینے سے گریز نہ کیا، اپنی لختِ جگر کے حضورؐ کے عقدِ نکاح میں آنے پر جزع فزع نہیں کی بلکہ آپؐ کی تحسین فرمائی۔ (ذرا یہ واقعہ ذہن میں رکھیے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سودہؓ بنتِ زمعہ کا نکاح حضورؐ سے ہوا تو ان کے بھائی عبدؓ بن زمعہ نے یہ خبر سن کر اپنے سر پر خاک ڈالنی شروع کر دی جب وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام لائے تو کہا کرتے تھے کہ میں کیسا احمق تھا کہ اپنی بہن سے حضورؐ کے نکاح پر اپنے سر پر خاک ڈالی) فتحِ مکہ کے موقع پر حضورؐ نے ان کے گھر کو دارالامن قرار دیا۔ حنین اور طائف کے معرکوں میں سرفروشانہ حصہ لیا اور حضورؐ کے لطف وکرم کے مَورِد بنے۔ جنگِ یرموک میں سارے کنبے کو ساتھ لے کر شریک ہوئے اور پیرانہ سالی کے عالم میں دادِ شجاعت دی، سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی دونوں آنکھیں راہِ حق کی نذر کر دیں کیا ان سب باتوں کے باوجود ان کے اِخلاص میں شک کرنے کا کوئی جواز ہو سکتا ہے؟ حق تو یہ ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ یقیناً ان نفوسِ قدسی میں شامل ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

> ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اللہ نے انؓ کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔''

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعیدؓ بن عامر

حضرت عمرؓ فاروقؓ کے عہد خلافت میں حمص کے امیر حضرت عیاضؓ بن غنم نے وفات پائی تو امیر المؤمنین کو امارتِ حمص کے لیے کسی دوسرے موزوں آدمی کے انتخاب کی فکر پیدا ہوئی۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے مردم شناسی کا ملکہ بدرجۂ کمال عطا کیا تھا۔ کچھ دن سوچتے رہے اور پھر ایک دن ایک صاحب کو بلا بھیجا جو چند ہی روز پہلے جہادِ شام سے واپس آئے تھے اور مدینہ منورہ کے ایک گوشے میں خاموشی سے اپنے دن بسر کر رہے تھے۔ فاروقِ اعظمؓ کا پیغام ملتے ہی تیس پینتیس برس کی عمر کے یہ صاحب ملگجے کپڑوں میں ملبوس فوراً بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو گئے۔ ان کے ستے ہوئے چہرے اور نیم وا آنکھوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایک عابدِ شب زندہ دار اور نہایت حیادار آدمی ہیں۔ انہیں دیکھ کر فاروقِ اعظمؓ کا چہرہ چمک اٹھا۔ بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا اور پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''جانِ برادر جانتے ہو میں نے تمہیں کس لیے بلایا ہے؟''

عرض کیا، ''امیر المؤمنین آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔''

فاروقِ اعظمؓ: ''یہ تو تمہارے علم میں ہو گا کہ عیاضؓ بن غنم کئی دن ہوئے وفات پا چکے ہیں اور حمص میں ان کی جگہ خالی پڑی ہے۔ میں نے بڑے سوچ بچار کے بعد حمص کی امارت کے لیے تمہیں منتخب کیا ہے۔''

وہ صاحب امیر المؤمنینؓ کا ارشاد سن کر چونک اٹھے اور فوراً عرض کیا۔ ''نہیں نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر المؤمنین میں اس عہدے کے قابل نہیں ہوں مجھے اس فتنے میں نہ ڈالیے۔"

فاروقِ اعظمؓ: (تند و تیز لہجے میں) خوب! تم لوگوں نے خلافت کی ذمہ داریوں کا قلادہ تو میری گردن میں ڈال رکھا ہے اور خود کسی قسم کی ذمہ داری قبول کرنے سے گریز کرتے ہو۔ خدا کی قسم میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا، تمہیں حمص کی اِمارت ضرور سنبھالنی ہو گی۔"

ان صاحب نے بار بار معذرت کی لیکن فاروقِ اعظمؓ اپنی بات پر مُصر رہے۔ بڑی ردوقدح کے بعد انہوں نے اس عہدہ کو قبول کرنے کی ہامی تو بھر لی لیکن جب وہ بارگاہِ خلافت سے رخصت ہوئے تو ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو کسی پہاڑ کے نیچے دبا ہوا محسوس کر رہے ہیں۔

یہ عجیب و غریب شخص جو مملکتِ اسلامیہ کے ایک اہم اور متمول صوبے کی گورنری قبول کرنے پر بڑی مشکل سے آمادہ ہوئے، حضرت سعیدؓ بن عامر تھے۔

(۲)

سرورِ عالم ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو اس وقت سعید بن عامر (بن خدیم بن سلامان بن ربیعہ بن سعد بن جمح بن عمرو بن مصیص بن کعب) سات آٹھ برس کے لڑکے تھے۔ یہ ان کے کھیل کود کے دن تھے اس لیے ابتداءً اسلام کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ جوان ہوئے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کا شعور پیدا ہوا تو رسولِ اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جا چکے تھے۔ تاہم سعید الفطرت سعیدؓ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ غزوۂ خیبر سے پہلے مدینہ مُنوّرہ جا کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اس کے بعد خیبر، فتح مکّہ، حنین اور تبوک، تمام معرکوں میں مجاہدانہ شرکت کی۔ سرورِ کونین ﷺ نے وصال فرمایا تو وہ شکستہ دل ہو کر کنجِ عُزلت میں بیٹھ گئے اور سارا وقت عبادت میں گزارنے لگے لیکن شوقِ جہاد نے انہیں زیادہ دیر گھر نہ بیٹھنے دیا۔ صدیقِ اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں شام پر لشکر کشی ہوئی تو وہ بھی مجاہدین میں شامل ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علّامہ ابنِ اثیرؒ کا بیان ہے کہ سعیدؓ نے عہدِ نبوی کے معرکوں میں جس جانبازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا تھا اس نے انہیں شجاعانِ عرب کی صف میں شامل کر دیا تھا۔ چنانچہ "جنگِ قنسرین" میں جب خالدؓ بن ولید نے ایک خاص مہم کے لیے دس آزمودہ کار جنگجوؤں کو منتخب کیا تو ان دس میں ایک سعیدؓ بن عامر بھی تھے۔ صدیقِ اکبرؓ کی رحلت کے بعد وہ مدینہ آئے ہوئے تھے کہ یرموک کا معرکہ شروع ہو گیا۔ اس جنگ میں رومیوں نے اپنی ساری قوت جمع کر کے مسلمانوں کے مقابلے پر لا ڈالی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد رومیوں کی نسبت بہت کم تھی، اس لیے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے دارالخلافہ سے مدد طلب کی۔ ان کا پیغام ملتے ہی حضرت عمرؓ فاروقؓ نے سعیدؓ بن عامر کو بلا بھیجا اور ایک ہزار سوار دے کر انہیں فوراً یرموک روانہ کر دیا اور ساتھ ہی حضرت ابوعبیدہؓ کو کہلا بھیجا کہ جلد ہی مزید کمک آپ کو پہنچ جائے گی۔ حسنِ اتفاق سے جس دن حضرت ابوعبیدہؓ کا قاصد ان کے پاس واپس پہنچا اسی دن حضرت سعیدؓ بھی ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ ان کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے آنے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت پہنچی اور انہوں نے بڑے عزم اور حوصلے کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شام کی قسمت کا فیصلہ کر دینے والی اس ہولناک لڑائی میں حضرت سعیدؓ بن عامر نے حیرت انگیز شجاعت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور نازک سے نازک موقع پر بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ میدانِ کارزار میں وہ کئی دفعہ رومیوں کے نرغے میں آگئے لیکن ان کی شمشیر خارا شگاف نے ہر بار دشمن کا حصار توڑ دیا اور وہ صحیح سلامت اپنے ساتھیوں سے آن ملے۔ یرموک کے بعد انہوں نے شام کے کچھ اور معرکوں میں بھی دادِ شجاعت دی اور پھر مدینہ منوّرہ واپس آ کر حسبِ سابق گوشۂ عبادت میں بیٹھ گئے۔ اسی زمانہ میں والیِ حمص حضرت عیاضؓ بن غنم نے وفات پائی اور ان کی جانشینی کے لیے فاروقِ اعظمؓ کی نگاہِ انتخاب حضرت سعیدؓ بن عامر پر پڑی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)

حضرت سعیدؓ فاروقِ اعظمؓ کے اصرار سے مجبور ہو کر حمص گئے تو انہوں نے اپنے فرائضِ امارت اس انداز سے انجام دیے کہ یگانے اور بیگانے سب ان کے گرویدہ ہو گئے۔ حضرت عمرِؓ فاروقؓ اپنے عُمّالِ حکومت پر بڑی کڑی نظر رکھتے تھے، ان کے کانوں تک سعیدؓ کے حُسنِ انتظام کی خبریں پہنچیں تو بہت خوش ہوئے۔ ایک بار وہ مدینہ آئے تو ان سے پوچھا۔ ''سعیدؓ شام کے لوگ کیوں تمہارے شیدائی ہیں۔'' عرض کیا۔ ''امیرالمؤمنین! میں گلّہ بانی کے ساتھ گلّہ کی غمخواری بھی کرتا ہوں۔'' حضرت سعیدؓ کے اس جواب میں کوئی مبالغہ نہ تھا۔ ان کی گلّہ بانی اور غمخواری کی یہ کیفیت تھی کہ جو تنخواہ ملتی (اور حضرت عمرؓ اپنے عُمّال کو نہایت معقول مشاہرے دیتے تھے) اس میں سے چند درہم کھانے پینے کے سامان پر صَرف کرتے اور باقی سب رقم راہِ خدا میں لٹا دیتے۔ جب بیوی پوچھتیں کہ تنخواہ کی باقی رقم کہاں ہے تو کہتے ''قرض دے دیا ہے۔'' قرض دینے سے ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ یہ رقم راہ خدا میں خرچ کر ڈالی ہے کیونکہ قرآنِ حکیم میں اسے قرضِ حسنہ کا نام دیا گیا ہے۔

ایک دفعہ کچھ لوگ وفد کی شکل میں حضرت سعیدؓ کے پاس گئے اور کہا۔ ''اے امیر آپ کو ہم نے ہمیشہ نادار اور مفلس پایا ہے آخر آپ کے کنبے کا بھی تو آپ پر کچھ حق ہے۔ اپنے ہاتھ کو اتنا کشادہ نہ رکھیں اور اپنے اہل وعیال کا بھی خیال رکھا کریں۔''

حضرت سعیدؓ نے جواب دیا۔ ''یہ میرے بس کی بات نہیں۔ مجھے تو فقر وغنا ہی پسند ہے کیونکہ میں نے اپنے آقائے نامدارؐ سے سنا ہے کہ فقراء مؤمنین دوسرے لوگوں سے ستر سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔''

اور واقعی حضرت سعیدؓ کے زہد وقناعت کی یہ شان تھی کہ عام غرباء اور مساکین اور امیرِ حمص کے درمیان کوئی فرق نہ رہا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴)

ایک بار حضرت عمرؓ فاروقؓ شام کے دورے پر تشریف لے گئے۔ حمص پہنچ کر آپ نے وہاں کے سربرآوردہ لوگوں سے کہا کہ حمص کے فقراء اور مساکین کی ایک فہرست تیار کر کے لاؤ تا کہ ان کی گزراوقات کا انتظام کیا جائے۔

جب فہرست تیار ہو کر فاروقِ اعظمؓ کے سامنے آئی تو سرِفہرست سعیدؓ بن عامر کا نام درج تھا۔ پوچھا، ''یہ سعیدؓ بن عامر کون ہیں؟'' لوگوں نے کہا، ''ہمارے امیر۔''

امیر المومنین نے حیران ہو کر کہا۔ ''ان کو جو تنخواہ ملتی ہے اس کا کیا کرتے ہیں؟''

لوگوں نے کہا۔ ''جو کچھ انہیں ملتا ہے دوسرے حاجت مندوں پر صَرف کر دیتے ہیں۔''

یہ سن کر فاروقِ اعظمؓ چشم پُر آب ہو گئے۔ فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی سعیدؓ کے پاس یہ کہلا کر بھیجی کہ اسے اپنی ضرورتوں پر خرچ کریں۔ جب قاصد نے یہ رقم سعیدؓ بن عامر کو دی تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ بیوی کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو دوڑی آئیں اور پوچھا، ''خیر تو ہے کیا امیر المومنین نے وفات پائی؟''

بولے۔ ''نہیں اس سے بھی بڑا واقعہ ہے۔''

بیوی نے پوچھا۔ ''کیا قیامت کی کوئی نشانی دکھائی دی؟''

فرمایا۔ ''اس سے بھی اہم واقعہ پیش آیا ہے۔''

بیوی بولیں، ''آخر کچھ تو بتایئے کہ معاملہ کیا ہے؟''

حضرت سعیدؓ نے فرمایا، ''یہ دیکھو دنیا فتنوں کو لے کر میرے گھر میں داخل ہو گئی ہے۔''

بیوی نے کہا۔ ''تو آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں اس کے تدارک کی کوئی تجویز سوچیں۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سعیدؓ نے ساری رقم ایک توبڑے میں ڈال دی اور خود نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ساری رات عبادت میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ اسلامی فوج ان کے گھر کے سامنے سے گزر رہی ہے۔ انہوں نے فوراً وہ رقم توبڑے سے نکالی اور وہیں کھڑے کھڑے تمام کی تمام مجاہدین میں تقسیم کر دی۔

(۵)

ایک اور موقع پر فاروقِ اعظمؓ نے پھر ایک ہزار دینار حضرت سعیدؓ بن عامر کے پاس یہ کہہ کر بھیجے کہ انہیں ذاتی تصرف میں لاؤ۔ سعیدؓ کی اہلیہ نے ان سے کہا۔ ''ہمارے پاس کوئی خادم نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس رقم سے ایک غلام خرید لیا جائے۔''

حضرت سعیدؓ نے فرمایا: ''کیا اس سے یہ بہتر نہیں ہے کہ یہ رقم ان لوگوں میں تقسیم کر دی جائے جو ہم سے بھی زیادہ محتاج اور نادار ہیں۔''

بیوی بھی نیک بخت تھیں رضامند ہو گئیں اور حضرت سعیدؓ نے یہ تمام رقم بیواؤں، یتیموں، بیماروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دی۔

(۶)

ایک دفعہ اہلِ حمص نے فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حضرت سعیدؓ بن عامر کے خلاف کچھ شکایتیں پیش کیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) جب تک کافی دن نہیں نکل آتا، سعیدؓ گھر سے باہر نہیں نکلتے۔

(۲) رات کو کوئی آواز دیتا ہے تو وہ جواب نہیں دیتے۔

(۳) وقتاً فوقتاً انہیں جنون کے دورے پڑتے ہیں۔

(۴) مہینے میں ایک دن گھر کے اندر رہتے ہیں اور بالکل باہر نہیں نکلتے۔

فاروقِ اعظمؓ نے تحقیق کے لیے حضرت سعیدؓ کو مدینہ طلب کیا۔

سعیدؓ اس شان سے مدینہ پہنچے کہ پیوند لگے کپڑے زیب تن تھے' ایک ہاتھ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصا اور دوسرے میں کھانے کے لیے ایک پیالہ تھا۔

امیر المؤمنینؓ نے پوچھا۔ ''بس تمہارے پاس یہی سامان ہے؟''

عرض کیا، ''اس سے زیادہ کسی چیز کی حاجت نہیں۔ عصا پر زادِ راہ لٹکا تا ہوں، پیالے میں کھاتا ہوں۔''

حضرت عُمرِ فاروقؓ بہت متاثر ہوئے اور دل میں دعا مانگی کہ الٰہی سعیدؓ کے بارے میں میرے نیک گمان کو غلط ثابت نہ کرنا۔ پھر ان کے سامنے اہلِ حمص کی شکایتیں دہرائیں اور پوچھا، ''تمہارے پاس ان شکایتوں کا کیا جواب ہے۔''

حضرت سعیدؓ نے عرض کیا: ''امیر المؤمنین خدا کی قسم میں ان چیزوں کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتا تھا لیکن اب آپ پوچھتے ہیں تو حقیقتِ حال کا اظہار کیے بغیر چارہ نہیں، اس لیے عرض کرتا ہوں:

(۱) عَلَی الصَّباح میں اس لیے باہر نہیں نکلتا کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں اپنی اہلیہ کے ساتھ مل کر گھر کا کام انجام دیتا ہوں۔ وہ دوسرے کام کرتی ہیں اور میں آٹا گوندھتا ہوں، پھر خمیر اٹھنے کا انتظار کرتا ہوں، اس کے بعد روٹی پکاتا ہوں اور پھر ان لوگوں کی خدمت کے لیے باہر نکل آتا ہوں۔

(۲) رات کو اس لیے جواب نہیں دیتا کہ سارا دن مخلوقِ خدا کی خدمت کرنے میں گزر جاتا ہے اور اپنے رب کے حضور میں اطمینان سے حاضر ہونے کا موقع نہیں ملتا اس لیے رات کا وقت میں نے اللہ کی عبادت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

(۳) جنون کے دَوروں کے متعلق یہ ہے کہ مجھے جنون کا عارضہ تو نہیں لیکن بیہوشی کے دَورے واقعی مجھ پر کبھی کبھار ضرور پڑتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب خبیبؓ بن عدی کو مصلوب کیا گیا تو میں بھی حاضرین میں موجود تھا۔ خبیبؓ مشرکینِ قریش کے لیے بددعا کرتے تھے۔ مجھے اس وقت مشرکینِ قریش میں اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجودگی اور خبیبؓ کی مظلومانہ[1] شہادت کا احساس بعض اوقات بے چین کر دیتا ہے اور میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔

(۴) مہینے میں ایک دن میں اس لیے باہر نہیں نکلتا کہ میرے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا ہے، جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو اسی کو دھو کر پہنتا ہوں۔ مہینے میں ایک دفعہ ضرور اپنے کپڑے دھوتا ہوں۔ جب وہ سوکھ جاتے ہیں تو انہیں پہن کر باہر نکلتا ہوں۔ اس وقت دن کا بڑا حصہ گزر جاتا ہے اس لیے لوگوں سے نہیں مل سکتا۔

حضرت سعیدؓ کے جوابات سن کر فاروقِ اعظمؓ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور انہوں نے فرمایا۔ ''سعید تمہارے متعلق میرا نیک گمان صحیح نکلا۔ اب حمص واپس جاؤ اور اسی طرح مخلوقِ خدا کی خدمت کرتے رہو۔''

حضرت سعیدؓ نے عرض کیا: ''امیر المؤمنین مجھے اب بارِ امارت سے سبکدوش کر دیجیے۔''

امیر المؤمنینؓ: ''ہرگز نہیں، خدا کی قسم تمہیں ضرور حمص واپس جانا ہوگا۔ تمہارے جیسا گلہ بان اور غمخوار ان لوگوں کو میسر نہیں آئے گا۔''

فاروقِ اعظمؓ کے اصرار سے مجبور ہو کر حضرت سعیدؓ واپس حمص تشریف لے گئے لیکن انہیں وہاں گئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ خالقِ حقیقی کی طرف سے بلاوا آ گیا اور ۱۹ ہجری یا ۲۱ ہجری میں انہوں نے چالیس سال کی عمر میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] حضرت خبیبؓ بن عدی اوسی انصاری کا واقعہ تاریخ اسلام کا ایک خونچکاں باب ہے۔ وہ ان دس صحابہ میں شامل تھے جنہیں حضورؐ نے غزوۂ اُحد کے بعد قبیلہ عضل وقارہ کی تعلیم کے لیے مامور فرمایا تھا۔ جب یہ مردانِ حق رجیع کے مقام پر پہنچے تو قبیلہ لحیان (ہذیل) کے سو دو سو تیر اندازوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ آٹھ آدمی تو وہیں شہید ہو گئے اور حضرت خبیبؓ اور زیدؓ بن دثنہ ان کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔ ان ظالموں نے انہیں مکہ جا کر فروخت کر دیا۔ خبیبؓ کو حارث بن عامر کے لڑکوں نے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے خریدا۔ وہ غزوۂ بدر میں حضرت خبیبؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اشہرِ حُرم گزرنے کے بعد مشرکینِ قریش نے انہیں حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر نہایت بے دردی سے سولی پر لٹکا دیا۔ شہادت سے پہلے انہوں نے بلند آواز سے مشرکینِ قریش کے لیے بددعا کی جسے سن کر وہ لرزہ براندام ہو گئے لیکن اپنی شقاوت سے باز نہ آئے۔ حضورؐ کو اس سانحۂ جانگداز کی خبر ملی تو بلسانِ رسالت پر معاً یہ الفاظ آ گئے۔ ''اے خبیبؓ تجھ پر سلام'' خبیبؓ کی شہادت کے موقع پر سعیدؓ بھی تماشائیوں میں موجود تھے۔ جب یہ واقعہ انہیں یاد آتا تو کپکپا کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سہیلؓ بن عمرو..........خطیبِ قریش

(۱)

۱۱ ہجری میں سرورِ عالم ﷺ نے رحلت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو دفعتاً سارے عرب میں فتنۂ ارتداد کی آگ بھڑک اٹھی۔ انصارِ مدینہ اور قریشِ مکہ کے سوا عرب کا شاید ہی کوئی قبیلہ ایسا ہو جو کسی نہ کسی حد تک اس آگ کی لپیٹ میں نہ آ گیا ہو۔ تاہم صدیقِ اکبرؓ کے عزم اور استقامت نے مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہونے دیے لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد جب قریشِ مکہ کے بعض نومسلموں میں بھی سرگوشیاں شروع ہوئیں اور ان میں برگشتگی کے آثار ظاہر ہونے لگے تو حالات نے بے حد نازک صورت اختیار کر لی۔ قریش اسلام کے بازوئے شمشیرزن تھے اور ان کے اسلام سے سرتابی کرنے کا مطلب یہ تھا کہ نوزائیدہ خلافتِ اسلامیہ کی کشتی مصائب و آلام کے بھنور میں پھنس کر تباہ ہو جائے۔ قریش کے جو اصحابِ فہم و دانش اسلام کے سچے شیدائی تھے وہ اس صورتِ حال پر سخت مضطرب تھے لیکن سوال یہ تھا کہ قریش کو راہِ راست پر رکھنے کی ذمہ داری کون قبول کرے؟ یہ بڑا کٹھن کام تھا۔ یہاں عقل کی نہیں بلکہ "عشق" کی ضرورت تھی اور پھر انہی پُر آشوب ایام میں ایک دن چشمِ فلک نے ایک عجیب نظارہ دیکھا ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

مکہ میں قبائلِ قریش کا ایک بہت بڑا اجتماع ہے۔ اس کے سامنے نورانی صورت کے ایک طویل القامت صاحب کھڑے ہیں جن کی سرخ و سپید رنگت اور سفید ریش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی وجاہت کو دوبالا کر رہی ہے۔ ان کے چہرے پر کچھ ایسا جلال ہے کہ اس پر نظر نہیں ٹھہرتی۔ ان کی نیم وا آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ایک عابد شب بیدار ہیں اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کے سامنے سر جھکانے والے نہیں ہیں۔ وہ پُر اعتماد لہجے میں بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ مجمع سے یوں خطاب کر رہے ہیں:

''برادرانِ قریش تم سن چکے ہو کہ ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ ایک دن یہ ہو کر رہنا تھا کہ یہی قانون فطرت ہے لیکن چند دنوں سے میں تم میں سے بعض کے چہرے بدلے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ کیوں؟ محمد ﷺ تو تمہارے معبود نہیں تھے۔ آپؐ اللہ کے رسول تھے اور وقتِ موعود پر اپنے خالق کے حضور پہنچ گئے اس خالق کے حضور جو حَیّ و قیوّم ہے اور جس پر کبھی موت وارد نہیں ہو گی۔ تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو سبقت فی الاسلام سے محروم رہے۔ تاہم اللہ نے تم پر احسان کیا اور بالآخر تم نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ تم اس نعمت عظمیٰ سے دست کش ہو کر اللہ کی ناشکری کرو۔ محمد ﷺ کی وفات کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام ختم ہو گیا۔ خدا کی قسم اسلام ابد تک باقی رہے گا اور جس طرح سورج اور چاند ساری دنیا میں اپنا نور پھیلاتے ہیں، اسی طرح اسلام کے نور سے سارا عالم روشن ہو جائے گا۔ کان کھول کر سن لو کہ اگر تم میں سے کسی نے اسلام سے روگردانی کرنے کی کوشش کی تو میں اس کا سر اڑا دوں گا۔''

اس تقریر میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ اس نے قریش کے دلوں کو پگھلا کر رکھ دیا اور وہ بے اختیار پکار اٹھے:

''اے ہمارے بزرگ! خدا کی قسم آپ ہمیں ہر حال میں اسلام پر ثابت قدم پائیں گے۔ ہم دشمنانِ حق کو کبھی اپنی صفوں میں نہیں گھسنے دیں گے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور راہِ حق میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔"

یہ صاحب جن کے جوشِ ایمان اور زورِ خطابت نے مکہ کی فضا کو آناً فاناً تبدیل کر دیا اور یوں اسلام کو ایک مہیب خطرے سے بچا لیا، خطیبِ قریش حضرت سہیلؓ بن عمرو تھے۔

(۲)

حضرت سہیلؓ بن عمرو (بن عبدِ شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لُوئی قرشی عامری) کا شمار قریش کے با اثر رُؤسا میں ہوتا تھا۔ سرورِ عالمؐ نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو ابولہب، ابوجہل، ابوسفیان، عقبہ بن ابی معیط، عتبہ و شیبہ پسرانِ ربیعہ، اُمیّہ بن خلف وغیرہ دوسرے رُؤسائے قریش کی طرح سہیل نے بھی حق کی مخالفت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، وہ ایک شعلہ نوا مقرر اور سحر البیان خطیب تھے، شعر و شاعری میں بھی درک رکھتے تھے اور اپنے زورِ بیان سے آناً فاناً پوری قوم کو متحرک کر دیتے تھے، انہوں نے اپنی پوری صلاحیتیں اسلام کی مخالفت میں صَرف کر دیں اور دعوتِ حق کی قدم قدم پر مزاحمت کی لیکن قدرتِ خداوندی کا کرشمہ دیکھیے کہ جس قدر وہ اسلام کے شدید دشمن تھے ان کی اولاد اسی قدر اسلام کی شیدائی ثابت ہوئی۔ ان کے دو نوجوان فرزندوں ابوجندلؓ اور عبداللہؓ نے ابتدائے بعثت ہی میں رحمت عالم ﷺ کا دامن اقدس تھام لیا۔ اسی طرح ان کی دو شادی شدہ بیٹیوں سہلہؓ اور اُمِ کلثومؓ نے اپنے شوہروں (حضرت ابوحذیفہؓ اور ابوسبرہؓ بن ابی رُہم) سمیت دعوتِ حق پر لبیک کہا اور یوں یہ سب سابقون اوّلون کی مقدس جماعت میں شمار ہوئے۔ سہیل اپنے بیٹوں کے قبولِ اسلام پر سخت برہم ہوئے اور ان کو زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا۔

حضرت عبداللہؓ بن سہیل تو موقع پا کر دوسری ہجرتِ حبشہ میں حبش چلے گئے البتہ حضرت ابوجندلؓ صلحِ حدیبیہ کے زمانہ تک باپ کی سخت گیریوں کا نشانہ بنے رہے۔ حضرت عبداللہؓ بھی کچھ عرصہ بعد حبش سے مکّہ واپس آئے تو دوبارہ باپ کے پنجۂ ستم میں گرفتار ہو گئے۔ انہوں نے مصلحتاً اپنے آپ کو باپ کا اطاعت گزار ظاہر کر کے قید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے رہائی حاصل کر لی لیکن دل سے وہ بدستور اسلام کے والہ وشیفتہ رہے۔ غزوۂ بدر میں وہ مشرکین کے لشکر کے ساتھ مدینہ گئے اور وہیں موقع پا کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ ادھر سہیل کی بیٹیاں اور داماد بھی قبولِ اسلام کے جرم میں مشرکین کے غیظ وغضب کا نشانہ بن گئے۔ سرورِ عالمؐ نے مسلمانوں کو حبش کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو وہ بھی مہاجرین کے قافلے میں شامل ہو کر حبش چلے گئے اور سالہا سال تک غریب الوطنی کے مصائب جھیلتے رہے۔ سہیل کو نہ اپنے بیٹوں کی پروا تھی اور نہ بیٹیوں کی، اسلام دشمنی کا جو راستہ انہوں نے اختیار کیا تھا اس پر بگٹٹ دوڑے جا رہے تھے۔ جوں جوں حلقۂ اسلام وسیع ہوتا جا رہا تھا اسلام سے ان کے معاندانہ جذبات میں اور شدت آتی جاتی تھی غرض ان کی زندگی کے شب وروز حق کی پُرزور مخالفت کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے۔ مسلمانوں سے ان کی نفرت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ بیعت عقبۂ کبیرہ کے بعد انصارِ مدینہ نے اپنے وطن کو مراجعت کی تو رئیسِ خزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ مشرکینِ مکّہ نے اہلِ مدینہ کا تعاقب کرتے ہوئے انہیں اُذاخر کے مقام پر پکڑ لیا۔ پھر ان کو کجاوے کے تسموں سے باندھ دیا اور ان کے سر کے بال پکڑ کر مارتے پیٹتے مکّہ لائے۔ جو مشرک آتا انہیں زدوکوب کرتا اور ان کے لمبے بالوں کو پکڑ کر گھسیٹتا تھا۔ خود حضرت سعدؓ بن عبادہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک سرخ وسپید خوش صورت آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا اور خیال کیا کہ یہ شخص رحمدل اور معقول معلوم ہوتا ہے شاید مجھے اس عذاب سے نجات دلائے لیکن اس نے پاس آ کر میرے منہ پر اس زور سے تھپڑ رسید کیا کہ میرا منہ پھر گیا۔ (بروایتِ دیگر ایک زور کا گھونسا مجھے مارا) میں نے اب سمجھ لیا کہ ان لوگوں میں کوئی خیر نہیں رہی اور یہ سب نامعقول ہیں۔ (تھپڑ یا گھونسا مارنے والے یہ صاحب حضرت سہیل بن عمرو تھے) آخر ایک مشرک (ابوالبختری بن ہشام) کو مجھ پر رحم آ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

''کیا مکّہ میں تمہاری کسی سے شناسائی ہے؟''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے جواب دیا۔ "ہاں جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ تجارت کے لیے وقتاً فوقتاً یثرب جاتے ہیں وہ مجھے جانتے ہیں۔"

اس شخص نے کہا۔ "ان دونوں کا نام لے کر دہائی دو۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ دوسری طرف اس شخص نے ان دونوں سے جا کر کہا کہ خزرج کا ایک شخص سعد بن عبادہ نامی اَبطح میں بری طرح پٹ رہا ہے اور تمہارے نام کی دہائی دے رہا ہے۔

وہ بولے۔ "غضب ہو گیا' خدا کی قسم جو کچھ وہ کہتا ہے، سچ ہے۔ سعد بن عبادہ خزرج کا رئیس ہے اور ہمارے ساتھ اس نے ہمیشہ اچھا سلوک کیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دوڑتے ہوئے گئے اور حضرت سعدؓ کو ان ظالموں کے پنجۂ ستم سے نجات دلائی۔

(۳)

ہجرتِ نبوی کے بعد ۲ ہجری میں غزوۂ بدر پیش آیا تو سہیل بڑے جوش وخروش کے ساتھ دوسرے مشرکین کے ہمراہ مسلمانوں سے لڑنے گئے۔ لڑائی میں قریش کو شکست ہوئی تو سہیل حضرت مالکؓ بن دخشم کے ہاتھ اسیر ہو گئے۔ جب وہ حضورؐ کے سامنے لائے گئے تو انہیں دیکھ کر حضرت عمرؓ کا خون کھول اٹھا، آج وہ شخص ان کے قبضے میں تھا جس کی زبان سے نکلے ہوئے تیر سالہا سال تک اہلِ حق کو گھائل کرتے رہے۔ انہوں نے سرورِ عالم ﷺ سے عرض کی:

"یارسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں سہیل کے اگلے دو دانت توڑ دوں تاکہ اس کی تقریر کی قوت جاتی رہے۔ اس شخص کی قوّتِ گویائی نے اہلِ حق کو سخت نقصان پہنچایا ہے، اس کے دانت ٹوٹ گئے تو وہ پہلے کے سے زور اور جوش کے ساتھ تقریر نہیں کر سکے گا۔"

رحمتِ عالمؐ نے حضرت عمرؓ کی بات قبول نہ کی اور فرمایا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جانے دو عمر جانے دو، اللہ نے اسے خطابت کی جو صلاحیت عطا کی ہے
شاید تمہیں کبھی اس سے فائدہ پہنچے اور تم خوش ہو جاؤ۔"
اس کے بعد حضورؐ نے سہیل سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیا۔

بعض روایتوں میں یہ واقعہ بیان تو کیا گیا ہے لیکن ان میں یہ صراحت نہیں کی گئی کہ یہ واقعہ جنگِ بدر کے موقع پر پیش آیا تھا یا کسی دوسرے موقع پر۔ غزوۂ بدر کے بعد سہیل غزوۂ اُحد اور غزوۂ احزاب میں بھی معاندانہ شریک ہوئے اگرچہ قریش کو ہر بار منہ کی کھانی پڑی لیکن سہیل پر ان پے در پے ناکامیوں کا مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اسلام کی بیخ کنی کی کوششوں میں بدستور بڑے زور شور سے مصروف رہے۔

(۴)

ذیقعدہ ۶ ہجری میں رسولِ اکرم ﷺ چودہ سو صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے لیے احرام باندھ کر مدینہ منورہ سے مکّہ کو روانہ ہوئے۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کو مکّہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے زبردست تیاریاں کیں۔ حضورؐ کو قریش کے عزائم کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مکّہ سے ایک منزل ادھر حدیبیہ کے میدان میں پڑاؤ ڈال دیا اور قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں اور جنگ وجدال ہمارا مقصد نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ قریش کچھ مدت کے لیے ہم سے صلح کا معاہدہ کر لیں۔ قریش نے اس کے جواب میں عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنا سفیر بنا کر دربارِ رسالت میں بھیجا۔ انہوں نے واپس جا کر قریش کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے صلح کر لینے ہی میں مصلحت ہے کیوں کہ میں نے مسلمانوں میں محمدؐ کی خاطر کٹ مرنے کا بے پناہ جذبہ دیکھا ہے۔ قریش نے عروہ کی بات نہ مانی۔ حضورؐ نے پھر ایک سفیر بھیجا، قریش نے اس سے بھی بدسلوکی کی اور مسلمانوں سے لڑنے کے لیے دستہ بھیج دیا۔ مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا لیکن رحمتِ عالمؐ نے معاف فرما دیا اور اِتمامِ حُجّت کے لیے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر مکّہ بھیجا۔ قریش نے ان کو مکّہ میں روک لیا۔ ادھر مسلمانوں میں یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خبر مشہور ہو گئی کہ عثمانؓ شہید کر دیے گئے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے قریش کی یہ حرکت ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لیے لڑنے مرنے پر تُل گئے اور سب نے ایک ببول کے درخت کے نیچے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر موت کے لیے بیعت کی۔ اس کا نام بیعتِ رضوان ہے کیوں کہ اس بیعت سے مشرف ہونے والے جانبازوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنی خوشنودی کی بشارت دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر صحیح نہیں تھی۔ تاہم مسلمانوں کا جوش وخروش دیکھ کر کفّار کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ صلح کا معاہدہ کرنے پر تیار ہو گئے۔ شرائط صلح طے کرنے کے لیے انہوں نے سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر منتخب کیا۔ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کا معاہدہ معرضِ تحریر میں لانے کی خواہش کی۔ حضورؐ نے کتابتِ معاہدہ کی خدمت حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کے سپرد کی اور ان سے فرمایا لکھو:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

سہیل چمک کر بولے۔ "ہم نہیں جانتے رحمٰن کون ہے اس کے بجائے "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" لکھا جائے کیونکہ اللّٰهُمَّ کے بارے میں ہم اور آپ متفق ہیں۔"

اس موقع پر موجود صحابہ کرامؓ مصر ہوئے کہ جو کچھ علیؓ نے لکھا ہے وہی مناسب ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے لیکن سرورِ عالمؐ نے متبسم ہو کر حضرت علیؓ سے فرمایا:

"اے برادر جس طرح سہیل کہتے ہیں اسی طرح لکھ دو۔"

حضرت علیؓ نے تعمیلِ ارشاد کی۔ اب حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ آگے لکھو:

"هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله"

(یہ قرارداد جو محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے)

حضرت علیؓ نے یہ الفاظ لکھے تو سہیل نے اعتراض کیا:

"صاحب یہ الفاظ ہمیں منظور نہیں ہم اگر محمد کو رسول مان لیں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ آپ یہاں محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھیں۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضورؐ نے فرمایا:

''میری رسالت تمہاری اور تمہارے موکلوں کی تصدیق کی محتاج نہیں میں ابنِ عبداللہ بھی ہوں اور اللہ کا رسول بھی تاہم میں تمہاری بات مان لیتا ہوں۔'' پھر آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

''رسول اللہ کے الفاظ مٹا کر ابنِ عبداللہ لکھ دو''

حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں تو رسول اللہ کے الفاظ مٹانے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''اچھا تو کاغذ ادھر لاؤ'' جب کاغذ پیش کیا گیا تو آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے رسول اللہ کے الفاظ مٹا دیے۔ اور ان کی جگہ ''بن عبداللہ'' لکھوایا۔

یہ مرحلہ طے ہو جانے کے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: ''لکھو، قریش کو مسلمانوں کے عمرہ کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔''

سہیل: ''خدا کی قسم ہم یہ نہیں مانیں گے کہ آپ اس سال عمرہ کے لیے مکہ میں داخل ہوں۔ اس طرح تو سارا عرب ہمیں بزدلی کا طعنہ دے گا۔ ہاں آئندہ سال آپ طواف کے لیے آسکتے ہیں۔''

رحمتِ عالمؐ نے فرمایا: ''چلو یونہی سہی'' چنانچہ یہ شرط تحریر میں آگئی۔

سہیل نے کہا: ''اب یہ لکھوایئے کہ اہلِ مکہ میں سے جو شخص بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو مسلمانوں کو اسے قریش کے پاس واپس بھیجنا ہوگا اور اگر کوئی مسلمان اہلِ مکہ کے قبضے میں آ جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا خواہ مسلمان اس کی واپسی کا مطالبہ کریں۔''

مسلمانوں کو یہ شرط بڑی عجیب معلوم ہوئی اور انہوں نے بیک زبان کہا: ''یہ شرط قرینِ انصاف نہیں اور ہمیں ہرگز منظور نہیں۔'' ابھی اس بارے میں ردوقدح جاری تھی کہ ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ سہیل کے صاحبزادے ابوجندلؓ جنہیں انہوں نے اسلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جرم میں پا بہ زنجیر کر رکھا تھا، کسی طرح اپنے قید خانے سے نکل کر گھسٹتے گھسٹاتے گرتے پڑتے حدیبیہ آن پہنچے۔ ان کے ٹخنوں اور پنڈلیوں سے خون رِس رہا تھا، پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ پکار پکار مسلمانوں سے فریاد کر رہے تھے:

"برادرانِ اسلام دیکھو اسلام لانے کے جرم میں میرے والد نے میری یہ گت بنائی ہے کیا تم مجھے اس ذلت سے نجات نہیں دلاؤ گے۔"

انہیں اس حالت میں دیکھ کر مسلمانوں میں کہرام مچ گیا لیکن سہیل بپھر گئے اور کہنے لگے:

"اے محمدؐ! اس صلح نامے کی تکمیل اسی صورت میں ہو گی کہ پہلے اس سرپھرے کو واپس کیا جائے، مسلمانوں کے لیے صلح نامہ کی پابندی کا یہ پہلا موقع ہے۔"

رسولِ اکرمؐ: "صاحب! یہ شرط تو ابھی تحریر میں بھی نہیں آئی اس لیے ابوجندل پر اس کا اِطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔"

سہیل نے برافروختہ ہو کر جواب دیا: "کچھ بھی ہو جب تک ابوجندل کو ہمارے حوالے نہیں کیا جائے گا ہم کسی شرط پر صلح نہیں کریں گے۔"

سرورِ عالمؐ اور صحابہؓ نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کسی طرح نہ مانے۔ بالآخر حضورؐ نے سہیل کی شرط تسلیم کر لی اور فرمایا "اچھا تو ابوجندل کو اپنے ہمراہ واپس لے جاؤ۔"

علامہ ابنِ قیمؒ "زاد المعاد" میں لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ابوجندلؓ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور بآوازِ بلند پکارے:

"اے گروہِ مسلمین! ایک مسلمان کو مشرکوں کے سپرد کر رہے ہو دیکھو تو کس طرح میرے جسم سے خون کے دھارے بہہ رہے ہیں۔"

سرورِ عالمؐ نے ابوجندلؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "ابوجندل صبر کرو! ہمارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرزِ عمل کا نتیجہ بہت جلد ظاہر ہونے کو ہے۔ (یہ آپ نے کنایتہً فرمایا) اللہ تمہارے اور دوسرے مظلوم مسلمانوں کے لیے کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔"

چنانچہ ابو جندلؓ اسی طرح پابہ زنجیر سہیل کے حوالے کر دیے گئے اور صلح نامہ پر دستخط ہو گئے۔

سرورِ عالمؐ عمرہ کیے بغیر ہی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حدیبیہ سے عازمِ مدینہ ہوئے تو معاً بارگاہِ خداوندی سے ارشاد ہوا:

"اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا"

(اے پیغمبر ہم نے تمہیں کھلی ہوئی فتح عطا کی)

یہ ارشادِ الٰہی فی الحقیقت ان فتوحات اور کامرانیوں کی نوید تھا جو مسلمانوں کو آئندہ حاصل ہونے والی تھیں۔ ورنہ مسلمان سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے دب کر صلح کی ہے۔

(۵)

رمضان ۸ ہجری میں نبیِ اکرم ﷺ مکّہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اس موقع پر صرف ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا، جس میں سہیل، عکرمہ بن ابوجہل، اور صفوان بن امیہ پیش پیش تھے۔ انہوں نے بنی بکر، بنی حارث اور ہُذَیل وغیرہ کے بہت سے متعصب مشرکین کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں کے اس دستۂ فوج کی مزاحمت کی جو حضرت خالدؓ بن ولید کی سرکردگی میں مکّہ میں داخل ہو رہا تھا۔ مسلمانوں نے آناً فاناً مشرکین کے پرخچے اڑا کر رکھ دیے اور وہ اپنے بہت سے آدمی مقتول چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ سہیل بھاگ کر اپنے گھر کے اندر جا چھپے۔ اس وقت ان کی جو کیفیت تھی اس کو بعد میں انہوں نے ان الفاظ میں بیان کیا:

"رسول اللہ ﷺ کے مکّہ میں داخل ہوتے ہی مجھ پر اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ میں گھر میں دبک گیا اور اپنے فرزند ابو جندل کو بلا کر کہا کہ "اے لختِ جگر جس طرح بن پڑے محمدؐ سے سفارش کر کے میری جان بخشی کراؤ۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو جندلؓ نے باپ کے ہاتھوں بڑی سختیاں جھیلی تھیں لیکن اس موقع پر انہیں سب کچھ بھول گیا اور انہوں نے باپ کو بچانے کی ہامی بھر لی۔ وہاں سے سیدھے رحمتِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی "یارسول اللہ میرے والد کو امان مرحمت فرمائیے۔" حضورؐ ابو جندلؓ کی قربانیوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ بلا تامّل ان کی سفارش مان لی اور فرمایا:

"سہیل خدا کی امان میں ہے۔ وہ کسی خوف وخطر کے بغیر گھر سے نکلے، کسی مسلمان کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اس کو گزند پہنچائے۔ میری عمر کی قسم سہیل صاحبِ عقل وشرف ہے۔ ایسا شخص نعمتِ اسلام سے محروم نہیں رہ سکتا۔"

(اس زمانہ میں عمر وغیرہ کی قسم کھانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔)

ابو جندلؓ خوش خوش والد کے پاس واپس گئے اور انہیں حضورؐ کے ارشاد سے آگاہ کیا۔ وہ بے اختیار پکار اٹھے:

"خدا کی قسم! محمدؐ بچپن میں بھی نیک تھے اور بڑی عمر میں بھی نیک ہیں۔"

یہ مستدرکِ حاکم کی روایت ہے۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے "اِصابہ" میں لکھا ہے کہ فتحِ مکّہ کے دن جب تمام اہلِ مکّہ رسولِ اکرمؐ کے سامنے پیش ہوئے تو حضور نے خطبہ کے بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے اربابِ قریش آج تم مجھ سے کیا توقّع رکھتے ہو؟"

اس موقع پر سہیلؓ قریش کی ترجمانی کے لیے آگے بڑھے اور یوں عرض پیرا ہوئے:

"آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف برادر زادے ہیں ہمیں آپ سے بھلائی ہی کی امید ہے۔"

رحمتِ عالمؐ نے فرمایا:

"اے برادرانِ قریش! میں آپ لوگوں سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
(آج تم لوگوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہے)

جائیے آپ سب آزاد ہیں۔

سہیل رحمتِ عالمؐ کی شانِ کرم دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے۔ چند دن بعد جب حضورؐ غزوۂ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے تو وہ جعرانہ کے مقام پر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ رحمتِ عالمؐ نے انہیں تالیفِ قلب کے طور پر اموالِ ہوازن میں سے سو اونٹ مرحمت فرمائے۔ بس اسی دن سے وہ اپنے دل و جان رسولِ عربیؐ پر نثار کر بیٹھے اور زندگی کے آخری سانس تک سابقہ لغزشوں کی تلافی میں مصروف رہے۔ امام بخاریؒ اور حاکمؒ نے لکھا ہے کہ حضرت سہیلؓ غزوۂ حنین میں عملاً بھی شریک ہوئے۔

(۶)

قبولِ اسلام کے بعد حضرت سہیلؓ کی زندگی میں یکسر انقلاب آ گیا۔ وہ نہایت کثرت سے نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے اور اپنا مال بے دریغ راہِ حق میں لٹاتے تھے۔ علامہ ابنِ اثیرؒ نے "اُسْدُ الغابہ" میں لکھا ہے کہ وہ رؤسائے قریش جو سب سے آخر میں اسلام لائے ان میں سہیلؓ بن عمرو سب سے زیادہ نمازیں پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے، صدقہ و خیرات دینے والے اور اعمالِ صالح کرنے والے تھے۔ کثرتِ ریاضت سے ان کا بدن سوکھ گیا تھا اور رنگ سنولا گیا تھا۔ اپنے گزشتہ اعمال کو یاد کر کے بہت رویا کرتے تھے بالخصوص جب قرآن سنتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ غرض اسلام لانے کے بعد وہ ایک مثالی مردِ مؤمن بن گئے تھے۔ سرورِ کونینؐ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جب ارتداد کے فتنے نے سارے عرب میں قیامت برپا کر دی، سہیلؓ کے قدم ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ڈگمگائے، بلکہ انہوں نے اس پُر آشوب زمانے میں ایسی استقامت اور جرأت کا مظاہرہ کیا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ قریشِ مکّہ کو راہِ راست پر رکھنا ان کا ایک ایسا عظیم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارنامہ ہے کہ ان کو بلا تامّل مُحسنینِ اسلام کی صف میں جگہ دی جا سکتی ہے۔ فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے میں نہ صرف حضرت سہیلؓ بلکہ ان کے سارے گھرانے نے جانبازانہ کوششیں کیں۔ اس سلسلہ میں سب سے خونریز جنگ مسیلمہ کذّاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر لڑی گئی۔ حضرت سہیلؓ کے بڑے صاحبزادے عبداللہؓ جنگِ یمامہ میں مجاہدانہ شریک ہوئے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت ابوبکر صِدّیقؓ حج کے لیے مکّہ گئے تو تعزیت کے لیے حضرت سہیلؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حضرت سہیلؓ نے فرمایا:

> "مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے خاندان کے ۷۰ (ستر) افراد کی شفاعت کرے گا۔ مجھ کو امید ہے کہ عبداللہ سب سے پہلے میری شفاعت کرے گا۔"

(۷)

حضرت ابوبکر صِدّیقؓ کے عہدِ خلافت میں جب سلطنتِ روم کے خلاف جہاد کا آغاز ہوا اور مجاہدینِ اسلام نے شام (بشمول فلسطین) کی طرف پیش قدمی شروع کی تو حضرت سہیلؓ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر اپنے تمام خاندان کے ہمراہ اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔ علّامہ واقدی کا بیان ہے کہ شام کی بہت سی لڑائیوں میں انہوں نے جانبازی اور سرفروشی کا بے مثال مظاہرہ کیا اور نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔ اس زمانے میں انہوں نے اپنے آپ کو ہمہ تن راہِ حق میں وقف کر دیا تھا۔ ساری ساری رات نماز پڑھتے رہتے اور دن میدانِ جہاد میں گزارتے۔ شام کی سب سے خونریز جنگ یرموک کے میدان میں پیش آئی۔ اس جنگ میں حضرت سہیلؓ اسلامی فوج کے ایک دستہ کے افسر تھے۔ لڑائی کے پہلے دن ساٹھ ہزار عیسائی جنگجو جو سب قبائلِ عرب سے تعلّق رکھتے تھے، جبلہ بن ایہم غسّانی کی سرکردگی میں مسلمانوں کے مقابل ہوئے۔ اس موقع پر سپہ سالارِ اسلام حضرت ابوعبیدہؓ بن الجرّاح کی اجازت سے حضرت خالدؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن ولید نے ایک ایسی کارروائی کی کہ دنیا کی جنگی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے مسلمانوں سے ساٹھ چیدہ شہسوار منتخب کیے اور قرار دیا کہ ان میں سے ہر شہسوار ایک ہزار آدمیوں کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ یہ خوداعتمادی کا عظیم الشان مظاہرہ تھا اور پھر چشم فلک نے دیکھا کہ اللہ کے یہ ساٹھ سپاہی ساٹھ ہزار کافروں سے بھڑ گئے۔ ان ساٹھ شہسواروں میں ایک حضرت سہیلؓ بن عمرو تھے۔ یہ مردانِ جری رات کا اندھیرا پھیلنے تک جبلہ کے عرب لشکر سے نبرد آزما رہے۔ اس معرکے میں دشمن کے سینکڑوں آدمی کام آئے اور مسلمانوں کے صرف دس آدمی شہید اور پانچ دشمن کے ہاتھ اسیر ہو گئے۔

حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ حضرت سہیلؓ بن عمرو نے جنگِ یرموک ہی کے ایک معرکے میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

اس سلسلہ میں انہوں نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ بھی اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت سہیلؓ زخموں سے چُور ہو کر زمین پر گر گئے۔ اس حالت میں ان کے منہ سے ''پانی، پانی'' نکلا۔ ایک مسلمان جو زخمیوں کو پانی پلا رہے تھے دوڑ کر ان کے پاس پہنچے اور پانی کا پیالہ ان کے منہ سے لگا دیا۔ عین اسی وقت قریب پڑے ہوئے ایک اور زخمی نے پانی مانگا، سہیلؓ نے ان کی آواز سنی تو بغیر پانی پیے پیالہ اپنے لبوں سے ہٹا دیا اور فرمایا کہ پہلے میرے بھائی کو پانی پلاؤ۔ دوسرے زخمی کے پاس پانی لایا گیا تو انہوں نے ایک تیسرے زخمی کی آواز سنی ''کوئی ہو تو پانی پلا دے۔'' دوسرے صاحب نے بھی پانی کا ایک قطرہ چکھے بغیر فرمایا ''پہلے میرے بھائی کو پانی پلاؤ'' اسی طرح یکے بعد دیگرے سات زخمی پانی پانی کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے مگر اپنی پیاس پر دوسروں کی تختی کا خیال کر کے کسی نے پانی نہ چکھا۔ یوں ان شہیدانِ ایثار و وفا نے اُخُوّتِ اسلامی اور محبّتِ ایمانی کا ایک ایسا ارفع واعلیٰ نمونہ پیش کیا جو اَبَد تک مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ بنا رہے گا۔

بعض دوسری روایتوں میں اس واقعہ کے کرداروں میں حضرت سہیلؓ بن عمرو کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ صرف عکرمہؓ بن ابوجہل اور حارثؓ بن ہشام کے نام لیے گئے ہیں، اور ایک روایت میں حضرت سہیلؓ کی جگہ حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ کا نام درج ہے۔ اس ایمان افروز واقعہ کے کردار تین ہوں یا سات، ان میں سہیلؓ بن عمرو ہوں یا عیاشؓ بن ابی ربیعہ، بہرصورت اس واقعہ کی صحت میں کلام نہیں۔

علامہ ابنِ سعدؒ اور حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ کا بیان ہے کہ حضرت سہیلؓ بن عمرو نے طاعون عمواس (۱۸ ہجری) میں وفات پائی۔ اس ضمن میں انہوں نے حضرت ابوسعد بن فضالہؓ (بعض روایتوں میں ان کا نام سعد بن فضالہ درج ہے) سے روایت کی ہے کہ: ''میں جہادِ شام میں سہیلؓ بن عمرو کے ساتھ تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ کے راستے میں تھوڑی دیر ٹھہرنا مدت العمر کے اعمال سے بہتر ہے۔ اس لیے میں مرتے دم تک برابر جہاد کرتا رہوں گا اور اب واپس مکہ نہ جاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا عہد پورا کیا۔ طاعونِ عمواس میں بھی میدانِ جہاد سے نہ ہٹے اور وہیں سفرِ آخرت اختیار کیا۔''

حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ جب حضرت سہیلؓ کے صاحبزادے حضرت ابوجندلؓ نے بھی طاعونِ عمواس میں وفات پائی تو اس وقت سہیل کی اولاد میں سے ایک لڑکی اور ایک پوتی کے سوا کوئی دنیا میں موجود نہ تھا۔ اس طرح وہ خود بھی اور قریب قریب ان کی ساری اولاد بھی اسلام پر قربان ہوگئی۔

(۸)

حضرت سہیلؓ بن عمرو کا شمار ان عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے جو حضورِ اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے مصداق تھے:

'' خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ ''

''یعنی تم میں سے جو زمانۂ جاہلیت میں بلند مرتبہ تھے وہ اسلام میں بھی عالی مرتبہ ہیں۔''

زمانۂ جاہلیت میں حضرت سہیلؓ نے جس طرح اپنے مرتبہ، ریاست، مال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زورِ بیان کو اسلام کے خلاف استعمال کیا، قبولِ اسلام کے بعد انہوں نے اس سے کہیں زیادہ جوش اور جذبے کے ساتھ اپنے آپ کو حق کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، ان کی فصاحت و بلاغت کفر کے مقابلے میں شمشیر برّاں بن گئی اور ان کی شعلہ نوائی اسلام اور اہلِ حق کے لیے ڈھال بن گئی۔ ایک دن وہ تھا کہ اسلام کے خلاف ان کی اس شعلہ نوائی اور زورِ خطابت سے تنگ آ کر حضرت عُمرِ فاروقؓ نے حضورِ اکرمؐ سے اجازت مانگی تھی کہ سہیلؓ کے اگلے دانت توڑ ڈالیں لیکن رحمتِ عالمؐ نے فرمایا تھا کہ جانے دو شاید ایک دن وہ تمہیں خوش کر دیں اور پھر ایک دن آیا کہ حضورؐ کی یہ پیشینگوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوگئی، سہیلؓ کے زورِ خطابت اور شعلہ بیانی نے مکہ پر اُمڈتے ہوئے ارتداد کے طوفان کو دھواں بنا کر اڑا دیا اور سارے مسلمان خوش ہو گئے۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد روزہ، نماز اور قرآن سے ان کے شغف کو دیکھ کر دوسرے لوگ رشک کرتے تھے۔ ان کی طبیعت سے زمانۂ جاہلیت کی نخوت اور رعونت یکسر کافور ہوگئی تھی اور وہ انکسار و تواضع کا پیکر بن گئے تھے۔

فتح مکہ کے بعد مشہور عالم قرآن حضرت معاذؓ بن جبل انصاری نے کچھ مدت مکّہ میں قیام کیا۔ حضرت سہیلؓ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ابھی انکی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حضرت معاذؓ مکّہ سے مدینہ چلے گئے۔ حضرت سہیلؓ اب وقتاً فوقتاً مکّہ سے مدینہ جاتے اور حضرت معاذؓ سے تعلیم حاصل کرتے۔ ایک دفعہ حضرت ضرارؓ بن ازور نے ان سے کہا ''کیا یہ ضروری ہے کہ آپ اسی خزرجی (حضرت معاذؓ) سے قرآن پڑھیں۔ اپنے خاندان کے کسی آدمی سے قرآن پڑھنے میں کیا حرج ہے؟''

حضرت سہیلؓ نے جواب دیا: ''ضرار! اسی تعصّب کی وجہ سے ہم اس حالت کو پہنچے ہیں اور دوسرے کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے۔ اسلام نے جاہلیّت کی تمام اونچ نیچ ختم کر دی ہے اگر ہم بھی آغازِ دعوت میں حق قبول کر لیتے تو آج ہمارا مقام منزلوں آگے ہوتا۔ میں تو اپنے کنبہ کے افراد بلکہ اپنے غلام عمیرؓ بن عوف کی سبقت فی الاسلام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے شرف پر بھی خوش ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کی دعاؤں کی بدولت ہی مجھے قبولِ حق کی سعادت نصیب ہوئی ورنہ بہتیرے دوسرے مشرکین کی طرح میں بھی مسلمانوں سے لڑتے ہوئے کسی لڑائی میں مارا جاتا۔ ضرار جب میں حدیبیہ میں اپنے طرزِ عمل کو یاد کرتا ہوں تو مجھے رسول اللہ ﷺ سے ندامت محسوس ہوتی ہے۔ خدا کی قسم جن لوگوں نے تقدّم فی الاسلام کا شرف حاصل کیا وہ ہم سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اس لیے میں ضرور معاذؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کروں گا۔" ان کا ایمان افروز جواب سن کر حضرت ضرارؓ ساکت وصامت ہو گئے اور پھر انہوں نے کبھی کسی سے ایسی بات نہ کی۔

"مستدرکِ حاکم" میں حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ قریش کے بڑے بڑے رُؤسا اور شیوخ امیر المؤمنین سے ملنے آئے ان میں ابوسفیانؓ بن حرب، عکرمہؓ بن ابوجہل، حارثؓ بن ہشام اور سہیلؓ بن عمرو بھی شامل تھے۔ اسی اثناء میں کچھ اور لوگ بھی امیر المؤمنین سے ملنے کی خاطر آ پہنچے۔ ان میں حضرت بلالؓ حبشی، سلمان فارسیؓ، عمار بن یاسرؓ اور صہیب رومیؓ جیسے اصحاب (جو کبھی غلام رہ چکے تھے) شامل تھے۔ حضرت عمرؓ کو ان سب اصحاب کی آمد کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے سب سے پہلے مؤخر الذکر اصحاب کو اندر بلا بھیجا کیونکہ وہ سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن اور اہلِ بدر میں سے تھے اور حضرت عمرؓ ان کی حد سے زیادہ تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ حضرت ابوسفیانؓ کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی اور بول اٹھے مَا رأیتُ کالیومِ قط میں نے آج جیسی ذلّت کبھی نہیں دیکھی ہم لوگ انتظار کر رہے ہیں اور غلاموں کو اندر بلایا جاتا ہے۔ حضرت سہیلؓ نے ان کو فوراً ٹوکا اور فرمایا:

"ان کو ملامت نہ کرو اپنے آپ کو ملامت کرو۔ انہیں بھی دعوت دی گئی تھی اور تمہیں بھی، پس وہ دعوت کی طرف تیزی سے لپکے اور تم پیچھے رہ گئے۔"

پھر فرمایا۔ "یہ لوگ ایمان لانے میں تم پر سبقت لے چکے' اب کوئی چیز تمہارے لیے ان پر سبقت لے جانے کی باقی نہیں رہ گئی۔ لہٰذا تم لوگ جہاد کی طرف توجہ دو اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو اپنے اوپر لازم کرلو، شاید اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو شہادت کی نعمت سے نواز کر تلافی مافات کردے۔"

اس کے بعد یہ سب لوگ حضرت سہیلؓ سمیت شام (جہاد کے لیے) چلے گئے۔ واقدیؒ کے بیان کے مطابق حضرت سہیلؓ خلافتِ صدیقی کے دوران میں ہی شام پر یلغار کرنے والے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ شاید وہ کچھ دنوں کے لیے میدانِ جنگ سے واپس آئے ہوں اور جنگِ یرموک سے قبل حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں۔ واقدی اور حاکم کی روایتوں میں اسی طرح تطبیق ہو سکتی ہے۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت سہیلؓ اکثر دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ تاہم دیر سے ایمان لانے کی وجہ سے انہیں فیضانِ نبوی سے بہرہ یاب ہونے کا موقع بہت کم ملا۔ اسی لیے وہ روایت حدیث میں بہت محتاط تھے۔ پھر بھی وہ رسولِ اکرمؐ سے جو کچھ سنتے تھے اسے حرز جان بنا لیتے تھے اور مناسب موقع پر حضورؐ کے ارشادات دوسرے لوگوں تک پہنچا دیتے تھے۔ جہاد اور شہادت کے فضائل کے بارے میں انہوں نے جو کچھ سنا اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ مُسندِ ابی داؤد میں ان سے ایک اہم حدیث مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ "اے لوگو! ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرو، اگر سوار ہونا ہے تو بھی جانوروں کو اچھی حالت میں رکھو۔"

سعادت اندوزِ اسلام ہونے کے بعد حضرت سہیلؓ کی زندگی کے کسی پہلو پر بھی نظر ڈالیں وہ آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن نظر آتا ہے۔ اسی لیے حافظ ابنِ حجرؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ اسلام لانے کے دن سے حضرت سہیلؓ کا کردار ایک قابلِ تعریف مسلمان کا کردار تھا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری......خطیبِ رسولؐ اللہ

(۱)

عہدِ رسالت کے اواخر کا ذکر ہے کہ ایک دن رحمتِ عالم ﷺ اپنے جاں نثاروں کے درمیان رونق افروز تھے اور کسی مسئلے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اثنائے گفتگو میں اچانک کچھ صحابہؓ کی آوازیں معمول سے زیادہ بلند ہو گئیں۔ دربار رسالت میں صحابہؓ کی یہ بلند آہنگی اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور فوراً یہ آیت نازل ہوئی:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ" (الحجرات:۲)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

اس آیت کے نزول پر صحابۂ کرامؓ خوفِ الٰہی سے لرز اٹھے اور انہوں نے عہد کیا کہ حضورؐ کے سامنے اپنی آوازوں کو ہمیشہ پست رکھیں گے۔ حاضرینِ مجلس میں ایک صاحبِ رسول، جن کی آواز بڑی پاٹ دار تھی، اس قدر متاثر ہوئے کہ گھر جا کر کنجِ عزلت میں بیٹھ گئے اور ہر وقت توبہ واستغفار میں مشغول رہنے لگے۔ جب مسلسل چند دن تک حضورؐ نے ان کو مجلس میں نہ دیکھا تو صحابہؓ سے ان کے بارے میں دریافت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ کہیں علیل تو نہیں ہیں۔

سیّد الاوس حضرت سعدؓ بن معاذؓ نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ میں ان کی خبر لاتا ہوں۔''

چنانچہ وہ ان صاحبِ رسولؐ کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ حزن وملال کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا۔ ''آپ چند دن سے مجلسِ نبوی میں نظر نہیں آئے' آج حضورؐ نے مجھے آپ کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے؟''

انہوں نے کہا، ''خیریت کہاں، بارگاہِ الٰہی سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے بولنے کی ممانعت اور وعید نازل ہو چکی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مجلسِ نبوی میں آپ سب میں زیادہ میری ہی آواز بلند ہو جاتی ہے۔ اب یہ غم میری کمر کو توڑے ڈالتا ہے کہ میرا سارا عمل رائیگاں گیا اور میں دوزخی ہو گیا۔''

حضرت سعدؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں واپس جا کر ساری بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا، ''وہ دوزخی نہیں بلکہ اہلِ جنّت میں سے ہے۔''

یہ صاحبِ رسول، جن کو سرورِ کون ومکاں، فخرِ موجودات، خیر الخلائق، رحمتِ عالم ﷺ نے واضح الفاظ میں جنّتی ہونے کی بشارت دی، حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری تھے۔

(۲)

سیّدنا ابو محمد ثابتؓ بن قیس انصار مدینہ کے خاندان خزرج سے تعلّق رکھتے تھے۔

سلسلۂ نسب یہ ہے:

ثابتؓ بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن اِمرء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔

علامہ ابنِ اثیرؒ کے بیان کے مطابق ان کی والدہ قبیلۂ طے سے تھیں۔

ہجرت سے قبل بیعت عقبۂ ثانیہ یا عقبۂ کبیرہ کے بعد کسی وقت مُشرّف بہ اسلام ہوئے۔ ان میں فطرتاً خطابت اور تقریر کا ملکہ موجود تھا اور وہ اپنی فصاحت، بلاغت اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوتِ تقریر کے لحاظ سے اہلِ مدینہ میں منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ آواز بھی بڑی پاٹ دار تھی۔ اسی لیے انصار نے ان کو اپنا خطیب بنایا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی صلاحیتوں کا علم ہوا تو آپؐ نے بھی ان کو اپنا خطیب مقرر فرمایا۔ چنانچہ وہ ''خطیبِ رسول اللہ'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ مُنوّرہ میں نزولِ اِجلال فرمایا تو انصار مدینہ نے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے اور ایسے جوش اور مُسرّت کے ساتھ آپؐ کا استقبال کیا کہ چشمِ فلک نے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔ استقبال کرنے والے اصحاب میں حضرت ثابتؓ بن قیس بھی تھے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا:

''یا نبی اللہ ہم آپ کی اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا صلہ کیا ملے گا؟''[1]

آپؐ نے فرمایا، ''جنّت!''

اس پر تمام لوگ پکار اٹھے، ''ہم سب راضی ہیں!''

غزوۂ بدر میں حضرت ثابتؓ کی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے ان کو اصحابِ بدر میں شمار کیا ہے لیکن سیر و مغازی کی بیشتر کتابوں میں انہیں اصحابِ بدر میں شامل نہیں کیا گیا۔ حضرت ثابتؓ بڑے مخلص صحابی تھے۔ اس لیے بدر میں ان کے

---

[1] مسندِ احمد بن حنبل میں اس قسم کے الفاظ رسولِ اکرمؐ سے منسوب ہیں جو آپؐ نے بیعت عقبۂ کبیرہ کے موقع پر انصار سے مخاطب ہو کر فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا ''میں تم سے خدا کے متعلق کہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ ہم کو پناہ دو، ہماری مدد کرو اور جس طرح اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہو، ہماری بھی کرو۔'' انصار نے عرض کیا، ''ان سب باتوں کے عوض ہمیں کیا ملے گا؟''

ارشاد ہوا، ''جنّت!'' اس پر سب انصار نے بیک زبان کہا۔ ''جو کچھ آپ نے فرمایا ہم اس پر راضی ہیں۔'' ہجرتِ مدینہ کے موقع پر شاید حضرت ثابتؓ نے حضورؐ ہی کے الفاظ اپنی طرف سے دوہرائے ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک نہ ہونے کی کوئی خاص وجہ ہوگی۔ مثلاً علالت یا مدینہ میں عدم موجودگی وغیرہ۔
اس کے بعد انہوں نے شروع سے اخیر تک تمام غزواتِ نبوی میں مجاہدانہ شرکت کی اور ہر معرکے میں بڑی ثابت قدمی سے دادِ شجاعت دی۔
غزوۂ مُریسیع (۵ ہجری) میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی صاحبزادی جویریہ کو حضرت ثابتؓ بن قیس نے اسیر کر لیا۔ انہیں لونڈی بن کر رہنا گوارا نہ ہوا۔ اس لیے حضرت ثابتؓ سے مکاتبت کی درخواست کی۔ انہوں نے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب بننا منظور کر لیا۔ جویریہؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں سردارِ قوم حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس وقت مصیبت میں مبتلا ہوں اور اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہتی ہوں، آپ میری امداد فرمائیے!"
آنحضرت ﷺ نے فرمایا، "کیا یہ ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لیے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے؟"
پوچھا، "وہ کیا؟" ارشاد ہوا، "تیرا زرِ مکاتبت میں ادا کر دوں اور تجھ سے خود نکاح کر لوں۔"
انہوں نے یہ بات بخوشی منظور کر لی اور یوں حضرت جویریہؓ کو اُمّ المؤمنین بننے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔

(۳)

عام الوفود ۹ ہجری میں بنو تمیم کا وفد بڑے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ مدینہ آیا۔ یہ ستّر ۷۰ یا اسّی ۸۰ آدمیوں پر مشتمل تھا اور اس میں قبیلہ کے بڑے بڑے رؤسا، آتش بیان خطیب اور بلند پایہ شاعر شامل تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں مفاخرت اور مقابلے کا جذبہ بہت شدید تھا اور وہ ہر وصف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے۔ بنو تمیم کے دماغوں میں بھی خاندانی فخر و غرور کا نشہ سمایا ہوا تھا۔ انہوں نے آستانۂ نبوی پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا کر بدویانہ انداز میں بے تحاشا آوازیں دینی شروع کر دیں۔ ''محمدؐ باہر آؤ اور ہماری بات سنو۔'' آنحضرت ﷺ کو ان کا اکھڑپن ناگوار تو گزرا لیکن آپؐ سراپا عفو وکرم تھے، باہر نکل کر بڑی خندہ پیشانی سے ملاقات فرمائی۔ رئیسِ وفد اقرعؓ بن حابس نے کہا۔ ''ہم آپ سے مفاخرت کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد ہی اسلام کی بات ہو گی۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ''میں فخاری اور شعر بازی کے لیے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔ لیکن اگر تم یہی چاہتے ہو تو اللہ کے فضل سے ہم اس سے بھی باہر نہیں ہیں۔'' بنوتمیم میں ایک شخص عطارد بن حاجب تھے۔ وہ نہایت زبان آور اور فصیح البیان خطیب تھے۔ اور ایک دفعہ نوشیروان کے دربار میں اپنے زورِ خطابت کا مظاہرہ کر کے کمخواب کا خلعت حاصل کر چکے تھے۔ سب سے پہلے وہ کھڑے ہوئے اور مفاخرہ کا آغاز اس تقریر سے کیا:

''تعریف اس خدا کی جس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں تاج وتخت کا مالک بنایا، اہلِ مشرق میں ہمیں سب سے زیادہ معزز کیا۔ ہمارے خزانے سونے چاندی سے پُر ہیں انہیں ہم فیاضی سے خرچ کرتے ہیں۔ لوگوں میں ہمارا مثیل ونظیر نہیں، کیا ہم آدمیوں کے سردار اور ان میں صاحبِ فضل نہیں ہیں؟ اگر کسی اور کو یہ دعویٰ ہو تو وہ سامنے آئے اور ہمارے قول سے اچھا قول اور ہمارے حالات سے اچھے حالات پیش کرے۔ اب مجھ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔''

www.KitaboSunnat.com

عطارد اپنی تقریر ختم کر کے بیٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابتؓ سے فرمایا: ''ثابت اٹھو اور اس کا جواب دو۔''

حضرت ثابتؓ نے تعمیلِ ارشاد کی اور عطارد کے جواب میں یہ خطبہ دیا:

''حمد وستائش اس خدائے عَزَّوَجَلَّ کی جس نے زمین اور آسمان پیدا کیے۔ ان پر اپنا حکم جاری کیا، اپنی کرسی اور اپنے علم کو وسعت دی، وہ قادرِ مطلق ہے، جو کچھ ہوتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کے حکم اور قدرت سے ہوتا ہے۔ اس کی قدرتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی مخلوق میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو سب سے زیادہ شریف النفس ہے، سب سے بڑھ کر راست گو اور سب سے زیادہ بلند اخلاق ہے' پھر اس پیغمبر پر ایک کتاب نازل کی اور اپنی خلقت کا اس کو امانت دار بنایا اور وہی ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سارے عالم سے برگزیدہ کیا اور سارے عالم کا خلاصہ بنایا۔ پھر اس نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا تو اس کی قوم اور اقربا میں سے پہلے مہاجرین نے اس کی دعوت قبول کی جو نسب میں افضل ہیں۔ ان کے چہرے سب سے زیادہ روشن ہیں اور ان کے اعمال سب سے اچھے ہیں۔ پھر ان کے بعد سارے عرب میں سے ہم گروہِ انصار نے دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ لہٰذا ہمارا فخر صرف یہ ہے کہ ہم اللہ کے انصار اور رسول اللہ کے وزیر ہیں۔ اور لوگ جب تک ایمان نہ لائیں اور لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه نہ کہیں، ہم ان سے لڑتے رہیں گے۔ اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو ماننے سے انکار کرے گا ہم اس کے خلاف راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور جہاد کرنا ہمارے لیے کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ پس مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا اور اب میں تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعائے مغفرت کرتا ہوں۔"

اس کے بعد شعر و شاعری کا مقابلہ ہوا۔ جس میں بنو تمیم کی طرف سے زبرقان بن بدر اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے حضرت حسانؓ بن ثابت نے حصہ لیا۔ مفاخرت ختم ہوئی تو اقرعؓ بن حابس جو خود بڑے فصیح البیان شاعر اور خطیب تھے اور جن کی اصابتِ رائے کا سارا عرب معترف تھا۔ یہاں تک کہ متحارب قبائل اپنے جھگڑوں میں ان کو حکم بنایا کرتے تھے، بے اختیار پکار اٹھے:

"باپ کی قسم محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے افضل اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔"

اہلِ وفد نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور سب اسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

اسی سال بنو حنیفہ کا ایک بڑا وفد مُسیلمہ کذّاب کی سرکردگی میں مدینہ آیا۔ سرورِ عالم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ثابتؓ بن قیس کو ساتھ لے کر بہ نفس نفیس اہلِ وفد کے پاس تشریف لے گئے۔ اثنائے گفتگو میں مسیلمہ نے کہا، ''اگر آپ اپنے بعد مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں تو ابھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔''

آنحضرت ﷺ کو یہ نامعقول شرط سن کر غصہ آ گیا، آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی، اس کو اٹھا کر فرمایا:

''جانشینی تو بڑی چیز ہے، میں تو تمہیں یہ چھڑی دینا بھی پسند نہیں کرتا۔ اللہ نے تیرے لیے جو مقدر کر رکھا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ تیرا انجام مجھے خواب میں دکھا دیا گیا ہے۔ کچھ اور پوچھنا ہو تو یہ ثابت موجود ہیں، ان سے پوچھ، میں اب چلتا ہوں۔''

یہ فرما کر آپؐ حضرت ثابتؓ کو مسیلمہ سے نبٹنے کے لیے وہاں چھوڑ کر خود تشریف لے گئے۔

(۴)

سرورِ عالمؐ کی رحلت کے بعد انصار نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر حضرت سعدؓ بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا۔ یہ خبر مشہور ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرِ فاروقؓ کچھ دوسرے مہاجرین کو ساتھ لے کر انصار کے اجتماع میں پہنچے، دونوں طرف سے اپنے حق میں زبردست تقریریں ہوئیں۔ اس موقع پر حضرت ثابتؓ بن قیس بھی موجود تھے۔ انہوں نے انصار کی خلافت کے استحقاق پر ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا، اس میں انصار کی خدمات اور قربانیوں کا ذکر کیا اور اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ کچھ لوگ انصار کو خلافت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انصار کی خدمات کا اعتراف کیا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے قوی دلائل کے ساتھ قریش کو خلافت کا حقدار ثابت کیا۔ جب عامۃُ المسلمین نے انہیں خلیفہ منتخب کر لیا تو حضرت ثابتؓ بن قیس بھی ان کی بیعت کرنے میں پیچھے نہ رہے اور دل و جان سے صدیقِ اکبرؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حامیوں اور مددگاروں میں شامل ہو گئے۔ اسی زمانہ میں فتنۂ ارتداد نے سر ابھارا تو حضرت ثابتؓ بن قیس نے اس کو کچلنے کے لیے جان کی بازی لگا دی۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشہور مرتد طلیحہ اسدی کی سرکوبی کے لیے مدینہ سے لشکر بھیجا تو حضرت ثابتؓ اس میں شامل ہو گئے۔ سالارِ لشکر حضرت خالدؓ بن ولید تھے اور انصار کی عنانِ قیادت حضرت ثابتؓ کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں نے مرتدین کو زبردست شکست دی اور طلیحہ نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ شام کی طرف راہ فرار اختیار کی (خدا کی شان یہی طلیحہ بعد میں اسلام کے زبردست مجاہد بنے۔ حضرت عمرؓ فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں انہوں نے دوبارہ خلوصِ دل سے اسلام قبول کیا اور حج کے لیے مکہ آئے، وہیں حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس موقع پر امیر المومنین نے ان کو ارتداد میں مبتلا ہونے پر ملامت کی تو عرض کیا: ''امیر المومنین یہ بھی کفر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ تھا، جسے اسلام نے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔'') طلیحہ کا شمار شجاعانِ عرب میں ہوتا تھا اور انہیں ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ شام کے جہاد میں انہوں نے سرفروشی اور جانبازی کے محیر العقول کارنامے انجام دیے۔

۱۲ ہجری میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کی خونریز جنگ پیش آئی۔ حضرت ثابتؓ اس میں والہانہ جوش وخروش کے ساتھ شریک ہوئے۔ ایک موقع پر جب مسلمانوں کی صفوں میں رخنہ پڑا اور وہ پیچھے ہٹے تو حضرت ثابتؓ بے قرار ہو گئے اور نہایت حسرت کے ساتھ کہا کہ ہم عہدِ رسالتؐ میں یوں نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر عطر حنوط لگایا اور ایک گڑھے میں قدم جما کر دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ جو مرتد ان کی طرف آتا، اسے اپنی تلوار سے ڈھیر کر دیتے۔ آخر دشمنوں نے نرغہ کر کے خطیب رسول اللہ (ﷺ) پر تلواروں اور برچھیوں کا مینہ برسا دیا اور یوں وہ رتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت ثابتؓ کے جسم پر نہایت عمدہ زِرہ تھی، ان کی شہادت کے بعد کسی مسلمان نے اتار لی۔ ایک دوسرے مسلمان نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابتؓ ان سے کہہ رہے ہیں، میرے فلاں مسلمان بھائی نے میری زِرہ اتار لی ہے، آپؓ خالدؓ بن ولید سے کہیں کہ یہ اس سے واپس لے لیں، مجھ پر اتنا قرض ہے، خلیفۃُ الرّسول یہ زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کر دیں اور میرا فلاں غلام آزاد کر دیں۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے یہ زرہ واپس لے لی اور مدینہ پہنچ کر سارا واقعہ حضرت ابوبکر صدّیقؓ سے عرض کیا۔ انہوں نے حضرت ثابتؓ کی وصیت کے مطابق زرہ سے ان کا قرض ادا کر دیا اور غلام بھی آزاد کر دیا۔

حضرت ثابتؓ نے اپنے پیچھے چار لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑی، ان سے چند احادیث بھی مروی ہیں جن کو ان کے صاجزادے محمد اور صاجزادی کے علاوہ حضرت انسؓ بن مالک اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ نے روایت کیا ہے۔

(۵)

حضرت ثابتؓ بن قیس کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کے صحیفۂ اخلاق کے نمایاں ابواب احترامِ رسولؐ، خشیتِ الٰہی اور شوق جہاد تھے۔ ان کے احترامِ رسولؐ اور خشیتِ الٰہی کا ایک واقعہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے ان کے صاجزادے محمد بن ثابتؓ سے اور علامہ طبرانیؒ نے ان کی صاجزادی سے اسی قسم کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب سورۂ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ"

کہ "بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔"

تو حضرت ثابتؓ ہیبتِ الٰہی سے لرزہ براندام ہو گئے اور گھر میں بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی بھیج کر بلا بھیجا اور پوچھا، "کیا بات ہے؟" انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ! میں زینت جمال اور اپنی تعریف پسند کرتا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ اس آیت کی رو سے میں تباہ نہ ہو جاؤں۔"

آپؐ نے فرمایا: "اے ثابتؓ کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم اس طرح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھلائی کی زندگی گزارو کہ تمہاری تعریف کی جائے اور شہادت کی موت پا کر تم جنت میں داخل ہو؟"

عرض کیا: "یارسول اللہؐ، یہ باتیں تو مجھے پسند ہیں۔"

آنحضرت ﷺ کو حضرت ثابتؓ سے بہت محبت تھی اور آپؐ ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ابی عبیدؒ نے "کتاب الاموال" میں لکھا ہے کہ غزوۂ بنی قریظہ میں جو یہودی قیدی بنائے گئے ان میں سے آنحضرت ﷺ نے دو قیدیوں کی جاں بخشی فرمائی۔ ان میں سے ایک زبیر بن باطا تھا۔ اسے آنحضرت ﷺ نے محض حضرت ثابتؓ بن قیس کی خاطر چھوڑا کیونکہ اس نے زمانۂ جاہلیت میں جنگِ بُعاث کے موقع پر حضرت ثابتؓ کو پناہ دی تھی۔ آپؐ نے زبیر کے احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لیے اسے حضرت ثابتؓ کے سپرد کر دیا۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ثابتؓ علیل ہو گئے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو آپؐ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور ان کی شفایابی کے لیے دعا کی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمیرؓ بن سعد...... "یکتائے زمانہ"

(۱)

جلاس بن سوید کا شمار مدینہ کے شرفاء میں ہوتا تھا۔ انہوں نے جب سعد بن عبید اوسی کی بیوہ سے نکاح کیا تو وہ مرحوم شوہر سے ایک کمسن بچہ بھی ہمراہ لائیں۔ یہ بچہ، جس کا نام عمیر تھا، کہنے کو تو جلاس کا ربیب تھا لیکن انہوں نے ایسی محبت اور شفقت کے ساتھ اس کی پرورش کی کہ شاید حقیقی باپ بھی اس طرح نہ کرسکتا۔ اس معصوم کو بھی جلاس سے کچھ ایسا انس اور پیار ہوگیا تھا کہ ہر وقت انگلی پکڑے ان کے ساتھ رہتا تھا۔ لوگ بھول گئے تھے کہ عمیر، جلاس کا ربیب ہے۔ وہ اس کو ان کا حقیقی بیٹا ہی تصور کرتے تھے۔ عمیر کا عہدِ طفلی تھا کہ سرورِ عالمؐ نے مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ میں نزول اجلال فرمایا۔ اہلِ مدینہ کی ایک بڑی تعداد ہجرتِ نبوی سے قبل ہی نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوچکی تھی، اب باقی لوگ بھی آہستہ آہستہ اسلام قبول کرنے لگے۔ جلاس بھی ایک دن کمسن عمیر کے ہمراہ رحمتِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوگئے۔ اربابِ سیَر نے جلاسؓ اور عمیرؓ کے قبولِ اسلام کا زمانہ متعین نہیں کی لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اس وقت عمیر کا لڑکپن تھا۔ وہ اوس کے خاندا عمرو بن عوف سے تھے اور ان کے والد سعد بن عبید (بن نعمان بن قیس بن عمرو بن عوف) ان کی صغرسنی میں وفات پاگئے تھے۔ گو قبولِ اسلام کے وقت عمیر بدوِ شعور کو پہنچے تھے لیکن مبداءِ فیاض نے انہیں نہایت صالح اور سعید فطرت سے نوازا تھا۔ رحمت عالمؐ کی زیارت کے بعد ان کے دل میں حضورؐ کے لیے ایسی محبت اور کشش پیدا ہوگ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جب تک روزانہ آپؐ کو دیکھ نہیں لیتے تھے، کَل نہیں پڑتی تھی۔ حضورؐ بھی ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ دن گزرتے گئے اور ذاتِ رسالت مآبؐ سے عمیرؓ کی عقیدت، محبت اور نیاز مندی میں اضافہ ہوتا رہا۔

(۲)

یوں تو عرب میں بارش ویسے ہی کم ہوتی ہے لیکن ۹ ہجری میں تو خشک سالی نے قیامت ڈھا دی اور سارے ملک میں قحط کا سماں پیدا ہو گیا۔ مدینہ باغوں کا شہر تھا لیکن قحط اور گرمی کی شدت سے اہلِ مدینہ بھی پناہ مانگ رہے تھے۔ لے دے کے ان کی امیدیں اپنے نخلستانوں سے وابستہ تھیں جن میں کھجور کے درختوں پر پھل گدرا چکے تھے اور ان کے اتارنے کا وقت قریب آ پہنچا تھا۔ یہی دن تھے کہ ایک دن اہلِ مدینہ یہ خبر سن کر چونک اٹھے کہ رومیوں کا ایک زبردست لشکر عرب پر دھاوا بولنے کے لیے پَر تول رہا ہے۔ سرورِ عالمؐ صورتِ حال سے پوری طرح باخبر تھے۔ آپؐ نے اہلِ ایمان کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہم دشمن کا مقابلہ آگے بڑھ کر سرحد پر کریں گے۔

مسلمانوں کے لیے یہ سخت آزمائش کا وقت تھا۔ کھجور کی تیار فصل، ہولناک گرمی، تپتے ہوئے صحراؤں میں طویل سفر کی صعوبتیں، خوراک پانی اور سواریوں کی قِلّت ہر چیز ان کی نظر کے سامنے تھی۔ لیکن وہ تو اپنی جانیں مال اور اولاد سب کچھ خدا کی راہ میں بیچ چکے تھے، انہوں نے سرورِ عالمؐ کے ارشاد پر کسی حیل وحجت کے بغیر لبیک کہا اور ہمہ تن جہاد کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ یہ غزوۂ تبوک یا جیش العسرۃ کی تمہید تھی۔ اس موقع پر ایثار و اخلاص کے حیرت انگیز مناظر دیکھنے میں آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا سارا مال واسباب حضورؐ کے قدموں پر لا کر ڈال دیا اور جب حضورؐ نے پوچھا ''ابوبکر تم نے اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا ہے۔'' تو عرض کیا، ''یارسول اللہ! اللہ اور اللہ کا رسول۔'' حضرت عمرؓ فاروقؓ اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عثمانِ غنیؓ نے تین سَو اونٹ کجاوہ سمیت، سَو گھوڑے اور ایک ہزار دینار راہِ حق میں پیش کیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف دو سَو اوقیہ چاندی لے کر آئے۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ مال ودولت کا ایک انبار لے کر حاضر ہوئے۔ عاصمؓ بن عدی نے ستر وسق کھجوریں پیش کیں۔ خواتین نے اپنے زیور اتار کر اللہ کی راہ میں دے دیے۔ غرض ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق بلکہ استطاعت سے بڑھ کر قربانی کا مظاہرہ کیا۔ ایک طرف تو اہلِ ایمان اس طرح صفحۂ تاریخ پر اپنے اخلاص اور ایثار کے عدیم النظیر نقوش ثبت کر رہے تھے اور دوسری طرف منافقین اپنی رُوسیاہی کا سامان فراہم کر رہے تھے۔ انہوں نے اہلِ ایمان کو بددل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، کبھی ان سے کہتے کہ "کھجور کی فصل بالکل تیار ہے، تمہاری غیر حاضری میں یہ برباد ہو جائے گی اور تم کہیں کے نہ رہو گے۔" کبھی کہتے۔ "اس ہولناک گرمی میں تم جھلس کر رہ جاؤ گے اور زندہ واپس نہ آؤ گے۔" کبھی رومیوں کی زبردست جنگی قوت کا حال بتا کر انہیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ لوگ اکثر سویلم نامی ایک یہودی کے مکان پر جمع ہوتے اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کے منصوبے بناتے۔ انہی ایام میں ایک دن خدا جانے جلاس بن سوید کو کیا ہو گیا۔ منافقین کے بہکاوے میں آ گئے یا کھجور کی نہایت عمدہ تیار فصل نے ان کی مت ماردی۔ اچھے بھلے مسلمان' کئی غزوات میں بھی شرکت کا شرف انہیں حاصل تھا۔ لیکن وائے بدبختی کہ ایک مجلس میں ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

"اگر محمد (ﷺ) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔"

اس موقع پر عمیرؓ بن سعد بھی موجود تھے۔ وہ اگرچہ نوعمر تھے لیکن ان کی پیشانی پر صبح سعادت کا نور چمک رہا تھا اور دل میں رحمتِ عالمؐ کی محبت کا سمندر موجزن تھا۔ اپنے آقا و مولا کے بارے میں جلاس کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو ان کا خون کھول اٹھا۔ کڑک کر بولے:

"محمد ﷺ ضرور سچے ہیں اور تم یقیناً گدھوں سے بدتر ہو۔"

جلاس نے عمیرؓ کی بات سنی تو سناٹے میں آ گئے۔ یہ لڑکا جس نے کبھی ان سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے آنکھ تک نہ اٹھائی تھی آج ان کے منہ آ رہا ہے۔ بڑے جز بز ہوئے اور بولے:

''کیا اسی دن کے لیے میں نے تجھے پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ اب میں تیری کفالت سے باز آیا، کوئی اور جگہ ڈھونڈو۔''

(۳)

سوتیلے باپ سے جلی کٹی سننے کے بعد عمیرؓ سیدھے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور سارا واقعہ بلا کم و کاست عرض کر دیا۔ حضورؐ نے جلاس کی جسارت پر تعجب کا اظہار فرمایا اور فوراً ان کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوئے تو حضورؐ نے پوچھا:

''جلاس، کیا تم نے آج فلاں مجلس میں یہ الفاظ کہے تھے؟''

جلاس کو اقرار کرنے کی ہمت نہ پڑی، صاف انکار کر گئے۔ اس وقت لسان رسالت پر یہ آیت جاری ہوگئی:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ (سورۃ توبہ آیت ۷۴)	(وہ) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے تو نہیں کہا حالانکہ بیشک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا اور مسلمان ہوئے پیچھے کافر ہوئے اور ایسی چیز کا قصد کیا جس کو نہ پایا اور یہ سب کا بدلہ دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو دولت مند کر دیا۔ سو وہ اگر توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔

حضورؐ وحی الٰہی کے الفاظ پڑھتے جاتے تھے اور جلاس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ جب آپؐ خَيْرًا لَّهُمْ پر پہنچے تو جلاس کی چیخ نکل گئی، بے اختیار رحمتِ عالم ﷺ کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ خطا کار ہوں، درگزر چاہتا ہوں۔ مجھ سے بھول ہوئی، اب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توبہ کرتا ہوں۔لِلّٰہ بخش دیجیے۔''

سرورِ عالمؐ رؤف ورحیم بھی تھے۔آپؐ کو جلاسؓ پر رحم آ گیا اور آپؐ نے انہیں معاف فرما دیا۔اس کے بعد وہ حقیقی معنوں میں مسلمان ہو گئے اور پھر اپنے کسی قول یا فعل سے کبھی شکایت کا موقع نہ دیا۔توبہ قبول ہونے کی خوشی میں انہوں نے عمیرؓ کو پھر اپنی کفالت میں لے لیا اور جب تک زندہ رہے ان کو اپنے سے جدا نہ کیا۔

جلاسؓ کے اعترافِ گناہ اور قبولِ توبہ کے موقع پر حضرت عمیرؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضورؐ نے شفقت آمیز انداز میں ان کا کان پکڑ کر مسکراتے ہوئے فرمایا:

''لڑکے تیرے کانوں نے ٹھیک سنا تھا۔''

(۴)

حضرت عمیرؓ بن سعد عہدِ رسالت میں اگرچہ کم عمر تھے لیکن سرورِ عالمؐ سے بے پناہ عقیدت ومحبت اور بارگاہِ نبویؐ میں باقاعدہ حاضر باشی نے انہیں منبعِ فضل وکمال بنا دیا تھا اور وہ اسلامی اخلاق کا پیکرِ جمیل بن گئے تھے۔ان کے جوشِ ایمان کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ نابالغ ہونے کے باوجود جیش العسرۃ میں والہانہ شریک ہوئے اور دورانِ سفر میں پیش آنے والی تمام مصیبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے رحلت فرمائی تو انہیں اس قدر صدمہ ہوا کہ کہیں آنا جانا چھوڑ دیا اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے لگے۔طبیعت پر خشیّتِ الٰہی اور خوفِ آخرت کا غلبہ تھا اس لیے نہایت زاہدانہ زندگی گزارتے تھے لیکن وہ محض زاہدِ مرتاض ہی نہیں تھے بلکہ لوگوں کے دُکھ سُکھ میں بھی برابر شریک ہوتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ذہنِ رسا عطا فرمایا تھا۔پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو آنِ واحد میں سلجھا دیتے تھے۔جہاد فی سبیل اللہ کا بھی بے حد شوق تھا۔حضرت عمرؓ فاروقؓ ان کو ذاتی طور پر جانتے تھے اور ان کے اوصاف وخصائل کے بیحد مدّاح تھے۔اپنے عہدِ خلافت میں وہ ہمیشہ ایسے آدمیوں کی تلاش میں رہتے تھے جو حکومت کے اہم مناصب کی ذمہ داریاں کتاب وسنت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق انجام دے سکیں۔ حضرت عمیرؓ ان کے معیار پر ہر لحاظ سے پورے اترتے تھے چنانچہ انہوں نے عمیرؓ کو بلا بھیجا اور مجاہدین کے ایک لشکر کا افسر بنا کر شام بھیج دیا۔ وہاں انہوں نے رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ کچھ عرصہ بعد واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں فوجی خدمت سے سبکدوش کر دیا اور حمص کا امیر مقرر کر دیا۔

(۵)

اِمارتِ حمص کے منصب پر فائز ہونے کے بعد حضرت عمیرؓ نے وہاں کا کاروبارِ حکومت ایسی عمدگی سے انجام دیا کہ فاروقِ اعظمؓ کی نظروں میں ان کی عزت دوچند ہوگئی، وہ عمیرؓ کی قابلیت پر تعجب کیا کرتے تھے اور ان کو "نسیج وحدہ" (یکتا و یگانہ) کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر مجھے عمیرؓ جیسی صلاحیتیں رکھنے والے چند آدمی مل جاتے تو میرا بارِ خلافت ہلکا ہو جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ عمیرؓ بن سعد سے زیادہ اچھا اور قابل آدمی شام میں کوئی نہیں تھا۔

طبقات ابنِ سعد کی روایت کے مطابق حضرت عمیرؓ سالہا سال تک حمص کے امیر رہے۔ جب حضرت عُمرِ فاروقؓ نے شہادت پائی تو وہ اس منصب سے دستکش ہو گئے اور عام شہری کی حیثیت سے حمص میں مستقل اقامت اختیار کر لی اور یہیں امیر معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں وفات پائی، لیکن علامہ ابنِ اثیر اور بعض دوسرے مؤرخین کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عُمرِ فاروقؓ کی زندگی ہی میں حمص کی امارت چھوڑ دی تھی اور مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر اپنے اہل و عیال سمیت ایک گاؤں میں سکونت اختیار کر لی تھی وہیں انہوں نے عہدِ فاروقی میں وفات پائی اور مدینہ منورہ کے قبرستان "بقیعِ غرقد" میں دفن ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو ان کے انتقال کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا اور وہ پیادہ پا "بقیعِ غرقد" کے گورستان میں تشریف لے گئے اور حضرت عمیرؓ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دیر تک ان کی مغفرت کے لیے دعا مانگتے رہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو سیرت نگار مؤخّر الذِکر روایت کے قائل ہیں ان کا بیان ہے کہ حضرت عمرِ فاروقؓ نے حضرت عمیرؓ کو زکوٰۃ کی وصولی کا افسر بنا کر حمص بھیجا تھا۔ جب ان کو حمص گئے پورا ایک سال گزر گیا اور ان کی طرف سے نہ زکوٰۃ کی رقم وصول ہوئی اور نہ کوئی اور اطلاع ملی تو حضرت عمرؓ بڑے مضطرب ہوئے۔ وہ اپنے امراء اور عمّال پر کڑی نظر رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ انہیں باقاعدگی سے خط بھیجتے رہا کریں۔ حضرت عمیرؓ کی طویل خاموشی ان کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ چنانچہ انہوں نے عمیرؓ کو ایک سخت خط لکھا کہ اب تک جس قدر رقم وصول ہوئی ہو اسے لے کر مدینہ حاضر ہوں۔

حضرت عمیرؓ کو فاروقِ اعظمؓ کا خط ملا تو انہوں نے زادِ راہ کا تھیلا کندھے پر ڈالا اور اپنا عصا ہاتھ میں لے کر پیدل ہی عازمِ مدینہ ہو گئے۔ جب کئی دنوں کے پُر صعُوبت سفر کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو یہ حال تھا کہ بال بڑھ گئے تھے، چہرہ سنولا گیا تھا اور جسم گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔ دربارِ خلافت میں پہنچے تو حضرت عمرؓ ان کو اس حال میں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پوچھا:

"عمیرؓ یہ تمہیں کس حال میں دیکھ رہا ہوں؟"

عمیرؓ: "امیر المؤمنین! اللہ کے فضل سے میں اچھا بھلا ہوں۔ ہاں میرے ساتھ دنیا ہے جس کی گرانباری تلے دبا جا رہا ہوں۔"

حضرت عمرؓ: "آخر تمہارے پاس کون سی دنیا ہے؟"

عمیرؓ: "امیر المؤمنین یہ میرا تھیلا ہے جس میں اپنا زادِ راہ ڈال کر چلا تھا۔ یہ ایک پیالہ ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں یا اس میں پانی بھر کر اپنے کپڑے اور سر دھوتا ہوں۔ یہ میرا مشکیزہ ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں۔ یہ میرا عصا ہے جس سے حشرات الارض اور دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔ آخر انہی چیزوں کا نام تو دنیا ہے۔"

حضرت عمرؓ یہ سن کر اللہ اکبر پکار اٹھے۔ پھر پوچھا:

"کیا تم نے سارا سفر پیادہ پا کیا ہے؟"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمیرؓ: ”جی ہاں“

حضرت عمرؓ: ”کیا وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو تمہارے لیے سواری کا انتظام کر دیتا؟“

عمیرؓ: ”نہ میں نے کسی سے مطالبہ کیا اور نہ کسی نے سواری کا انتظام کیا۔“

حضرت عمرؓ: ”وہ لوگ کتنے برے ہیں جنہوں نے اپنے امیر کی تکلیف کا احساس نہیں کیا۔“

عمیرؓ: ”امیر المومنین ایسا نہ کہیے وہ لوگ مسلمان ہیں اور میں نے انہیں اکثر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔“

حضرت عمرؓ: ”تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا اور کون سا کام تمہارے سپرد کیا تھا۔“

عمیرؓ: ”امیر المومنین آپ نے مجھے جہاں بھیجا تھا، وہاں کے خدا ترس اور امانتدار لوگوں کو جمع کیا اور انہیں محاصل کی وصولی کا ذمہ دار بنایا۔ جو کچھ وہ وصول کر کے لائے اسے ان کی ضرورتوں پر خرچ کر دیا۔ اگر کچھ بچتا تو دربارِ خلافت میں بھی ضرور بھیجتا۔“

حضرت عمرؓ ان کا جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا ”مجھے تم سے یہی امید تھی اب تم واپس اپنے عہدہ پر جاؤ۔“

عمیرؓ: ”امیر المومنین اب مجھے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیجیے۔ مجھ میں یہ بوجھ اٹھانے کی ہمت نہیں ہے، ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کسی بات پر آخرت میں نہ پکڑا جاؤں۔ ایک دن امارت کی ترنگ میں ایک نصرانی کو کہہ بیٹھا کہ خدا تجھے خوار کرے، اسی وقت سے ضمیر ملامت کر رہا ہے اب میں کبھی امارت کی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا۔“

حضرت عمرؓ نے ان پر بہت زور ڈالا کہ وہ اپنے عہدے پر بدستور کام کرتے رہیں لیکن وہ نہ مانے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں مقیم ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند دن کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو سَو دینار دے کر ہدایت کی کہ عمیرؓ کے گاؤں جاؤ، اگر دیکھو کہ عمیرؓ اطمینان وفراغت سے گزر کر رہے ہیں تو چپ چاپ واپس چلے آؤ اور اگر ان کو تنگدست دیکھو تو یہ دینار ان کو دے دینا۔ وہ صاحب حضرت عمیرؓ کی قیام گاہ پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے اپنے کُرتے سے جوئیں صاف کر رہے ہیں (یا ایک دوسری روایت کے مطابق مونج کی رسی بٹ رہے ہیں) ان صاحب کو دیکھ کر اہلاً وسہلاً کہا اور پوچھا، "آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔ "مدینے سے" پوچھا: "امیر المؤمنین کا کیا حال ہے؟"

کہا۔ "اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین کا اجراء ونفاذ کر رہے ہیں۔"

یہ سن کر عمیرؓ نے اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور کہا "الٰہی! عمر کا حامی وناصر رہنا' انہوں نے اپنی جان تیری راہ میں وقف کر رکھی ہے۔"

قاصد نے تین دن تک عمیرؓ کے ہاں قیام کیا۔ اس دوران میں انہوں نے دیکھا کہ سارے دن میں عمیرؓ کو بمشکل ایک روٹی میسر ہوتی ہے جسے وہ مہمان کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور خود فاقہ کرتے ہیں۔ تین دن کے بعد انہوں نے سَو دینار عمیرؓ کے سامنے رکھ دیے اور کہا۔ "یہ امیر المؤمنین نے آپ کے لیے بھیجے ہیں۔" عمیرؓ نے دینار اٹھا لیے اور اس کے ساتھ ہی ان کی چیخ نکل گئی فرمایا۔ "واللہ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔"

اور پھر کھڑے کھڑے ساری رقم محتاجوں اور یتیموں میں تقسیم کر دی۔

قاصد نے مدینہ واپس جا کر حضرت عمرؓ کو یہ واقعہ سنایا تو ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اسی وقت عمیرؓ کو بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کے سامنے بہت سا غلّہ اور کپڑے رکھ دیے اور فرمایا کہ انہیں لے جاؤ۔ عمیرؓ نے عرض کیا:

"امیر المؤمنین! غلّہ کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ جس وقت میں گھر سے چلا تو دو صاع جَو میرے گھر میں موجود تھے البتہ کپڑے میں لیے لیتا ہوں کہ میری بیوی ان کی محتاج ہے۔ عرصہ سے تن پوشی کے لیے اسے پورا لباس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میسّر نہیں ہوا۔"

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد عمیرؓ بن سعد نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

ان کی اولاد میں دو لڑکوں، عبدالرحمٰن اور محمد کا نام کُتبِ سِیَر میں ملتا ہے۔ حضرت عمیرؓ کا شمار فضلائے صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کا زہد وتقویٰ مثالی حیثیت رکھتا تھا اور حضرت عُمرِ فاروقؓ ان کی بہت عزّت کرتے تھے۔ چند حدیثیں بھی ان سے مروی ہیں جن کے راویوں میں زبیر بن سالمؒ، ابوطلحہ خولانیؒ اور ابوادریس خولانیؒ جیسے ثِقہ اصحاب شامل ہیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بہترین حاکم اور امراء وہ ہیں جن سے تم محبت رکھتے ہو اور وہ تم سے محبت رکھتے ہیں' تم ان کے لیے دعائیں مانگتے ہو اور وہ تمہارے لیے دعائیں مانگتے ہیں' اور تمہارے بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم نفرت کرتے ہو اور وہ تم سے عداوت رکھتے ہیں۔ تم ان پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بڑھا دیتا ہے اور جو میانہ روی اختیار کرے اسے غنی کر دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اُلفت رکھتا ہے۔ (کنز العمال)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمروؓ بن امیّہ ضمری

(۱)

اصحابِ رسولؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین سیرت و کردار کے اعتبار سے اتنے ارفع واعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ ان کے صدق واخلاق، دیانت وامانت اور زہد واتِقا کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقدّس اور پاکباز ترین بندوں کو کُھلے لفظوں میں جنّت کی بشارت دی ہے اور ان کے دشمنوں کو اپنا دشمن کہا ہے۔ سیّدنا حضرت ابوامیہ عمرو بن امیۃ الضمری اسی جماعت صحابہ کے ایک معزز رکن تھے۔ مبداءِ فیاض نے انہیں بے شمار اوصاف ومحاسن سے نوازا تھا۔ جن میں شجاعت، پامردی، سبک رفتاری، ذہانت اور فراست جیسے اوصاف بہت نمایاں تھے۔ داستان گوئی اور جہالت کا برا ہو کہ بعض لوگوں نے حضرت عمروؓ بن امیہ کے انہی غیر معمولی اوصاف کو سامنے رکھ کر "عمر عیّار" نام کی ایک فرضی شخصیت تراش لی اور لاتعداد من گھڑت قصے اس سے منسوب کر دیے۔ یہاں تک کہ حضرت عمروؓ بن امیہ کی اصلی شخصیت نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ مشاہیر اربابِ سیَر نے اگرچہ حضرت عمروؓ بن امیہ کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں لکھا تاہم مستند روایات سے جو کچھ سامنے آتا ہے وہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ حضرت عمروؓ بن امیہ رحمتِ عالم ﷺ کے ایک مخلص جاں نثار اور راہِ حق کے ایک سرفروش مجاہد تھے۔ سرورِ کونینؐ کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ کئی اہم امور کی تکمیل ان کے سپرد فرمائی۔ یہاں تک کہ انہیں ایک غیر ملکی فرمانروا (نجاشی شاہِ حبشہ) کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ ایسے جلیل القدر صحابی کی زندگی کے حالات کو بگاڑ کر پیش کرنا سخت گستاخی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے ادبی ہے۔ آیئے سیرت اور تاریخ کی مستند کتابوں کی روشنی میں اسلام کے اس بطلِ جلیل کی سیرت کے اصل خدوخال کا جائزہ لیں۔

(۲)

سیدنا حضرت ابوامیہ عمرو بن امیہ بنوضمرہ کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ شجرۂ نسب یہ ہے۔

عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ بن ایاس بن عبد (یا عبید) بن فاشرۃ بن کعب بن عدی بن ضمرہ۔

بنوضمرہ بہت بڑا قبیلہ تھا اور بدر کے نواحِ شمال میں آباد تھا۔ البتہ اس کی ایک شاخ بنی عبد بن عدی مکے کے حدودِ حرم میں جا بسی تھی۔ مشہور قبیلہ بنوغفار بھی بنوضمرہ ہی کی ایک شاخ تھا۔ ابنِ سعدؒ اور سہیلیؒ کا بیان ہے کہ صفر ۲ ہجری میں رسولِ اکرمؐ نے بنوضمرہ سے ایک تحریری معاہدہ کیا تھا جس میں بوقتِ ضرورت ایک دوسرے کو مدد دینے کا عہد کیا گیا تھا۔ بعض روایتوں کے مطابق سرورِ عالم ﷺ نے ایک موقع پر بنوضمرہ کی تعریف وتحسین فرمائی تھی۔ اسی لیے اہلِ سیَر نے اس قبیلہ کو معزز اور محترم گردانا ہے۔ حضرت عمروؓ اوائلِ عمر ہی سے اپنی تیز رفتاری، ذہانت، جراُت اور دلیری کی وجہ سے مشہور ہو گئے تھے۔ علامہ ابنِ عبدالبرؒ کا بیان ہے کہ وہ عرصہ تک کفر وشرک کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہے اور بدر واُحد کے معرکوں میں مشرکینِ مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف بڑے جوش وخروش سے حصہ لیا۔ ان کے صاحبزادوں جعفرؒ، فضلؒ اور عبداللہؒ سے منقول ہے کہ قریش جب اُحد سے واپس گئے تو ہمارے والد نے اسلام قبول کر لیا۔

علامہ ابنِ سعدؒ نے طبقاتِ کبیر میں حضرت عمروؓ بن امیہ کے قبولِ اسلام سے متعلق ایک دلچسپ قصہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے بعد ایک دفعہ ابوسفیان نے سرورِ عالمؐ کو مدینہ منورہ میں شہید کرانے کا منصوبہ بنایا اور اس مقصد کے لیے عمرو بن امیہ کو منتخب کیا۔ عمرو ایک خنجر کپڑوں کے نیچے چھپا کر ایک تیز رفتار اونٹ پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عازمِ مدینہ ہو گئے۔ چھٹے دن مدینہ کے قریب ظہر الحرہ کے مقام پر پہنچے۔ وہاں سے پوچھتے پوچھتے کہ اس وقت رسول اللہ کہاں ہوں گے، مسجدِ بنی عبدالاشہل میں پہنچے جہاں حضورؐ آرام فرما رہے تھے۔ آپؐ کی نظر عمرو پر پڑی تو وہاں پر موجود صحابہؓ سے فرمایا، ''دیکھو وہ شخص جو آ رہا ہے اس کا ارادہ نیک نہیں معلوم ہوتا۔'' یہ سُن کر حضرت اُسیدؓ بن حُضَیر انصاری اٹھے اور لپک کر عمروؓ کو قابو کر لیا۔ ان کے کپڑوں سے خنجر برآمد ہوا تو بہت سٹپٹائے اور چلّانے لگے ''میرا خون، میرا خون۔''

حضورؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا، ''سچ بتا تو کون ہے اور کس نیّت سے یہاں آیا ہے۔''

بولے۔ ''اگر آپ مجھے قتل نہ کریں تو سب کچھ بتا دوں گا۔''

حضورؐ نے فرمایا۔ ''تم نے سچ بولا تو پھر دیکھیں گے۔''

عمروؓ نے تمام واقعہ بلا کم وکاست بیان کر دیا۔ یہ سُن کر رحمتِ عالم ﷺ نے متبسم ہو کر فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

''اس نے سچ بولا میں اس کا قصور معاف کرتا ہوں۔''

عمروؓ جلالِ نبوّت سے پہلے ہی متاثر ہو چکے تھے اب حضورؐ کی شانِ کریمی دیکھ کر بے اختیار آپؐ کے قدموں پر گر پڑے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

کچھ دوسری روایات میں یہ واقعہ تو اسی صورت میں بیان کیا گیا ہے لیکن ان میں حضرت عمروؓ بن امیہ کے نام کی تصریح نہیں ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ ایک اعرابی ابوسفیان کے ایماء پر حضورؐ کو شہید کرنے کے ارادے سے آیا اور پکڑا گیا۔ ان روایات کے مطابق یہ واقعہ ۶ ہجری یا ۷ ہجری میں پیش آیا۔ اگر یہ روایات درست ہیں تو پھر اس واقعہ کا حضرت عمروؓ بن امیہ کے قبولِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ۳ ہجری کے اواخر یا ۴ ہجری کے آغاز میں اسلام قبول کر چکے تھے۔

یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ حافظ ابنِ عبدالبرؒ اور علّامہ ابنِ اثیرؒ کے نزدیک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی تمام روایات بے اصل ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فلاں موقع پر (قبل از اسلام) حضرت ابوسفیانؓ نے حضورؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور فلاں آدمی آپؐ کو شہید کرنے کے لیے مدینہ بھیجا۔

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ نے ''رحمۃٌ لِّلعالمین'' جلد دوم میں لکھا ہے کہ حضرت عمروؓ بن امیہ نے ۶ ہجری میں اسلام قبول کیا اور پھر مکّہ واپس جا کر تبلیغ اسلام کرتے رہے، لیکن قاضی صاحبؒ نے اپنی روایت کا ماخذ نہیں لکھا۔ دوسری روایات اور قرائن وشواہد اس روایت کی تائید نہیں کرتے۔

(۳)

صفر ۴ ہجری میں بئرِ معونہ کا دردناک واقعہ پیش آیا۔ بعض اہلِ سِیَر نے اس سلسلہ میں حضرت عمروؓ بن امیہ کا ذکر تخصیص کے ساتھ کیا ہے۔ اس واقعہ کی مختصر روداد یہ ہے۔

صفر ۴ ہجری میں بنوکلاب کا رئیس ابو براء عامر بن مالک نجد سے سرورِ کونینؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام تو قبول نہ کیا البتہ آپؐ سے درخواست کی کہ اپنے چند لوگوں کو میرے ساتھ بھیج دیں جو میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضورؐ صحابہؓ کو اس کے ہمراہ بھیجنے میں متامّل تھے کیونکہ چند دن پہلے بنوعامر کا سردار عامر بن طفیل جو ابو براء کا بھتیجا تھا، مسلمانوں کو دھمکی دے چکا تھا کہ محمدؐ مجھے اپنا جانشین بنائیں یا نرم زمین والوں پر وہ حکومت کریں اور سخت زمین والوں پر میں، ورنہ میں بنوغطفان کے ہزاروں جنگجوؤں کو ساتھ لے کر مدینہ پر چڑھائی کردوں گا۔ لیکن ابو براء نے حضورؐ کو یقین دلایا کہ جو لوگ آپ میرے ساتھ بھیجیں گے ان کی حفاظت اور سلامتی کا ضامن میں ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے حضرت حرامؓ بن ملحان انصاری کی قیادت میں ستّر سواروں کو نجد کی طرف بھیجا لیکن ابنِ اسحاقؒ اور حافظ ابنِ کثیرؒ کا بیان ہے کہ ابو براء کی یقین دہانی پر حضورؐ نے چالیس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرامؓ کو جن میں حضرت عمروؓ بن اُمیہ بھی شامل تھے۔ حضرت منذرؓ بن عمرو انصاری کی قیادت میں اس کے ہمراہ کر دیا۔ ان صحابہ کی زیادہ تعداد انصار اور ''اصحابِ صُفّہ'' کی تھی۔ اللہ کے ان پاکباز بندوں میں اکثر قرآنِ کریم کے حافظ تھے اور ''قُرّاء'' کے لقب سے مشہور تھے۔ سرورِ کونینؐ نے عامر بن طفیل کے نام ایک خط بھی اس جماعت کے ہاتھ روانہ کیا۔ یہ حضرات مدینہ سے رخصت ہو کر ''بیئرِ معونہ'' کے مقام پر جا کر ٹھہر گئے اور حضرت حرامؓ بن ملحان کو حضورؐ کا خط دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔

حضرت حرامؓ نے حضورؐ کا والا نامہ عامر بن طفیل کو دیا تو اس بدبخت نے اسے پڑھنا تک گوارا نہ کیا اور عربوں کی روایتی مہمان نوازی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اس نے حضرت حرامؓ کو پیچھے سے آ کر نیزہ مارا جو اُن کے آر پار ہو گیا۔ حضرت حرامؓ نے خون کا چُلّو بھر کر اپنے چہرہ اور سر پر ڈال لیا اور فرمایا ''فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ'' (ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا) اس کے ساتھ ہی وہ زمین پر گرے اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔[1]

اب عامر بن طفیل نے اپنے قبیلے (بنو عامر) سے کہا کہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرو لیکن وہ لوگ ابو براء کی پناہ کی وجہ سے متردّد ہوئے۔ اس پر عامر نے اردگرد کے قبائل رعل، ذکوان، اصیہ اور قارہ کو جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اہلِ حق نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا لیکن کثیر التعداد نجدی دغا بازوں نے انہیں

---

[1] علامہ واقدی کا بیان ہے کہ جس شخص نے حضرت حرامؓ بن ملحان کو نیزہ مارا وہ جبار بن سلمٰی کلابی ہے۔ جبار نے بعد میں لوگوں سے حضرت حرامؓ کے اس قول کا مطلب پوچھا کہ ''کامیاب ہو گیا'' سے کیا مراد ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جنت کے حصول میں کامیاب ہو گیا۔ جبار نے یہ سن کر کہا: ''خدا کی قسم! انہوں نے سچ کہا''۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ علامہ ابنِ سعد لکھتے ہیں کہ جبار بن سلمٰی نے حضرت عامرؓ بن فہیرہ کو (جو اصحابِ بیئرِ معونہ میں سے ایک تھے) نیزہ مار کر شہید کیا۔ گرتے وقت ان کی زبان پر بھی ''خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا'' کے الفاظ تھے۔ شہادت کے بعد ان کی لاش تڑپ کر بلند ہوئی۔ کچھ دیر فضا میں معلّق رہی اور پھر زمین پر آ گئی۔ جبار یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھیرے میں لے لیا اور حضرت کعبؓ بن زید انصاری کے سوا (جو بنی دینار بن نجار میں سے تھے) باقی سب کو ایک ایک کر کے شہید کر ڈالا۔ حضرت کعبؓ بھی شدید زخمی ہوئے اور کفار نے انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اس وقت حضرت عمروؓ بن اُمیہ اپنے ایک انصاری ساتھی کے ساتھ مسلمانوں کے جانور چرانے کے لیے گئے ہوئے تھے' آسمان پر گدھ اُڑتے دیکھے تو ان کا ماتھا ٹھنکا کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ فوراً بیرِ معونہ کی طرف لپکے۔ وہاں پہنچے تو سارے ساتھیوں کو خون میں ڈوبا ہوا پایا۔ دغاباز دشمن خون آلودہ تلواریں لیے ان کے پاس کھڑے تھے۔ حضرت عمروؓ نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''چلو واپس چل کر حضورؐ کو اس سانحہ کی اطلاع دیں''۔

انہوں نے کہا۔ ''میرا دل نہیں مانتا کہ شہادت کو چھوڑ دوں اور اس جگہ سے چلا جاؤں جہاں ہمارے ساتھی ابدی نیند سو رہے ہیں''۔

چنانچہ دونوں تلواریں سونت کر آگے بڑھے اور میدانِ جنگ میں کود گئے۔ لیکن دو آدمی سینکڑوں کا مقابلہ کیسے کر سکتے تھے۔ انصاری مجاہد تو لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور عمروؓ بن اُمیہ کو نجدیوں نے گرفتار کر لیا۔[1] عامر بن طفیل کی ماں نے کسی معاملہ میں ایک غلام آزاد کرنے کی مَنّت مانی تھی۔ جب عمروؓ نے عامر بن طفیل کو بتایا کہ وہ قبیلہ ضمرہ سے ہیں تو اس نے اپنی ماں کی مَنّت پوری کرنے کے لیے انہیں آزاد کر دیا اور اپنی رسم کے مطابق ان کی پیشانی کے بال تراش لیے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمروؓ ایک آدھ دن مشرکوں کی قید میں رہے اور پھر موقع پا کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بہرصورت وہ رہا ہو کر تیزی سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک مشرک چرواہا ملا جو یہ شعر پڑھ رہا تھا

---

[1] حضرت عمروؓ بن اُمیہ کے ساتھی کا نام بعض روایات میں منذرؓ بن عمرو درج ہے اور بعض میں انہیں بنی عمرو بن عوف کا ایک انصاری بتایا گیا ہے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ منذرؓ کو نجدیوں نے امان دینے کی پیشکش کی تھی لیکن انہوں نے اسے ٹھکرا دیا۔ اور جس مقام پر حضرت حرامؓ شہید ہوئے تھے وہیں پہنچ کر لڑے اور شہید ہو گئے۔ حضورؐ نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا: اعنق الیموت انہوں نے خود موت کی طرف سبقت کی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَسْتُ بِمُسْلِمٍ مَا دُمْتُ حَيًّا
وَلَسْتُ اَدِیْنَ الْمُسْلِمِیْنَا

(جب تک میری زندگی ہے مسلمان نہ ہوں گا اور نہ مسلمانوں کا دین اختیار کروں گا)

عمروؓ نے لپک کر اس چرواہے کو دبوچ لیا اور خنجر کے ایک بھرپور وار سے اُسے ڈھیر کر دیا۔ آگے بڑھے تو بنو عامر (یا بنو کلاب) کے دو آدمی راستے میں ملے۔ سرورِ عالمؐ نے ان کو امان دی تھی لیکن عمروؓ کو علم نہیں تھا۔ ان کے دل میں بنو عامر کے خلاف سخت غیظ و غضب بھرا ہوا تھا۔ اچانک حملہ کر کے ان دونوں آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ (بعض روایتوں میں ہے کہ دونوں آدمی یہودی تھے اور بنو قریظہ سے تعلق رکھتے تھے عمروؓ نے انہیں بنی عامر کے آدمی سمجھ کر مار ڈالا) اس کے بعد وہ تیزی سے چل کر مدینہ منوّرہ پہنچے اور سرورِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارے واقعات بیان کیے۔ حضورؐ کو بئرِ معونہ کے دلدوز سانحہ کا علم ہوا تو آپؐ کو سخت صدمہ ہوا۔ تاہم آپؐ بنو عامر (یا بنو قریظہ) کے دو آدمیوں کے قتل پر ناراض ہوئے اور ان کی دِیَت ادا کی۔ حضرت عمروؓ سے لاعلمی میں یہ فعل سرزد ہو گیا تھا۔ وہ عفوِ تقصیر کے خواہاں ہوئے اور ہمیشہ اپنے اس فعل پر متاسف رہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضورؐ ایک ماہ تک مسلسل اصحابِ بئرِ معونہ کے قاتلوں کے حق میں بدعا کرتے رہے۔

(۴)

اسی زمانے میں مسلمانوں کو ایک اور صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بااختلافِ روایت چھ یا دس صحابہ کی ایک جماعت حضرت عاصمؓ بن ثابت انصاری کی قیادت میں تبلیغ کے لیے بنو عضل و قارہ کی طرف بھیجی تھی۔ بنو لحیان کے دو سو سواروں نے اس جماعت کو رجیع کے مقام پر گھیر لیا اور دو کے سوا باقی سب صحابہ کو شہید کر ڈالا۔ حضرت خبیبؓ بن عدی اور زیدؓ بن دثنہ کو ان بدبختوں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسیر کر کے مشرکینِ مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اشہرِ حُرم گزر جانے کے بعد مشرکین نے نہایت بے رحمی کے ساتھ ان دونوں عاشقانِ حق کو شہید کر دیا۔ حضرت زیدؓ کی لاش کو تو انہوں نے دفنا دیا لیکن حضرت خُبیبؓ کی لاش کو سُولی پر لٹکا رہنے دیا۔ رسولِ اکرمؐ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ کو سخت صدمہ ہوا اور آپؐ نے قاتلوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے دشمن ہیں۔ علامہ طبریؒ اور حافظ ابنِ حجرؒ نے لکھا ہے کہ سرورِ عالمؐ نے حضرت عمروؓ بن اُمیہ سے فرمایا کہ مکّہ جا کر خُبیبؓ کی لاش کو سولی سے اُتار کر یہاں لانے کی کوشش کرو۔ حضرت عمروؓ حضور کے ارشاد کے مطابق منزلیں طے کرتے ہوئے مکّہ پہنچے اور رات کے اندھیرے میں تنعیم گئے جہاں حضرت خُبیبؓ کی لاش سُولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ انہوں نے درخت پر چڑھ کر سولی کا رسا کاٹ دیا اور حضرت خبیبؓ کا جسدِ مبارک زمین پر گر پڑا۔ حضرت عمروؓ درخت سے نیچے اُترے تو یہ دیکھ کر ششدر ہو گئے کہ لاش کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔ حضرت عمروؓ کے منہ سے بے اختیار نکلا ''کیا زمین نگل گئی'' ان کا استعجاب بجا تھا کیونکہ حضرت خُبیبؓ کا جسدِ اطہر فی الواقع زمین کی زینتِ آغوش بن گیا تھا اسی لیے ان کا لقب ''بلیع الارض'' ہے۔ (یعنی جس کو زمین نگل گئی) حضرت عمروؓ نے واپس مدینہ جا کر تمام واقعہ سرورِ عالمؐ کی خدمت میں عرض کر دیا۔

(۵)

علامہ محمدؒ بن سعد کاتب الواقدی نے حضرت عمروؓ بن اُمیہ کی ایک اور مہم کا حال ''سریۂ عمروؓ بن الضمری'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے یہ مہم کب پیش آئی؟ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابنِ سعد کی ایک روایت کے مطابق یہ مہم صفر ۴ھ ہجری میں پیش آئی۔ یعنی حضرت عمروؓ کے قبولِ اسلام کے فوراً بعد جب وہ اس مہم سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آ رہے تھے تو راستے میں بیرِ معونہ کے شہیدوں کی لاشیں دیکھ کر مشرکین سے نبرد آزما ہو گئے، انہوں نے گرفتار کر لیا لیکن ابنِ سعد کی دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مہم ۶ ہجری یا ۷ ہجری میں پیش آئی جبکہ حضرت عمروؓ حبشہ کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفارت سے واپس آچکے تھے۔ اس مہم کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمروؓ بن امیہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ (ایک روایت کے مطابق حضرت عمروؓ سرورِ عالمؐ کے ایماء پر اس مہم پر روانہ ہوئے لیکن یہ روایت ضعیف ہے) چنانچہ وہ ایک اور صحابی حضرت سلمہؓ بن اسلم انصاری کو ساتھ لے کر مکہ پہنچے۔ مشرکینِ مکہ انہیں دیکھ کر غضب ناک ہو گئے اور ایک مشتعل ہجوم انہیں پکڑنے کے لیے لپکا۔ حضرت عمروؓ نے اپنے ساتھی کو اونٹ پر سوار کرایا اور کہا کہ تم یہاں سے بھاگ جاؤ میں ان لوگوں سے نپٹ لوں گا۔ حضرت سلمہؓ تو اونٹ کو تیزی سے ہنکا کر وہاں سے نکل گئے اور عمروؓ مشرکین کے سامنے چکر کاٹنے لگے۔ جب دشمن قریب پہنچے تو وہ زقند لگا کر ایسی برق رفتاری سے بھاگے کہ مشرکین منہ دیکھتے رہ گئے۔ عمروؓ مکہ سے کافی دور جا کر ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ قسمت کا مارا ایک مشرک عثمان (یا عبید اللہ) بن مالک ادھر آنکلا۔ عمروؓ نے اچانک حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیا اور خود مدینہ کی راہ لی۔ راستے میں انہیں حضرت سلمہؓ بھی مل گئے۔ ان دونوں نے مدینہ آتے آتے دو اور مشرکوں کو ہلاک کر دیا اور ایک مشرک کو گرفتار کر کے مدینہ میں داخل ہوئے۔ اہلِ مدینہ ان کی بخیریت مراجعت پر بہت خوش ہوئے۔ حضرت عمروؓ نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر سارے واقعات حضورؐ کی خدمت میں عرض کیے تو آپؐ متبسم ہو گئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔

(۲)

اواخر ۶ہجری میں سرورِ کائناتؐ نے مختلف ممالک کے فرمانرواؤں کو دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے۔ حضرت عمروؓ بن امیہ کو حضورؐ نے اپنا سفیر بنا کر حبش بھیجا۔ اس سلسلہ کی اکثر روایات کے مطابق اس سفارت کے دو مقصد تھے۔

۱۔ نجاشی شاہِ حبشہ کو دعوت اسلام دینا۔

۲۔ حضرت اُمِ حبیبہؓ (بنتِ ابی سفیان) کو حضورؐ کی طرف سے نکاح کا پیغام دینا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب ''رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن امیہ کے ہاتھ شاہ حبشہ کو جو گرامی نامہ ارسال فرمایا اس کا مضمون یہ تھا:

''محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام۔ سلامتی ہو، اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، اما بعد! پس میں تعریف کرتا ہوں تم سے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو بادشاہ ہے بہت پاک (ہر عیب سے) سلامتی والا ہے، امن دینے والا ہے اور نگہبان ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰؑ بن مریم روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ حق تعالیٰ نے اپنے امر کو پاکباز اور باعصمت مریم کی طرف القا کیا پس وہ عیسیٰؑ کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنے امر کے ساتھ پیدا کیا جس طرح آدمؑ کو اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اور میں تم کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف بلاتا ہوں اور اس کی اطاعت پر دوستی کی دعوت دیتا ہوں تم میرا اتباع کرو مجھ پر اللہ کا جو کلام نازل ہوا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور تم کو اور تمہاری قوم کو اللہ عزّوجلّ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں نے تمہیں پیغامِ رسالت پہنچا دیا اور تم کو نصیحت کر چکا۔ پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو ہدایت کی پیروی کرنے والے پر۔''[1]

---

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے کہ علامہ طبریؒ ابن القیم، قسطلانی اور قلقشندی نے حضورؐ کے مکتوب مبارک بنام نجاشی کا جو مضمون نقل کیا ہے۔ اس میں مندرجہ بالا مکتوب کے آخری دو تین فقروں سے پہلے یہ فقرے زائد ہیں۔

''میں نے اپنے ابنِ عم جعفر کو چند دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تیرے پاس بھیجا ہے جب وہ تیرے پاس آئیں تو ان کی مہمانداری کر اور تکبر چھوڑ دے۔'' (اس کے علاوہ چند اور الفاظ میں بھی اختلاف ہے)

ڈاکٹر صاحب موصوف کی رائے میں ان زائد فقروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط ۶ ہجری میں کسی طرح نہیں لکھا جا سکتا کیونکہ مہاجرین کو حبشہ گئے ہوئے تب کوئی چودہ برس گزر چکے تھے اور اس وقت تو وہاں سے مدینہ واپسی کی تیاری کر رہے تھے۔ ظاہر ہے یہ خط تعارف کی غرض سے حضرت جعفرؓ طیار کو دیا گیا تھا جب وہ حبشہ جا رہے تھے۔ (رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی) ہمیں ڈاکٹر صاحب کی رائے سے کامل اتفاق ہے۔ حضرت جعفرؓ ۶ بعثت میں حبشہ کو ہجرت کے وقت جو خط لے کر گئے وہ تبلیغی اور تعارفی دونوں حیثیتوں کا حامل تھا۔ اس کے برعکس حضرت عمروؓ بن امیہ جو گرامی نامہ ۶ ہجری میں لے کر گئے وہ صرف تبلیغی نوعیت کا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض روایات میں ہے کہ اس مکتوبِ مبارک کے اثر سے نجاشی حضرت جعفرؓ طیار کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے لیکن اکثر اہلِ سِیَر کا رجحان اس طرف ہے کہ نجاشی اصحمہ اس وقت مشرف بہ اسلام ہوئے جب مشرکین کا ایک وفد مسلمان مہاجرین کو حبشہ سے نکلوانے کے لیے ان کے پاس گیا۔ یہ واقعہ ۶ بعثت کا ہے۔ (نہ کہ ۶ ہجری کا) مُسندِ ابی داوٗد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ قریشی وفد کے جواب میں حضرت جعفرؓ نے ایسی دلنشین اور مؤثر تقریر کی کہ نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ بے اختیار پکار اٹھے۔

"مَیں شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور وہی ہیں جن کی شہادت عیسیٰؑ بن مریمؑ نے دی ہے۔"

نجاشی اصحمہ کے قبولِ اسلام اور دوبارہ انہیں دعوتِ اسلام دینے کا واقعہ اپنے اندر ابہام رکھتا ہے اور توجیہ کا متقاضی ہے۔ امام مسلمؒ نے لکھا ہے کہ نجاشی جو حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ۶ ہجری سے پہلے فوت ہو چکے تھے اور حضورؐ نے ان کے جانشین کو تبلیغی خط بھیجا تھا لیکن دوسرے اربابِ سِیَر میں سے اکثر نے یہی بیان کیا ہے کہ نجاشی اصحمہؓ نے (جو حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے) ۹ ہجری میں وفات پائی، جس دن ان کا انتقال ہوا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دن ان کی رحلت کی خبر وحی کے ذریعے مل گئی اور آپؐ نے صحابہؓ کے ساتھ ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ حافظ ابنِ قیمؒ نے تو مسلم کی روایت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا اور اسے راوی کا وہم قرار دیا ہے۔ قیاس غالب یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمروؓ بن امیہ کے ہاتھ جو مکتوب نجاشی کو بھیجا اس میں محض رسمی طور پر دعوتِ اسلام کی تجدید فرمائی۔ بہر صورت نجاشی نے اس مکتوبِ گرامی کو سر آنکھوں پر رکھا اور بیعت کی تجدید کی (نہ کہ اسلام قبول کیا) اس قیاس کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ حضورؐ کے حکم کے مطابق حضرت عمروؓ بن امیہ نے آپ کا پیامِ نکاح نجاشی ہی کے ذریعہ حضرت اُمِ حبیبہؓ تک پہنچایا۔ مُسندِ احمد بن حنبل اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ حضرت عمروؓ بن امیہ کے حبش پہنچنے پر نجاشی نے اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ حضرت اُمِّ حبیبہؓ کے پاس سرورِ عالم ﷺ کا پیام پہنچایا اور کہلا بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لیے لکھا ہے۔ تم اپنا کوئی وکیل مقرر کرو تا کہ یہ تقریب انجام پائے۔ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے خالدؓ بن سعید بن عاص کے پاس آدمی بھیج کر انہیں اپنا وکیل بنایا اور ابرہہ کو نکاح کا پیغام لانے کی خوشی میں چاندی کے دو کنگن، دو پازیب اور چاندی کی کئی انگوٹھیاں عنایت کیں۔ جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب، حضرت خالدؓ بن سعید اور حبش میں مقیم دوسرے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے خود خطبۂ نکاح پڑھ کر حق مہر میں چار سو دینار حضرت اُمِّ حبیبہؓ کے وکیل حضرت خالدؓ بن سعید کو دیے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ کا بیان ہے کہ نکاح کے بعد نجاشی نے تمام حاضرینِ مجلس کو کھانا کھلا کر رخصت کیا۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ نجاشی حضرت عمروؓ کے حبش پہنچنے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے ورنہ حضورؐ نکاح کا پیام ان کی وساطت سے نہ بھیجتے۔ یوں بھی یہ بات بعید از قیاس ہے کہ ایک نومسلم خطبۂ نکاح پڑھے اور اس میں اللہ کی وحدانیت اور حضورؐ کی رسالت کا نہایت بلیغ انداز میں اقرار کرے۔[1] اس ضمن میں حضرت عمروؓ بن العاص کی

---

[1] حضرت اُمِّ حبیبہؓ کو اپنے باپ ابوسفیان کی اسلام دشمنی کے باوجود یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ دعوتِ حق کی ابتداء ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئیں اور پھر مشرکین کی ایذا رسانی سے بچنے کے لیے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئیں۔ (۶ بعثت) وہاں ان کے شوہر عبید اللہ نے مرتد ہو کر عیسائیت اختیار کر لی اور رندانہ زندگی بسر کرنے لگا۔ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے بہت لعنت ملامت کی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ شراب نوشی کے عالم میں مر گیا۔ اس کے بعد حضرت اُمِّ حبیبہؓ تنہا رہ گئیں۔ حضورؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے ان کی عدت پوری ہونے کے بعد اپنی طرف سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ اس سلسلہ کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے نکاح کے بارے میں نجاشی کو اپنے مکتوبِ مبارک میں لکھا تھا لیکن اس وقت تک حضورؐ کے جو مکتوب بنام نجاشی منظرِ عام پر آئے ہیں ان میں اس نکاح سے متعلق ایک لفظ تک نہیں ہے۔ شاید وہ کوئی اور مکتوب ہو جو امتدادِ زمانہ نے نظر سے اوجھل کر دیا ہو یا پھر حضورؐ نے زبانی پیغام بھیجا ہو اور راویوں کو اس کے تحریر ہونے کا سہو ہوا ہو۔ (واللہ اعلم) زبیرؓ بن بکار کی روایت کے مطابق نجاشی نے یہ خطبہ پڑھا۔ ''تمام تعریف اس اللہ پاک کی جو مالک ہے، مقدس ہے، امن کا دینے والا عزیز اور جبار ہے اور میں گواہی دیتا (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روایت کا ذکر کرنا بھی بے محل نہ ہوگا جس میں انہوں نے اپنے قبولِ اسلام کا واقعہ بیان کیا ہے۔ حضرت عمروؓ بن عاص قریش کی طرف سے ۵ اور ۶ بعثت میں حبش گئے تھے اور نجاشی سے درخواست کی تھی کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے لیکن نجاشی نے نہ صرف ان کی درخواست رد کر دی بلکہ خود حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ ''غزوۂ احزاب'' کے بعد ــــ میں نے اہلِ قریش میں سے اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ خدا کی قسم میں محمدؐ کے کام کو روز بروز ترقی کرتے دیکھ رہا ہوں۔ اب میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ کے پاس جا کر وہاں کی سکونت اختیار کرلوں۔ اگر محمدؐ کو قریش پر غلبہ حاصل ہو گیا تو پھر واپس نہ آؤں گا اور اگر قریش غالب آ گئے تو پھر ہمارے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

لوگوں نے میرے خیالات کی تائید کی چنانچہ میں نے مکہ کا دباغت کیا ہوا چرم کثیر مقدار میں جمع کیا اور چند ساتھیوں کے ہمراہ اسے نجاشی کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرنے کے لیے حبش پہنچا۔ اسی زمانے میں عمروؓ بن امیہ رسول اللہ کی طرف سے قاصد بن کر حبش پہنچے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم لوگ نجاشی سے درخواست کریں کہ وہ عمروؓ کو ہمارے حوالے کر دے۔ پھر ہم اس کی گردن مار دیں تو ہم لوگوں نے ان کا بدلہ لے لیا۔ انہوں نے میری تجویز پر صاد کیا۔ چنانچہ میں نجاشی کے پاس گیا۔ اس نے ''مرحبا مرحبا میرے دوست'' کہہ کر میرا خیر مقدم کیا۔ پھر جب میں نے مکّہ سے لائے ہوئے چمڑے اس کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیے تو وہ بے حد خوش ہوا۔ اب میں نے اس سے درخواست کی کہ مدینہ سے جس آدمی کا قاصد آپ کے پاس آیا ہے وہ ہمارا دشمن ہے آپ اس قاصد کو ہمارے حوالے کر دیں تو ہم آپ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپؐ وہی ہیں جن کی عیسیٰ بن مریمؑ نے بشارت دی ہے اما بعد رسول اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں ان کا نکاح اُمِ حبیبہؓ بنتِ ابی سفیان سے کردوں سو میں نے وہ بات جس کی طرف حضورؐ نے بلایا منظور کر لی اور میں نے اُمِ حبیبہؓ بنتِ ابی سفیان سے آپ کا نکاح کر دیا۔ اللہ، رسول اللہ پر برکت نازل فرمائے۔)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احسان مند ہوں گے۔ نجاشی میری بات سُن کر غضبناک ہو گیا اور جھلا کر ناک پر زور سے ہاتھ مارا۔ ڈر کے مارے میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور میں نے کہا:

''عالی جاہ! خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ بات آپ کو ناگوار گزرے گی ورنہ ہرگز منہ سے نہ نکالتا۔''

نجاشی نے کہا، ''کیا تو مجھ سے اس آدمی کے قاصد کا مطالبہ کرتا ہے جس کے پاس ناموسِ اکبر (جبریلؑ) آتا ہے۔''

میں نے عرض کیا، ''بادشاہ سلامت کیا واقعی آپ ایسا گمان کرتے ہیں۔''

نجاشی نے کہا: ''اے عمرو! تیرا ناس جائے میرا کہنا مان لے اور اس کی پیروی اختیار کر۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہے اور وہ اپنے دشمنوں پر ضرور غالب آئے گا۔''

مَیں نے کہا: ''کیا آپ ان کی طرف سے مجھ سے اسلام پر بیعت لے سکتے ہیں؟''

اس نے کہا: ''ہاں ہاں''۔ چنانچہ نجاشی نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی تاہم میں نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا۔ یہاں تک کہ فتح مکّہ سے کچھ عرصہ پہلے میں نے خالدؓ بن ولید کے ہمراہ مدینہ جا کر حضورؐ کی بیعت کی۔''

(حیاتِ صحابہ بحوالہ ابنِ اسحاق)

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نجاشی اصحمہؓ حضرت عمروؓ بن امیہ کی سفارت سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ اس سفارت کے جلد ہی بعد حضرت اُمِّ حبیبہؓ اور دوسرے مسلمان حبش سے مدینہ آ گئے۔ قیاس یہ ہے کہ حضرت عمروؓ بن امیہ بھی انہی کے ساتھ واپس آئے اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا ان کی واپسی سے مسلمانوں کو دوہری خوشی ہوئی۔ ایک فتح خیبر کی اور دوسری بچھڑے ہوئے بھائیوں سے ملنے کی۔

(۷)

اوپر کے واقعات کے علاوہ حضرت عمروؓ بن امیہ کی زندگی کا کوئی اور خاص واقعہ کتب سیر میں نہیں ملتا حالانکہ ''تہذیب الکمال'' کی روایت کے مطابق وہ امیر معاویہؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آخر عہد امارت تک زندہ رہے اور ۶۰ ہجری میں یا اس سے کچھ پہلے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے پیچھے جعفر، فضل اور عبداللہ تین لڑکے چھوڑے۔

حضرت عمروؓ بن امیہ سے بیس احادیث مروی ہیں۔ ان کے راویانِ حدیث میں تینوں فرزندوں کے علاوہ شعبیؒ، زِبرِقانؒ، ابوالمہاجرؒ، ابوالقلابہ جرمیؒ اور ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰن شامل ہیں۔

حضرت عمروؓ بن امیہ کو اگرچہ سبقت اِلیٰ الاسلام کی سعادت نصیب نہیں ہوئی لیکن قبولِ اسلام کے بعد چند ہی دنوں میں انہیں سرورِ عالم ﷺ کے اعتماد کا شرف حاصل ہو گیا۔ اس کا بدیہی ثبوت ان کا اصحاب بئرِ معونہ میں شریک ہونا ہے حالانکہ سانحہ بئرِ معونہ سے تھوڑے ہی عرصہ پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ جب بئرِ معونہ والے اصحاب شہید ہو گئے اور عمروؓ بن امیہ ضمری گرفتار ہو گئے تو ان سے عامر بن طفیل نے ایک مقتول کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا "یہ عامرؓ بن فہیرہ ہیں۔" عامر بن طفیل نے کہا۔ "میں نے اس کے قتل کے بعد دیکھا کہ اس کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے (کچھ دیر بعد) اسے زمین پر رکھ دیا گیا۔"

اسی طرح مُسندِ احمد بن حنبل اور طبرانی میں واقعۂ رجیع کے بارے میں خود حضرت عمروؓ بن امیہ سے روایت ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے قریش کی ٹوہ لینے کے لیے تنہا مکے بھیجا۔ وہاں جا کر میں اس لکڑی کی طرف گیا جس پر خُبیبؓ بن عدی کو سُولی دی گئی تھی اور میں پہرہ داروں سے ڈر رہا تھا۔ میں لکڑی پر چڑھا اور خُبیبؓ کے جسم سے بندھی ہوئی رسی کاٹ ڈالی۔ وہ زمین پر گر پڑے۔ میں نے نیچے اتر کر دیکھا تو انکی لاش کو نہ پایا گویا کہ اس کو زمین نے اپنے اندر چھپا لیا تھا۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمروؓ بن امیہ کی سفارتِ حبشہ ان کی جلالتِ قدر پر بیّن دلیل ہے یہ کوئی معمولی سفارت نہیں تھی اس کا مقصد خود ذاتِ رسالت مآب ﷺ کے ایک خاص ذاتی کام کی انجام دہی بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے کوئی ایسا شخص ہی بھیجا جا سکتا تھا جس کے فہم وذکاء اور خلوص ودیانت پر سرورِ اکرمؐ کو کامل اعتماد ہو۔ یہ حضرت عمروؓ بن امیہ کی خوش بختی تھی کہ رحمتِ عالمؐ نے انہیں یہ اہم ذمہ داری تفویض فرمائی گویا وہ حضورؐ کے معتمد ترین صحابہؓ میں سے ایک تھے۔ ایسے جلیل القدر صحابی کا نام بگاڑنا اور ان کے ساتھ فرضی داستانیں منسوب کرنا یقیناً بہت بڑا گناہ ہے اور اس سلسلہ کی تمام داستانیں اردو اور فارسی کے دامن پر ایک بدنما داغ ہیں۔ فی الحقیقت مستند روایتوں کی روشنی میں ان کی شخصیت اور کردار کا جو نقشہ سامنے آتا ہے وہ ان کی عظمت اور مرتبہ پر دلیل ہے۔ اس میں نہ کسی اضافہ کی ضرورت ہے اور نہ رنگ آمیزی کی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

بئرِ معونہ

مکّہ معظّمہ سے مدینہ مُنوّرہ جانے والے راستہ پر بنی سُلَیم کے علاقے میں یہ ایک کنواں تھا۔ اس کا محلِّ وقوع مکّہ معظّمہ اور عسفان کے درمیان تھا۔ اسی کے قریب سانحۂ بئرِ معونہ پیش آیا۔

رجیع یا الرجیع

رجیع بروزنِ ربیع حجاز میں قبیلہ ہذیل کا یہ پانی کا مرکز ہے۔ اس کا محلِّ وقوع مقام ہدہ سے سات کوس کے فاصلے پر ہے۔ ہدہ کا گاؤں عہدِ رسالت میں مکّہ معظّمہ اور عصفان کے درمیان واقع تھا۔ اسی جگہ سانحۂ رجیع پیش آیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجّاشی

نجّاشی (Negus) شاہانِ حبشہ (ایتھوپیا) کا لقب تھا۔ عہدِ رسالت کے نجّاشی کا نام اصحم یا اصحمہ تھا۔ انہوں نے ہی مکّہ معظّمہ سے ہجرت کر کے حبش پہنچنے والے مسلمانوں کو پناہ دی اور خود بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کے نام خطوط بھیجے تھے۔ ۵ بعد بعثت میں حضورؐ نے مظلوم مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی تو نجّاشی اصحمہ کو ایک ایسا منصف مزاج بادشاہ قرار دیا جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا تھا۔ شاہ اصحمہؓ نے مشرکینِ مکّہ کے وفد کی یہ درخواست سختی کے ساتھ مسترد کر دی کہ مسلمان مہاجرین کو اپنے ملک سے نکال دیں۔

مسلمانوں کے اس غمخوار اور محسن نے ۹ ہجری میں وفات پائی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی روز وحی کے ذریعے ان کی وفات کی خبر ہو گئی اور آپ نے بڑے رنج وغم کے ساتھ مدینہ مُنوّرہ میں اعلان فرمایا' مسلمانو! تمہارے برادرِ صالح اصحمہ فوت ہو گئے ان کے لیے دعا واستغفار کرو۔ پھر صحابہ کے ساتھ ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔[۱]

---

۱ غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے بعض اس کو عام حکم سمجھتے ہیں اور اب بھی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کو جائز کہتے ہیں اور بعض اسے آپ کی خصوصیت بتلاتے ہیں۔ کچھ اس طرف گئے ہیں کہ یہ غائبانہ نمازِ جنازہ صرف نجّاشی کے لیے مخصوص تھی اور بعض کے نزدیک ہر اس مسلمان کی غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے جو کسی اجنبی جگہ فوت ہوا ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوطلحہ زیدؓ بن سہل انصاری

(۱)

عہدِ رسالت کی ایک شام تھی۔ رحمتِ دو عالم ﷺ، شمع رسالت کے پروانوں کی ایک جماعت کے درمیان رونق افروز تھے کہ ایک شخص بحالِ پریشاں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''یارسول اللہؐ! مسافر ہوں اور مدینہ میں میرے قیام وطعام کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ آپؐ کی اعانت کا محتاج ہوں۔''

حضورؐ نے اسی وقت ازواجِ مُطہّراتؓ سے پوچھ بھیجا کہ گھر میں کھانے کو کچھ ہے، سب طرف سے جواب آیا کہ آج فاقہ ہے۔ اب حضورؐ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

''کوئی ہے جو اس اللہ کے بندے کو مہمان بنائے؟''

حضورؐ کا ارشاد سُن کر گندمی رنگ کے ایک خوش چہرہ نوجوان، جن کی پیشانی نورِ ایمان سے چمک رہی تھی، اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ اس کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔''

یہ کہہ کر فوراً گھر گئے اور بیوی کو مہمان کے آنے کی اطلاع دی۔ انہوں نے کہا:

''بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا پکا ہے اس کے سوا خدا کی قسم، گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں۔''

ان صاحب نے کہا۔ ''کوئی مضائقہ نہیں، بچوں کو بہلا کر سُلا دو۔ جب وہ سو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں تو ہم ان کا کھانا مہمان کے آگے رکھ دیں گے، تم چراغ درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر اس کو بجھا دینا۔ اندھیرے میں مہمان کھانا کھا لے گا اور ہم بھی یونہی منہ چلاتے رہیں گے۔"

غرض اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر دونوں میاں بیوی اور بچوں نے رات فاقہ سے گزار دی۔ صبح کو جب یہ نرالے میزبان حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو زبان رسالتؐ پر یہ آیت جاری تھی:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

(وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر تنگی (فاقہ) ہی ہو)

اور حضورؐ فرما رہے تھے "رات کو تمہارا اپنے مہمان کے ساتھ برتاؤ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔"

حضورؐ کا ارشاد سن کر ان کی مسرّت کا یہ عالم تھا کہ قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

(۲)

اور پھر ایک دن یہی صاحب سرورِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آیت

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۲)

(تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی عزیز ترین چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو)

نازل ہوئی یہ صاحب مسجدِ نبوی کے سامنے ایک وسیع و زرخیز اور پُرفضا باغ کے مالک تھے۔ اس کے کنوئیں "بیرِحا" کا پانی بہت صاف شیریں اور خوشبودار تھا اور سرورِ عالم ﷺ اسے بڑے شوق سے پیا کرتے تھے۔ مدینہ منوّرہ میں اس قسم کی جائداد بہت بڑی نعمت تھی، لیکن یہ صاحب اٹھے اور عرض کیا:

"یا رسولؐ اللہ میری محبوب ترین جائداد "بیرِحا" ہے۔ میں یہ راہِ خدا میں وقف کرتا ہوں اور خدا کی قسم اگر یہ بات چھپ سکتی تو میں اسے کبھی ظاہر نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا۔"

ان کا جذبۂ انفاق دیکھ کر حضورؐ کا روئے اقدس چمک اٹھا، انہیں دعائے خیر دی اور فرمایا کہ اسے اپنے اعزہ و اقارب میں تقسیم کر دو۔ انہوں نے فوراً فرمانِ رسالت کی تعمیل کی اور یہ ساری جائداد اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دی۔

یہ صاحبِ رسولؐ جن کے ایثار کی بے مثل ادا کو بارگاہِ خداوندی میں شرفِ قبول حاصل ہوا اور جن کے جذبۂ خیر نے رحمتِ عالم ﷺ کو محظوظ و مسرور کیا، حضرت ابوطلحہ زیدؓ بن سہل انصاری تھے۔

(۳)

حضرت ابوطلحہ زیدؓ بن سہل خزرج کے اس خاندان کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے جسے سرورِ عالمؐ نے انصار کے سب گھرانوں سے بہتر قرر دیا تھا۔ یعنی خاندان بنونجار ۱۳ نبوّت کی بیعت عقبۂ کبیرہ سے پہلے وہ ایک رنگیلے نوجوان تھے۔ آفتابِ رسالت فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو چکا تھا اور اس کی کرنیں ارضِ یثرب تک آ پہنچی تھیں۔ ۱۱، ۱۲ نبوّت میں یثرب کی متعدد سعید الفطرت ہستیاں مکّہ جا کر رحمتِ عالمؐ کا دامن اقدس تھام چکی تھیں اور اسلام کے داعیِ اوّل حضرت مُصْعَبؓ بن عمیر ان کی دعوت پر یثرب آ کر گھر گھر نورِ اسلام پھیلا رہے تھے۔ لیکن ابوطلحہ زید کو اپنی ناؤ نوش کی محفلوں سے دوسری طرف دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ اس پر طُرّہ یہ کہ لکڑی کے ایک بت کو انہوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ اس زمانے میں انہوں نے بنونجار کی ایک بیوہ خاتون اُمِ سُلیمؓ بنتِ ملحان کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اُمِ سُلیمؓ عرصہ سے دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو چکی تھیں اور اپنے فرزند انسؓ بن مالک کی پرورش کر رہی تھیں۔ انسؓ سنِ شعور کو پہنچ چکے تھے اور اب کوئی چیز اُمِ سُلیمؓ کے دوسرے نکاح میں مانع نہیں تھی، لیکن انہوں نے ابوطلحہ کو جواب دیا:

"میں تو خدا کے سچے رسول محمد ﷺ پر ایمان لا چکی ہوں۔ تم پر افسوس ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ تم لکڑی کے بتوں کو پوجتے ہو جو کسی کو نفع یا ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ میں ربِّ واحد کی پرستار اور تم بتوں کے پجاری، میرا تمہارا میل کیسے ہو سکتا ہے۔"

اُمِ سُلیمؓ کی باتیں ابوطلحہ کے دل میں اتر گئیں۔ کچھ دن غور کرتے رہے اور پھر حضرت اُمِ سلیمؓ کے پاس آ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اُمِ سُلیمؓ کو ان کے قبولِ اسلام سے اتنی خوشی ہوئی کہ بے ساختہ ان سے کہا:

"میں اب تمہارے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہوں۔ دنیاوی مہر معاف کرتی ہوں اور اپنا مہر تمہارا اسلام مقرر کرتی ہوں۔"

اس کے بعد اپنے بیٹے انسؓ سے فرمایا۔ "اب تم ان کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔"

چنانچہ حضرت انسؓ نے اپنی والدہ کا نکاح حضرت ابوطلحہؓ سے پڑھا دیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے "میری والدہ کا نکاح حضرت ابوطلحہؓ سے عجیب وغریب مہر پر ہوا۔"

(۴)

www.KitaboSunnat.com

قبولِ اسلام کے بعد حضرت ابوطلحہؓ کو انصار کے ان پچھتر نفوسِ قدسی میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جو ۱۳ نبوت میں مکّہ جا کر سرورِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے اور یہ عہد کیا کہ وہ اپنی جانوں، مالوں اور اولادوں کے ساتھ رحمتِ عالمؐ کی اعانت کرینگے۔ اس بیعت کو تاریخ میں بیعت لیلۃ العقبہ، بیعت عقبہ ثانیہ اور بیعت عقبہ کبیرہ مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں یہ بیعت سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اربابِ سیَر کے نزدیک بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ میں شریک ہونے والے صحابہؓ کا درجہ خلفائے راشدین، ازواجِ مطہراتؓ اور مہاجرین اوّلین کے بعد دوسرے تمام صحابہؓ سے افضل ہے۔

رسولِ اکرمؐ کے مدینہ منورہ میں قدومِ میمنت لزوم کے چند ماہ بعد مواخاۃ قائم ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ کو امین الامت حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کا بھائی بنایا گیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲ ہجری میں جب بدر کے میدان میں حق و باطل کا پہلا معرکہ ہوا تو حضرت ابوطلحہؓ ان تین سو تیرہ جانبازانِ حق میں شامل تھے۔ جنہیں "اصحابِ بدر" کے عظیم الشان لقب سے پکارا جاتا ہے اور جن کی عظمت اور جلالتِ قدر پر تمام اہلِ سِیَر کا اتفاق ہے۔

۳ ہجری میں معرکۂ اُحُد برپا ہوا تو حضرت ابوطلحہؓ اس میں بھی بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ جب ایک اتفاقی غلطی سے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا تو وہ ان چند صحابۂ کرامؓ میں سے تھے جو آخیر تک رحمتِ عالمؐ کے گرد دادِ شجاعت دیتے رہے اور کسی مشرک کو حضورؐ تک نہ پہنچنے دیا۔ حضرت ابوطلحہؓ سپر لے کر حضورؐ کے سامنے کھڑے تھے اور نہایت جوش سے تیر پر تیر چلا رہے تھے۔ اس وقت انکی زبان پر یہ شعر تھا:

نفسی لنفسك الفداء

میری جان آپ کی جان پر قربان

و وجهی لوجهك الوقاء

اور میرا چہرہ آپ کے چہرے کی سپر ہو

ان کی شدت تیراندازی کی یہ کیفیت تھی کہ تین کمانیں یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھ سے ٹوٹیں۔ اس اثناء میں سرورِ عالمؐ جب بھی گردن مبارک اٹھا کر کفّار کی طرف دیکھتے، ابوطلحہؓ عرض کرتے: "میرے ماں باپ آپ پر قربان، گردن اٹھا کر نہ دیکھیے مبادا آپ کو کوئی تیر لگ جائے۔ میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے۔" حضورؐ کی حفاظت کرتے کرتے ان کا ایک ہاتھ شل ہو گیا، لیکن انہوں نے اُف تک نہ کی۔ حضورؐ ان کا جذبۂ فدویت دیکھ کر بہت مسرور ہوئے، اور فرمایا:

"فوج میں ابوطلحہ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے۔"

غزوۂ اُحد کے بعد غزوۂ احزاب اور دوسرے تمام غزواتِ نبوی میں بھی ایک پُرجوش مجاہد کی حیثیت میں شریک ہوئے۔ غزوۂ خیبر میں ان کا اونٹ سرورِ عالمؐ کے اونٹ کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔ اسی غزوہ میں سرورِ عالمؐ نے انہیں حکم دیا کہ بآوازِ بلند

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو گدھے کا گوشت کھانے سے منع کر دیں۔ فتحِ خیبر کے بعد حضورؐ نے مدینہ منوّرہ کو معاودت فرمائی تو راستے میں آپؐ کا اونٹ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور سرورِ عالمؐ اُمّ المؤمنین حضرت صفیہؓ بنتِ حییّ سمیت جو آپؐ ہی کے اونٹ پر سوار تھیں۔ زمین پر آ رہے۔ حضرت ابوطلحہؓ قریب ہی تھے وہ فوراً اپنے اونٹ سے کود پڑے اور دوڑ کر حضورؐ کے پاس پہنچے۔ آپؐ کو سہارا دیا اور بڑی بے تابی سے پوچھا:

"یارسول اللہ چوٹ تو نہیں آئی؟"

حضورؐ نے فرمایا۔ "نہیں مگر عورت کی خبر لو۔"

حضرت ابوطلحہؓ منہ پر رومال ڈال کر حضرت صفیہؓ کے پاس پہنچے اور ان کا کجاوہ درست کر کے اونٹ پر بٹھایا۔

(۵)

۸ ہجری میں حضرت ابوطلحہؓ کو ان دس ہزار قدوسیوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جو فتحِ مکہ کے موقع پر سرورِ عالمؐ کے ہمرکاب تھے اور جن کے بارے میں صدیوں پہلے کتاب استثناء میں یوں پیشین گوئی کی گئی تھی:

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ کوہِ فاران سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک آتشیں (نورانی) شریعت ان کے لیے تھی۔"

فتحِ مکّہ کے بعد وہ اپنی اہلیہ اُمِّ سلیمؓ کے ہمراہ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے۔ اس غزوہ میں انہوں نے ایسی بے مثال شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا کہ اپنے اور بیگانے سبھی اس کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ بنوہوازن کے ماہر قدر اندازوں نے گھات میں بیٹھ کر اس شدّت سے تیر اور پتھر برسائے کہ مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اس موقع پر جو لوگ سرورِ عالمؐ کے ہمراہ کوہ استقلال بن کر میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے، ان میں حضرت ابوطلحہؓ بھی تھے۔ انہوں نے اُس دن بیس اکیس مشرکوں کو جہنّم واصل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ جب گھمسان کا رن پڑ رہا تھا تو حضرت اُمِ سُلیمؓ ہاتھ میں خنجر لیے شمعِ نبوّت پر قربان ہونے کے لیے کمر بستہ کھڑی تھیں اور حضرت ابوطلحہؓ حضورؐ کے دائیں بائیں ایسی وارفتگی سے لڑ رہے تھے کہ سَر پیَر کا ہوش نہیں تھا۔ اُمِ سُلیمؓ پر نظر پڑی تو حضورؐ سے عرض کیا۔

"یارسول اللہ اُمِ سُلَیمؓ ہاتھ میں خنجر لیے کھڑی ہیں۔"

حضورؐ نے اُمِ سُلیمؓ سے پوچھا: "خنجر کیا کرو گی؟"

انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔"

حضورؐ ان کا جواب سُن کر متبسّم ہو گئے۔

حجۃ الوداع (۱۰ ہجری) میں حضرت ابوطلحہؓ رحمتِ عالمؐ کے ہمراہ مکّہ گئے تو وہاں انہیں ایک عظیم نعمت حاصل ہوئی۔ حضورؐ نے منیٰ میں حلق کرایا تو سرِ اقدس کی بائیں طرف کے تمام موئے مبارک آپؐ نے حضرت ابوطلحہؓ کو عطا فرمائے۔ اس نعمت کے حصول پر انہیں اس قدر مسرّت ہوئی کہ بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔

(۶)

۱۱ ہجری میں سرورِ کونینؐ نے وصال فرمایا تو حضرت ابوطلحہؓ پر کوہِ اَلم ٹوٹ پڑا تاہم اس موقع پر انہیں ایک ایسا شرف حاصل ہوا جس میں کوئی ان کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ حضورِ اکرمؐ کی قبر مبارک کھودنے کا مسئلہ پیدا ہوا تو صحابہ کرامؓ کی نظر حضرت ابوطلحہؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن الجرّاح پر پڑی۔ اوّل الذکر بغلی قبر کھودنے کے ماہر تھے اور مؤخر الذکر صندوقی قبر کھودنے کے۔ ان دونوں کو یہ خدمت انجام دینے کے لیے پیغام بھیجا گیا اور ساتھ ہی طے پایا کہ ان میں سے جو صاحب پہلے پہنچیں گے۔ وہی قبر کھودیں گے۔ چونکہ سرورِ اکرمؐ بغلی قبر پسند فرماتے تھے اس لیے صحابہ کرامؓ کی دلی خواہش تھی کہ ابوطلحہؓ پہلے پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت ابوطلحہؓ پہلے پہنچ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ چنانچہ حضورؐ کی ابدی آرام گاہ تیار کرنے کا شرف انہیں ہی حاصل ہوا۔

حضورؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوطلحہؓ شام چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ عہدِ صدیقی اور عہدِ فاروقی کا بیشتر حصہ انہوں نے وہیں گزارا اور اس عہد کے بہت سے معرکوں میں ایک پُر جوش مجاہد کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ جب کبھی دل میں جوش اٹھتا تو مدینہ مُنوّرہ آ جاتے اور حضورؐ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر اپنے قلبِ بے تاب کے لیے تسلّی کا سامان فراہم کرتے۔ حضرت عُمرِ فاروقؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اتفاق سے حضرت ابوطلحہؓ مدینہ مُنوّرہ میں موجود تھے۔ اپنے جانشین کے انتخاب کے لیے فاروقِ اعظمؓ نے چھ اصحابؓ کی جو مجلسِ شوریٰ نامزد فرمائی، حضرت ابوطلحہؓ کو بلا کر اس کا نگران مقرر فرمایا اور اس سلسلہ میں انہیں ضروری وصیتیں کیں۔ حضرت عُمرِ فاروقؓ کی وفات کے بعد انہوں نے پورے اِخلاص کے ساتھ ان پر عمل کیا اور کسی ہنگامے کے بغیر حضرت عثمان ذُوالنّورَینؓ خلیفہ منتخب ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے عُزلت گزینی اختیار کر لی اور اپنے آپ کو ہمہ تن عبادتِ الٰہی کے لیے وقف کر دیا۔ ایک دن سورۂ براۃ کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔

اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ط

(ہلکے اور بوجھل نکل کھڑے ہو اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو)

تو دل میں شوقِ جہاد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ گھر والوں سے کہا کہ میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں۔ اس وقت وہ ستر برس کے پیٹے میں تھے اور کثرتِ صَوم کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اس لیے گھر والے ان کے سفر کا انتظام کرنے میں متامّل ہوئے اور کہا کہ آپ اپنی زندگی میں بہت جہاد کر چکے ہیں اب آپ آرام کریں ہم آپ کی طرف سے جہاد پر جائیں گے، لیکن حضرت ابوطلحہؓ اپنی بات پر اڑے رہے۔ آخر گھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور ستر برس کے یہ جلیل القدر مجاہد اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اسی زمانے میں ایک بحری مہم روانہ ہو رہی تھی۔ اس میں شامل ہو کر جہاز پر سوار ہو گئے۔ ضعف پیری اور کثرتِ صوم نے طاقت باقی نہ رکھی تھی۔ ایک دن جب جہاز طوفان باد میں ہچکولے کھا رہا تھا ان کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔ جہاز کہیں سات روز بعد ایک جزیرہ کے کنارے لگا اس دوران میں لاش ویسی ہی پڑی رہی اور اس میں ذرہ برابر بھی تغیر نہ ہوا۔ لوگوں نے خشکی پر اتر کر اسی جزیرہ میں آپؓ کی ابدی آرام گاہ بنائی۔ سالِ وفات کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ ان میں سب سے معتبر روایت حضرت انسؓ بن مالک (حضرت ابوطلحہؓ کے سوتیلے بیٹے) کی ہے جس کے مطابق انہوں نے ۵۱ ہجری میں وفات پائی۔ یہ امیر معاویہؓ کا عہد حکومت تھا۔ قیاس یہی ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ اس بحری مہم میں شریک ہوئے جو امیر معاویہؓ نے تسخیرِ قسطنطنیہ کے لیے روانہ کی تھی۔

(۷)

حضرت ابوطلحہؓ زید بن سہل انصاری کا شمار بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کے فضل و کمال کی ایک دنیا معترف تھی۔ اسی لیے محدثین نے انہیں فضلائے صحابہؓ کے زمرے میں شامل کیا ہے۔ اگرچہ وہ سرورِ عالم ﷺ کی صحبتِ بابرکت سے سالہا سال تک فیض یاب ہوئے لیکن روایتِ حدیث میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ ان سے صرف بانوے ۹۲ حدیثیں مروی ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ ان کے جوشِ ایمانی اور جذبۂ ایثار کی بڑی قدر فرماتے تھے اور وہ بھی حضورؐ سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ ان کے گھر میں کبھی کوئی چیز آتی تو جب تک اس میں سے کچھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نہ بھیج لیتے چین نہ پڑتا چونکہ سراپا اِخلاص تھے اس لیے حضورؐ ان کی بھیجی ہوئی معمولی سے معمولی چیز بھی قبول فرما لیتے تھے۔

رحمتِ عالمؐ کا کوئی حکم سن لیتے تو اس کو حرزِ جان بنا لیتے اور اس کی تعمیل کرنا اپنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزوِ ایمان سمجھتے۔ وہ یہ تو برداشت کر سکتے تھے کہ ان کی جان چلی جائے لیکن یہ گوارا نہ تھا کہ جناب رسالت مآبؐ کو ایک کانٹا بھی چبھے۔ غزوۂ اُحد اور حنین میں انہوں نے جس جانبازی اور فداکاری کی مثال قائم کی۔ اس نے انہیں جان نثارانِ رسولؐ کی صف میں ایک ایسا مقام عطا کر دیا تھا جس پر دوسروں کو رشک آتا تھا۔ ایک مرتبہ مدینہ مُنوّرہ میں افواہ پھیل گئی کہ دشمن اچانک حملہ کرنے کے لیے فلاں جگہ گھات میں بیٹھا ہے۔ حضورؐ اشجع الناس تھے۔ آپؐ نے حضرت ابوطلحہؓ سے ان کا گھوڑا "مندوب" منگوا بھیجا اور اس پر سوار ہو کر تنِ تنہا جائے خطرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوطلحہؓ بے چین ہو گئے اور آپؐ کی حفاظت کے خیال سے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ حضورؐ واپس تشریف لاتے ملے۔ فرمایا۔ "ابوطلحہ وہاں تو کچھ بھی نہیں ہاں تمہارا گھوڑا بہت سبک رفتار ہے۔"

(۸)

شراب حرام ہونے سے قبل ایک دن فضیخ (چھوہارے کی شراب) پی رہے تھے۔ کسی شخص نے آ کر خبر دی کہ ابھی ابھی حضورؐ پر وحی نازل ہوئی جس کی رو سے شراب حرام ہو گئی ہے۔ ابوطلحہؓ نے اسی وقت فضیخ کا برتن ہاتھ سے پھینک دیا اور حضرت انسؓ (اپنے سوتیلے فرزند) سے کہا کہ اس گھڑے کو (جو فضیخ سے بھرا ہوا تھا) توڑ دو۔ انہوں نے توڑ کر باہر پھینک دیا۔ اس دن کے بعد وہ شراب کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

ایک دن معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم ﷺ فاقے سے ہیں، بے تاب ہو گئے اور گھر جا کر اپنی اہلیہ اُمِّ سلیمؓ سے کہا کہ حضورؐ بھوکے ہیں ان کے لیے فوراً کھانا تیار کرو۔ انہوں نے کھانا تیار کر کے حضرت ابوطلحہؓ کو بتایا تو انہوں نے حضرت انس سے کہا "اسی وقت جا کر حضورؐ کو کھانے پر بلا لاؤ۔" حضورؐ اس وقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے گرد بہت سے صحابہؓ کا مجمع تھا۔ حضرت انسؓ کو دیکھ کر فرمایا:

"ابوطلحہؓ نے تمہیں بھیجا ہے؟"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت انسؓ نے عرض کیا: ”بے شک یارسولؐ اللہ“

حضورؐ نے پوچھا: ”کھانے کے لیے؟“

انہوں نے کہا: ”جی ہاں۔“

حضورؐ سب صحابہؓ کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوطلحہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے دل میں خیال گزرا۔ اللہ خیر کرے اتنے نفوس کے لیے کھانا مکتفی نہ ہوگا۔ حضرت اُمِ سلیمؓ کے سامنے اپنے اندیشے کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا۔ ”یہ باتیں اللہ اور اللہ کے رسولؐ بہتر سمجھتے ہیں۔“ اب جو تھوڑا بہت کھانا موجود تھا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے خوشدلی سے رسولِ کریمؐ اور صحابۂ کرامؓ کے سامنے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی کہ سب نے سیر ہو کر کھایا۔

(۹)

حضرت ابوطلحہؓ کی اہلیہ حضرت اُمِ سلیمؓ کا شمار بھی بڑی جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ وہ آبائی سلسلہ سے سرورِ عالمؐ کی پردادی سلمیٰ کی پوتی تھیں۔ اسی وجہ سے وہ حضورؐ کی خالہ مشہور ہیں۔ جلیل القدر صحابی خادمِ رسولؐ اللہ حضرت انسؓ ان کے پہلے شوہر مالک بن نضر کی صلب سے تھے۔ بیوہ ہونے کے بعد وہ حضرت انسؓ کے سن شعور کو پہنچنے تک تنہا ان کی پرورش کرتی رہیں۔ ہجرتِ نبوی کے بعد انہوں نے کمسن انسؓ کو حضورؐ کا خادم بنا دیا اور ان کو پورے دس برس شب و روز حضورؐ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابوطلحہؓ اُمِ سلیمؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے اور پھر ان سے نکاح کر لیا۔ مشہور صحابی حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری کا قول ہے کہ میں نے کسی عورت کا مہر اُمِ سلیمؓ کے مہر سے افضل نہیں سنا۔

حضرت اُمِ سلیمؓ سے حضرت ابوطلحہؓ کی کئی اولادیں ہوئیں، لیکن سوائے ایک بیٹے ”عبداللہ“ کے باقی سب بچپن میں انتقال کر گئیں۔ حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے تو حضرت ابوطلحہؓ نے انہیں حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے چھوہارہ چبا کر نومولود کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ وہ بڑے ہوئے تو حضورؐ نے خود ان کی تربیت فرمائی اور وہ بڑے صاحبِ فضل وکمال ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ ہی سے حضرت ابوطلحہؓ کی نسل چلی۔

رسولِ اکرم ﷺ کو حضرت ابوطلحہؓ اور ان کے اہلِ خاندان سے بڑا لگاؤ تھا۔ آپؐ کبھی کبھی حضرت ابوطلحہؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور دوپہر کو وہیں آرام فرماتے۔ ابوطلحہؓ کے ایک کمسن فرزند ابوعمیر تھے۔ انہوں نے ایک خوش آواز پرندہ پال رکھا تھا۔ اتفاق سے وہ مرگیا۔ ننھے ابوعمیر کو بڑا صدمہ ہوا۔ اسی اثناء میں رسولِ اکرمؐ تشریف لائے۔ ابوعمیر کا چہرہ اترا ہوا دیکھا تو حضرت اُمِ سلیمؓ سے پوچھا۔ ''کیا بات ہے آج ابوعمیر کچھ سست ہے۔'' انہوں نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ ابوعمیر کی چڑیا (نغیر) جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا آج مرگئی ہے۔ اسی لیے وہ غمگین ہے۔''

''یَا اَبَا عُمَیْرِ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ'' (اے ابوعمیر تیری چڑیا کو کیا ہوا)

ابوعمیرؓ حضورؐ کا ارشاد سن کر ہنس پڑے اور پھر کھیل کود میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت سے حضورؐ کا یہ جملہ ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ کے یہ پیارے فرزند (ابوعمیر) کمسنی میں انتقال کر گئے۔ ابوطلحہؓ اس وقت گھر سے باہر تھے۔ اُمِ سلیمؓ نے نہایت صبر واستقلال سے کام لیا اور گھر والوں کو منع کر دیا کہ ابوطلحہؓ کو خبر نہ کریں۔ رات کو حضرت ابوطلحہؓ گھر تشریف لائے۔ اُمِ سلیمؓ نے انہیں کھانا کھلایا اور نہایت اطمینان سے بستر پر لیٹے۔ کچھ رات گزرنے پر اُمِ سلیمؓ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اگر تم کو کوئی چیز مستعار دی جائے اور پھر واپس مانگی جائے تو کیا تم اس کو دینے سے انکار کرو گے۔''

ابوطلحہؓ نے جواب دیا۔ ''ہرگز نہیں، ایسا کرنا انصاف سے بعید ہے۔''

اُمِ سلیمؓ بولیں: ''تو پھر تم کو اپنے بیٹے کی طرف سے صبر کرنا چاہیے۔ اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی۔''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوطلحہؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا اور کہا تو بس اتنا کہا کہ پہلے کیوں نہ بتلایا۔

صبح اٹھ کر رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں گزشتہ رات بڑی برکت دی۔'' یا بروایتِ دیگر حضورؐ نے دعا فرمائی کہ اللہ تمہیں اور اُمِّ سلیمؓ کو ابوعمیر کا نعم البدل عطا فرمائے۔ حضرت عبداللہؓ بن ابی طلحہؓ اسی واقعہ کے بعد پیدا ہوئے۔

حضرت ابوطلحہؓ کو نماز سے بیحد شغف تھا۔ نماز میں استغراق کا یہ عالم ہوتا تھا کہ دنیا ومافیہا کی خبر نہ رہتی تھی۔ مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ ایک دن اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چڑیا ایک شاخ سے اڑی اور ان کے سر کے اردگرد چکر لگانے لگی کیونکہ باغ گھنا تھا اور اسے باہر جانے کا راستہ نہیں ملتا تھا۔ حضرت ابوطلحہؓ کی نماز میں خلل پڑا اور وہ رکعتوں کی تعداد بھول گئے۔ فارغ ہوئے تو سیدھے سرورِ عالمؐ کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کر کے عرض کیا کہ اس باغ کی وجہ سے میری نماز میں خلل پڑا اس لیے میں اسے اللہ کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔

غرض حضرت ابوطلحہؓ زید بن سہل انصاری کے چمنستانِ اَخلاق پر کسی پہلو سے بھی نظر ڈالیں وہ ایسے گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ نظر آتا ہے کہ آنکھیں انہیں دیکھ کر طراوت حاصل کرتی ہیں اور مَشامِ جان ان کی خوشبو سے مُعطّر ہو جاتا ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حارثؓ بن ربعی ...... فارسِ رسولؐ اللہ

(۱)

رحمتِ عالم ﷺ ایک مرتبہ کسی صحرائی علاقے میں سفر فرما رہے تھے۔ رات کا وقت تھا اور آپؐ کے جلو میں شمعِ رسالت کے پروانوں کی ایک کثیر تعداد تھی۔ اثنائے سفر میں حضورؐ کو کچھ خیال آیا اور آپؐ نے صحابۂ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''لوگو، پانی تلاش کرو ورنہ صبح تشنہ لب اٹھو گے۔''

حضورؐ کا ارشاد سُن کر لوگ چونک پڑے اور پانی کی تلاش میں دُور دُور تک پھیل گئے لیکن ایک صاحب نے موکبِ نبی کو تنہا چھوڑنا گوارا نہ کیا اور وہ حضورؐ کی سواری کے ساتھ رہے، مہبطِ وحی ورسالت ﷺ اونٹ پر محوِ خواب تھے۔ جب آپؐ اونگھ میں کسی طرف جھکتے تو وہ صاحب برق رفتاری سے آگے بڑھ کر ٹیک لگا دیتے۔ ایک دفعہ اونگھ زیادہ گہری ہوگئی اور خطرہ پیدا ہوا کہ نصیبِ دشمناں آپؐ کہیں گر نہ پڑیں، اُن صاحب نے آگے بڑھ کر پوری قوت کے ساتھ سہارا دیا۔ معاً آپؐ بیدار ہو گئے اور فرمایا۔

''کون؟'' انہوں نے اپنا نام بتایا تو حضورؐ نے پوچھا:

''کب سے میرے ساتھ ہو؟'' عرض کی ''غروبِ آفتاب کے وقت سے۔''

سرورِ عالمؐ ان کا جواب سن کر خوش ہوئے اور دعا دی۔

حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَ رَسُوْلَهٗ

(اللہ تمہارا نگہبان رہے جس طرح تم نے اس کے رسول کی نگہبانی کی)

یہ صاحبِ رسولؐ جن کے اِخلاصِ عمل کی خیرُ الخلائق فخرِ موجودات ﷺ نے تحسین فرمائی اور جن کے لیے لسانِ رسالت سے ''حَفِظَكَ اللّٰهُ'' کے الفاظ ادا ہوئے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت حارثؓ بن ربعی انصاری تھے جو تاریخ میں اپنی کنیت ابوقتادہ سے مشہور ہیں۔

(۲)

سیدنا ابوقتادہ حارثؓ بن ربعی کا تعلق قبیلۂ خزرج کی شاخ بنوسلمہ سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے۔ حارث بن ربعی بن بلدمہ بن خناس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن زید بن جشم بن خزرج۔

والدہ کا نام کبشہ بنتِ مظہر تھا وہ بھی بنوسلمہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

رحمتِ عالم ﷺ نے ایک موقع پر حضرت ابوقتادہؓ کو بہترین شہسوار قرار دیا تھا، اس لیے وہ ''فارسِ رسول اللہ'' (رسول اللہ کے شہسوار) کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ بعثتِ نبویؐ کے دوسرے یا تیسرے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ جب انصار میں اسلام کی ابتدا ہوئی تو وہ کمسن تھے تاہم مبداءِ فیض نے انہیں فطرتِ سعید سے نوازا تھا۔ اہلِ سیَر کا بیان ہے کہ وہ کمسنی ہی میں بیعتِ عقبۂ ثانیہ کے بعد کسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ اس طرح ان کو انصار کے سابقینِ اسلام میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہو گئی تھی۔ غزوۂ بدر میں عمر کم ہونے کی بنا پر شرکت نہ کر سکے۔ اس کے بعد احد، خندق، حنین وغیرہ تمام غزواتِ نبوی میں جانبازانہ شریک ہوئے اور ہر معرکے میں اپنی شجاعت کی دھاک بٹھا دی۔ وہ ایک نہایت اچھے شہسوار تھے اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی میں بھی کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے۔ عہدِ رسالت ان کے بھرپور شباب کا دور تھا۔ جوانی کے گرم خون نے ان کے رگ وریشے میں غضب کی چستی بھر دی تھی اور وہ انصار میں ایک دلاور صف شکن کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ رحمت عالم ﷺ سے والہانہ محبت تھی، اس لیے حضورؐ کے ذرا سے اشارے پر ہر وقت جان کی بازی لگانے کے لیے تیار رہتے تھے۔

(۳)

ربیع الاوّل ۶ ہجری میں عیینہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کے ساتھ مدینہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منورہ سے چند میل دور (چشمۂ ذی قرد کے قریب) غابہ کی چراگاہ پر چھاپا مارا اور گلہ بان حضرت ذرؓ بن ابوذر غفاریؓ کو شہید کر کے حضورؐ کی بیس شیر دار اونٹنیاں ہانک کر لے چلا۔ اتفاق سے حضرت سلمہؓ بن الاکوعؓ اور حضورؐ کے غلام حضرت رباحؓ گھوڑے پر سوار وہاں آ نکلے۔ حضرت سلمہؓ ایک ماہر قدر انداز اور بلا کے تیز رفتار تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ دیکھا تو غیرتِ دینی نے انہیں شعلۂ جوالہ بنا دیا۔ پہلے تو ایک قریبی ٹیلے پر چڑھ کر مدینہ کی طرف منہ کر کے ''یا صباحاہ'' کا نعرہ لگایا، (اہلِ عرب یہ نعرہ مصیبت کے وقت مدد مانگنے کے لیے لگایا کرتے تھے۔ اس کے معنی تھے ''اے صبح کی مصیبت'' پھر حضرت رباحؓ کو گھوڑے پر سوار کر کے حضورؐ کو اطلاع دینے کے لیے مدینہ روانہ کیا اور خود اکیلے ہی درختوں کی آڑ لے کر چھاپا ماروں پر پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ یہاں تک کہ وہ اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن تھوڑی دیر بعد مدد لے کر پھر آ دھمکے۔ حضرت سلمہؓ مقابلے پر ڈٹے رہے لیکن ان کی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ ادھر اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی سرورِ عالمؐ نے مسلمانوں کو غارت گروں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ حضورؐ کا ارشاد پاتے ہی حضرت ابوقتادہؓ، مقدادؓ بن الاسود کندی اور محرز بن نضلہ المقلب بہ اخرم اسدیؓ گھوڑوں پر سوار ہو کر برق رفتاری سے جائے واردات پر پہنچے۔ بنوفزارہ کے لٹیرے، مسلمان شہسواروں کو دیکھ کر بھاگے، لیکن حضرت اخرمؓ نے ان کا تعاقب کیا۔ حضرت سلمہؓ نے ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر روکا کہ جلدی نہ کرو رسول اللہؐ اور صحابہ کے آنے تک صبر کرو، لیکن حضرت اخرمؓ نہ مانے اور جوشِ شجاعت میں درانہ آگے بڑھتے گئے۔ عبدالرحمٰن فزاری ان کے مزاحم ہوا۔ اخرمؓ نے اس پر اپنے نیزے سے بھرپور وار کیا، اس کا گھوڑا ہلاک ہو گیا لیکن وہ خود بچ گیا اور اپنے نیزے سے حضرت اخرمؓ کے سینے کو چھید ڈالا۔ وہ شہید ہو کر فرشِ خاک پر گرے تو ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ عین اس وقت حضرت ابوقتادہؓ اپنا گھوڑا دوڑاتے وہاں پہنچ گئے۔ حضرت اخرمؓ کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا، اپنے نیزے سے عبدالرحمٰن پر ایسا بھرپور وار کیا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ آناً فاناً جہنّم واصل ہو گیا۔ اس طرح انہوں نے پلک جھپکنے میں حضرت اخرمؓ کا بدلہ لے لیا۔ اسی اثناء میں حضرت سلمہؓ اور مقدادؓ بھی ان سے آن ملے اور ان تینوں سرفروشوں نے لٹیروں کو اپنے نیزوں کی نوکوں پر رکھ لیا۔ جب حضورؐ کے بھیجے ہوئے کچھ اور سوار بھی پہنچ گئے تو بدطینت لٹیرے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن شہسوارانِ اسلام نے غروبِ آفتاب تک ان کا تعاقب جاری رکھا۔ رات کا اندھیرا پھیلنے کے بعد واپس ذی قرد پہنچے تو وہاں سرورِ عالم ﷺ کو پانچ سَو مسلّح جاں نثاروں کے ساتھ موجود پایا۔ حضورؐ نے سارا واقعہ سن کر حضرت ابوقتادہؓ، سلمہؓ بن الاکوعؓ، مقدادؓ اور دوسرے مجاہدین کی جانبازی کی تحسین فرمائی اور حضرت ابوقتادہؓ کے بارے میں فرمایا:

كَانَ خَيْرُ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ اَبُوْقَتَادَهْ

آج ابوقتادہ بہترین سوار تھے

ذیقعدہ ۶ھ ہجری میں حضرت ابوقتادہؓ کو بیعت رضوان میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا اور وہ اس مقدس گروہ میں شامل ہو گئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اصحاب الشجرہ کہہ کر پکارا اور واضح الفاظ میں اپنی خوشنودی کی بشارت دی۔

www.KitaboSunnat.com (۴)

شعبان ۸ ہجری میں رسولِ اکرم ﷺ کو خبر ملی کہ بنو غطفان نے نجد کے ایک مقام خضرہ میں اجتماع کیا ہے اور وہ مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ بنو غطفان پیشہ ور رہزن تھے اور مسلمانوں سے ان کو خدا واسطے کا بَیر تھا وہ اس سے پہلے بھی مدینہ کے نواح میں کئی بار چھاپے مار چکے تھے۔ حضورؐ نے پندرہ آدمیوں کا ایک دستہ دے کر حضرت ابوقتادہؓ کو ان کی گوشمالی کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت ابوقتادہؓ نے مدینہ سے خضرہ کا فاصلہ چھپ چھپا کر ایسی ہوشیاری سے طے کیا کہ دشمن کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ جب وہ اچانک غطفانی مفسدوں کے سر پر جا پہنچے تو وہ بوکھلا اٹھے۔ بعض لوگوں نے مزاحمت کی کوشش کی لیکن جلد ہی ہمت ہار کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوقتادہؓ کو کثیر مالِ غنیمت ہاتھ لگا جس میں بہت سے قیدیوں کے علاوہ دو ہزار بکریاں اور دو سَو اونٹ بھی تھے۔ انہوں نے اس کا خمس نکال کر باقی مجاہدین میں بحصۂ مساوی تقسیم کر دیا۔ اس واقعہ کو سریّۂ محارب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دو ہفتوں میں اس مہم سے فارغ ہو کر حضرت ابوقتادہؓ مدینہ پہنچے تو حضورؐ نے چند دن کے بعد انہیں آٹھ آدمیوں کا ایک جتھا دے کر بطنِ اضم کی جانب روانہ فرمایا۔ یہ مقام مدینہ سے تین منزلوں کے فاصلے پر مکّہ کے راستے پر واقع ہے۔ اس وقت حضورؐ مکّہ پر پرچمِ توحید لہرانے کا پختہ ارادہ فرما چکے تھے، لیکن آپؐ چاہتے تھے کہ مشرکینِ مکّہ کو اچانک جالیا جائے۔ اس مہم کے بھیجنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگ اس طرف متوجہ رہیں اور مکّہ پر لشکر کشی کا کسی کو خیال نہ آئے۔ حضرت ابوقتادہؓ اپنی جمعیّت کے ساتھ ذی خشب کے مقام پر پہنچے تو انہیں اطلاع ملی کہ سرورِ عالم ﷺ نے فدائیانِ حق کے ایک لشکر کے ساتھ مکّہ کی جانب کوچ کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر سقیا کے مقام پر حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس طرح انہیں ان دس ہزار نفوسِ قدسیہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہو گیا جنہوں نے مرکزِ عرب مکّہ پر علمِ اسلام بلند کر کے سارے عرب پر ہیبت طاری کر دی۔

(۵)

فتحِ مکّہ کے بعد شوّال ۸ ہجری میں حنین کا خونیں معرکہ پیش آیا۔ لڑائی کے آغاز میں بنوہوازن کے ماہر قدر اندازوں نے اپنی کمین گاہوں سے ایسی شدّت کی تیر باری کی کہ مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور جنگِ اُحد کا سا منظر قائم ہو گیا۔ اس نازک موقع پر رحمتِ عالم ﷺ عزم واستقامت کا کوہِ گراں بن کر میدانِ جنگ میں کھڑے رہے۔ صرف چند جاں نثار آپ کے پاس موجود تھے جن میں سے ایک حضرت ابوقتادہؓ تھے۔ وہ شروع سے اخیر تک معرکۂ کارزار میں دادِ شجاعت دیتے رہے۔ لڑائی میں ایک موقع ایسا آیا کہ ایک مشرک اور مسلمان ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے۔ ایک دوسرے مشرک نے مسلمان پر پیچھے سے حملہ کرنا چاہا۔ حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوقتادہؓ فوراً بجلی کی طرح لپکے اور اس مشرک پر اپنی تلوار کا ایسا بھرپور وار کیا کہ اس کا ہاتھ کٹ کر دور جا پڑا۔ وہ بڑا شہ زور اور تنومند آدمی تھا۔ دوسرے ہاتھ سے حضرت ابوقتادہؓ کو لپٹ گیا اور اس زور سے دبایا کہ انہیں بے بس کر دیا لیکن آدمی باہمت تھے، موقع پا کر اپنا خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ کر جہنّم واصل کر دیا اور خود دوسری طرف چل دیے۔ مکّہ کے ایک شخص جو اس معرکے میں موجود تھے انہوں نے دیکھا کہ ابوقتادہؓ پرے ہٹ گئے ہیں تو انہوں نے مقتول مشرک کا سامان اتار کر اپنے قبضے میں لے لیا۔ اسی اثناء میں دوسرے مسلمان بھی پلٹ پڑے اور مشرکین کو اپنے نیزوں اور تلواروں پر رکھ لیا۔ جلد ہی مشرکین خاکِ نامرادی چاٹنے پر مجبور ہو گئے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے مظفّر و منصور کیا۔ لڑائی کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جس مسلمان نے کسی مشرک کو قتل کیا ہے وہ ثبوت پیش کرے تو مقتول کا سامان اسی کو دلایا جائے گا۔ حضرت ابوقتادہؓ نے اٹھ کر کہا۔ ''میں نے ایک مشرک کو قتل کیا ہے کون ہے جو میری بات کی تصدیق کرے۔'' لوگ خاموش رہے۔ انہوں نے یہ اعلان تین بار کیا لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر سرورِ عالمؐ نے فرمایا:

> ''ابوقتادہ کیا بات ہے؟'' انہوں نے سارا قصہ بیان کیا تو ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا۔ ''یارسولؐ اللہ، وہ سامان میرے پاس ہے لیکن ابوقتادہ کو راضی کر کے مجھے دلوا دیجیے۔''

حضرت ابوبکر صدّیقؓ بھی اس موقع پر موجود تھے، انہوں نے فرمایا:

> ''یہ انصاف سے بعید ہے کہ مشرک کو مارے تو خدا کا شیر اور اس کے مال پر قبضہ جمائے مکّہ کا ایک قریشی۔''

رحمتِ عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدّیقؓ کی رائے سے اتفاق فرمایا اور وہ سامان حضرت ابوقتادہؓ کو دلوا دیا۔ انہوں نے اسے فروخت کر کے بنو سلمہ کے محلّے میں ایک باغ خرید لیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶)

۱۱ ہجری میں سرورِ کائنات ﷺ نے رحلت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند نشینِ خلافت ہوئے تو آناً فاناً سارے عرب کو فتنۂ ارتداد نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ صدیقِ اکبر نے اس فتنہ کو فرو کرنے کے لیے مختلف علاقوں کی طرف گیارہ لشکر بھیجے۔ حضرت ابوقتادہؓ اس لشکر میں شامل ہو گئے جس کی قیادت حضرت خالدؓ بن ولید کر رہے تھے۔ حضرت خالدؓ نے پہلے تو طلیحہ بن خویلد اسدی کو شکست دی اور پھر بطاح پہنچ کر مالک بن نویرہ یربوعی کی طرف متوجہ ہوئے۔ مالک نے چند دن پہلے سجاح بنتِ حارث (جھوٹی نبوّت کی دعویدار) کا ساتھ دیا تھا لیکن بعد میں وہ اسلام کا دم بھرنے لگا تھا۔ حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کی ایک جماعت علاقے کے مختلف دیہات کی طرف بھیجی اور اسے ہدایت کی کہ جس بستی میں پہنچو۔ وہاں پہلے اذان دینا اگر جواب میں اس بستی کے لوگ بھی اذان دیں، تو ان سے کوئی تعرض نہ کرنا اور اگر کوئی جواب نہ دیں یا تمہاری مزاحمت کریں تو ان سے جنگ کرنا۔

یہ جماعت گشت کرتی ہوئی مالک بن نویرہ کی بستی کے قریب جا پہنچی اور اذان دی تو بستی کے ردِعمل کے بارے میں ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ جواب میں ہم نے اذان کی آواز سنی ہے۔ دوسروں کا بیان یہ تھا کہ بستی والوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ انہوں نے مالک بن نویرہ اور اس کے چند ساتھیوں کو گرفتار کر کے اسلامی لشکر میں پہنچا دیا۔ حضرت خالدؓ کے سامنے معاملہ پیش ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ سرِ دست ان کو زیرِ حراست رکھو، کل صبح ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ رات کو سخت سردی تھی۔ حضرت خالدؓ نے لشکر میں اعلان کرایا کہ اِدْفِئُوْا أَسْرَاكُمْ یعنی اپنے قیدیوں کو حرارت پہنچاؤ۔ بعض عرب قبائل کی زبان میں ان الفاظ کے یہ معنی بھی ہو سکتے تھے کہ اپنے قیدیوں کو قتل کر دو۔ مشہور صحابی حضرت ضرارؓ بن اَزْوَر نے یہی سمجھا اور مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا۔ حضرت ابوقتادہؓ کو ان لوگوں کا قتل سخت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناگوار گزرا۔ ان کا خیال تھا کہ مالک بن نویرہ کی بستی سے اذان کی آواز آئی تھی اس لیے وہ معافی کے مستحق تھے۔ چنانچہ وہ ناراض ہو کر سیدھے صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں مدینہ مُنوّرہ پہنچے اور خالدؓ بن ولید کی شکایت کی کہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کرا دیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے حضرت خالدؓ کو مدینہ مُنوّرہ بلا کر جواب طلبی کی۔ انہوں نے سارا واقعہ بِلا کم وکاست عرض کر دیا۔ صدیقِ اکبرؓ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ اس موقع پر حضرت عُمرِ فاروقؓ نے حضرت ابوقتادہؓ کے مَوقِف کی تائید کی اور حضرت خالدؓ کو معزول کرنے کا مشورہ دیا، لیکن حضرت ابوبکرؓ صدیق نے یہ فرما کر معاملہ ختم کر دیا کہ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں ڈال سکتا جس کو اللہ تعالیٰ نے کُفّار پر کھینچا ہو۔

(۷)

عہدِ صدیقی کے بعد حضرت ابوقتادہؓ کا نام حضرت علی کَرّمَ اللہ وَجہہٗ کے دورِ خلافت میں نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ عہدِ فاروقی کے کسی جہاد میں انہوں نے حصہ لیا یا نہیں؟ کُتُبِ سِیَر اس بارے میں خاموش ہیں۔ ممکن ہے یہ زمانہ انہوں نے خاموشی سے مدینہ مُنوّرہ میں گزارا ہو، کیونکہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ایسی تھی جو امیر المؤمنین حضرت عُمرِ فاروقؓ کے ایماء پر مدینہ مُنوّرہ میں بالاستقلال مقیم رہی۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوقتادہؓ کو مکّہ کی امارت پر فائز کیا لیکن کچھ عرصہ بعد ان کی جگہ قثم بن عباسؓ کو یہ عہدہ تفویض کیا۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفّین میں حضرت ابوقتادہؓ حضرت علیؓ کی طرف سے شریک ہوئے۔ ۳۸ ہجری میں خوارج سے مقابلہ پیش آیا۔ نہروان کے مقام پر خوارج (جن کی قیادت عبداللہ بن وہب راسبی کر رہا تھا) اور لشکرِ مرتضوی کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ اس لڑائی میں حضرت ابوقتادہؓ کو حضرت علی مرتضیٰؓ نے پیدل فوج کا افسر بنایا، انہوں نے اپنے شجاعانہ حملوں سے خوارج جیسے سخت گیر جنگجوؤں کا منہ پھیر دیا اور اس وقت بھی ثابت قدم رہے جب خوارج کے پے در پے خوفناک حملوں سے فوجِ مرتضوی کے سواروں کے قدم ڈگمگا گئے۔ حضرت ابوقتادہؓ، قیس بن سعدؓ، قیس بن معاویہ اور ان جیسے دوسرے جانبازوں نے اپنی سرفروشی سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورتِ حال کو سنبھال لیا اور شدید لڑائی کے بعد خارجی لشکر کے پرخچے اڑا دیے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابوقتادہؓ نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کے دورِ خلافت (۴۰ ہجری) میں وفات پائی لیکن امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ انہوں نے ۵۰ ہجری اور ۶۰ ہجری کے درمیان کسی وقت سفرِ آخرت اختیار کیا۔ علامہ ابنِ سعدؒ نے لکھا ہے کہ وفات کے وقت ان کے چار بیٹے تھے جن کے نام عبداللہ، معبد، عبدالرحمٰن اور ثابت تھے ان کی اہلیہ سلافہؓ مشہور صحابی حضرت براءؓ بن معرور انصاری کی صاحبزادی تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں۔ حضرت ابوقتادہؓ کا شمار فضلائے صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان سے ایک سَو ستّر (۱۷۰) احادیث مروی ہیں جن کے راویوں میں بہت سے اکابر صحابہ وتابعین شامل ہیں۔

(۸)

سیّدنا حضرت ابوقتادہؓ اکابر صحابہ کی اس مقدس جماعت کے رُکن ہیں جن کی جلالتِ قدر اور عظمتِ کردار کے سامنے ہفت افلاک کی رفعتیں ہیچ ہیں۔ ان کی کتابِ سیرت کے نمایاں ابواب سبقت فی الاسلام، شوقِ جہاد، حبِ رسول، شجاعت وبسالت، جذبۂ اخوتِ اسلامی، ایثار، رحم دلی اور سادہ مزاجی تھے۔

مُسندِ احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ حضرت ابوقتادہؓ نے ایک دفعہ کسی صاحب کو قرضِ حسنہ دیا، مقررہ مدت گزرنے کے بعد اپنی رقم واپس مانگنے گئے تو وہ صاحب چھپ رہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا، ایک دن گھر گئے تو گھر پر موجود تھے آواز دی تو خاموش رہے اتنے میں ان کا کمسن بچہ باہر آیا، اس نے پوچھنے پر بتایا کہ گھر میں ہیں اور کھانا کھا رہے ہیں۔

بلند آواز سے کہا۔ ”مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ کھانا کھا رہے ہو اب نکل آؤ، چھپنے کا کوئی فائدہ نہیں۔“

وہ صاحب باہر آئے تو پوچھا۔ ”میں بار بار آتا ہوں اور تم ملنے سے گریز کرتے ہو آخر اس کا سبب کیا ہے؟“

انہوں نے جواب دیا: ”اپنی مصیبت کا ذکر دوسروں کے سامنے کرنا مناسب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی مصیبت دنیا سے چھپاتا تھا، مجھ پر پیغمبری وقت آن پڑا ہے سخت تنگ دست ہوں اور اہل وعیال کی پرورش بھی بڑی مشکل سے کر رہا ہوں، میرے پاس کچھ ہوتا تو کبھی کا قرض چکا دیتا۔"

حضرت ابوقتادہؓ نے پوچھا۔" خدا کی قسم کیا واقعی تمہارا یہی حال ہے؟"

انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت ابوقتادہؓ کی آنکھوں سے بے اختیار سیلِ اشک رواں ہو گیا اور بولے:" خدا کی قسم میں تم سے کچھ نہیں لوں گا۔ جاؤ میں نے اپنا قرض معاف کیا۔"

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک انصاری کا جنازہ لایا گیا آپؐ نے پوچھا کہ مرنے والے پر کچھ قرض تو نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا۔" یارسول اللہ صرف دو دینار اس پر قرض ہیں۔" حضورؐ نے پھر پوچھا۔" اس نے کچھ ترکہ بھی چھوڑا ہے یا نہیں؟" لوگوں نے نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا تم لوگ نماز پڑھ لو۔ (میں قرض دار کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھا سکتا)

معاً حضرت ابوقتادہؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔" یارسول اللہ اگر مرنے والے کا قرض میں اپنے پاس سے ادا کر دوں تو پھر آپ نماز پڑھائیں گے"۔

حضورؐ نے فرمایا۔" ہاں"

حضرت ابوقتادہؓ نے اسی وقت جا کر مرحوم مسلمان کا قرض ادا کر دیا اور حضورؐ کو اطلاع دی اب آپؐ کو اطمینان ہو گیا اور آپؐ نے جنازہ طلب کر کے نماز پڑھائی۔

حضرت ابوقتادہؓ ایک دفعہ اپنے شادی شدہ بیٹے کے ہاں گئے۔ نماز کا وقت آیا تو بہو نے وضو کے لیے پانی رکھا، اتنے میں ایک بلی آئی اور وضو کے برتن میں منہ ڈال کر پینے لگی اور کوئی ہوتا تو بلی کو مار بھگاتا، لیکن حضرت ابوقتادہؓ نے پانی کے ظرف کو اور جھکا دیا تا کہ وہ آسانی سے اپنی پیاس بجھا سکے۔ نظر اٹھائی تو دیکھا کہ بہو حیرت سے یہ تماشا دیکھ رہی ہے۔ فرمایا،" بیٹی اس میں حیرت کی کیا بات ہے رسول اللہ ﷺ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے کہ "بلّی نجس جانور نہیں ہے یہ تو گھروں کی آنے جانے والی ہے۔"

سادہ مزاجی کی یہ کیفیت تھی کہ بالوں میں کبھی کبھار کنگھی کرتے تھے حالانکہ گردن تک بال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ان کو پراگندہ مُو دیکھا تو فرمایا:

"ابوقتادہ اپنے بالوں کو درست کرو، آدمی اپنے بالوں کی خبر گیری نہ کر سکے تو سر منڈوا ڈالے۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوقتادہؓ کو شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ مکّہ معظّمہ کے سفر میں حضورؐ کے ہمرکاب تھے۔ اثنائے راہ میں کچھ ساتھیوں کو لے کر نکل گئے اور قریب کی ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ وہاں ایک گورخر نظر پڑا، چونکہ ساتھی احرام باندھ چکے تھے اس لیے نیزہ لے کر اکیلے ہی گورخر کے پیچھے بھاگے اور اسے شکار کر کے دم لیا۔ کسی ساتھی نے اس کے اٹھانے میں بھی مدد نہ دی اکیلے ہی اس کو اٹھا کر لائے اور خود ہی اس کا گوشت پکایا۔ کچھ اصحاب نے اس کے کھانے سے اجتناب کیا تو حضرت ابوقتادہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

"اس کا کھانا جائز ہے تم لوگ ضرور کھاؤ۔ خدا نے تمہارے لیے ہی بھیجا ہے اور اگر ہو سکے تو میرے لیے بھی لاؤ۔"

حضرت ابوقتادہؓ حضورؐ کا ارشاد سن کر بہت خوش ہوئے اور شکار کا گوشت آپؐ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت ابوقتادہؓ بڑے بلیغ پیرائے میں لوگوں کو اَخلاق کی تعلیم دیا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کو پانی پلا رہا ہو اس کو چاہیے کہ خود سب سے آخر میں پیے، کوئی شخص دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرے اور پانی کے برتن میں پھونک نہ مارے۔ اس طرح انہوں نے خیرالخلائقؐ کے بہت سے ارشادات اُمّت تک پہنچائے جن پر عمل کرنے سے دین کی فلاح نصیب ہو سکتی ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں جن کتابوں سے خاص طور پر براہِ راست یا بالواسطہ استفادہ کیا گیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱- صحیح بخاری .... امام بخاریؒ
۲- صحیح مسلم .... امام مسلمؒ
۳- مؤطا امام مالکؒ .... امام مالکؒ
۴- مُسندِ احمد بن حنبلؒ .... امام احمد بن حنبلؒ
۵- فتُوح الشام .... واقدیؒ
۶- فتُوح العجم .... واقدیؒ
۷- تاریخ الامم والملوک .... طبَریؒ
۸- اُسْدُ الغابہ .... ابنِ اثیرؒ
۹- تاریخ الکامل .... ابنِ اثیرؒ
۱۰- البدایہ وَالنّہایہ .... ابنِ کثیرؒ
۱۱- السیرۃ النبویہ .... ابنِ ہشام
۱۲- الطبقات الکبیرؒ .... محمد بن سعد کاتب الواقدیؒ
۱۳- کتابُ الاِصابہ .... حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ
۱۴- الاِستیعاب .... حافظ ابنِ عبدالبرؒ
۱۵- ریاض الصّالحین .... امام نوویؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶- الاخبار الطوال .... ابو حنیفہ دینوری

۱۷- سیرۃ النبیؐ .... شبلی نعمانیؒ

۱۸- اصحابِ بدر .... قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ

۱۹- ترجمان السنۃ .... مولانا بدر عالم میرٹھیؒ

۲۰- سیرتِ کبریٰ .... ابو القاسم رفیق دلاوری مرحوم

۲۱- المشاہد .... حکیم رحمان علی خان مرحوم

۲۲- تذکرہ حفاظِ شیعہ .... سید علی نقی

۲۳- مہاجرین (جلد اوّل و دوم) .... شاہ معین الدین احمد ندویؒ

۲۴- سیرِ انصار (جلد اوّل و دوم) .... مولانا سعید انصاری مرحوم

۲۵- سیر الصحابہ (جلد ہفتم) .... شاہ معین الدین احمدؒ

۲۶- الفاروق .... شبلی نعمانیؒ

۲۷- غلامانِ اسلام .... مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم

۲۸- تاریخِ اسلام .... اکبر شاہ خان نجیب آبادی مرحوم

۲۹- اسوۂ صحابہ (جلد اوّل و دوم) .... مولانا عبد السّلام ندویؒ

۳۰- تاریخِ اسلام .... شاہ معین الدین احمد ندویؒ

۳۱- حیاۃ الصحابہؓ .... مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

۳۲- تاریخِ اسلام .... منشی غلام قادر فصیح مرحوم

www.KitaboSunnat.com

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹- جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر 17048

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری مقبول مطبوعات

★ فضائل قرآن	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
★ کتاب الصوم	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
★ شعور حیات	مولانا محمد یوسف اصلاحی
★ شمع حرم	مولانا محمد یوسف اصلاحی
★ تذکار صحابیاتؓ	طالب ہاشمی
★ تذکار صالحات	طالب ہاشمی
★ پچاس صحابہؓ	طالب ہاشمی
★ سیرۃ فاطمہ الزہرہؓ	طالب ہاشمی
★ ہمارے رسول پاک	طالب ہاشمی
★ چالیس جان نثار	طالب ہاشمی
★ سو شیدائی	طالب ہاشمی

البدر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ